طب نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

فہرست مضامین

صفحہ نمبر		عنوان
		طب نبوی
	انسانی جسم کے امراض کا تفصیلی بیان	فصل(۱)
	جسم انسانی کا علاج	فصل(۲)
	طریقہ علاج	فصل(۳)
	ہر بیماری کا علاج	فصل(۴)
	معدہ کے علاج میں طریقہ بیماری	فصل(۵)
	علاج نبوی کے انداز وطریق	فصل(۶)
	ادویہ طبیعہ سے علاج کے بیان میں	فصل(۷)
	بخار کے علاج کے متعلق ہدایات نبوی	
	طب نبوی میں اسہال کا طریقہ علاج	فصل(۸)
	شہد کے بارے میں علمی موشگافیاں	فصل(۹)
	طاعون کا علاج اوراس سے پرہیز واحتیاط میں پیغمبر خدا کی ہدایات	فصل(۱۰)
	وباء سے متاثر علاقوں میں آمدروفت کے بارے میں پیغمبر ﷺ کا طریقہ	فصل(۱۱)
	استقاء کے علاج میں آپ کی ہدایات	فصل(۱۲)
	طب نبوی میں زخموں کا طریقہ علاج	فصل(۱۳)
	شہد، حجامت اور داغنے کے ذریعہ سے پیغمبر کا طریقہ علاج	فصل(۱۴)
	پچھنا لگوانا	فصل(۱۵)
	حجامت کے منافع	فصل(۱۶)
	گدی پر سینگیاں کھنچوانے میں علماء طب کا اختلاف	فصل(۱۷)
	پچھنا لگوانے کے فوائد	فصل(۱۸)
	پچھنا لگانے کا موسم اور ایام	فصل(۱۹)

فصل(۲۰) حجامت کے لئے ہفتے کے دنوں کا تعین
فصل(۲۱) روزہ دار کے لئے پچھنا لگوانے کا جواز
فصل(۲۲) قطع عروق اور داغ کے ذریعہ پیمبر کا طریقۂ علاج
فصل(۲۳) طب نبوی میں مرگی کا علاج
فصل(۲۴) اسباب صرع پر ایک نظر
فصل(۲۵) طب نبوی میں عرق النساء کا طریقہ علاج
فصل(۲۶) خشکی براز، قبض کا علاج نبوی
فصل(۲۷) جسم کی خارش، جوں کا علاج نبوی
فصل(۲۸) ابریشم وریشم کے بارے میں علمی تحقیق
فصل(۲۹) ذات الجنب کا علاج نبوی
فصل(۳۰) طب نبوی میں آدھا سیسی کا علاج
فصل(۳۱) دردشقیقہ کا تفصیلی علاج
فصل(۳۲) دردسر کا علاج
فصل(۳۳) حنا کے فوائد پر سیر حاصل بحث
فصل(۳۴) زیر علاج مریضوں کو مناسب کھانا پانی دینے کی ہدایات
فصل(۳۵) نکسیر کا علاج
فصل(۳۶) دل کے مریض کا علاج نبوی
فصل(۳۷) دواؤں کے ضرر و منافع میں طبیعت کی استعداد
فصل(۳۸) اصلاح غذا و فواکہ میں آپ کی ہدایات عالیہ اور ان کے مصلحات کا بیان سنت نبوی کی روشنی میں
فصل(۳۹) حفظان صحت کے نبوی اصول پرہیز کے طریقے اور منافق
فصل(۴۰) طبیعت کی رغبت کے مطابق غذا کا استعمال
فصل(۴۱) سکون وآرام، حرکات اور آشوب افزا چیزوں سے پرہیز کے ذریعہ آشوب چشم کا علاج نبوی
فصل(۴۲) طب نبوی میں خدر کا علاج نبوی جس سے بدن اکڑ جاتا ہے
فصل(۴۳) مکھی پڑی ہوئی غذا کی اصلاح اور مختلف قسم کے زہر کے ضرر کو دفع کرنے کی بابت ہدایات نبوی

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل(۴۴)	طب نبوی میں گرمی دانوں کا علاج
فصل(۴۵)	طب نبوی میں ورم اوران بڑے پھوڑوں کا علاج جومحتاج آپریشن ہوں
فصل(۴۶)	طب نبوی میں دلوں کی تقویت اور شگفتہ باتوں کے ذریعہ مریضوں کا علاج
فصل(۴۷)	غیر مادی وغیر مرغوب دواؤں غذاؤں کے بہ نسبت عادی ومرغوب دواؤں اور غذاؤں کے ذریعہ علاج
فصل(۴۸)	مریض کوعادی غذاؤں میں سے زود ہضم غذا دینے کی بابت ہدایات نبوی
فصل(۴۹)	خیبر میں یہود کے دیئے ہوئے زہر آلود کھانے کا طریقہ علاج نبوی
فصل(۵۰)	یہودیہ کے اس جادو کا طریقہ علاج جو آپ پر کیا گیا تھا
فصل(۵۱)	سحر کا علاج
فصل(۵۲)	قے کے ذریعہ استفراغ مادہ کا طریقہ نبوی
فصل(۵۳)	مختلف علاقوں میں استفراغ کے طریقے
فصل(۵۴)	قے کے ذریعہ استفراغ کے فوائد
فصل(۵۵)	ماہرین اطباء سے رجوع کرنے کے بارے میں ہدایات نبوی
فصل(۵۶)	علاج سے ناواقف سے معالجہ کی مذمت
فصل(۵۷)	جاہل وناواقف طبیب کا حکم
فصل(۵۸)	طبیب کی غلطی
فصل(۵۹)	اتفاقات علاج
فصل(۶۰)	طبیب کی حیثیت
فصل(۶۱)	طبیب کی تعریف
فصل(۶۲)	ماہر فن طبیب
فصل(۶۳)	مرض کے مختلف درجات
فصل(۶۴)	طریقہ علاج پر ایک بحث
فصل(۶۵)	متعدی امراض اور متعدی مریضوں سے بچنے کے بارے میں ہدایات نبوی
فصل(۶۶)	محرمات سے علاج پر پابندی کے بارے میں ہدایات نبوی
فصل(۶۷)	سر کے جوں کے ازالہ اوراس کے علاج کے بارے میں ہدایات نبوی
فصل(۶۸)	نظر بد کے علاج کی بابت ہدایات نبوی
فصل(۶۹)	نظر بد کا طب نبوی سے علاج

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل(۷۰) نظر بد کا فوری تدارک
فصل(۷۱) طریقۂ علاج کی حکمتیں
فصل(۷۲) نظر بد کا دوسرا طریقۂ علاج نبوی
فصل(۷۳) نظر بد سے متعلق ایک واقعہ
فصل(۷۴) طب نبوی میں ہر بیماری کے لئے عام روحانی علاج
فصل(۷۵) ڈنک زدہ کو سورہ فاتحہ کے ذریعہ جھاڑ پھونک کی ہدایات نبوی
فصل(۷۶) فاتحہ الکتاب کے اسرار و رموز
فصل(۷۷) بچھو کے ڈنک مارے ہوئے کا دم کرنے کے ذریعہ علاج کرنے میں ہدایات نبوی
فصل(۷۸) پہلو کی پھنسیوں کے جھاڑ پھونک میں ہدایات نبوی
فصل(۷۹) مار گزیدہ پر دم کرنے میں ہدایات نبوی
فصل(۸۰) زخموں اور جراحتوں پر دم کرنے کی بابت ہدایات نبوی
فصل(۸۱) جھاڑ پھونک کے ذریعہ درد کے علاج کے متعلق ہدایات نبوی
فصل(۸۲) مصیبت زدہ اور غمزدہ کا علاج نبوی
فصل(۸۳) رنج وغم، بے قراری اور بے چینی کا علاج نبوی
فصل(۸۴) ان امراض میں مذکورہ دواؤں کی افادیت کی توجیہہ کا بیان
فصل(۸۵) بے خوابی اور گھبراہٹ کی بیماری کا علاج نبوی
فصل(۸۶) آتش زدگی اور اس کو بجھانے کا طریقہ نبوی
فصل(۸۷) حفظان صحت کی بابت ہدایات نبوی
فصل(۸۸) پیغمبر خدا کے کھانے پینے کے عادات
فصل(۸۹) کھانے کی نشست کا طریقہ نبوی
فصل(۹۰) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانے کی ترکیب
فصل(۹۱) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کھانوں کا بیان
فصل(۹۲) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے استعمال مشروبات کا انداز
فصل(۹۳) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پانی پینے کا طریقہ
فصل(۹۴) پیغمبر خدا کے طریقہ آب نوشی کی حکمتیں
فصل(۹۵) برتنوں کی حفاظت کے متعلق ہدایات نبوی
فصل(۹۶) پانی پینے میں احتیاط

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل(۹۷) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دودھ پینے کا طریقہ
فصل(۹۸) نیند پینے کا طریقہ نبوی
فصل(۹۹) ملبوسات کے استعمال کا طریقہ نبوی
فصل(۱۰۰) رہائش گاہ کے سلسلے میں آپ کا طریقہ
فصل(۱۰۱) سونے جاگنے کا طریقہ نبوی
فصل(۱۰۲) نیند کی حقیقت
فصل(۱۰۳) نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیداری کا انداز
فصل(۱۰۴) ریاضت جسم انسانی
فصل(۱۰۵) طب نبوی میں مباشرت کے اعلیٰ قوانین
فصل(۱۰۶) جماع کا بہترین وقت اور زریں اصول
فصل(۱۰۷) مضرت رساں جماع
فصل(۱۰۸) مرض عشق کا علاج نبوی
فصل(۱۰۹) عشق الٰہی کا بیان
فصل(۱۱۰) علاج عشق
فصل(۱۱۱) یاس وہرماں کے ذریعہ علاج عشق
فصل(۱۱۲) خوشبو کے زریعہ حفظان صحت کی بابت ہدایات نبوی
فصل(۱۱۳) آنکھوں کی حفاظت کا طریقہ نبوی
فصل(۱۱۴) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بیان کردہ مفرد دواؤں اور غذاؤں کا بیان باعتبار حروف تہجی

''حرف ہمزہ''
اثمد
اترج (ترنج)
ارز (چاول)
اذخر
''حرف با''
بطیخ (تربوزہ)
بلح (کچی کھجور)

بسر (نیم پختہ کھجور)
بیض (انڈا)
بصل (پیاز)
بادنجان (بیگن)
"حرف تائ"
تمر (خرما، کھجور)
تین (انجیر)
"حرف ثائ"
ثلج (برف)
ثوم (لہسن)
ثرید
"حرف جیم"
جمار (کھجور کا گابھ)
جبن (پنیر)
"حرف حائ"
حناء (مہندی)
حبۃ السوداء (شونیزا)
حریر (ریشم)
حرف (دانہ رشاد)
حلبہ (میتھی)
"حرف خائ"
خبز (روٹی)
فصل (۱۱۵) مفید غذاؤں کا بیان
خلق (سرکہ)
خلال
"حرف دال"
دھن (تیل)

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

"حرف ذال"

ذریرہ (چرائتہ)

ذباب (مکھی)

ذہب (سونا)

"حرف رائ"

رطب (تازہ کھجور)

ریحان (خوشبو)

رمان (انار)

"حرف زائ"

زیت (زیتون)

زبد (مکھن)

زبیب (کشمش)

زنجبیل (سونٹھ)

"حرف سین"

سنا

سفرجل (بہی)

مسواک

سمن (گھی)

سمک (مچھلی)

سلق (چقندر)

"حرف شین"

شونیز (کلونجی)

شعیر (جو)

شواء (بھنا ہوا گوشت)

شحم (چربی)

"حرف صاد"

صلوٰۃ (نماز)

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

صبر (ایوا)
صوم (روزہ)
''حرف ضادؔ''
ضب (گوہ)
ضفدع (مینڈک)
''حرف طاءؔ''
طیب (خوشبو)
طین (مٹی)
طلح (خرمایا کیلا کا شگوفہ)
طلع (کھجور کا گابھا)
''حرف عینؔ''
عنب (انگور)
عسل (شہد)
عجوۃ (تازہ کھجور کی عمدہ قسم)
عنبر
عود
عدس (مسور)
''حرف غینؔ''
غیث (بارش)
''حرف فاءؔ''
فاتحہ الکتاب
فاغیہ (حنا کی کلی)
فضۃ (چاندی)
''حرف قافؔ''
قرآن مجید
قثاء (ککڑی)
قسط و کست

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

قصب السکر (گنا)
''حرف کاف''
کتاب الحمی (تعویز بخار)
تعویز عسر ولادت
عسر ولادت کا دوسرا تعویز
کتاب الرعاف (نکسیر کا تعویذ)
کتاب للحزاز (بالخورہ کا تعویذ)
سہ روزہ بخار کا تعویذ
تعویذ برائے عرق النسائ
پھڑکتی رگ کا تعویذ
تعویذ برائے درد دنداں
کتاب الخراج (پھوڑے کے لئے تعویذ)
کماۃ (سانپ کی چھتری)
کباث (پیلو کا پھل)
کتم (نیل)
کرم (درخت انگور)
کرفس (اجمود)
کراث (گندنا)
''حرف لام''
لحم (گوشت)
فصل (۱۱۶) پرندوں کے گوشت کا بیان
فصل (۱۱۷) مفید غذاؤں کا بیان
لبن (دودھ)
لبان (کندر)
''حرف میم''
ماء (پانی)
ماء الثلج والبرد (برف اور اولے کا پانی)

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

ماءزمزم (آب زمزم)
دریائے نیل کا پانی
سمندر کا پانی
مشک
ملح (نمک)
''حرف نون''
نخل (کھجور کا درخت)
نرگس
نورۃ (چونے کا پتھر)
نبق (بیری کا پھل)
''حرف ھا''
ھندباء (کاسنی)
''حرف واؤ''
ورس (ایک قسم کی گھاس)
وسمہ (برگِ نیل)
''حرف یا''
یقطین (کدو)
فصل (۱۱۸) پرہیز واحتیاط (مچھلی انڈا)
فصل (۱۱۹) پرہیز واحتیاط (صحت کا راز)
فصل (۱۲۰) پرہیز واحتیاط (کثرت جماع)
فصل (۱۲۱) چند مفید احتیاطی تدابیر
فصل (۱۲۲) چار مفید و مضر چیزوں کا بیان
فصل (۱۲۳) طب نبوی کی اہمیت وافادیت

Nafse Islam
نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

امابعد! بہت سے علماء اسلام نے طب پرہیزی وطب علاجی کی بابت واردا حادیث نبویہ کو جمع کرنے اور اپنی خاص مؤلفات میں اس کی تدوین کا خاص اہتمام کیا، اور انھیں افادۂ عام کے لیے پیش کیا، کیونکہ یہ طب کا سب سے مفید و کامیاب ترین حصہ ہیں، اور اس لیے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے پیش کی گئی ہیں۔ جن کی تائید اللہ رب العالمین کی طرف سے بذریعہ وحی کی گئی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی نے بیماری بھی نازل کی اور اس کا علاج بھی مرض کو مقدر کیا اور شفا و صحت کو بھی۔

ان علماء اسلام میں الامام ابوبکر السنی المتوفی سن ۳۶۴ھ اور امام ابونعیم الاصبہانی المتوفی سن ۴۳۰ھ اور امام عبد اللہ الذہبی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی سن ۷۴۸ھ ہیں اور انھیں میں سے الامام المحقق الحافظ شمس الدین رحمۃ اللہ علیہ ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب الزرعی الدمشقی المعروف بہ ابن القیم الجوزیہ المتوفی سن ۷۵۱ھ بھی ہیں، جو علوم قرآن وحدیث اور فقہ وعربیۃ اور محبت وشہسواری اور طب میں تصانیف کثیرہ کے مالک ہیں، جن کا قلم ان موضوعات میں بڑا تیز اور رواں ہے۔

اپنی عظیم ترین کتاب ''زاد المعاد فی ہدی خیر المعاد'' جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال اور سیرت و صفات کو اول یوم پیدائش سے لے کر آخر یوم وفات تک اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے، اس کتاب کے اندر ایک خاص جزء دلوں اور جسموں کے امراض کی بابت مرتب فرمایا، جس میں علاج اور اس کے احکامات، پرہیز، اور مفرد دواؤں کے ذریعہ علاج کی فضیلت، نیز بخار، اسہال، استسقاء، اور زخموں وغیرہ امراض کے علاج کی ہدایات اور متعدی امراض سے بچنے کی تدابیر اور مختلف اوقات و حالات میں صحت کی حفاظت اور نفسیاتی امراض، مثلاً غم اور فکر، رنج و مصیبت کے علاج کی تفصیلات اور آداب بیان کی ہیں۔

نیز اس میں ایسی طبی نصیحتیں اور مفید مشورے بھی دیئے ہیں جو موجودہ زمانے میں جدید طب کے بالکل مطابق ہیں۔ مثلاً ان کی یہ نصیحت کی کہ:۔

جب تک غذا سے علاج ممکن ہو دوا استعمال نہ کی جائے'' اور یہ کہ طبیب کے لیے یہ مناسب نہیں کہ دوا استعمال کرانے کا شائق ہو'' اور یہ کہ'' دوا کی مقدار جتنی زیادہ ہوگی صحت اسی مقدار سے خراب و مضمحل رہے گی''

علمائے طب کا بیان ہے کہ علامہ ابن القیم الجوزیہ نے اس کتاب میں جو طبی فوائد اور نادر تجربات و نسخے پیش کئے ہیں وہ طبی دنیا میں ان کی طرف سے نیا اضافہ ہیں جو طب کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھی جائیں گی۔

علامہ ابن القیم کی اس کتاب سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ طبیبانہ سیرت خاص طور پر معلوم ہوتی ہے کہ آپ نے مریضوں کو یہ ہدایت فرمائی ہے کہ وہ علاج کے لیے ماہر اطباء کو تلاش کریں اور کلی اعتماد کے ساتھ اپنے امراض کا حال بتائیں اور اس کی ہدایات پر عمل کریں، اور طبیب جو دوا تجویز کرے اس کو استعمال کریں، اور دوا کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے صحت وشفاء کی دعا کریں کیونکہ سب کچھ اسی کے ہاتھ میں ہے، اور دعائیں بھی طبع زاد نہیں بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ماثور و منقول دعاؤں کو یاد کر کے پڑھیں۔

یہ ایک بڑی اہم اور خاص ہدایت ہے، جس سے اکثر لوگ غفلت برتتے ہیں۔ کیونکہ کچھ لوگ تو صرف دوا کرتے ہیں اور کچھ لوگ صرف دعا کرتے ہیں، جبکہ یہ دونوں طریقے حق وصواب سے ہٹے ہوئے ہیں اور کتاب و سنت کی تعلیم سے دور ہیں۔

لہٰذا دوا اور دعا دونوں کا استعمال ایک ساتھ ضروری ہے، نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دونوں علاج ایک ساتھ کرنے کا حکم فرمایا ہے، لہٰذا ان میں سے کسی ایک کو اپنے لیے کافی نہ سمجھا جائے۔

یہ کتاب "زاد المعاد فی ھدی خیر العباد" کے ایک باب "الطب النبوی" کا علیحدہ حصہ ہے جسے یہاں ایک کتاب کی شکل میں الگ چھاپ دیا گیا ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے محسن بندوں میں شامل کرے۔ آمین۔

{ـــ}

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

طب نبوی

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جن طریقوں سے خود اپنی بیماریوں کا علاج فرمایا یا دوسرے کسی شخص کے لیے کوئی نسخہ تجویز فرمایا، اور اس سے اس کو نفع تام ہوا، ان تمام آزمودہ طبی نسخوں اور حکیمانہ طریقوں کو ہم نے چند فصلوں میں اکٹھا کر دیا ہے۔ ان فصلوں میں ہم ان حکمتوں کو بیان کریں گے جن حکمتوں تک پہنچنے میں بڑے بڑے بالغ نگاہ اطباء عاجز رہے۔ ان حکمتوں کے سامنے اطباء کا طریق علاج ایک پچھڑا ہوا اور پسماندہ طریق علاج ہے۔ خدا ہماری ان حکمتوں کے بیان کرنے میں مدد فرمائے خدا ہی مدد فرمانے والا ہے۔ اور ہماری پشت پناہی کرنے والا ہے۔

مرض کی دو قسمیں ہیں:

(۱) دلوں کی بیماری (۲) اجسام کی بیماری

ان دونوں اقسام کی بیماریوں کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ پھر دل کی بیماریاں بھی دو طرح کی ہیں۔

(۱) شک و شبہ کی بیماری (۲) شہوت و گمرہی کا مرض

ان دونوں قسم کی بیماری کا ذکر قرآن کریم میں ہے۔ چنانچہ مرض شبہ کے بارے میں قرآن کریم نے یوں کہا ہے کہ۔

فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ فَزَادَہُمُ اللّٰہُ مَرَضًا (بقرہ۔ ۱۰)

کہ ان کے دلوں میں شک کی بیماری ہے جسے خدا نے خطرناک حد تک بڑھا دیا۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَلِیَقُوۡلَ الَّذِیۡنَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ مَّرَضٌ وَّ الۡکٰفِرُوۡنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰہُ بِہٰذَا۔

جن کے دلوں میں شک کی بیماری ہے، اور وہ جو خدا کے منکر ہیں بول اٹھے کہ خدا نے اس مثال سے کیا ارادہ کیا۔

اسی طرح خدا نے ان لوگوں کا ذکر کرتے ہوئے جنھیں قرآن اور سنت کو ہی اٹل یا فیصلہ کن سمجھنے کی دعوت دی جاتی ہے۔ تو وہ انکار کرتے ہیں یا پس ڈال دیتے ہیں۔ فرمایا:۔

وَ اِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَھُمْ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُمْ مُّعْرِضُوْنَ وَ اِنْ یَّکُنْ لَّھُمُ الْحَقُّ یَاْتُوْٓا اِلَیْہِ مُذْعِنِیْنَ اَفِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ اَمِ ارْتَابُوْٓا اَمْ یَخَافُوْنَ اَنْ یَّحِیْفَ اللّٰہُ عَلَیْھِمْ وَرَسُوْلُہٗ بَلْ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

(النور۔ ۴۸،۴۹،۵۰)

جب ان کے سامنے خدااوراس کے رسول کے حکم ماننے کی بات رکھی جاتی ہے، توان کی ایک جماعت انکار کربیٹھتی ہے ،اور اگران کا کوئی حصہ ہوتووہ اسے لینے کی غرض سے یقین کے ساتھ لپکتے ہیں،کیاان کے دل بیمار ہیں یاانھیں شک وشبہ نے لپیٹ لیاہے۔یاانھیں اس کا خطرہ لاحق ہے کہ کہیں اللہ اوراس کے رسول ہمارے حصے کم نہ کردیں۔یہی ہیں جو بیجاروش پر چلنے والے ہیں۔

یہ مرض شک وشبہات ہیں۔

رہ گیامرض شہوات تواس سلسلے میں خدائے کریم نے فرمایا:۔

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِہٖ مَرَضٌ۔ (احزاب ۳۲)

اے پیغمبر کی بیویو! تم دنیا کی دوسری عورتوں کی طرح نہیں ہو۔اگرتم پارسائی برتوتو پھر تمہاری گفتگو میں بھی کوئی لچک نہ ہونی چاہیے کہ اس لچک سے دل میں کھوٹ رکھنے والے تم سے کوئی توقع نہ رکھ سکیں۔

یہ بیماری جس کی نشاندہی قرآن نے کی ہے،وہ شہوت زناہی ہے۔

{ــــ}

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۱)

انسانی جسم کے امراض کاتفصیلی بیان

مرض اجسام کے سلسلے میں قرآن کریم نے فرمایا:۔

لَیْسَ عَلَی الْاَعْمٰی حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَی الْمَرِیْضِ حَرَجٌ

(النور۔۶۱)

اندھے پرکسی قسم کی ادائیگی فرض ہونے کی ذمہ داری نہیں ہے،اسی طرح ٹانگوں سے محروم چلنے سے معذور پرذمہ داری نہیں ہے۔اور بیمارمحتاج تیمارداری پربھی کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔

انسانی جسم کے امراض کو حج روزے اور وضو کے ضمن میں بیان فرمانا ایک نادر و نایاب انوکھے راز کی وجہ سے ہے۔اس سے قرآن کی عظمت میں چار چاند لگ گئے۔

قرآن کو جس نے سمجھ لیا، اور جس نے اس کی باریکیوں کو جان لیا وہ دنیا کی ساری دانائی اور حکمت سے قرآن کے صدقے بے نیاز ہو گیا۔

اس لیے کہ علاج بدن انسانی کے تین بنیادی خطوط ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

(۱) حفظان صحت (۲) مرض واذیت کا تدارک

(۳) مواد فاسدہ (جن سے یہ بیماریاں پیدا ہوتی ہیں) کا جسم انسانی سے نکال پھینکنا۔

ان تینوں اصول کا بیان ان تینوں جگہوں میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تین مواقع پر فرمایا:۔

آیت صوم میں فرمایا:۔

فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ ۔(البقرہ۔ ۱۸۴)

جو تم میں سے کوئی بیمار ہو۔ یا سفر میں ہو، تو پھر دوسرے ایام میں ان کو پورا کر لے۔

اس آیت میں خدا نے مریض کو بیماری کا عذر سامنے رکھا، روزے کے دنوں میں کھانے پینے کی اجازت دی، اور مسافر کے لیے بھی عذر سفر کی وجہ سے افطار کو مباح فرماتا، تا کہ دونوں اپنی صحت کی حفاظت کر سکیں اور اپنی قوت کو بحال رکھ سکیں کہ کہیں بیماری میں روزے کی وجہ سے جسم کی قوت اور کاہیدہ نہ ہو جائے اور مرض پر قابو پانے کی صلاحیت کا فقدان نہ ہو جائے، یا سفر میں روزے کی وجہ سے صحت اور قوت میں اضمحلال نہ ہو جائے، اس لیے کہ شدت حرکت سفر سے جسم اور قوت میں مزید کاہش ہو گی، اور روزہ اس کی اس حالت میں تحلیل قویٰ کا سبب بنے گا۔اس لیے کہ روزے کی حالت میں انسان غذا سے محروم رہتا ہے۔ جو انسان کی گھٹتی توانائی کے لیے بدل ماتحلیل کا کام کرتا ہے، اس طرح قوت کم ہوتی جائے گی، اور ضعف جسمانی بڑھتا جائے گا۔ اس طرح مسافر بھی مریض کے حکم میں رہا اس کو کھانے پینے کی اجازت دے دی گئی کہ وہ اپنی صحت اور قوت کو جس کی حالت سفر میں خاصی ضرورت ہے [illegible] و مصنون رکھ سکے۔

اسی طرح آیت حج میں ذکر فرمایا:۔

فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ مِّن صِيَامٍ أَوْ صَدَقَةٍ أَوْ نُسُكٍ ۔(البقرۃ: ۱۹۶)

جو تم میں سے مریض ہو۔ یا اس کے سر میں کوئی اذیت ہو تو وہ روزے کا فدیہ ادا کر لے، یا مال کا صدقہ دے، یا کوئی قربانی کے جانور کا ذبیحہ دے۔

اس آیت سے مریض کو یا حج کرنے والے کو جس کے سر میں چوٹ ہو، یا جوں نے کھا رکھا ہو۔ یا کھجلی و خارش ہو یا اور کوئی دوسری اذیت ہو، حلق راس سے (سر منڈانے سے) بحالت احرام رک جانے کی اجازت دے دی

ہے۔ تاکہ بخارات رویہ اس سر مونڈنے کی صورت میں سر سے باہر آ جائیں اور ان کا استفراغ ہو جائے۔ اس لیے کہ بالوں کی جڑیں اس مادہ کے رک جانے کی وجہ سے یہ اذیت پیش آتی ہے۔ جب بال مونڈ دیئے گئے تو مسامات اور بال کی جڑیں کھل گئیں، جس سے یہ بخارات رویہ مواد فاسدہ باہر ہو گئے، اسی استفراغ کو سامنے رکھ کر ان چیزوں کے استفراغ کی بھی اجازت ہوگی۔ جن کے رکنے کی وجہ سے انسان کسی بیماری اذیت اور غیر طبعی حالت سے دوچار ہوتا ہے۔

جن چیزوں کے احتباس اور استفراغ دونوں ہی سے انسان اذیت پاتا ہے، وہ دس ہیں۔

خون کا جوش مارنا جسے ہیجان دم کہتے ہیں، رک جانا۔	احتباس دم
جوش منی، ہیجان منی، جو غلط انداز سے اخراج پر مجبور کرے۔	احتباس منی
پیشاب کی شدت	احتباس بول
پاخانے کا زور	احتباس براز
ہوا کا رک جانا	احتباس ریاح
قے کا رک جانا	احتباس قے
چھینک روک لینا یا رک جانا	احتباس عطاس
نیند کی شدت میں اس کو اچاٹ کر دینا	حبس نوم
بھوک کی شدت	احتباس جوع
پیاس کی شدت	احتباس عطش

یہ دس چیزیں ہیں، جن کو روک دینا بیماری کو دعوت دینا ہے۔

خدائے پاک نے ادنیٰ کے استفراغ کو بیان کر کے آدمی کو بیدار کر دیا، چونکہ ادنیٰ وہ بخارات تھے، جو سر اور کھوپڑی میں رکے ہوئے تھے۔ ان کے رکنے سے مزید اور شدید بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ تھا، اس لیے اسی ادنیٰ کو فوری علاج کے طور پر استفراغ کا حکم فرمایا، اور قرآن کا انداز تخاطب ہر سلسلہ میں خواہ وہ علاج ہو یا کوئی اور دوسری چیز ادنیٰ سے شروع کر کے اعلیٰ پہنچاتا ہے۔

پرہیز کے سلسلے میں جس پر عمل کرنے سے آدمی کسی بڑے مرض کے حادثہ سے بچ جاتا ہے۔ خدائے پاک نے وضو کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (انسا:۴۳)

اور اگر تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو۔ یا پاخانہ کر کے واپس ہوئے ہو، یا اپنی بیویوں سے مباشرت کر کے فارغ ہوئے ہو اور تم کو پانی نہ ملے تو پاک اور ستھری مٹی سے تیمم کرو۔

اس میں خدا نے مریض کو بجائے پانی کے مٹی پر اکتفا کرنے کا حکم فرمایا تا کہ مریض انسان کا جسم اس اذیت

سے بچ جائے۔ جواس کو پانی کے استعمال سے پہنچتی، اس آیت نے داخل وخارج اندر وباہر سے پہنچنے والی ہر اذیت کے تدارک کی تدبیر اوراس کی روک پر متنبہ فرمایا۔

اس طرح قرآن کریم کے ذریعہ باری تعالیٰ سبحانہ نے اپنے بندوں کو اصول طب اوراس کے اساسی قواعد کی طرف رہنمائی فرمائی آگے ہم ان اصول کی تائید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے پیش کریں گے، جن سے واضح ہوجائے گا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات بسلسلہ حفظان صحت، صحت وعلاج کس قدر مکمل ہیں۔

رہ گیا دل کا علاج تو اس کا حق انبیاء ورسل علیہم السلام کے لیے ہی تسلیم شدہ ہے، اس کا علاج صرف انھیں انبیاء ورسل کے ذریعہ ہی ممکن ہے۔ اور انھیں کے ہاتھوں ہوتا ہے۔ اس لیے کہ دلوں کی صلاح وصحت تو یہی ہے نا کہ وہ اپنے پروردگار کے عارف ہوں اور اپنے پیدا کرنے والے کو پہچانتے ہوں۔ اس کے اسماء اوراس کی صفات اس کے افعال اس کے احکام سے کماحقہ واقف ہوں، اور باری تعالیٰ کی خوشنودی اوراس کی پسندیدگی کی جانب ان کا رخ ہواس کے مناہی اور غصے کی باتوں سے پرہیز کرنے والے ہوں، اس لیے کہ دل کی صحت اوراس کی زندگی ان چیزوں کی رعایت کئے بغیر ممکن نہیں ہے، اور نہ ان کا حصول انبیاء ورسل کو ذریعہ بنائے بغیر ہی ممکن ہے۔ کسی کے دل کی توانائی اوراس کی صحت بلا اتباع انبیاء کے متصور نہ ہوسکے گی، جواس کے سوا سوچتا ہے۔ اور دوسری باتوں کا گمان کرتا ہے اس لیے کہ یہ بات تو اس کے نفس حیوانی وشہوانی کی زندگی سے متعلق ہے۔ اوراس کی صحت اور قوت کی طرف رہنمائی کرتی ہے۔ مگر دل کی زندگی اور دل کی صحت اوراس کی توانائی کا تو اس سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ اور جو ان دونوں حالتوں میں تمیز نہیں کرسکتا تو اس کے دل کی زندگی پر رونا چاہیے۔ اس لیے کہ یہ دل تو مردہ ہے۔ اسی طرح اس کا نور بھی تاریکیوں کے اتھاہ سمندر میں ڈوبا ہوا ہے۔

{ــــ}

فصل (۲)

جسم انسانی کا علاج

طب ابدان یعنی جسم انسانی کا علاج دو طریقوں سے کیا جاتا ہے۔

پہلی نوع خدا نے حیوان ناطق ہو کہ حیوان غیر ناطق دونوں میں بعض چیزیں فطری پیدا کی ہیں۔ ان فطری امور میں کسی طبیب کے علاج اور مشورہ کی ضرورت نہیں ہوتی' جیسے بھوک کا علاج، پیاس کا علاج ٹھنڈک کا مداوا، تھکن کا علاج اس لیے کہ ان سب کا علاج ان کے اضداد سے کیا جاتا ہے اس میں کوئی شخص طبیب کے مشورہ کا محتاج نہیں ہوتا بلکہ ہر وہ تدبیر جس سے یہ چیزیں زائل ہوجائیں سب علاج ہی ہیں۔ اور انسان بلا مشورہ طبیب بلا کسی غور وفکر کے عمل میں لاتا رہتا ہے۔

دوسری نوع جو غور و فکر سوچ و سمجھ کی محتاج ہے، مثلاً امراض متشابہ جو مزاج انسانی کے تغیر کا سبب ہوتے ہیں۔ انسان اس سے اعتدال مزاج پر باقی نہیں رہتا، یہ بے اعتدالی کبھی حرارت کبھی برودت، کبھی یبوست کبھی رطوبت کی زیادتی اعتبار سے پیدا ہوتی ہے۔ کبھی یہ ساری چیزیں مختلف کیفیات سے مرکب ہوتی ہیں، اس ترکیب میں کبھی اثنینیت ہوتی کبھی کئی کئی کیفیات شامل ہوتی ہیں، اس بے اعتدالی کیفیت کی دو صورتیں ہیں، مادی یا کیفی یعنی یہ بے اعتدالی انصباب مادہ کی بنیاد پر ہوتی ہے، یا کسی کیفیت خاص کی پیدائش سے یہ صورت سامنے آتی ہے۔

دونوں میں تمیز کی صورت یہ ہے کہ امراض کیفیت اسی مادہ کے زوال کے بعد پیدا ہوتا ہے۔ جس کے باعث وہ مرض پیدا ہوا تھا، چنانچہ مادہ زائل ہو جاتا ہے البتہ اس کے اثر سے ایک کیفیت مزاج میں باقی رہ جاتی ہے۔

امراض مادہ کے اسباب اس کے ساتھ ہی ساتھ ہوتے ہیں، چونکہ مرض کا سبب ساتھ ہی ہوتا ہے، اس لیے ابتدأ سبب سے پہلے سبب مرض کی جانچ کی جائے گی، پھر مرض کی تشخیص، پھر دوا تجویز کی جائے۔

امراض آلیہ جن میں اعضا کی ہیئت اپنی اصلی حالت پر نہیں رہتی خواہ یہ تغیر شکل میں ہو کہ اس کی شکل بگڑ جائے یا کسی تجویف میں کہ زائد یا کم یا چھوٹی بڑی ہو جائے، یا کوئی مجری ثانی' جو اپنی طبعی حالت پر نہ ہو یا عضو کی خشونت یعنی کھردرا پن بڑھ جائے جہاں نہ ہونا چاہیے ہو جائے یا چکناوٹ میں طبعی انداز نہ ہو بلکہ ملاست غیر طبعی پیدا ہو جائے، کسی عضو کی تعداد کم و بیش ہو جائے مثلاً پسلی انگلی وغیرہ یا غیر طبعی مقدار سے بڑا ہو یا عضو اپنی وضع کے اعتبار سے بدلا ہوا ہو، مثلاً قضیب یا دوسرے اعضاء کی جگہ بدلی ہوئی ہو جہاں ہونا چاہیے نہ ہو"۔ اس لیے کہ اعضاء کے ایک دوسرے میں جڑنے کے بعد اور طبعی گٹھ جوڑ سے ہی بدن بنتا ہے، اسی کو اتصال کہتے ہیں، جب یہ اعضاء اپنے جوڑ و اتصال میں طبعی انداز پر نہیں ہوتے تو اسی کو تفرق اتصال کے نام سے تعبیر کرتے ہیں یا امراض عامہ جن میں متشابہ اور آلیہ دونوں ہی قسم کے امراض شامل ہیں۔

امراض متشابہ جن کے پیدا ہونے کے بعد مزاج کا اعتدال باقی نہیں رہتا اسی لیے ان امراض متشابہ کی تعریف یہ کی جاتی ہے کہ جن میں مزاج اعتدال سے الگ ہو جائے، اور اسی خروج عن الاعتدال یعنی طبعی حالت سے غیر طبعی حالت و کیفیت میں پہنچنے کو مرض کہتے ہیں، بشرطیکہ اس غیر طبعی حالت کی وجہ سے بالفعل ضرر کا احساس ہو۔

امراض متشابہ کی آٹھ قسمیں ہیں، چار بسیط چار مرکب

بسیط میں بارد، حار، رطب، یابس امراض شمار ہوتے ہیں۔

اور مرکب میں حار رطب، حار یابس، بارد رطب، اور بارد یابس امراض شمار کیے جاتے ہیں۔

امراض کی آٹھویں قسمیں انصباب مادہ سے پیدا ہوتی ہیں یا بلا انصباب مادہ اگر مرض سے طبعی افعال میں کوئی فرق نہ پیدا ہو تو اس اعتدال سے خارج ہونے کو صحت کہتے ہیں۔

بدن انسانی تین حالتوں سے دو چار ہوتا ہے، طبعی حالت، حال خارج طبیعت اور وہ حالات جو ان دونوں کے مابین ہو' پہلی صورت میں انسان کا جسم تندرست ہوگا' دوسری میں مریض کی طرف منتقل ہونے سے پہلے درمیانی

واسطہ تلاش کرتی ہے۔

بدن کے طبعی حالت سے خارج ہونے کا سبب یا تو اندرونی ہوگا' اس لیے کہ بدن انسانی گرم سرد تر وخشک سے مرکب ہے، یا بیرونی ہوگا' اس لیے کہ خارج سے بدن پر جو چیز وارد ہوتی ہے کبھی موافق ہوتی اور کبھی وہ چیز ناموافق ہوتی ہے۔

اور جو ضرر کہ جسم انسانی کو پہنچتا ہے کبھی اس کا سبب سوءِ مزاج ہوتا ہے جو مزاج کے اعتدال سے دور ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے یا کسی عضو میں فساد پیدا ہونے کی وجہ سے یا کبھی قوی میں ضعف وکمزوری کی بنیاد پر ہوتا ہے، یا ان قوتوں کو لے کر چلنے والی روح کے ضعف وکمزوری کی بنا پر یا روح میں زیادت واضافہ اس انداز کا پیدا ہو جاتا ہے کہ اعتدال زیادت نہ ہونے میں تھا، یا ایسا نقصان پیدا ہو جاتا ہے کہ اعتدال عدم نقصان میں تھا، یا ایسا تفرق پیدا ہو جاتا ہے، کہ اعتدال اتصال بدن میں تھا، یا ایسا اتصال پیش آتا ہے کہ اعتدال تفرق اتصال میں متصور ہوتا' یا ایسا امتداد پیدا ہو جاتا ہے کہ وہاں انقباض کی ضرورت تھی یا کسی اور شکل کا اپنی وضع وشکل سے بدل جانا جس سے اس حصہ جسم میں یا خود جسم میں اعتدال باقی نہ رہ جائے۔

لہٰذا طبیب وہی ہے جو انسانی جسم سے ان چیزوں کو علیٰحدہ کر دے یا نکال ڈالے جن کے جسم میں جمع واکٹھا ہونے سے ضرر جسمانی پیدا ہوتا ہو یا ان چیزوں کو جسم میں یکجا کر دے، جن کے منتشر ومتفرق ہونے سے جسم کو ضرر پہنچتا ہے۔ یا اس چیز کو کم کر دے جس کی زیادتی سے جسم میں بے اعتدالی آتی ہے، یا جس کی کمی کی وجہ سے جسم انسانی میں ضرر پیدا ہوتا ہو۔ اسے زیادہ کر دے، تا کہ ان تدابیر سے انسان کی مطلوب تندرستی اسے حاصل ہو جائے، یا انسان کے بگڑے اور بے ترتیب عضو وجسم کی صورت کو بگڑنے نہ دے، اس کو بے ڈھنگا نہ ہونے دے، اور موجودہ بیماری کو اس کے ضد اور مقابل چیزوں اور تدبیروں سے ختم کر دے' پرہیز اور احتیاط سے اس کے دور سے دور تک پھٹکنے کی راہ بند کر دے۔ یہ ساری تدابیر واحتیاط رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدابیر مسنونہ میں شافی وکافی بن کر نظر آئے گی' خدا کی مدد اور اس کی اعانت اس کے فضل سے پوری توقع ہے کہ وہ ہماری دست گیری کرے گی۔

{ــــ}

فصل (۳)

طریقۂ علاج

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت یہ تھی کہ آپ خود اپنا علاج کرتے، اور دوسروں کو علاج کی ہدایت فرماتے، چنانچہ متعلقین خاندان اور اصحاب کو آپ نے علاج کرنے کی ہدایت فرمائی لیکن آپ نے یا آپ کے اصحاب نے اس سلسلے میں کسی باقاعدہ قرابادین سے مرکب دواؤں کا استعمال نہیں کیا، بلکہ آپ اور آپ کے ہمدم و

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہم نشین عموماً مفردات سے علاج کرتے تھے، اس مفرد دوا کے ساتھ کسی ایسی چیز کا اضافہ کر لیتے جس سے اس کی قوت اور افادیت میں اضافہ ہو جاتا، اور تقریباً دنیا کی اکثر اقوام باوجود اختلاف نسل و وطن کے عموماً مفردات ہی سے علاج کرتی رہیں۔ خواہ وہ عرب ہوں یا ترک ہوں یا دیہات اور دور افتادہ علاقوں کے لوگ تو کلیۃً مفردات ہی سے علاج کرتے تھے، البتہ روم و یونان کے باشندوں کا میلان خاص مرکبات کی جانب تھا' ہندوستان کے ویدوں اور اطباء کی بڑی جماعت صرف مفرد ہی سے علاج کرتی کراتی تھی۔

اطباء کا متفقہ فارمولا ہے کہ جب تک علاج غذا کے ذریعہ یعنی اس کی مقدار قوام لطافت و کثافت اور اوقات میں تغیر کر کے ممکن ہو کسی دوسری جانب رخ نہ کیا جائے' ایسی صورت میں دوا کو نظر انداز ہی کر دینا بہتر ہے، اسی طرح جب تک مفردات سے کام چلتا جائے مرکبات کو نہ اپنایا جائے۔ اطباء کا یہ مقولہ مشہور ہے کہ پرہیز اور غذا سے جب تک مرض کا دفاع ممکن ہو۔ اس میں علاج بالادویہ کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے۔

اسی طرح یہ ہدایت بھی آب زر سے لکھنی چاہیے کہ طبیب کو دوا کھلانے پلانے میں بہت زیادہ شیفتہ نہ ہونا چاہیے، اس لیے کہ اگر دوا بدن میں وہ اجزاء نہیں پاتی جنہیں تحلیل کر سکے تو خود بدن کی کاہش میں لگ جاتی ہے یا اسے کسی ایسی بیماری سے سابقہ ہوتا ہے جس کے مناسب حال دوا نہ ہو، یا کوئی ایسی چیز جو اس کے مناسب حال ہو جاتی ہے، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کی کیت بڑھ جاتی ہے جس سے وہ کمیت غالب آ جاتی ہے یا وہ کیفیت بڑھ جاتی ہے جس کے نتیجہ میں دوا صحت کو کھلونا بنا لیتی ہے اور اسے پراگندہ و منتشر کر دیتی ہے، جو اطباء حذاقت فن اور تجربے کے اعتبار سے مشہور ہوتے ہیں عموماً انکا طریقہ علاج مفردات ہی ہوتا ہے، طبیبوں کے تین گروہ میں سے یہ بھی ایک گروہ ہے۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ دوا بھی غذا ہی کی طرح کی چیز ہے، اسی وجہ سے وہ قومیں وہ برادریاں جو اپنی غذا میں مفردات کا استعمال کرتی ہیں اور طرح طرح کی متنوع غذا سے پرہیز کرتی ہیں۔ انہیں بیماری بھی بہت کم ہوتی ہے، اور ان کا علاج بھی مفردات ہی سے عمدہ انداز میں ہوتا ہے، اور شہری آبادی کے لوگ جن میں مرکب متنوع غذاؤں کا چلن ہے وہ مرکب دوا کے ضرورت مند ہوتے ہیں' اسی وجہ سے ان کے امراض بھی مرکب ہوتے ہیں۔ اور مرکب دوائیں ان کے حق میں مفید و شافی ثابت ہوتی ہیں۔ دیہات کی کھلی آب و ہوا میں رہنے والے اور ریگستان کے جراثیم کش تپتے میدانوں اور فضاؤں میں پلے ہوئے لوگوں کی بیماریاں مفرد ہوتی ہیں ان کے علاج کے لیے مفرد دواؤں کے نسخے کافی ہوتے ہیں اس دستوری متن کی روشنی میں علاج کے فن کو دیکھنا چاہیے۔

یہاں ایک اور قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ اطباء کے طریقہ علاج کو پیغمبر خدا کے طریقہ علاج کے مقابلہ میں وہی حیثیت حاصل ہے جو فسون کاروں کاہن گروں کے طریقہ علاج کو اطباء حاضر کے طریقہ علاج کے مقابلہ میں حاصل ہے، آپ کے طریق علاج کے عمدہ ہونے کا تمام باکمال اطباء اور اساطین فن طب نے اقرار کیا ہے اس لیے کہ موجودہ معالجین کا سرمایہ علم طب یا تو قیاس بعضوں نے تجربہ بعضوں نے الہام ربانی کسی نے سچا خواب اور کسی نے ایک زیرک و دانا دماغ کی پیداوار کہا ہے، بہتوں نے اس پورے فن کو حیوانات و بہائم کا درس بتلایا ہے جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ بلی جب کسی زہریلی چیز کو کھا لیتی ہے تو چراغ کی طرف رخ کرتی ہے اور تیل چاٹتی ہے جس سے اس کی

مرضی کیفیت ختم ہو جاتی ہے، اسی طرح سانپ کو دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ سوراخوں سے نکلتے ہیں تو آنکھوں سے نظر نہیں آتا وہ اپنی آنکھ کو سونف کے پتوں سے ملتے ہیں جس سے ان کی بینائی بازیاب ہو جاتی ہے اسی طرح وہ چڑیا جس کا پاخانہ بند ہو گیا تھا سمندر کے پانی کو اپنی چونچ سے اپنی برز میں ڈالتے دیکھ کر لوگوں نے حقنہ (Enema) کا طریقہ ایجاد کیا، اس طرح کے صدہا واقعات مبادی طب میں مذکور ہیں۔

اور یہ بات بھی کچھ بعید از عقل نہیں معلوم ہوتی کہ وحی الٰہی کے ذریعہ مضرتوں اور منافع کا علم ہم تک پہنچا ہے اس لیے کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دین و دنیا میں نافع و ضار چیزوں اور حالات کا الہام باری تعالیٰ اپنے انبیاء کو کرتے ہیں۔ اور اس کا علم انہیں کے ذریعہ ہم کو ہوتا ہے۔ اس لیے جو اس انداز سے علم طب کو دیکھتے ہیں۔ وہ طب کو وحی الٰہی اور اس فن کو انبیاء کے ذریعہ لائے ہوئے دوسرے علوم کے ہم پلہ تسلیم کرتے ہیں، بلکہ ہم تو دیکھتے ہیں کہ انبیاء نے ایسی دوائیں بنائیں جن دواؤں تک اکابر اطباء کی نگاہ بھی نہ پہنچی نہ ان تک ان کی رسا عقل پہنچ سکی، نہ ان کے تجربے میں آئی اور نہ ان کا قیاس ہی یہاں تک پہنچ سکا۔ لوگوں نے انہیں استعمال کیا، اور اس سے شفا پائی۔ چنانچہ ادویہ قلبیہ ادویہ روحانی قوت قلب اعتماد علی اللہ خدا پر بھروسہ، اسی سے سب کچھ مانگنا اس کے سامنے اپنی عاجزی کا اقرار اپنی بے کسی کا اظہار، بے چارگی کا بیان' صدقہ، دعا' توبہ استغفار مخلوق کے ساتھ بھلائی' دردمندوں کی فریادرسی، مصیبت زدگاں کی یاوری یہ سارا طریقہ علاج جو خود مذہب اسلام نے اور دنیا کے دوسرے مذاہب اور دوسری ملتوں کے متبعین نے بار بار آزمایا اور اس میں شفا کا وہ انداز تاثیر کی وہ تیزی انہیں نظر آئی کہ دنیا کے بڑے سے بڑے تجربہ کار اور حاذق طبیب بھی اس تک نہیں پہنچ سکے، نہ قیاس ہی اس تک رہنمائی کر سکا۔

ہم نے اور دوسروں نے ان کا بارہا تجربہ کیا ہے اور یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ آنکھوں سے نظر آنے والی ہاتھ سے ٹٹولی جانے والی (دواء حسی) سے جو نفع نہیں ہوتا ان طریقوں سے پہنچتا ہے بلکہ حسی دوائیں اس موقعہ پر دوائے فسون کاری و کاہن گری کے حکم میں ہو جاتی ہیں۔ اور یہ قانون حکمت الٰہی سے عین ممکن ہے، کوئی چیز متعذر و محال نہیں صرف اسباب میں تنوع ہوتا ہے، اس لیے کہ قلب جب رب العلمین سے قریب ہو جائے اور مرض و علاج دونوں پیدا کرنے والے سے متعلق ہو جائے، طبیعت کو اصلی حالت پر رکھنے والے اور اس کو جس رخ پر چاہے پھیرنے والے سے ربط پیدا کرے۔ تو دوسری دوا ان دواؤں کے علاوہ جو قلب کی بیماری کو دور کرنے میں مدد دیتی ہیں کیوں نہ یہ اس بیماری کا قلع قمع کر دیں اور ہمیشہ کے لیے اسے ختم کر دیں۔

یہ مسلمات سے ہے کہ جب روح میں قوت آجاتی ہے تو نفس اور طبیعت دونوں قوی ہو جاتے ہیں، اور بیماری کے دور کرنے میں اور اسے ہمیشہ کے لیے ختم کرنے میں پوری مدد دیتی ہیں۔ پھر جب خود کسی کی طبیعت اور اس کا نفس ہی قوی ہو اور اس میں شگفتگی خالق قلب کی قربت اور اس سے غیر معمولی تعلق کی وجہ سے ہو، اور اس سے محبت کی وجہ سے ہو دل کا گداز اور اس کی گدگدی اس کے ذکر سے بڑھ جاتی ہو، اور اس کی ساری قوتیں اسی صانع حقیقی کی طرف متوجہ ہوں اور ساری توانائی اس کی طرف مرکوز ہوں، اسی سے فریادی ہوں۔ اسی پر اس کا بھروسہ ہو تو پھر کیوں نہ یہ سب سے اہم دوا سب سے بڑی شفاء کی حامل ہو گی اور یہ قوت اس کا مکمل طور سے خاتمہ کر گذرے گی، یہ رات دن کا

مشاہدہ ہے اس کا انکار وہی کرے گا جس کو عقل سے واسطہ نہ ہوگا، سمجھ پر پردہ پڑا ہوگا۔ بدخو ہوگا خدا سے دور انسانیت کی حقیقت سمجھنے سے عاری ہوگا۔

ہم آگے ان اسباب سے بحث کریں گے جن کی وجہ سے فاتحہ الکتاب کے پڑھنے سے بچھو کے کاٹے کا زہر جاتا رہتا ہے اور ایک دو پھونک میں مریض چنگا ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے نہ کہیں درد ہوتا نہ بے چینی رہ جاتی۔ ا۔

ا۔ محاورہ ہے کہ ما بالعلیل قلبۃ۔ یعنی اسے کوئی اذیت نہیں کوئی تکلیف نہیں، اس کا استعمال نفی مرض یا اذیت کے موقعہ پر کیا جاتا ہے، ویسے قلبۃ وہ بیماری یا اذیت ہے، جس کی شدت تکلیف کی بنا پر مریض بستر پر تڑپتا ہو۔

طب نبوی کی یہ دونوں قسمیں ہیں ہم اس پہ آئندہ حسب ضرورت بحث کریں گے، اس لیے کہ ہمارے معلومات بہرحال مختصر ہی ہیں اور ہمیشہ کوشش کا دامن علوم کے حصول پر تنگ ہی رہا ہر صاحب علم کا سرمایہ خواہ وہ کتنا ہی وسیع العلم ہو مختصر ہی ہے، مگر ہم پر عطائے الٰہی کا وسیع ہاتھ ہر خیر کے ساتھ کھلا ہوا ہے۔ اور اس کے عنایت و فضل کی بارش برابر ہوتی ہی رہتی ہے، اس لیے توقع ہے کہ ہم کسی نہ کسی درجہ میں کچھ یہاں کر جائیں گے۔

{ــــ}

فصل (۴)

ہر بیماری کا علاج

امام مسلمؒ نے صحیح مسلم میں ابوزبیر کی حدیث جو جابر بن عبداللہ کی سند سے مروی ہے، روایت کیا کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ہر بیماری کا علاج موجود ہے، جب دوا کا استعمال بیماری کے مطابق کیا جاتا ہے تو حکم الٰہی کے طفیل شفاء ہو جاتی ہے۔ ۲۔

۲۔ مسلم نے اس حدیث کو اپنی کتاب کے باب السلام میں بذیل حدیث (۲۲۰۴) ذکر کیا ہے، جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے "کہ ہر بیماری کے لیے دوا ہے۔ اور دوا کرنا مستحب ہے، (پسندیدہ ہے)

WWW.NAFSEISLAM.COM

اور صحیحین میں عطاء نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت بیان کی ہے کہ نبی خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے دنیا میں جب کوئی بیماری پیدا فرمائی تو اس کی شفا اور دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی۔ ۳۔

۳۔ بخاری نے اسے ۱۰/ ۱۳ افی الطب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے، جس میں انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ خدا نے کوئی بیماری ایسی نہیں پیدا کی کہ اس کی شفاء بھی ساتھ ہی ساتھ نازل نہ کی ہو، مؤلف کو مسلم کی طرف اس کا انتساب کرنے میں، وہم ہو گیا ہے، مسلم نے اسے اپنے یہاں ذکر نہیں کیا ہے، بلکہ سنن ابن ماجہ میں بذیل حدیث نمبر ۳۴۳۹ موجود ہے۔

مسند امام احمد میں زیاد بن علاقہ کی حدیث جو اسامہ بن شریک کے واسطے سے بیان کی گئی ہے، اس میں اسامہ فرماتے ہیں کہ میں خدمت نبی کریم علیہ السلام میں موجود تھا کہ کچھ دیہات کے باشندے حاضر ہوئے، اور نبی خدا سے عرض کیا کہ اے رسول خدا کیا ہم دوا کریں، آپ نے فرمایا ہاں اے بندگان خدا ضرور دوا کرو، اس لیے کہ

خدائے عزوجل نے جو بیماری دنیا میں پیدا کی اس کی شفاء و دواء بھی پیدا کی صرف ایک بیماری کی کوئی دوا نہیں پیدا فرمائی، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ وہ کون سی بیماری ہے، آپ نے فرمایا: بڑھاپا جو لا علاج ہے۔ ا۔

ا۔ احمد نے ۴/۲۷۸ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر ۳۴۳۶ اور ابو داؤد نے بذیل حدیث نمبر ۳۸۵۵ اول طب میں ذکر کیا ہے، اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۳۹ فی الطب میں اس باب کے ساتھ کہ علاج بالدواء اور اس پر لوگوں کو ابھارنا کہ علاج کریںگے، ذیل میں لائے ہیں۔ اس کی اسناد صحیح ہے، ابن حبان نے حدیث نمبر ۱۳۹۵ اور ۱۹۲۴ کے ذیل میں اور بوصیری نے اپنی زوائد میں ذکر کیا، ترمذی نے اسے حدیث حسن صحیح کہا ہے، اور اس باب میں ابن مسعود، ابو ہریرہ، ابوخزامہ عن ابیہ اور ابن عباس کی روایات موجود ہیں۔

دوسری جگہ اس کے لیے یہ الفاظ ہیں کہ خدا نے کوئی بیماری ایسی نازل نہیں کی جس کے لیے شفا اور دوا نازل نہ کی ہو، اس کا علم جس نے جاننا چاہا اسے عطا کر دیا گیا اور جو اس سے غافل رہا وہ اس سے بے بہرہ ہی رہا۔ ۲۔

۲۔ احمد نے ۴/۲۷۸ میں ذکر کیا ہے۔

مسند احمد میں ابن مسعود سے مرفوعا یہ حدیث بیان کی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَمْ یُنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ شِفَاءً عَلِمَہٗ مَنْ عَلِمَہٗ وَ جَھِلَہٗ مَنْ جَھِلَہٗ۔ ۳۔

کہ خدائے عزوجل نے کوئی بیماری دنیا میں ایسی نہیں بھیجی جس کے لیے شفا نہ نازل کی ہو، جنھوں نے جاننا چاہا انہیں بتایا اور جنھوں نے پرواہ نہ کی انہیں ناواقف رکھا۔

اور مسند و سنن دونوں میں ابوخزامہ سے مروی ہے۔

۳۔ احمد نے بذیل حدیث ۳۵۷۸، ۳۹۲۲، ۴۲۳۶، ۴۲۶۷، ۴۳۳۴ اور ابن ماجہ نے ۳۴۳۸ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے، بوصیری نے اپنی زوائد میں اور حاکم نے ۴/۱۹۶/۱۹۷ میں اس کا ذکر کیا ہے اور علامہ ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

قَالَ قُلْتُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اَرَأَیْتَ رُقًی نَسْتَرْقِیْھَا وَ دَوَاءً نَتَدَاوِیْ بِہٖ۔

کہ میں نے پیغمبر خدا سے عرض کیا آپ کے سامنے ہے کہ ہم جھاڑ پھونک کرتے ہیں اور دواؤں کا استعمال کرتے ہیں۔

وَ تُقَاۃً نَتَّقِیْھَا ھَلْ تَرُدُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ شَیْئًا فَقَالَ ھِیَ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ۔ ۴۔

اور بیسیوں پرہیز کرتے ہیں جن سے نفع ہوتا ہے تو کیا تقدیر الٰہی کی اس سے مخالفت تو نہیں ہوتی آپ نے فرمایا یہ بھی تو تقدیر الٰہی ہے کہ یہ ساری چیزیں اپنا اثر دکھاتی ہیں۔

۴۔ احمد نے ۳/۴۲۱ میں اور ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۶۶ کے تحت اور حاکم نے ۴/۱۹۹ اور ابن ماجہ نے ۳۴۳۷ میں ذکر کیا ہے اس کی سند میں ایک راوی مجہول ہے، اور باقی رجال سند ثقہ ہیں، ابوخزامہ کے حالات زندگی تہذیب میں ملاحظہ کیجئے اور اس باب میں حاکم نے ۴/۱۹۹ میں حکیم بن حزام سے روایت ذکر کی ہے جس کی صحت اور موافقت ذہبی نے بھی کی ہے۔

ان احادیث سے کھلے طور پر اسباب و مسببات کا ثبوت ملتا ہے اور جن لوگوں نے اسباب کا انکار کیا ہے، ان کا کھلے طور پر ابطال موجود ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ پیغمبر کے اس قول "لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ" کو عام رکھا جائے تاکہ قاتل بیماریوں اور مہلک امراض پر بھی اس کا احاطہ ہو جائے، اسی طرح وہ بیماریاں بھی شامل ہو

WWW.NAFSEISLAM.COM

جائیں، جن کا علاج طبیب کے بس میں نہ ہو، حالانکہ خدائے پاک نے ان کے علاج کے لیے دوائے شافی پیدا کی ہے، لیکن اس کے علم سے انسان ناواقف رہا، اوران کو اس راہ کی جانب کوئی رہنمائی نہ ہوسکی، اس لیے کہ کسی چیز کا علم انسان کے بس میں نہیں ہے، ہاں خدا نے جو بتا دیا جو سکھا دیا۔ اسی وجہ سے پیغمبر خدا نے شفاء کو دوا کے مقابلہ مرض پر معلق رکھا ہے، اس لیے کہ کائنات میں جتنی مخلوق ہے، اس کا مخالف بھی موجود ہے، ہر بیماری کا علاج اس کے ضد دوا کے ذریعہ کیا جاتا ہے، اس لیے پیغمبر خدا نے شفا کو بیماری اور دوائیں مناسبت وموافقت کے ساتھ معلق رکھا، اس سے وجود مرض اور افادیت دوا پر ایک عمدہ روشنی پڑتی ہے، کہ جب کبھی دوا کیفیت مرض سے متجاوز ہوگی یا اس کی مقدار خوراک ضرورت سے زیادہ ہوگی، تو اس صورت میں دوا سے نفع نہ ہو بلکہ دوسری بیماری کے لگ جانے کا اندیشہ ہے یا اس کی مقدار خوراک ضرورت وقوت مرض سے کم ہوگی تو پھر وہ اس کی جڑ پوری طرح قطع نہ کرسکے گی، اور شفاء کامل نہ ہو کر فتور پیدا ہو جائے گا، اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب دوا اور مریض میں مناسبت نہ ہو، دوا بیماری کی جڑ کو نہ اکھاڑ سکے اور نہ بیماری دوا کو قبول کر سکے تو پھر شفا کس طرح ممکن ہے، اسی طرح دوا اور مرض میں مناسبت ہو مگر وقت ساز گار نہ ہو تو ایسی صورت میں بھی علاج نافع نہ ہوگا، علیٰ ہٰذا القیاس بدن کی قوت قابلہ ختم ہوگئی ہو یا مضمحل ہوگئی ہو، کہ وہ دوا کو لیتی ہی نہیں یا دوا کو ٹھہرانے کی اور روکنے کی صلاحیت بھی مفقود ہو، یا کوئی ایسا مانع پیدا ہو گیا ہو کہ وہ دوا کے اثر کو باطل کردے یا روک دے تو ایسی صورت میں مقاومت (مصادف) ہوگی تو خدا کے فضل سے بڑی جاتی رہے گی اور مریض شفایاب ہوجائے گا، حدیث رسول علیہ السلام کی یہ عمدہ توجیہ ہے۔

دوسری بات یہ سمجھ میں آتی ہے کہ اس عموم سے خصوص مراد ہو، اور لفظ سے خارجی اثرات کو مزید کمزور کرنا مقصود ہو، اور یہ ہر زبان میں پایا جاتا ہے ایسی صورت میں حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ خدا نے دنیا میں کوئی ایسی بیماری جو دوا کو قبول کرتی ہو پیدا نہیں کی مگر اس کے لیے دوا بھی پیدا فرمائی، یعنی دوا قبول کرنے والی ہر بیماری کے لیے دوا موجود ہے، اس طرح سے وہ بیماری جو دوا قبول کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی، اس میں شامل ہی نہیں اس کی مثال اس طوفان باد میں ملتی ہے جس کو خدا نے قوم عاد پر مسلط فرمایا:

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا۔ (الاحقاف: ۲۵)

ہر چیز بربادی سے آشنا ہوئی خدا کے حکم سے۔

اس میں ہر چیز کے بربادی قبول کرنے کا ذکر ہے ہوا کا کام ہی چیزوں کو الٹنا پلٹنا اکھاڑنا پچھاڑنا ہے۔ اس کے لیے، بہت سی مثالیں اور سیکڑوں نظائر موجود ہیں۔

اور جو فلسفہ تخلیق اضداد پر غور کرے گا۔ اور پیدا شدہ اشیاء کا ایک دوسرے کے ضد ہونا اس کی مقاومت کرنا بعض چیزوں کو بعض دوسری چیزوں سے مٹانا اور بعض چیزوں پر دوسری چیزوں کو مسلط کرنے کی حکمت دیکھے گا تو اس پر کمال قدرت الٰہی حکمت خداوندی اور صانع حقیقی کی کاریگری پروردگار کی ربوبیت میں یکتائی تخلیق میں یگانہ پن اور ہر چیز پر اتھاہ قابو پانے کی قوت آئینہ ہو جائے گی اس لیے کہ خدا کے علاوہ کائنات میں جو چیز ہے، اس کا مقابل اس کا ضد اس کی

WWW.NAFSEISLAM.COM

مثال اس کی طاقت توڑنے والا موجود ہے، صرف خدا ہی ہے جو غنی بالذات ہے، کائنات کا ہر وجود اس کا محتاج ہے۔

صحیح احادیث میں معالجہ کرنے کا حکم موجود ہے یہ حکم توکل کے منافی نہیں اس کی منافات توکل کا بالکل وہی حال ہے، جیسا بھوک کے وقت غذا کا استعمال پیاس کے وقت مشروب گرمی سے بچاؤ کے لیے، ٹھنڈی چیزوں کا استعمال اور ٹھنڈک سے روک میں گرم چیزوں کا برتنا توکل کے منافی نہیں پھر علاج اور شفاء کا حصول کس طرح منافی توکل ہوگا۔ بلکہ سچ تو یہ ہے کہ حقیقت توحید کا اہتمام بلا مباشرت اسباب کے برتتے ہوئے ممکن نہیں جب ان اسباب کو خدا نے ان کے تقاضے کے ماتحت مقدر و مشروع فرمایا' ان کے برتنے کا حکم دیا' پھر ایسی صورت میں ان اسباب کے چھوڑنے سے نہ صرف توکل کی روح مجروح ہوگی بلکہ حکمت الٰہی اور امر الٰہی کی بھی توہین ہوگی اور جو ترک اسباب کو توکل کا اعلیٰ درجہ دیتے ہیں ان کی اس غلط روی کی پوری طرح بیخ کنی ہو جاتی ہے، اگر آپ نے از راہ عاجزی و خاکساری ان اسباب کو ترک کر لیا تو پھر وہ توکل جن کی جڑیں اعتماد علی اللہ خدا پر بھروسے سے لگی ہوں گی، کہ اس اعتماد کی وجہ سے نفع دینی و دنیاوی متوقع ہے اسی طرح دینی و دنیاوی ضرر متوقع ہے۔

بہرحال کسی بھی اسباب کے برتنے سے پہلے اس کو اعتماد علی اللہ کی سخت ضرورت ہے، ورنہ شریعت اور حکمت الٰہی دونوں کو رائگاں بنانا لازم آئے گا' اس لیے بندہ اپنی بے بسی و بے چارگی کو توکل کا ہم نام نہ بنائے ورنہ توکل بے چارگی اور بے بسی کہلائے گا۔

منکرین علاج کا کھلا رد اس میں ہے جو یہ کہتے ہیں کہ شفاء تقدیر الٰہی میں پہلے سے لکھی ہوئی ہے، پھر علاج کس لیے کیا جائے۔ اور اگر شفاء مقدر نہ ہو تو علاج سے حاصل نہ ہوگی، اس لیے کہ انسان کی بیماری تقدیر الٰہی کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے، اور تقدیر الٰہی نہ روکی جا سکتی نہ گھٹائی بڑھائی جا سکتی ہے، یہ تو وہی بات ہے جو گاؤں کے رہنے والوں نے پیغمبر خدا کے سامنے رکھی تھی۔ مگر فاضلین صحابہ جو خدا کو اور اس کی حکمت اور اس کی صفات کو اچھی طرح سے جانتے تھے، اس قسم کا سوال کرنے کا تصور بھی نہیں کر سکتے تھے، خدا کے رسول نے ان ان پڑھ دیہات کے باشندوں کو کیا دل لگتا جواب دیا کہ آگے سوال کی گنجائش باقی نہ رہی، آپ نے فرمایا کہ یہ دوا یہ جھاڑ پھونک یہ احتیاط بھی تقدیر الٰہی ہی ہے۔ اسی وجہ سے تو انسان نے اسے اختیار کیا اس لیے ان اسباب کا اختیار کرنا تقدیر الٰہی کی مخالفت اور اس سے گریز نہیں بلکہ ایک تقدیر کا بدلنا اور ٹالنا دوسری تقدیر کے ذریعہ ہے، لہٰذا یہ رد تقدیر بھی تقدیر ہی ہے اس لیے کوئی تقدیر الٰہی کے پھندے سے اپنے آپ کو کیسے نکال سکتا ہے، جیسے بھوک مقدرات میں سے ہے اس کا دفاع بھی تقدیر ہے پیاس اور گرمی و سردی تقدیر ہے، ہر ایک کا دفاع اور بدل دینا ٹالنا خود تقدیر ہے، دشمن کو جنگ کے ذریعہ بدلنا بھی تقدیر الٰہی ہے، اس لیے دافع مدفوع اور خود فعل دفاع ساری چیزیں تقدیر الٰہی ہیں ان میں سے کسی کو تقدیر الٰہی سے انحراف نہیں۔

اس قسم کا اعتراض کرنے والوں سے یہ کہنا چاہیے کہ اس سے تو یہ بات بھی سامنے آتی ہے کہ آپ اپنی معشیت کے حاصل کرنے میں کسی ظاہری ذریعہ کو ہاتھ نہ لگائیں' نہ کسی نفع کے چکر میں رہیں نہ نقصان کے خطرے کا دفاع

کریں، اس لیے کہ نفع اور ضرر ان میں سے جو بھی مقدر ہوگا سامنے آ کے رہے گا۔ اور اگر تقدیر میں نہیں ہے تو پھر ان کے واقع ہونے کی کوئی صورت نہیں اس طرح دین و دنیا دونوں کی بربادی لازم آئے گی' اگر اس پر عمل کیا جائے تو پوری دنیا کی تباہی یقینی ہے، اس قسم کی لغویات صرف ایسا شخص کہہ سکتا ہے، جو حق سے سروکار نہ رکھتا ہو، اس کا کھلا دشمن ہو، تقدیر کا نام اس لیے لیتا ہے! کہ حق پسند، حق گو کی بات کا توڑ کر سکے۔ جیسا کہ مشرکین دعوت حق کے جواب میں کہتے

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَآ اَشْرَکْنَا وَ لَآ اٰبَآؤُنَا (الانعام ! ۱۴۹)

اگر خدا چاہتا تو ہم خود اور ہمارے آباؤ اجداد کیسے شرک کر سکتے۔

لَوْ شَآءَ اللّٰہُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِہٖ مِنْ شَیْءٍ نَّحْنُ وَ لَآ اٰبَآؤُنَا (النحل: ۳۵)

اگر خدا چاہتا تو ہم اس کو چھوڑ کر کسی اور کی کیسے پوجا کرتے اور ہمارے آباء بھی اسے نہ کر سکتے۔

یہ مشرکین حجت الٰہی کے جواب میں انبیاء سے کہتے تا کہ اس سچی بات کا دفاع کر سکیں جو انبیاء و رسل شرک سے روکنے کے لیے پیش کرتے تھے۔

اس سائل کا یہ جواب بھی ہے کہ تیسری صورت کا تو تم نے ذکر ہی نہیں چھیڑا کہ خدا نے اس چیز کو اسی کے سبب کے ساتھ مقدر فرمایا تو جب تم سبب کا استعمال کرو گے تبھی مسبب وجود میں آئے گا ورنہ نہیں اگر سبب مقدر ہوتا تو میں اسے کر گذرتا' اگر مقدر نہیں ہے تو اس کے کرنے کا میں ذمہ دار نہیں۔

کوئی پوچھے کہ کیا تم اپنے غلام صاحبزادے مزدور سے اس کٹھ حجتی کو قبول کر سکتے ہو، اگر تم نے اسے کسی بات کا حکم کیا یا اسے کسی چیز سے روکا اور اس نے تمہارے حکم اور تمہاری پابندی کی مخالفت کی اگر تم کو یہ بات پسند آتی ہو تو پھر تمہارے حکم سے روگردانی کرنے والے اور تمہارے مال کو لینے والے اور تمہاری بے آبروئی کرنے اور تمہارے حقوق کو تلف کرنے والے تو تم کو بہت محبوب ہوں گے، اگر نہیں ہیں تو حقوق الٰہی کی عدم ادائیگی اور فرمان کی نافرمانی میں تمہاری بات کس طرح قابل قبول ہوگی بنو اسرائیل کی ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم خلیل اللہ نے بارگاہ خداوندی میں عرض کیا' بار الٰہا بیماری کس کی دین ہے، خدا نے فرمایا میری پھر عرض کیا دوا کس کی عطا ہے فرمایا میری آپ نے عرض کیا پھر طبیب کی کیا حیثیت ہے باری تعالیٰ نے فرمایا کہ طبیب ایسی شخصیت ہے کہ دوا اس کے ہاتھ خدا نے بھیجی ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث:

لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءٌ

ہر بیماری کے لیے علاج موجود ہے۔

میں مریض کی اور طبیب کی ڈھارس بندھائی گئی ہے کہ کہیں دونوں مایوس نہ ہوں' اور پیغمبر نے دوا کی جستجو اور اس کی تفتیش پر طبیب و مریض دونوں ہی کو ابھارا ہے اس لیے کہ مریض جب باور کر لیتا ہے کہ اس بیماری کی دوا موجود ہے تو پھر اس کے دل میں امید کی روح آ جاتی ہے۔ اور مایوسی کوسوں دور ہو جاتی ہے پھر وہ یاس و حرماں سے نکل کر آس کے دروازے میں داخل ہو جاتا ہے اور جونہی دل میں امید کی کرن سے اس کا نفس قوی ہو جاتا ہے۔ اس کی

حرارت عزیزی بھڑک جاتی ہے اس طرح اس کی قوت حیوانی قوت نفسانی قوت طبعی تینوں جاگ اٹھتی ہیں جب ان تینوں قوتوں میں جان آ جاتی ہے تو اس سے مریض کی قوت عاملہ پائیدار ہو جاتی ہے۔ اس کی توانائی سے مریض کا مرض قابو میں آ جاتا ہے۔

طبیب کی طبیعت میں بھی امنگ پیدا ہو جاتی ہے، جونہی طبیب کو اس بات کا علم ہوا کہ اس مرض کی دوا موجود ہے اس کا حصول ممکن ہے اور جستجو سے دریافت ہو جائے گی، جسم کے امراض دل کے مرض ہی کی طرح ہوتے ہیں' خدا نے دل کی ہر بیماری کا علاج پیدا فرمایا' اگر مریض کو اس کا علم ہو جائے اور اسے استعمال کرے اور دل کی بیماری کا اس دوا سے مقابلہ ہو جائے تو خدا کے حکم سے مریض اچھا بھی ہو جائے گا۔

فصل (۵)

معدہ کے علاج میں طریقہ نبوی

مسند اور دوسری کتابوں میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا مَلَایَ آدَمِیٌ وِعَایً شَرًا مِنْ بَطْنٍ بِحَسْبِ ابْنِ آدَمَ لُقَیْمَاتٌ یُقِمْنَ صُلْبَہٗ' فَاِنْ کَانَ لَا بُدَّ فَاعِلًا فَثُلُثٌ لِطَعَامِہٖ وَثُلُثٌ لِشَرَابِہٖ وَثُلُثٌ لِنَفَسِہٖ۔ ا

کسی خالی برتن کو بھرنا اتنا برا نہیں ہے جتنا کہ آدمی کا خالی شکم بھرنا انسان کے لیے چند لقمہ کافی ہے، جو اس کی توانائی کو باقی رکھیں۔ اگر پیٹ بھرنے کا ہی خیال ہے۔ اور اس سے مضر نہ ہو تو ایک تہائی کھانا ایک تہائی پانی اور ایک تہائی حفاظت نفس کے لیے رکھے۔

ا۔ احمد نے ۴/۱۳۲ میں ذکر کیا ہے اور ترمذی نے بذیل حدیث نمبر ۲۳۸۱ اور ابن ماجہ نے بذیل حدیث نمبر ۳۳۴۹ ذکر کیا ہے اس کی سند صحیح ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

مرض کی دو قسمیں ہیں۔ امراض مادی جو زیادت مادہ کی بنیاد پر ہوتے ہیں۔ یہ مادے بدن میں زائد ہو کر افعال طبعی کو ضرر پہنچاتے ہیں' اور عموماً انسان کو اسی مادی مرض سے ہی سابقہ پڑتا ہے۔

ان مادی امراض کا سبب ہضم اول سے پہلے معدہ میں دوسری غذا کا داخل کرنا ہوتا ہے۔ یعنی کھانے کے ہضم سے پہلے کھانا دوبارہ کھا لینا اور بدن کی ضرورت سے زیادہ مقدار میں کھانے کا استعمال' بدن کو معمولی نفع پہنچانے والی غذا کا استعمال دیر ہضم غذا متنوع غذا میں جو مختلف طریقوں سے بنائی گئی ہوں' بکثرت استعمال اس قسم کی غذا سے جب آدمی اپنا شکم بھر لیتا ہے۔ اور اس کو عادت بنا لیتا ہے، تو پھر بیماریوں کا تانتا بندھ جاتا ہے۔ مثلاً دیر ہضم اور زود ہضم غذا کے درمیانی جب اس کی غذا ہوتی ہے، اور ضرورت کے مطابق ہی کھاتا ہے، جو کمیت اور کیفیت دونوں حیثیت سے درمیانی ہوتی ہے، تو اس کے بدن کو بڑی مقدار میں غذا کھانے سے زیادہ نفع پہنچتا ہے۔

غذا کے بھی تین مدارج ہیں، درجہ ضرورت، درجہ کفایت، درجہ زیادت انہیں کی جانب پیغمبرؐ نے اپنی ہدایت میں رہنمائی فرمائی ہے، کہ انسان کو وہی لقمے کافی ہیں جن سے اس کی پشت مضبوط ہو، اس کی قوت کو زوال نہ ہو، اور جس سے ضعف بدن نہ ہونے پائے اگر اس سے زیادہ کھانا چاہتا ہے تو اپنے شکم کا ایک تہائی کھانا کھائے، اور دوسری تہائی پانی کے لیے چھوڑ دے، اور تیسری تہائی خود اپنے لیے باقی رکھے، یہی وہ انداز خورد ونوش ہے، جس سے بدن اور قلب دونوں ہی کی تقویت ہوتی ہے، اس لیے کہ اگر کھانے سے شکم میں تنگی ہو جائے تو پھر پانی کے لیے جگہ کم ہو جائے گی، اس پر اسی مقدار سے اس نے پانی پی لیا تو پھر اس کے نفس کو تنگی ہوگی، اور اس سے بے چینی اور تکان کا احساس ابھرے گا۔ اور شکم پر ایک ایسا بوجھ ہوگا، جس کی گرانی سے طبیعت تھک جائے گی، اس سے دل میں خرابی پیدا ہوگی اور جوارح میں ماندگی کے سبب پھرتی جاتی رہے گی۔ جو کام کرے گا۔ اس میں سستی پیدا ہو جائے گی، اور ان میں غیر ضروری خواہشات کا ابھار ہوگا، جو ہمیشہ پر خوری (شکم سیری) کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہیں، اس طرح امتلاء شکم سے بدن اور قلب دونوں ہی کو ضرر ہوگا۔ یہ پرخوری اگر ہمیشہ ہو یا اکثر اتفاق پڑتا ہو تو مضر ہے، مگر کبھی اتفاقی طور سے یہ صورت پیش آ جائے تو کچھ حرج نہیں، اس لیے کہ روایات میں ہے کہ حضرت ابو ہریرہ نے پیغمبر خدا کی موجودگی میں دودھ پیا اور وافر مقدار میں پی گئے، حتیٰ کہ آپ نے پیغمبر خدا سے عرض کیا اس خدا کی قسم جس نے آپ کو سچائیوں کا پیامبر بنا کر بھیجا اب مزید دودھ پینے کی گنجائش ہی نہیں رہی آپ کی موجودگی میں صحابہ نے بار بار اتنا کھایا کہ آسودہ ہو گئے۔ آگے کھانے کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ [1]

[1] بخاری نے ۱۱ / ۳۴۶ کتاب الرقاق میں اس حدیث کو بیان کیا ہے، جہاں انہوں نے باب قائم کیا ہے "کہ پیغمبر اور ان کے اصحاب کی معیشت کا کیا انداز تھا۔ اور وہ دنیا سے کس قدر بے نیاز تھے"

شکم سیر ہو کر کھانا بدن اور بدن کی تمام قوتوں کو کمزور کر دیتا ہے یہ ممکن ہے کہ سیر خوری سے بدن میں تازگی اور شادابی پیدا ہو جائے مگر بدن کی قوت کا دار و مدار بدن کے غذا کو قبول کرنے پر ہوتا ہے، جس سے وہ غذا جزو بدن ہو جائے اس کی کثرت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

انسان میں چونکہ قدرتی طور پر تین اجزاء پائے جاتے ہیں، جزء ارضی، جزء ہوائی، جزء مائی ان تینوں اجزاء کی رعایت فرماتے ہوئے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانا پانی اور نفس کے لیے انسانی خوراک کو تین اجزاء میں تقسیم فرمایا تاکہ تینوں کا حصہ جسم انسانی میں پورا ہو جائے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہے کہ جزء ناری کی رعایت کیوں نہیں فرمائی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ مسئلہ صرف اطباء کی اپنی دریافت ہے، مزید برآں انسانی جسم میں ہمہ وقت جزء ناری موجود رہتا ہے، اس لیے وہ عناصر اربعہ میں سے ایک ہے۔ [2]

[2] مراد اصول ہیں یہ لفظ اسطقس کا جمع ہے جو یونانی لفظ ہے بمعنی اساس بنیاد جڑ انہوں نے عناصر اربعہ ہوا، پانی، مٹی اور آگ کو شمار کیا ہے اور انہیں اصول و اساس تسلیم کرتے ہیں اس لئے کہ انہیں اصول سے حیوانات، نباتات اور جمادات کے نام سے پائے جانے والے مرکبات کا وجود ہے اطباء یونان کے نزدیک۔

دانشوروں کا ایک طبقہ اطباء کی اس بات کا مخالف ہے اس کا کہنا یہ ہے کہ بدن انسانی میں بالفعل جزء ناری ہے ہی نہیں ان کی دلیل حسب ذیل ہے۔

نمبر ۱ اس جزء ناری کے بارے میں یہ کہا جائے گا کہ وہ یا تو اثیر سے (یعنی نویں آسمان) سے نیچے آ کر اجزاء مائی وارضی سے مختلط ہو گیا ہے یا یہ کہا جائے گا کہ یہ جزء ناری ایتھر ہی میں پیدا ہوا اور وہیں بنا پہلی صورت دو وجہوں سے بعید ہے ماحصل یہ کہ آگ کی طبیعت میں صعود (اوپر اٹھنا) ہے اگر وہ نیچے آتی تو کسی نباتی حصہ کے ساتھ اس عالم کی طرف رخ کرتی ہے دوسرے یہ کہ یہ اجزاء ناری اگر اثیر سے نیچے آتے تو اسے نیچے آتے ہوئے کرہ زمہریر سے گذرنا پڑتا جو انتہائی سرد ہے، اور ہمارا تجربہ ومشاہدہ ہے کہ تھوڑے سے پانی سے آگ کے بڑے شعلے بھی بجھ جاتے ہیں۔ پھر یہ اجزاء صغیرہ جب اس کرہ زمہریر سے جو انتہائی سرد ہے گذرے گے تو پھر یہ کیسے نہ بجھ جائیں گے۔

نمبر ۲ دوسرے یہ کہ کہا جائے کہ اجزاء ناریہ یہیں پیدا ہوئے جو محال در محال ہے، اس لیے کہ وہ جسم جواب جزء ناری بن گیا ہے۔ حالانکہ یہ اجزاء پہلے ناری نہ تھے تو پھر آپ اسے مٹی یا پانی یا ہوا ہونا تسلیم کریں گے اس لیے کہ انہیں چار میں یہ عناصر منحصر ہیں اور اب جو چیز پہلی بار آگ بنی ہے وہ ان اجسام میں سے کسی ایک کے ساتھ مختلط تھی اور وہ اسی سے متصل تھی، اور وہ جسم جو کبھی آگ نہ تھا، جب ایسے جسم عظیم سے مل جائے، جو ابتداء میں آگ نہ تھا، اور نہ ان عناصر میں سے کسی سے بھی اس کا تعلق تھا، ایسے جسم کا آگ بن جانا، جو کہ فی نفسہ آگ نہ رہا ہو، جب کہ اس سے مختلط ہونے والے اجسام بارد ہوں، ایسی صورت میں اس میں آگ بن جانے کی صلاحیت کیسے آ جائے گی۔

اگر آپ یہ کہتے ہیں کہ یہاں اجزاء ناریہ جو ان اجسام کو بدل دیں کیوں نہ ہوں گے، اور کس بنیاد پر ان کے اختلاط سے آگ میں تبدیل نہ ہوں گے۔

ہم نے اس کا جواب پہلے دے دیا کہ ان اجزاء ناریہ کا حصول بدن میں کس طرح اور کن بنیادوں پر ہوگا، اگر آپ یہ کہیں کہ ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ پانی چونے ا؎ پر ڈالا جاتا ہے تو بجھے ہوئے چونے سے اجزاء ناری نکل جاتے ہیں، اور اگر بلور پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو اس سے آگ کی لپٹ نکلتی ہے، اسی طرح پتھر کو لوہے سے رگڑا جائے تو آگ نکل پڑتی ہے یہ ساری ناریت اختلاط کی بنیاد پر پیدا ہوتی ہے اس لیے پہلی صورت میں آپ نے جس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی ہے وہ باطل ہو گئی۔

ا؎ یہ چونے کا پتھر ہے، یعنی آہک آب نارسیدہ بلا بجھا چونا پھر منظر کلس کا استعمال ذرا عام ہو گیا اور چونے جیسی بہت سی چیزوں پر بولا جانے لگا ہڑتال وغیرہ کی قسم کی چیزیں۔

منکرین کہتے ہیں کہ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ شدید قسم کی رگڑ سے۔ ۲؎ آگ پیدا ہو جاتی ہے، جیسا کہ ہم پتھر اور لوہے کے ٹکراؤ کے موقع پر مشاہدہ کرتے ہیں، یا سورج کی گرم تاثیر سے بلور میں آگ پیدا ہو جاتی ہے، لیکن یہ چیز اجسام نباتی میں کہیں دیکھنے میں نہیں آئی کہ ان میں رگڑ سے آگ پیدا ہو جائے، اور نہ اس میں وہ چمک اور صفائی ہی ہے جو بلور کی حد تک ہو، حالانکہ ان نباتی حصوں پر کھلے طور پر سورج کی کرن پڑتی ہے، مگر کہیں آگ کا پتہ نہیں چلتا، پھر جو کرن اس کے اندرونی جانب ہوگی، اس سے کیسے پیدا ہو جائے گی۔

۲۔ مصاکۃ مفاعلۃ ہے صک سے بمعنی رگڑ دھکڑ، چوٹ لگنا لگانا۔

دوسری بات یہ جس کا اصل مسئلہ سے تعلق ہے کہ تمام اطباء پرانی شراب کو نہایت درجہ گرم تسلیم کرتے ہیں اگر یہ گرمی شراب اجزاء ناریہ کی وجہ سے ہوتی ہوتو یہ بات محال ہے اس لیے کہ اجزاء ناریہ یہ معمولی ہونے کے باوجود ایک عرصہ دراز تک کثیر مائیت میں رہتے ہوئے کیسے اپنی ناریت [illegible]ر رکھ سکے اور اس کے معمولی اجزاء مائیت شراب میں ہوتے ہوئے بجھے نہیں جبکہ تھوڑا پانی آگ کے بڑے شعلوں کو بجھا دیتا ہے۔

تیسری بات یہ کہ اگر حیوان و نبات میں اجزاء ناری بالفعل موجود ہوں تو وہ اس کے مائی حصے سے مغلوب و مقہور ہوں گے اسی طرح جزء ناری مقہور ہوگا' اور بعض طبیعتوں اور عناصر کی بعض دوسرے پر غلبہ سے مغلوب کا غالب کی طبیعت میں تبدیل ہو جانا لازم آتا ہے، ایسی صورت میں ان معمولی اجزاء ناریہ کا لازمی طور سے مائیت میں تبدیل ہونا لازم آئے گا جو ناریت کے بالکل متضاد ہے۔

چوتھا سبب یہ ہے کہ باری تعالیٰ نے قرآن میں تخلیق انسان کا متعدد مواقع پر ذکر فرمایا، بعض مقام پر بتلایا کہ انسان کی تخلیق پانی سے ہوئی ہے، بعض جگہ فرمایا کہ انسان کی پیدائش مٹی سے ہوئی، بعض جگہ ذکر فرمایا کہ دونوں کے مرکب سے یعنی گارا نما مٹی سے جس میں پانی اور مٹی دونوں ہی شامل ہیں' انسان کی تخلیق کی گئی ہے۔ بعض جگہ یہ ہے کہ کھنکتی مٹی سے یعنی ایسی مٹی جس میں مائیت کا امتزاج تھا مگر کڑی دھوپ اور ہوا کی تیزی سے یہ مٹی ٹھیکرے کی شکل میں ہوگئی تھی جسے زمین سے یا کسی ٹھوس چیز سے ٹکرانے پر آواز نکلتی تھی انسان کی پیدائش ہے۔ اور پورے دینی لٹریچر میں اس کا کہیں ذکر نہیں ہے، کہ انسان کو آگ سے پیدا کیا ہے بلکہ یہ ابلیس کی خصوصیت بتلائی گئی ہے، چنانچہ حدیث صحیح مسلم میں ہے۔

عَنِ النَّبِیِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ خُلِقَتِ الۡمَلَائِکَۃُ مِنۡ نُوۡرٍ وَ خُلِقَ الۡجَانُّ مِنۡ مَارِجٍ مِنۡ مَاءٍ وَ خُلِقَ اٰدَمُ مِمَّا وُصِفَ لَکُمۡ (مسلم باب الزھد ۱)

نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ ملائکہ (فرشتوں) کی پیدائش نور سے ہوئی ہے۔ اور جناب کی پیدائش بجھے شعلے سے ہوئی ہے، اور انسان کی پیدائش جس کا ذکر قرآن میں کیا گیا۔

ا۔ مسلم نے بذیل حدیث نمبر ۲۹۹۶ کتاب الزھد میں ذکر کیا ہے جہاں انہوں نے باب قائم کیا ہے کہ حضرت عائشہ سے مروی متفرق حدیثوں کے بارے میں باب

اس حدیث سے کھلے طور پر یہ بات سامنے آگئی کہ خدا نے انسان کی تخلیق کے سلسلہ میں جو بات قرآن میں بیان کی ہے وہی انسان کی تخلیق کا طریقہ ہے قرآن نے کہیں بھی یہ ذکر نہیں کیا کہ انسان کو آگ سے پیدا کیا نہ یہ ذکر ہے کہ اس کے مادے میں کہیں سے بھی آگ کا کوئی حصہ شامل ہے۔

پانچویں بات جو قائلین نار کہہ سکتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہ دیکھتے ہیں حیوانوں کے بدن میں حرارت موجود ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ اجزاء ناریہ اس میں موجود ہے یہ خیال ایک بودا خیال ہے اس لیے کہ حرارت کے اسباب تو

عام ہیں کچھ آگ ہی پر اس کا انحصار نہیں کبھی آگ سے حرارت پیدا ہوتی ہے کبھی حرکات سے حرارت کا وجود کبھی ان کا سات شعاعی حرارت زا ہوتے ہیں، کبھی گرم ہوا سے حرارت وجود میں آتی ہے، کبھی صرف آگ کی قربت سے حرارت جاگ اٹھتی ہے، یہ مجاورت بھی ہوا کی حرارت کی بنیاد پر ہوتی ہے، اور بھی دوسرے اسباب ہیں جن سے حرارت کی تولید وافزائش ممکن ہے، اس لیے حرارت کو آگ کی بنیاد پر مان لینا لازم نہیں آتا۔

قائلین نار کا کہنا ہے کہ یہ تو کھلے طور سے معلوم ہے کہ پانی اور مٹی ملنے کے بعد لازمی طور سے ایسی حرارت کی مقتضی ہوتی ہیں' جو ان دونوں کو مختلط کر سکے اور انہیں پکا سکے اگر یہ صورت نہ ہوتو یہ دونوں ایک دوسرے میں ممزوج ہو جائیں اور ایک دوسرے سے مل جائیں' جو ممکن نہیں یہ بھی دیکھنے میں روزمرہ ہے کہ اگر بیج مٹی میں ڈالا جائے اور اس بیج تک ہوا اور دھوپ کا کوئی اثر نہ ہو وہ بیج خراب ہو جائے گا۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر مرکب میں کوئی ایسا جسم جو بالطبع پکانے والا ہو موجود ہے، اگر یہ بات ہے تو اسی کو جزء ناری کہیں گے، اگر ایسا نہیں ہے تو مرکب کو بالطبع حار نہ کہیں گے بلکہ اگر اس مرکب میں گرمی آجاتی ہے، تو یہ حرارت عرضی ہوگی' جب یہ عرضی حرارت ختم ہو جائے گی تو اس چیز میں نہ تو طبعی حرارت موجود ہوگی نہ کیفی حرارت ہوگی' بلکہ بارد مطلق ہوگی' لیکن بہت سی غذائیں بہت سی دوائیں حار بالطبع ہوتی ہیں' اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ان میں حرارت موجود ہے، اس لیے کہ ان میں جوہری طور پر ناریت پائی جاتی ہے۔

نیز یہ کہ اگر بدن میں کوئی گرم کن جزء نہ ہوتو یہ لازم آتا ہے کہ وہ نہایت درجہ ٹھنڈا ہو اس لیے کہ جب طبیعت کا مقتضی برودت ہو اور اس کے گرد وپیش کوئی ایسی چیز نہ ہو، جو حرارت پیدا کرے، تو ٹھنڈک اپنے انتہائی درجہ پر ہوگی' اگر ایسا ہوتو پھر ٹھنڈک کا احساس اس بدن کو کیسے ہوگا' اس لیے کہ جو ٹھنڈک اسے پہنچ رہی ہے وہ بھی اگر غایت درجہ کی ٹھنڈک ہوتو اس کا احساس کیسے ممکن ہے، اس لیے کہ کوئی چیز اپنے ہم شکل سے متاثر ومنفعل نہیں ہوتی اور جب انفعال نہ ہوگا تو احساس بھی ممکن نہیں اور جب احساس نہ ہوتو پھر اس سے تکلیف پہنچنے کا سوال ہی نہیں اور اگر اس ٹھنڈک سے یہ ٹھنڈک کم ہے تو اور منفعل نہ ہونا چاہیے اس لیے کہ اگر کوئی مسخن جزء بدن میں نہ ہوتو پھر ٹھنڈک سے انفعال کیسا اور اس سے تکلیف واذیت کیسے ممکن ہے، لوگوں نے اس کو یوں کہا ہے کہ آپ کی ان دلیلوں سے اس بات کا ابطال ہوتا ہے، جس میں یہ کہا جاتا ہے کہ اجزاء ناریہ ان مرکبات میں بحالہ باقی رہتے ہیں' اور آگ کی اپنی طبیعت میں کوئی تغیر نہیں آتا ہم اس کے قائل ہی نہیں، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ اس کی صورت نوعیہ امتزاج وترکیب کے وقت فاسد ہو جاتی ہے۔

دوسروں نے ایک اور بات کہی کہ کیوں نہ یہ کہا جائے کہ زمین، پانی، ہوا، جب مل جاتے ہیں تو اس میں طبخ اور نضج پیدا کرنے والی قوت حرارت آفتاب اور حرکات سیارگان ہے، پھر یہ اپنے نضج کی تکمیل کے وقت ہیئت ترکیبی کو قبول کرنے کے لیے مستعد ہوتی ہے اس حرارت کے واسطے سے جو ان نجوم وکواکب سے آتی ہے، اس سلسلے میں نباتات و حیوانات ومعادن یکساں طور پر متنفع ہوتے ہیں' اس بات کا کوئی مانع نہیں سمجھ میں آتا کہ یہ حرارت وسخونت جو مرکبات میں موجود ہے ان خواص وقوی کی بنیاد پر ہے، جسے خدائے پاک اس امتزاج کے وقت ان میں پیدا فرماتا ہے ان اجزاء

نار یہ بالفعل سے اس کا کوئی تعلق نہیں' آپ کے اس امکان کے باطل کرنے کا دور سے دور تک سراغ لگانا ممکن نہیں' اطباء فاضلین کے ایک بڑے گروہ نے اس کا اعتراف بھی کرلیا ہے، رہ گئی بدن کی ٹھنڈک کا احساس کرنے کی بات تو اس کے بارے میں یہ بات ہے کہ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بدن میں حرارت اور گرمی موجود ہے تو اس کا تو انکار کوئی بھی نہیں کر سکتا، لیکن اس گرم کن چیز کا آگ سے ہی متعلق ہونے کی بات پر تو کوئی دلیل نہیں ہے، اگر یہ مان لیا جائے کہ ہر نار مسخن ہے تو یہ قضیہ انعکاس کے بعد بھی کلیتہ رہ جائے، یہ کیسے ہوگا بلکہ انعکاس کلیہ یوں ہوگا کہ بعض مسخن نار ہے۔

یہ بات کہ مرکب میں نار کی صورت نوعیہ فاسد ہوجاتی ہے کیسے صحیح ہوسکتا ہے اس لیے کہ اکثر اطباء تو اس کی صورت نوعیہ کے بقاء کے قائل ہیں' دوسرے اس کے فاسد ہونے کی بات بھی انتہائی غلط ہے، اس لیے کہ اس کے غلط اور باطل ہونے کا اعتراف شیخ [ا] نے اپنی کتاب شفاء میں کرلیا ہے اور یہ بات مدلل کردی ہے کہ عناصر مرکبات میں اپنی طبیعت پر باقی رہتے ہیں۔

ا۔ شیخ سے مراد شیخ الرئیس ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا ہے، جن کا عبقری فلاسفہ میں شمار ہوتا ہے، اور جن اذکیاء نے تصانیف کا ایک بڑا ذخیرہ چھوڑا ان میں سے شیخ بھی ہے، اگرچہ شیخ اسلام کے سیدھے اور سچے راستے سے بہک گیا، اور بعض بہکی بہکی باتیں بھی اس نے لکھ ماری ہیں، جن سے صحیح طور پر سوچنے اور چلنے والے علماء متفق نہ ہوسکے انہیں میں مؤلف طب نبوی بھی ہے اور اسی وجہ سے متاخرکم کا لفظ تعریفا لایا خود مولف اور شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے اس کی بے جا روی کی دکھتی رگ پکڑی ہے۔ جسے شیخ ابن سینا نے اپنی مؤلفات میں جگہ جگہ ذکر فرمایا ہے۔

فصل (۶)

علاج نبوی کے انداز وطریق

آپ کا طریقہ علاج امراض میں تین انداز پر مشتمل ہوتا ہے۔

پہلا طریقہ	علاج بالادویہ	طبعی دواؤں کے ذریعہ مرض کا دور کرنا۔
دوسرا طریقہ	علاج بالادعیہ	دعاء جھاڑ پھونک کے ذریعہ مرض دور کرنا۔
تیسرا طریقہ	علاج بالامرین	دونوں چیزوں سے مرکب طریقہ سے مرض دور کرنا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاج کے ان تینوں طریقوں کا ہم ذیل میں ذکر کریں گے، سب سے پہلے ان طبعی دواؤں کا ذکر کریں گے جو آپ نے دوسروں کے لیے تجویز فرمایا اور اس کا استعمال خود کیا یا دوسروں سے کرایا' پھر ادویہ الٰہیہ کو جو دعا جھاڑ پھونک پر مشتمل ہے، اس کا ذکر کریں گے، پھر ان دواؤں کا ذکر کریں گے جو دوا اور دعاء دونوں ہی سے مرکب ہے۔

اس کا ہم مختصر بیان اشارۃً کریں گے، اس لیے کہ ہمارے پیغمبر جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں ہادی بنا کر اور لوگوں کو بھلائی کی طرف پکارنے والا بنا کر اس کی جنت کی راہ بتانے والا، خدا کی پہچان کرانے والا اور امت کو خدا

WWW.NAFSEISLAM.COM

کی رضا کے مقامات بتلانے والا اور اس کے احکام کی پابندی کا حکم کرنے والا، غصہ اور خفگی کے مقامات کی وضاحت کرنے والا اور ان سے روکنے والا بنا کر بھیجے گئے، انہوں نے اپنی امت کو انبیاء سابقین و مرسلین کی خبر دی اور ان کے حالات و معاملات جو ان کو ان کی امت کے ساتھ پیش آئے بیان کیا۔ دنیا کی تخلیق سے متعلق باتیں اور زندگی شروع ہونے اور زندگی کے بعد پوری زندگی کے کارناموں کی رپورٹ پیش ہونے کا دن اور انسان کے بدبخت ہونے اور خوش بخت ہونے کی کیفیات اور اس کے اسباب کا واضح بیان لوگوں کے سامنے پیش کیا۔

بدن انسانی کی صحت و علاج کا مسئلہ شریعت کے ہر جہت اور ہر طریقے سے مکمل ہونے سے تعلق رکھتا ہے، خود یہ مسئلہ مقصود لغیرہ ہے، اس لیے کہ علاج جسم انسانی تو ضرورت کے وقت کیا جاتا ہے اگر اس کی ضرورت نہ ہو تو انسان اپنی ساری توانائی اور ساری دانائی قلوب اور روحوں کی درستگی پر صرف کرے اس کی توانائی و تندرستی کی طرف لگ جائے اور جن بیماریوں سے دل اور روح متاثر ہوں ان کو دور کرنے کی کوشش کرے اور ایسی احتیاطی تدابیر جن سے یہ فساد جسمانی اور روحانی پیدا ہی نہ ہو مقصود اولین ہے، اور انسان کے بدن کی درستگی بلا اصلاح قلب کچھ زیادہ مفید نہیں بدن کی خرابی اور صحت کی ناپائیداری ایسی صورت میں کہ دل توانا و تندرست ہو کسی قدر کم ضرر دیتا ہے۔ یہ نقصان آنی جانی ہے، جس کی پشت پہ دوا اور مکمل منفعت ہے۔

فصل (۷)

پہلی قسم ادویہ طبعیہ سے علاج کرنے کے بیان میں

بخار کے علاج کے متعلق ہدایات نبوی

صحیح بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں نافع نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا:۔

إِنَّمَا الْحُمّٰى اَوْ شِدَّةُ الْحُمّٰى مِنْ فَيْحِ جَهَنَّمَ فَابْرِدُوْهَا بِالْمَاءِ [۱]

بخار یا تیزی بخار جہنم کی لپٹ ہے، اسے سرد کرو پانی کے ذریعہ چھینٹا وضو غسل کسی بھی طریقے سے۔

[۱] بخاری نے ۱۴۶/۱۰ فی الطب میں جہاں باب قائم کیا ہے "بخار جہنم کی لپٹ ہے"، ذکر کیا ہے اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۰۹ فی السلام بذیل باب ہر بیماری کے لیے دوا ہے میں ذکر کیا ہے۔ بعض طبیبوں کا کہنا ہے کہ بخار کی ہر صورت میں جب حرارت بہت بڑھ جائے تو پانی سے دو طرح علاج کرتے ہیں' پہلا طریقہ برف سے یا پانی سے خارجی طور پر سینک کرنا تا کہ درجہ حرارت نیچے آ جائے، دوسرا طریقہ علاج یہ ہے کہ منہ سے پانی بار بار پلایا جائے، کہ اس سے تمام اعضاء جسمانی کو بالخصوص گردوں کو اپنے اپنے کام پر لگایا جائے کہ وہ جسم کی توانائی کے لیے کچھ نہ کچھ کریں۔

اطباء کے ایک طبقہ کے درمیان اس حدیث کا مفہوم کم علمی کی وجہ سے زیر بحث رہا کہ آیا یہ بھی کوئی طریقہ علاج ہے بلکہ ناواقفیت نے انہیں انکار پر ابھارا اور انہوں نے اس طریقہ کو بخار کے علاج میں نافی علاج کہنا شروع کر دیا، جس کی وضاحت ہم ذیل میں کر رہے ہیں۔ تاکہ اس سے اس طریقہ علاج کی خوبیاں آئینہ ہو کر سامنے آجائیں، آپ کو اس کے سمجھنے سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق تخاطب کو سمجھنا چاہیے ان کا انداز دو طرز پر ہوتا ہے ایک پوری روئے زمین کے باشندوں کے لیے دوسرے مخصوص باشندوں اور محدود لوگوں کے لیے جیسے کہ اس حدیث میں

وَلَا تَسۡتَقۡبِلُوا الۡقِبۡلَةَ بِغَائِطٍ وَلَا بَوۡلٍ وَلَا تَسۡتَدۡبِرُوۡهَا وَلٰكِنۡ شَرِّقُوا اَوۡ غَرِّبُوۡا [1]

کہ قبلہ رخ ہو کر نہ پاخانہ کرو نہ پیشاب نہ ان دونوں فعل کے وقت قبلہ کو پشت کی طرف کرو، بلکہ اپنا رخ ان دونوں حالتوں میں مشرق یا مغرب کی طرف کرلو۔

[1] بخاری نے ۱/ ۴۱۸ قبلہ میں اس باب کے تحت کہ "مدینہ والوں شام والوں اور اہل مشرق کا قبلہ" ذکر کیا ہے، اور مسلم نے بذیل ۲۶۴ کتاب الطہارۃ میں حدیث ابوایوب کا علاج کرنے کے باب میں ذکر کیا ہے (باب الاستطابہ) بغوی نے شرح السنۃ ۳۵۹ میں لکھا ہے کہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس حدیث کے لفظ شرقوا اور غربوا میں تخاطب اہل مدینہ یا ان لوگوں سے ہے جن کا قبلہ اس سمت میں ہو۔ عموماً آپ کا تخاطب عمومی یوں ہی ہے، یہاں خطاب ان سے ہے جو اسی رخ پر قبلہ رکھتے ہوں لیکن جن لوگوں کا قبلہ پورب یا پچھم ہو، وہ شمال اور جنوب رخ کر کے قضائے حاجت کر سکتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس خطاب میں نہ اہل مشرق شامل ہیں نہ اہل مغرب نہ اہل عراق بلکہ اس سے مراد اہل مدینہ ہیں یا وہ لوگ ہیں جو اس رخ پر پڑتے ہوں جیسے شام وغیرہ اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَا بَيۡنَ الۡمَشۡرِقِ وَالۡمَغۡرِبِ قِبۡلَةٌ [1]

[1] اپنی سبھی طرق سے یہ حدیث صحیح ہے اسے ترمذی نے نمبر ۳۴۴ اور ابن ماجہ نے ۱۰۱۱ اور حاکم نے ۱/ ۲۰۵، ۲۰۶ اور بیہقی نے ۲/ ۹ کے ذیل میں حدیث ابوہریرہ سے روایت کیا ہے، اور مالک نے موطا میں ۱/ ۲۰۱ میں عمر بن الخطاب سے روایت کیا ہے، جس میں آپ نے فرمایا کہ مشرق و مغرب کے مابین قبلہ ہے اگر اس کا رخ بیت اللہ کی جانب ہو۔

اس سے یہ بات صاف ہوگئی کہ اس حدیث میں آپ کے مخاطب صرف اہل حجاز ہیں، یا اس کے ملحقات جو اس رخ پر ہیں، اس لیے کہ اہل حجاز کو عموماً حمی یوم عرضی سے ہی سابقہ پڑتا ہے، جس میں سورج کی شدت حرارت کی ضرر رسانی اس بیماری کو پیدا کر دیتی ہے، اور بخار کی اس قسم میں ٹھنڈا پانی یا ٹھنڈے پانی سے غسل دونوں ہی مفید ہوتے ہیں، اس لیے کہ حمی کی تعریف ہی ہے کہ وہ حرارت غریبہ جو قلب میں بھڑک اٹھے اور پھر اس کا اثر روح اور خون شرائین وعروق کے ذریعہ سرایت کر کے پورے بدن میں پھیل جائے اور اس کی وجہ سے ایسا اشتعال ہو کہ اس کے طبعی افعال کو بھی دھچکا لگ جائے، اس بخار کی دو قسمیں ہیں۔

پہلی قسم عرضی ہے جو ورم یا کثرت حرکت یا دھوپ کی شدت یا غیر معمولی غصہ وغیرہ کی وجہ سے وجود میں آتی ہے۔ دوسری قسم مرضی ہے۔ اس کی تین قسمیں ہیں۔

پہلی قسم ابتداء مادہ میں ہوتی ہے۔ اس مادہ سے پورے بدن میں گرمی سرایت کر جاتی ہے۔ اگر اسی مادہ کا

تعلق روح سے ہوتو اسے حمی یوم کہتے ہیں۔اس لیے کہ عموماً یہ چوبیس گھنٹے کے بعد ختم ہو جاتا ہے، یا زیادہ سے زیادہ تین دن میں ختم ہو جاتا ہے، اگر اس مادہ کا تعلق اخلاط سے ہے، تو اسے حمی عفنی کہتے ہیں۔اس حمی خلطی کی چار قسمیں ہیں۔صفراوی، سوداوی، بلغمی، دموی، اور اگر اس مادہ کا تعلق اعضاء اصلیہ صلبہ سے ہے تو اسے حمی دق کہتے ہیں پھر ان سب اقسام کی بیسیوں قسمیں ہوتی ہیں۔

بخار سے بدن کو بڑا نفع بھی پہنچتا ہے، جو کسی دوا سے نہیں ہوتا، عموماً اس قسم کا نفع بخش بخار ایک دن کا بخار ہوتا ہے، حمی عفنی ان مواد کے نضج کے لیے نافع ہوتا ہے، جو غلیظ ہوتے ہیں اور ان کا نضج بلا ان بخاروں کے ممکن نہ ہو، ان بخاروں سے ایسے سدے کھل جاتے ہیں جو منافذ انسانی میں دواؤں کے ذریعہ بھی نہیں کھلتے، غرض جہاں بخار قابل تشویش ہے وہاں نافع بھی ہے۔

آشوب چشم نیا ہو یا پرانا ان بخاروں سے ایسا غائب ہوتا ہے کہ عقل قاصر رہتی ہے کہ یہ کیسے ہوا اسی طرح بخار فالج لقوہ ا؎ اور تشنج امتلائی سے بھی نجات کا سبب ہوتا ہے، اسی طرح وہ تمام امراض جو فضولات غلیظہ کی بنیاد پر پیدا ہوتے ہیں۔بڑی تیزی سے ختم ہو جاتے ہیں۔

ا؎ لقوہ ایک بیماری ہے۔جو چہرہ میں ٹیڑھ لاتی ہے اس بیماری میں باچھیں کج ہو جاتی ہیں۔

مجھ سے تو بعض فاضلین اطباء نے بیان کیا کہ بہت سے امراض کے دفاع میں بخار اتنا نافع ہے کہ میں بخار کے مریضوں کو مبارکباد دیتا ہوں، کہ لو تمہاری عافیت کا سامان مبارک ہو، بہت سی بیماریوں میں بخار سے اتنا نفع ہوتا ہے کہ عمدہ سے عمدہ اور قیمتی سے قیمتی دوا بھی اتنی نافع نہیں ہو سکتی ہے، اس لیے کہ بخار بدن کے اخلاط فاسدہ مواد کا سدہ کو پکا دیتے ہیں جن سے بدن کو سخت قسم کی تکلیف وضرر پہنچنے والا ہوتا ہے، چونکہ بخار سے نضج مادہ ہو چکا ہے، اس لیے دوا کے استعمال کے بعد وہ مادے جو نکلنے کے لیے نضج کے بعد تیار ہوتے ہیں' بڑی آسانی سے نکل آتے ہیں' اس مادہ کے نکل آنے کے بعد مریض کلی طور پر شفایاب ہو جاتا ہے۔ ۲؎

۲؎ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ بعض امراض مزمنہ مثلاً حمی اور جاع مفصلی جس میں جوڑوں پر سختی آجاتی ہے، مریض چلنے پھرنے سے معذور ہو جاتا ہے، یا جنسی بیماری جو اعصاب کی خرابی کی وجہ سے پیدا ہو جسمانی حرارت کے درجات میں اضافہ سے درست ہو جاتی ہے، یعنی بخار اس کا علاج بن جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ اس قسم کے امراض کے علاج میں مصنوعی بخار پیدا کرتے ہیں، مریض کا ایسے انجکشن کے ذریعہ جن سے بخار آجائے علاج کیا جاتا ہے۔

ان تفصیلات کے بعد بہت ممکن ہے کہ اس حدیث کا مصداق حمیات عرضیہ ہوں اس لیے کہ حمی عرضی ٹھنڈے پانی میں غوطہ لگانے اور ٹھنڈے برفیلے پانی کے استعمال کے بعد ختم ہو جاتا ہے مریض کو کسی دوسرے اضافی علاج کی ضرورت نہیں ہوتی۔اس لیے کہ اس قسم کا بخار کیفی حرارت مجردہ کی وجہ سے ہوتا ہے۔جو روح سے تعلق رکھتی ہے، اس لیے اس کے زائل کرنے میں مجرد کیفیت باردہ اگر مریض کو پہنچا دی جائے تو سکون ہو جاتا ہے چونکہ اس میں نضج مادہ استفراغ مادہ کی ضرورت نہیں ہوتی اس لیے اس ترکیب سے اس کی شعلہ فشانی ختم ہو جاتی ہے، اور یہی چیز اس بخار کے زوال کا سبب بنتی ہے۔

یہ بھی ممکن ہے کہ اس حدیث میں جس حمی کا ذکر ہے وہ عام ہو اور تمام اقسام بخار اس فہرست میں شامل ہوں'

اس لیے کہ جالینوس [1] جیسے فاضل طبیب نے اس کا اعتراف کیا ہے، کہ حمیات میں ٹھنڈا پانی مفید ہوتا ہے، چنانچہ انھوں نے اپنی کتاب حیلۃ البرء کے دسویں مقالہ میں لکھا ہے کہ اگر کوئی مریض ہٹا کٹا۔ جوان العمر شدت حرارت کے وقت بھی شاداب جسم کا ہو یا بخار اپنے انتہاء پر ہو اس کے احشاء میں کوئی ورم نہ ہو، اگر ٹھنڈے پانی سے غسل کرے یا اس میں تیر جائے تو اس کو اس عمل سے نفع پہنچے گا، پھر آگے چل کر اس نے کہا کہ ہم اس ترکیب کا بے دھڑک استعمال کرنا جائز و مناسب سمجھتے ہیں۔

[1] جالینوس ایک یونانی طبیب ہے جس نے تشریح جسم انسانی کے سلسلے میں بڑی نادر تحقیقات پیش کی اور عربی اطباء کا سب سے اہم مرکز استناد ہے اس کا انتقال ۲۰۱ قبل مسیح میں ہوا۔

رازی [2] اَلْحُمّٰی مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ یعنی اس کی لپٹ اس کا پھیلاؤ مراد ہے اس لیے کہ ایک دوسرے موقع پر پیغمبر خدا نے شِدَّةُ الْحَرِّ مِنْ فَیْحِ جَهَنَّمَ فرمایا اس کی دو طرح توجیہہ کی جائے گی' پہلی یہ کہ حمی نمونہ اور لپٹ شریک بہن ہے۔ جو جہنم سے جنمی تا کہ بندے پر اس سے استدلال کیا جا سکے، اور اس سے وہ عبرت حاصل کرسکیں: پھر خدا نے ان کا ظہور ان اسباب کے ذریعہ فرمایا جن کی ضرورت تھی جس طرح راحت و خوشی مسرت اور لذت نعیم جنت سے ہے خدا نے اسے عبرت اور نشان کے طور پر ظاہر کیا اور اس کا ظہور جن اسباب سے بطور عبرت و دلالت ہو سکے ظاہر فرمایا:

[2] ابوبکر محمد بن زکریا رازی عربی طبیبوں میں نامور ترین طبیب جورے کے گاؤں میں پیدا ہوا، اور جالینوس عرب کے نام سے ملقب تھا، مسلمان اطباء میں مایہ ناز طبیب تھا اس کی تصانیف کثیر ہیں، انہیں میں سے حاوی فن طب میں تیس جلدوں پر مشتمل ہے، دوسری کتاب (جدری وحصبة) ہے اس کا انتقال ۳۱۱ ہجری میں ہوا، اس کا ذکر اعلام النبلاء ۹ / ۲۳۲ اور عیون الانباء ۱ / ۳۰۹، ۳۲۱ میں موجود ہے اسی طرح شذرات الذہب ۲ / ۲۶۳ اور وفیات الاعیان ۲ / ۱۰۳، ۱۰۴ میں بھی موجود ہے۔

دوسرے یہ کہ اس سے تشبیہ مراد ہو، اس طرح شدت بخار کو جہنم کی لپٹ سے تشبیہ دی اور حرارت کو بھی اس سے تشبیہ دی تا کہ عذاب جہنم کی شدت کا احساس کرایا جائے اور یہ کہ یہ حرارت حمی بھی جہنم کی لپٹ کی طرح ہے، جو اس سے قریب ہوا اس کو گرمی کا دھونکا لگ کے رہے گا۔

اور آپ کا قول "اَبْرِدُوْهَا" دو طرح سے مروی ہے پہلی صورت ہمزہ کے بغیر اور فتحہ ہمزہ کے ساتھ باب رباعی سے اَبْرَدَ الشَّيْئَ جبکہ اسے ٹھنڈا کر دیا جائے جیسے اَسْخَنَهُ' جب کسی چیز کو گرم کر دیا جائے۔

دوسری صورت ہمزہ وصل کے ساتھ من برداشی یبرُدہٗ کی طرح یہ عربی زبان کے قواعد کے مطابق لغت و استعمال کے اعتبار سے فصیح تر ہے اور رباعی لغت کے اعتبار سے غیر فصیح ہے، چنانچہ شاعر نے لکھا ہے۔

اِذَا وَجَدْتُ لَهِیْبَ الحُبِّ فِی کَبِدِیْ
اَقْبَلْتُ نَحْوَ سِقَاءِ الْقَوْمِ اَبْتَرِدُ
هَبْنِی بَرَدْتُ بِبَرْدِ المَاءِ ظَاهِرَه
فَمَنْ لِنَارٍ عَلَی الاَحْشَاءِ تَتَّقِدُ [1]

ا۔ دونوں شعر عروہ بن اذینہ کے ہیں الشعر والشعراء میں ۵۸۰ صفحہ پر اور زہر الآداب ۱/ ۱۶۷ اور وفیات الاعیان میں ۲/ ۳۹۴ میں ذکر موجود ہے۔

جو آگ لگی تھی سینے میں اس کو تو بجھایا اشکوں نے
جو اشکوں نے بھڑکائی ہے اس آگ کو ٹھنڈا کون کرے

ترجمہ:۔ جب جگر میں محبت کے شعلے اٹھتے ہیں تو میں قوم کے آب رسانوں کی طرف ٹھنڈک کے لیے رخ کرتا ہوں۔

فرض کر لیجئے کہ میں پانی کی ٹھنڈک سے ظاہری ٹھنڈک حاصل کر لیتا ہوں، مگر میرے سینے میں جو آگ بھڑک رہی ہے اسے کون ٹھنڈا کرے گا۔

آپ کا یہ فرمانا کہ بالماء اس میں بھی دو توجیہہ ہیں' ایک یہ کہ کوئی بھی پانی ہو یہی صحیح ہے، دوسرے یہ کہ آب زمزم جن لوگوں نے آب زمزم مراد لیا ہے، انہوں نے اپنی بات کو دلیل بخاری کی اس روایت کو بنایا جس میں ابوجمیرہ نصر بن عمران ضبعی نے روایت کیا کہ مکہ میں ابن عباس کے پاس میری نشست و برخاست تھی اسی زمانے میں مجھے بخار آنے لگا۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ میاں اسے آب زمزم سے ٹھنڈا کر لو۔ اس لیے کہ پیغمبر نے فرمایا کہ بخار جہنم کی لپٹ ہے۔ اسے پانی سے بجھا دو یا آپ نے آب زمزم ا۔ سے بجھانے کو فرمایا' راوی کو اس میں شک ہوا۔ اور بلا شبہ یقین سے بیان کرتا تو یہ پھر مقامی علاج ہوتا۔ اس سے مراد مکہ کے باشندے ہوتے، اس لیے کہ آب زمزم اہل مکہ کو بآسانی مل سکتا ہے، اور دوسری جگہ کے لوگوں کے لیے تو پانی متعین ہے، اس لیے کہ ان کو زمزم میسر نہیں۔

ا۔ بخاری نے اسے ۶/ ۲۳۸ بدء الخلق میں باب صفۃ النار کے تحت ذکر کیا ہے، فیح آگ بھڑکنا اور جوش میں آنا۔

پھر محدثین نے اَبْرِ دُوْ ابِالْمَاءِ کو عام مان کر یہ بیان کیا کہ اس سے مراد پانی کا صدقہ کرنا۔ یا استعمال کرنا ہے۔ دونوں ہی ہو سکتا ہے، لیکن درست استعمال ہی ہے اور جس نے ٹھنڈے پانی استعمال کرنے کے بجائے پانی کا صدقہ کرنا مراد لیا ہے ان کو پانی کا استعمال بخار کی حالت میں حلق سے نہ اترا ہوگا' اور پیغمبر کی مراد ان کے ذہن میں نہیں آئی' حالانکہ آپ کی بات کے لیے وجہ حسن ہے کہ جزاءِ عمل کی جنس کے مطابق ہوگی جیسے کسی پیاسے کی پیاس کی شدت ٹھنڈے پانی سے بجھا دی جاتی ہے اسی طرح بخار کی گرمی اللہ تعالیٰ بطور جزا کے بجھا دیں گے اگر پانی کو صدقے میں دے دے مگر یہ بات حدیث کے سمجھنے سے متعلق ہے اور دور کی کوڑی ہے حقیقتاً مراد استعمال ہی ہے۔

ایک دوسرے مقام پر بخار کے علاج کے سلسلے میں حضرت انس سے روایت مرفوعہ ابونعیم نے بیان کی کہ

اِذَا حُمَّ اَحَدُ كُمْ فَلْيَرُ شَّ عَلَيْهِ الْمَاءَ الْبَارِ دَثَلَاثَ لَيَالٍ مِنَ السَّحَرِ ا۔

جب تم میں سے کوئی بخار زدہ ہو تو مبتلائے بخار پر ٹھنڈے پانی کی چھینٹ دی جائے تین دن تک صبح کے وقت سویرے سویرے۔

ا۔ حاکم نے مستدرک ۴/ ۲۰۰ میں ذکر کیا ہے اس کی تصحیح اور موافقت ذہبی نے کیا ہے اور بالکل ایسی ہی جیسے کہ ان دونوں نے کہا تصحیح کی ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں لکھا ہے کہ اس کی سند قوی ہے، اور ضیاء المقدسی نے مختارہ میں ذکر کیا ہے، اور ہیثمی نے مجمع ۵/ ۹۴ میں طبرانی کی طرف اس کو منسوب کیا ہے۔ اور کہا کہ اس کے تمام رجال ثقہ ہیں۔

دوسری جگہ حضرت ابو ہریرہ سے مرفوعاً ہے، یہ روایت سنن ابن ماجہ میں مذکور ہے۔

اَلْحُمّٰی کِیْرٌ مِنْ کِیْرِ جَهَنَّمَ فَنَحُّوْهَا عَنْکُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ ۲؎

بخار جہنم کی بھٹیوں میں سے ایک بھٹی ہے۔ اسے دور کر دو۔ ٹھنڈے پانی سے

۲؎ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۷۵ کے تحت بیان کیا ہے اور اس کے رواۃ کو ثقہ قرار دیا ہے، اور بوصیری نے اپنی زوائد میں اس کی اسناد کو صحیح اور رجال کو ثقات لکھا ہے۔

دوسری جگہ مسند وغیرہ میں حدیث حسن ہے جو سمرہ بن جندب سے مرفوعاً مروی ہے۔

اَلْحُمّٰی قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَابْرِدُوْهَا عَنْکُمْ بِالْمَاءِ الْبَارِدِ

اسے بجھاؤ یعنی ٹھنڈا کر دو اپنے سے ٹھنڈے پانی کے ذریعہ

وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَا حُمَّ دَعَا بِقِرْبَةٍ مِنْ مَاءٍ فَاَفْرَغَهَا عَلٰی رَاْسِهٖ فَاغْتَسَلَ ۱؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بخار ہوتا۔ تو پانی کا مشکیزہ طلب فرماتے، اور اسے سر پر انڈیل کر غسل کر لیتے یعنی سارے جسم پر پانی اچھی طرح پہنچاتے۔

۱؎ ہم نے اسے مسند میں نہیں پایا' ہیثمی نے اس کو مجمع میں ۵ / ۹۴ کے ذیل میں ذکر کیا ہے، اور اس کی نسبت طبرانی اور بزار کی طرف کی ہے، اور یہ کہا کہ اس روایت میں اسماعیل بن مسلم متروک الحدیث بھی ہے۔

اور سنن میں ایک دوسری حدیث حضرت ابو ہریرہ سے مروی ہے۔

ذُکِرَتِ الْحُمّٰی عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَسَبَّهَا رَجُلٌ فَقَالَ النَّبِیُّ عَلَیْهِ السَّلَامُ لَا تَسُبَّهَا فَاِنَّهَا تَنْفِی الذُّنُوْبَ کَمَا تَنْفِی النَّارُ خَبَثَ الْحَدِیْدِ ۲؎

بخار کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نکلی ایک شخص نے سن کر بخار کو برا بھلا کہا، آپ نے فرمایا بخار کو گالیاں نہ دو یہ تو گناہوں کو ایسا دور کر دیتا ہے، جیسے بھٹی میں لوہے کا زنگ تپنے سے دور ہو جاتا ہے۔

۲؎ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۶۹ کے ذیل میں بیان کیا ہے اس حدیث کی سند میں موسیٰ بن عبیدہ ہے، جو ضعیف ہے، مگر مسلم نے اس کی حدیث صحیح مسلم میں نمبر ۲۵۷۵ کے تحت جابر بن عبداللہ کی سند سے لکھی ہے، وہ حدیث یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ام السائب یا ام المسیب کے پاس تشریف لے گئے، اور فرمایا کہ اے ام سائب یا ام مسیب کیوں تم کانپ رہی ہو انہوں نے عرض کیا، بخار ہے، خدا اس کا برا کرے، آپ نے فرمایا کہ بخار کو برا نہ کہو کہ وہ انسان کے گناہ کو اس طرح ختم کر دیتا ہے جس طرح بھٹی لوہے کے زنگ کو ختم کر دیتی ہے۔

چونکہ بخار ردی غذاؤں کے بعد پیدا ہوتا ہے اچھی غذاؤں اور نافع دواؤں کا استعمال احتیاطی تدابیر ہیں بدن کا بخار سے تنقیہ ہوتا ہے اور اس کے فضولات ردیہ اور مواد خبیثہ ختم ہو جاتے ہیں' بیکار کوڑے کرکٹ سے بدن صاف و پاک ہو جاتا ہے بخار وہ کام کرتا ہے، جو آگ لوہے کا زنگ دور کرنے میں کرتی ہے اور انسانی جوہر کو نکھارتی ہے، تو یہ بھٹی سے زیادہ مشابہ ہوا جس میں پڑنے کے بعد لوہے کا جوہر نکھر کر سامنے آ جاتا ہے، میل کچیل دور ہو جاتا ہے، یہ بات تو جسمانی معالجوں کی نسبت سے ہمارے سامنے ہے، رہ گیا دل کی بیماری کا معاملہ تو اس کا علاج قلب کی

بیماریوں کے معالجین کے پاس ہے دل کے کھوٹ کا دور کرنا اس کی گندگی کی تطہیر اور اس کی ناپاکیوں کو پاک کرنا یہ دل کے معالجین ہی کے بس کی بات ہے، اس کا علاج وہیں سے حاصل کیجئے جیسا کہ پیغمبر خدا نے اپنی امت کو اس کی ہدایت فرمائی' البتہ دل کی بیماری جب بہت بڑھ جائے اور انسان کا دل سوء اخلاق اور خباثتوں کا مرکز ہو جائے کہ اس کا علاج اطباء کے بس میں نہ ہو تو پھر اس میں یہ علاج کارگر نہ ہوگا۔

بخار جسم اور دل دونوں ہی کو نفع دیتا ہے، جو اس درجہ علیاء پر ہو کہ اس سے ہمہ جہت نفع ہو، پھر اسے برا بھلا کہنا بدنصیبی و بے راہی کے سوا کیا ہے، مجھ کو خود اپنی بخار کی حالت میں ان شعراء کی بات یاد آتی ہے جو اسے برا بھلا کہتے ہیں۔

زَارَت مُكَفِّرَةُ الذُّنُوبِ وَ وَدَّعَتْ
تَبًّا لَهَا مِنْ زَائِرٍ وَ مُوَدِّعٍ
قَالَتْ وَقَدْ عَزَمَتْ عَلىٰ تَرْحَالِهَا
مَاذَا تُرِيْدُ فَقُلْتُ اَلَّا تَرْجِعِىْ

گناہوں کو دھلتے ہوئے تیری آمد اور تمہارا جانا (آمدورفت) برا ہو ایسے آنے والے کا، برا ہو ایسے جانے والے کا۔ جب جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے دریافت کیا، کیا خواہش ہے میں نے کہا بس یہ کہ تو پھر نہ آئے۔

میں نے اس کو جواب دیا کہ برا ہو تمھارا تم نے اسے گالی دی جس کو برا کہنے کی ممانعت خود پیغمبر خدا نے کی ہے، تمہیں تو یوں کہنا چاہیے تھا۔

زَارَتْ مُكَفِّرَةُ الذُّنُوبِ لِصَبِّهَا
اَهْلًا بِهَا مِنْ زَائِرٍ وَ مُوَدِّعٍ
قَالَتْ وَقَدْ عَزَمَتْ عَلىٰ تَرْحَالِهَا
مَاذَا تُرِيْدُ فَقُلْتُ اَلَّا تُقْلِعِىْ

مبارک باد آنے والے جانے والے کو کہ تمہاری آمدورفت سے گناہ دھل گئے جب جانے کا ارادہ کیا تو مجھ سے دریافت کیا کیا آرزو ہے میں نے کہا بے سہارا نہ چھوڑیئے۔

اگر یہ کہتا تو مناسب تر ہوتا اور بخار چھوٹ جاتا اس کے کہتے ہی میرا بخار جاتا رہا ایک اثر ہے جس کے بارے میں مجھے پوری واقفیت نہیں ہے۔

حُمَّى يَوْمٍ كَفَّارَةُ سَنَةٍ [1]

ایک دن کا بخار پورے سال کا کفارہ ہے۔

[1] مقاصد میں ہے کہ اسے قضاعی نے اپنی مسند میں ذکر کیا ہے۔ ابن مسعود سے مرفوعاً ایک حدیث جس کے الفاظ یہ ہیں کہ ایک رات کا بخار پورے سال کے گناہ کا کفارہ ہے، اس روایت کا ایک شاہد ہے، جسے ابن ابی الدنیاء نے ابو درداء سے روایت کیا ہے، جو موقوف ہے۔ ان لفظوں پر کہ ایک رات کا بخار

پورے سال کا کفارہ ہے اس کو تمام نے اپنے فوائد میں روایت کیا ہے، ابو ہریرہ سے مرفوعاً تفصیل اس کتاب سے مراجعت کر کے دیکھیں۔

اس میں دو باتیں ہیں پہلی بات یہ ہے کہ بخار بدن کے ہر عضو اور ہر جوڑ میں گھستا ہے، جن کی تعداد ۳۶۰ ہے۔ اس طرح ہر جوڑ کی اذیت پورے ایک دن کے لیے کفارہ بن جاتی ہے۔ اور اس طرح ایک دن کے بخار میں تین سو ساٹھ دن کا کفارہ ہو جاتا ہے دوسرا مطلب یہ ہے کہ بخار سے بدن میں ایک ایسا اثر مرتب ہوتا ہے کہ پورے ایک سال تک اس کا اثر باقی رہتا ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں شراب کی شناعت کے بارے میں آتا ہے۔

مَنْ شَرِبَ الْخَمْرَ لَمْ تُقْبَلْ لَهُ صَلَاةُ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ۱

جس نے شراب پی اس کی نماز چالیس دن تک قبول نہ ہوگی۔

۱۔ حدیث صحیح ہے۔ جسے احمد نے حدیث نمبر ۶۷۷۳ اور ابن ماجہ نے ۳۳۷۷ کے تحت عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث سے لیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے، اس کی حاکم نے ۴/ ۱۴۶ میں تصحیح کی ہے۔ اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، احمد نے حدیث نمبر ۴۹۱۷ اور ترمذی نے ۱۸۶۳ میں حدیث ابن عمر کے ذیل میں ذکر کیا ہے، احمد نے ۵/ ۱۷۱ میں حدیث ابوذر سے روایت کیا ہے۔

اس لیے کہ شراب کا اثر پینے والے کے شکم عروق واعضاء میں چالیس دن تک باقی رہتا ہے۔

ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ مجھے بخار تمام بیماریوں کی بہ نسبت زیادہ پسند ہے اس لیے کہ بخار جسم کے ہر عضو میں گھسا ہوتا ہے، اور خدائے پاک ایک بخار کے بدلے جسم کے ہر عضو کے برابر بدلہ دیتے ہیں۔

ترمذی نے اپنی کتاب میں رافع بن خدیج سے مرفوعاً ذکر کیا ہے۔

اِذَا اَصَابَتْ اَحَدَكُمُ الْحُمّٰى وَاِنَّ الْحُمّٰى قِطْعَةٌ مِنَ النَّارِ فَلْيُطْفِئْهَا بِالْمَاءِ الْبَارِدِ وَيَسْتَقْبِلْ نَهْرًا جَارِيًا فَلْيَسْتَقْبِلْ جَرْيَةَ الْمَاءِ بَعْدَ الْفَجْرِ وَقَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَلْيَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ اشْفِ عَبْدَكَ وَصَدِّقْ رَسُوْلَكَ۔

جب تم میں سے کسی کو بخار آ جائے تو یہ سمجھ لے کہ بخار آتش جہنم کا ایک ٹکڑا ہے اس لیے وہ اس کے بجھانے کی ترکیب کرے ٹھنڈے پانی سے، اور بہتے دریا تک جائے اور بہتے پانی میں اترے فجر کی نماز کے بعد سورج کے طلوع ہونے سے پہلے، اور اپنی زبان سے کہے اے خدا اپنے بندے کو شفاء دے اور اپنے رسول کی بات کو سچ کر دکھا۔

اس طرح پانی میں تین غوطے لگائے اس غوطہ خوری کا سلسلہ تین دن تک جاری رکھے اگر اسے شفا ہو جائے تو خیر ورنہ یہ عمل پانچ دن تک کرے اگر پانچ دن میں بھی حالت درست نہ ہو تو سات دن تک اگر سات دن تک کرنے کے بعد بھی بخار رہ جائے تو نو دن تک انشاء اللہ نو دن کے بعد وہ باقی نہ رہے گا۔ ۱

۱۔ ترمذی نے حدیث ۲۰۸۵ کے تحت اور احمد نے ۵/ ۲۸ کے تحت حدیث ثوبان سے اس کی روایت نقل کی ہے، حالانکہ یہ رافع بن خدیج کی حدیث نہیں ہے، جیسا کہ مصنف نے ذکر کیا ہے، اس کی سند میں ایک مجہول موجود ہے۔

میں یہ ہدایت آپ کو کرتا ہوں کہ ان شرائط کی رعایت کے ساتھ غسل کا عمل، منطقہ حارہ کے شہروں میں موسم گرما میں نافع ہے۔ اس لیے کہ ان ممالک میں اس موسم میں صبح کو سورج کے نکلنے سے پہلے پانی زیادہ ٹھنڈا ہوتا

ہے، بہ نسبت سورج کے طلوع کے بعد اس میں انعکاس حرارت کی وجہ سے کسی قدر گرمی آ جاتی ہے، نینداور سکون اور ٹھنڈی ہوا اس پر مستزاد کام کرتی ہیں اس لیے کہ ان تین وجہوں سے بدن کی قوت میں علاج قبول کرنے کی پوری صلاحیت ہوتی ہے۔ادھر وقت کی رعایت سے دوا بھی خوب کام کرتی ہے، جو آب سرد کی شکل میں استعمال ہوتی ہے، ادھر بخار کی گرمی خواہ وہ حمی یوم کی وجہ سے ہو، یا بادی کے بخار کی وجہ سے ان دونوں صورتوں میں ٹھنڈا پانی تریاق ثابت ہوتا ہے، بشرطیکہ مریض کو ورم نہ ہو یا کوئی اور خراب بیماری اور مواد فاسدہ نہ ہو، تو اس ٹھنڈے پانی سے بفضل خداوندی بخار جاتا رہتا ہے، بالخصوص ان دنوں میں جس کا ذکر حدیث پاک میں کیا گیا ہے، یہ ایام حقیقت میں بحران کے ایام ہیں، جن میں امراض حادہ کا بحران واقع ہوتا ہے، بالخصوص گرم ممالک میں اس لیے کہ یہاں کے باشندوں میں اخلاط رقیق ہوتے ہیں اور رقت اخلاط کی وجہ سے دوا نافع بڑی تیزی سے اثر کر جاتی ہے، برخلاف ممالک منطقہ معتدلہ و باردہ کے جہاں اخلاط میں بجائے رقت کے غلظت ہوتی ہے اس لیے دواؤں کی تاثیر بطی ہوتی ہے خود جسم میں بھی اس کے اثر قبول کرنے کی صلاحیت کمتر ہوتی ہے۔

فصل (۸)

طب نبوی میں اسہال کا طریقہ علاج

صحیحین میں ابو متوکل کی حدیث جو ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا اے خدا کے رسول میرے بھائی کے شکم میں تکلیف ہے ایک روایت میں ہے کہ دست ہو رہے ہیں۔

آپ نے فرمایا:

اَسْقِهِ عَسَلاً

اسے شہد پلاؤ۔

وہ گیا اور واپس آ کر اس نے عرض کیا اے خدا کے رسول میں نے اسے شہد پلایا' مگر کوئی نفع نہیں ہوا، دوسری جگہ ہے کہ اس کے پلانے سے دستوں میں زیادتی ہوئی' یہ بات دو یا تین مرتبہ کے تکرار سے پیش آتی رہی اور آپ اسے شہد پلانے کا حکم کرتے رہے تیسری بار یا چوتھی بار یہ نوبت آئی تو آپ نے فرمایا کہ خدا کا کہا سچ ہے، تیرے بھائی کا شکم جھوٹا ہے۔ [۱] صحیح مسلم میں یہ الفاظ ہیں کہ اِنَّ اَخِی عَرِبَ بَطْنُهٗ یعنی اسے فساد ہضم ہو گیا ہے اور اس کا معدہ بیمار ہو گیا۔ عَرَبَ را کے زبر کے ساتھ ذَرَب بھی مروی ہے، جو فساد معدہ کے معنی میں آتا ہے۔

[۱] بخاری نے ۱۰/۱۱۹ فی الطب میں باب الدواء بالعسل کے تحت لیا ہے، اور اسی باب میں باری تعالیٰ کا قول فیہ شفاء للناس بھی ہے، اور مسلم نے ۲۲۱۷

حدیث کے تحت "السلام" میں تداوی بالعسل کا باب قائم کرکے ذکر کیا ہے۔

شہد غیر معمولی منافع کی حامل ہے ان گندگیوں کو جو معدہ یا عروق و آنت میں پیدا ہو جاتی ہیں صاف کر دیتی ہے رطوبات کے لیے محلل ہے خواہ کلاً ہو یا ضماداً۔ بڈھوں کے لیے اور جنہیں بلغم کی پیداوار ہو یا اس کا مزاج بارد رطب ہو، یا اس کا مزاج بارد رطب سرد و تر ہو، اس میں غذائیت بھرپور ہے پاخانہ نرم کرتی ہے، معجون کے لیے اور اس میں شامل کی جانے والی دواؤں کے لیے نگران قوت ہے۔ اسے عرصہ تک بگڑنے نہیں دیتا، ناپسندیدہ ذائقہ کی دواؤں کے ذائقہ کو بہتر کر دیتا ہے، اس کی مضر کیفیات کو دور کرتا ہے۔ جگر اور سینے کو صاف کرتی اور نکھارتی ہے، پیشاب لاتا ہے۔ بلغمی کھانسی کو درست کرتا ہے اگر روغن گل کے ساتھ گرم گرم استعمال ہو تو کیڑوں مکوڑوں کے ڈنک کے لیے دافع ہے، افیون کھانے والے کی سمیت کم کرتا ہے۔ اور اگر صرف شہد کو پانی ملا کر پلائیں تو باؤلا کتے کے کاٹے کو نفع دیتا ہے، زہریلی نبات (دھرتی کے پھول سانپ کی چھتری کی ایک قسم) کے کھانے کا اثر زائل کرتا ہے، اگر تازہ گوشت شہد میں ڈبو کر رکھ دیا جائے تو تین مہینے تک متعفن نہیں ہوسکتا اگر کھیرے، ککڑی کدو بینگن اور دوسرے تازہ پھل اس میں رکھے جائیں تو چھ ماہ تک عمدہ بہتر حالت میں رہتے ہیں' اور مردار کے جسم کو عفونت سے روکتا ہے، شہد کو حافظ امین نگران امانت دار کہتے ہیں۔ اگر جوں دار جسم اور بالوں میں لگایا جائے تو جوں اور لیکھ کو مار ڈالتا ہے، بالوں کو بڑھانا اور زیب دیتا ہے اس میں نرمی اور ملائمت پیدا کرتا ہے، اگر اس کو سرمہ کے طور پر آنکھوں میں لگایا جائے تو دھند کے لیے نافع ہے اور اگر دانتوں میں پیسٹ کیا جائے تو دانتوں پر چمک اور سفیدی پیدا کرتا ہے، دانتوں کی حفاظت کرتا ہے۔ مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے، رگوں کا منہ کھولتا ہے، ایام کا خون اچھی طرح سے بہتا ہے۔ اور آنے لگتا ہے، نہار منہ چاٹنے سے بلغم ختم ہو جاتا ہے، معدے کے خمل کو غسل دے کر صاف کر دیتا ہے۔ اور معدہ سے فضلات نکالتا ہے، معدہ کو معتدل گرمی پہنچاتا ہے۔ معدہ کا سُدہ کھولتا ہے اسی طرح جگر گردے مثانہ کے سدے بھی کھولتا ہے، اور تلی اور جگر کے سُدوں کو شیرینی کے مضرت سے ہونے والے نقصان سے ✠ رکھتا ہے۔ ان سب کے ہوتے ہوئے مضرتوں سے ✠ نقصان سے خالی صفراوی مزاج کے لیے عارضی طور پر نقصان دہ جو سرکہ اور دوسری ترشی سے کم ہو جاتا ہے، بلکہ اس کے ساتھ اس کا نفع بہت زیادہ بڑھ جاتا ہے۔

شہد غذا کے موقع پر غذا دوا کے وقت دوا اور شربت کی جگہ شربت ہے، عمدہ قسم کی شیرینی اعلیٰ درجہ کا طلاء اور نادر قسم کا مفرح ہے، چنانچہ قدرت نے ان تمام منافع کی حامل کوئی چیز اس کے سوا نہیں بنائی نہ اس سے بہتر نہ اس جیسی نہ اس سے لگا کھانے والی' اور قدماء کا دستور علاج شہد ہی رہا ہے، اس پر ہی سارا علاج گھومتا تھا، بلکہ قدماء کی کتابوں میں تو شکر کا کہیں پتہ تک نہیں، صدیوں لوگ اس کا نام بھی نہ جانتے تھے، بلکہ شکر تو آج کی پیداوار ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نہار منہ پانی ملا کر پیا کرتے تھے۔ اور یہ ایسا جگر دار نسخہ ہے جو صحت کے لیے کیمیا کا کام کرتا ہے، اسے بڑے زیرک اور باہوش فاضلین ہی جان سکتے ہیں، اور ہم اس کا ذکر حفظان صحت کے موقع پر مناسب انداز میں کریں گے۔

ابن ماجہ میں یہ حدیث موجود ہے جس کو حضرت ابوہریرہ نے مرفوعاً روایت کی ہے۔

مَنۡ لَعِقَ الۡعَسَلَ ثَلَاثَ غَدَوَاتٍ كُلِّ شَهۡرٍ لَمۡ يُصِبۡهُ عَظِيمٌ مِنَ الۡبَلَاءِ ۱؎
جس نے شہد کی چسکی تین روز سویرے سویرے ہر مہینے لینے کا طریقہ اختیار کیا اسے کوئی بڑی بیماری نہ ہوسکے گی۔

۱؎ ابن ماجہ نے ۳۴۵۰ حدیث کے ذیل میں طب کے باب العسل میں ہی ذکر کیا ہے اس کی سند میں زبیر بن سعید ہاشمی ہیں جو حدیث میں نرم رویہ رکھنے والوں میں سے ہیں، اور دوسرا عبدالحمید بن سالم مجہول ہے اس نے ابو ہریرہ سے یہ حدیث نہیں سنی ہے۔

اور ایک دوسرے اثر میں ہے۔
عَلَيۡكُمۡ بِالشِّفَائَيۡنِ الۡعَسَلِ وَ الۡقُرۡاٰنِ ۱؎
تم دو شافی دواؤں سے شفا حاصل کرو۔ شہد اور قرآن سے۔

۱؎ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۵۲ اور حاکم نے ۴/ ۲۰۰ میں ابو اسحاق کی حدیث ابو الاحوص عن عبداللہ بن مسعود سے روایت کیا ہے، اس کی ذہبی نے تصحیح کی ہے، اور وہ ان دونوں کے کہنے کے مطابق ہے بس اتنی بات ہے کہ وہ ثقات میں سے نہیں ہے، اس کی روایت ابن مسعود پر موقوف ہے، اس کے موقوف ہونے کی تصحیح بیہقی نے دلائل النبوۃ میں کی ہے۔

اس اثر میں طب انسانی اور طب الٰہی دونوں کو یکجا کر دیا گیا ہے، طب ابدان و طب ارواح معالجہ ارضی اور معالجہ سماوی غرض دونوں طریقہ علاج اس میں موجود ہیں۔
ان خصوصیات کے علم کے بعد یہ سمجھئے کہ اس علاج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نسخہ مریض کے اسہال تخم کے لیے تھا، جو امتلاء معدہ کی بنیاد پر پیدا ہو گیا تھا چنانچہ آپ نے شہد کا استعمال ان فضولات کے نکالنے کے لیے تجویز فرمایا تھا، جو معدہ آنتوں میں پھیلا ہوا تھا، شہد سے اس میں جلا ہوتی اور فضولات کا خاتمہ ہوتا، اور معدہ میں اخلاط لزجہ پوری طرح مسلط تھے، غذا کا وہاں رکنا بوجہ لزوجت کے مشکل تھا۔ اس لیے کہ معدہ میں روئیں ہوتے ہیں، جیسے اروئی کے پتہ کے روئیں جن میں چمٹنے والے اخلاط لگ جاتے ہیں تو معدہ کو فاسد کر دیتے اور غذا سے معدہ فاسد ہو جاتا ہے، اس لیے اس کا علاج اسی انداز سے ہونا چاہیے کہ وہ اخلاط لزجہ ان رویوں سے صاف ہو جائیں اور شہد سے یہ چیز ممکن ہے، شہد ہی اس کا بہترین علاج ہے، یہ مریض شہد سے جا سکتا ہے، بالخصوص اگر شہد کے ہمراہ تھوڑا سا گرم پانی ملا دیا جائے۔
آپ کا بار بار شہد کا استعمال کرنا ایک نادر طریقہ علاج تھا، اس لیے کہ دوا کی مقدار اس کے استعمال کا تکرار مرض کی سقامت کو دیکھ کر ہی کی جاتی ہے، اگر مرض کے تناسب سے اس میں کمی ہے، تو مرض پوری طرح زائل نہ ہوگا' اور اگر مقدار یا دوا کے استعمال کی باری زائد ہو جائے تو اس کی قوت یا بار بار کے استعمال سے دوسرے نقصان کا اندیشہ متوقع ہے، اسی لیے آپ نے اسے شہد کا استعمال تجویز کیا' اس نے اتنی مقدار پلایا جو مرض ختم کرنے کے لیے کافی نہ تھی اور مقصود حاصل نہ تھا، جب انہوں نے آپ کو مرض کی کیفیت بتائی' تو آپ نے سمجھ لیا کہ دوا مرض کے تناسب سے نہیں کھلائی گئی جب انہوں نے آپ کے علاج پر شکوہ کیا تو آپ نے اس تکرار شکوہ پر مریض کو مزید شہد پلائے جانے کی ہدایت کی تا کہ بیماری کو اکھاڑ پھینکنے کی حد تک شہد کی مقدار پہنچ جائے، جب بار بار کی تکرار سے دوا کے مشروب کی مقدار مادہ مرض کی مقاومت کی حد تک پہنچ گیا تو بیماری فضل خداوندی سے جاتی رہی' دوا کی مقدار اس کی کیفیات اور مرض و

مریض کی قوت کا لحاظ رکھ کر علاج کرنا فن طبابت کا اہم ترین کلیہ ہے، بغیر اس کے علاج ناتمام رہتا ہے۔

اور پیغمبر کا یہ فرمانا صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیکَ۔ میں اس دوا کے نفع کا یقینی ہونا بیان کرنا مقصود ہے، بیماری دوا کی کمی یا خرابی کی بنیاد پر نہیں ہے۔ بلکہ معدہ کے صحیح طور پر کام نہ کرنے دوا کو کثرت مادہ فاسدہ کی وجہ سے قبول نہ کرنے کی وجہ سے زوال مرض نہ ہورہا تھا اسی لیے آپ نے بار بار اس کا اعادہ کرایا تاکہ مادہ کی کثرت میں نافع ہو۔

آپ کا طریق علاج دوسرے اطباء کے طریقہ سے کوئی نسبت نہیں رکھتا اس لیے کہ ہمارے پیغمبر کی طب تو متیقن اور قطعی ہے، اس خدا کی تلقین اور الہام سمجھنا چاہیے آپ کا علاج وحی الٰہی تھا نبوت کی روشنی اور کمال عقل پر موقوف تھا برخلاف دوسرے اطباء کا علاج عموماً طبیعت کی رسائی ظن غالب تجربہ پر موقوف و منحصر ہے، نبوت کے ذریعہ علاج کے نافع نہ ہونے کا انکار بمشکل کوئی کرسکا، ہاں اس علاج کے نافع ہونے کا یقین اور پوری عقیدت سے اس علاج کو تسلیم کرنا اور اس کے شفاء کامل ہونے کا اعتقاد اور پورے یقین واذعان کے ساتھ اس کو قبول کرنا بھی ضروری ہے، قرآن جو سینوں کی بیماری کے لیے شافی ہے، جو اس کو اس یقین کے ساتھ نہ قبول کرے گا' اسے اس کی دواؤں سے شفاء عاجل وکامل کیسے ہوگی' بلکہ جن کے دلوں میں کھوٹ ہے ان کو یقین نہیں ہے ان میں گندگی پر گندگی آلائش پر آلائش بیماری پر بیماری بڑھتی جاتی ہے، پھر انسانی جسم کا علاج قرآن سے کیونکر ممکن ہوسکتا ہے طب نبوت تو انہی کے لیے سودمند ہوتی ہے جو پاک اور ستھرے بدن کے لوگ ہوں گے' اسی طرح شفاء قرآنی بھی ارواح طیبہ اور زندہ دلوں کے لیے شفاء ہے، اس لیے جو طب نبوت کے منکر ہیں وہ قرآن سے کیسے شفاء پاسکتے ہیں اگر کچھ فائدہ انہیں ہو بھی گیا تو وہ بلا ان شرائط کی تکمیل کے مکمل شفاء نہ ہوگی' اس کا یہ مطلب نہیں کہ علاج اور دوا میں کوئی نقص اور کوتاہی ہے بلکہ خود استعمال کئے جانے والے جسم میں استفادہ کی صلاحیت بوجہ خبث باطن کے نہیں ہے، دوا سے شفاء خبث طبیعت اور محل فاسد اور قبول کا سد کی وجہ سے نہیں ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۹)

شہد کے بارے میں علمی موشگافیاں

اس آیت کے مفہوم تعین میں اہل علم مختلف ہیں۔

یَخرُجُ مِنۡ بُطُوۡنِهَا شَرَابٌ مُّخۡتَلِفٌ اَلۡوَانُهٗ فِيۡهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ۔ (النحل: ۶۹)

ان مکھیوں کے شکم سے ایک شراب (پینے کی چیز) جس کا رنگ مختلف ہوتا ہے، نکلتی ہیں جس میں شفاء ہے لوگوں کے لیے۔

وہ اختلاف یہ ہے کہ آیت کے لفظ XX فیہ،، میں ضمیر کا مرجع شراب ہے، یا قرآن ہے سچی بات تو ضمیر کا

مرجع شراب معلوم ہوتا ہے، ابن مسعود، ابن عباس، حسن، قتادہ، اور اکثر قرآن کے سمجھنے والوں کا یہی کہنا ہے اور سیاق کلام کا تقاضا بھی کچھ ایسا ہی ہے' اور آیت میں قرآن کا ذکر نہیں ہے، اور یہ صحیح حدیث تو اس بارے میں صراحت ہی ہے جس میں آپ نے شہد کے استعمال کے بعد صحابی کے شبہ کو "صدق اللہ" سچ کہا خدا نے فرما کر اس کو متعین کر دیا کہ ضمیر کا مرجع "فیہ" میں شراب کی جانب ہے اور کوئی دوسری بات نہیں۔

فصل (۱۰)

طاعون کا علاج اور اس سے پرہیز و احتیاط میں پیغمبر خدا کی ہدایت

صحیحین میں عامر بن سعد بن ابی وقاص نے اپنے والد سے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت اسامہ بن زید سے اس سوال کو ان سے کرتے سنا کہ انہوں نے پیغمبر خدا علیہ الصلوۃ والتسلیم سے طاعون کے بارے میں کیا سنا اسامہ نے فرمایا:

قال رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الطَّاعُوْنُ رِجْزٌ اُرْسِلَ عَلٰی طَائِفَۃٍ مِنْ بَنِی اِسْرَائِیلَ وَعَلٰی مَنْ کَانَ قَبْلَکُمْ فَاِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَدْخُلُوْا عَلَیْہِ وَاِذَا وَقَعَ بِاَرْضٍ وَاَنْتُمْ بِھَا فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْھَا فِرَارًا مِنْہُ۔ ا؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طاعون ایک بڑا عذاب ہے جو بنی اسرائیل کے ایک گروہ پر بھیجا گیا تھا' اسی طرح ان لوگوں پر یہ عذاب مسلط ہوا جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ جب تم کو اس بیماری کا پتہ چلے کہ فلاں مقام پر ہے تو اس بیماری کے ہوتے وہاں نہ جاؤ اور اگر کسی ایسی جگہ پہ عذاب آ جائے جہاں تم پہلے سے تھے، تو اس سے بچاؤ کے لیے اس سے بھاگ کر وہاں سے نہ نکلو بچانے والا خدا ہے۔

ا؎ بخاری نے ۶/۷/۳ فی الانبیاء میں باب ذکر بنو اسرائیل کے ذیل میں کیا ہے اور مسلم نے السلام میں باب طاعون وطیرہ میں کیا ہے۔ اسی پر عمل آج تک چلا جا رہا ہے، طاعون سے بچاؤ کی عمدہ صورت یہ ہے کہ اگر کسی شہر میں طاعون پھوٹ پڑے تو اس کے گرد تندرستوں کو روک دینا چاہیے اس سے کسی شخص کو نکلنے کی اجازت نہ ہو اور نہ باہر سے کسی آنے والے کو داخلہ کی اجازت ہو، سوائے معالجین اور معاونین کے اس طرح مرض کے پھیلنے میں بڑی حد تک قابو پا لیا جائے گا' اور اس علاقے سے باہر کے لوگ اس [illegible]ظ رہیں گے۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں حفصہ بنت سیرین سے روایت ہے کہ حضرت انس بن مالک نے فرمایا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا:۔

اَلطَّاعُوْنُ شَھَادَۃٌ لِکُلِّ مُسْلِمٍ ا؎

طاعون سے مرنا ہر مسلمان کے لیے خدا کی راہ میں جان دینا ہے۔

ا۔ بخاری نے طب میں ۱۰ / ۱۶۲ ذکر کیا ہے باب مایذکر الطاعون کے تحت اور مسلم نے ۱۹۶۱ کتاب امارت میں بیان الشہداء کے باب کے تحت ذکر کیا ہے۔

طاعون لغت میں وباء کی ایک قسم ہے۔ صحاح میں ہے کہ لغت تو یہ ہے۔ مگر اطباء کے نزدیک ایک ردی جان لیوا ورم ہے، جس کے ساتھ سخت قسم کی سوزش اور غیر معمولی درد بے چینی ہوتی ہے، یہ الم اپنی حد سے بھی بڑھا ہوتا ہے اس ورم کے اردگرد کا حصہ اکثر سیاہ سبز مٹیلا ہوتا ہے اور بڑی جلدی اس میں زخم پڑ جاتا ہے اور عموماً تین جگہوں پر ہوتا ہے، بغل کان کے پیچھے کنج ران اور نرم گوشت میں۔ ۲۔

۲۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ طاعون کا مرض ان خوردبینی جراثیم کے ذریعہ پھیلتا ہے جن کو چوہوں کے جوں لاتے ہیں، وہ پنڈلی اور کہنی کے حصہ میں کاٹتے ہیں۔ پھر چہرے پر ڈنگ لگاتے ہیں، اس طرح انہوں نے طاعون کی تشریح جو وریدوں یا کنج بغل و گردن کے غدودوں پر پھیلنے میں کیا ہے۔

اور اثر عائشہ میں ہے کہ انہوں نے حضرت نبی کریم سے عرض کیا۔

اَلطَّعْنُ قَدْ عَرَفْنَاہ‘ فَمَا الطَّاعُوْنُ قَالَ غُدَّۃٌ کَغُدَّۃِ الْبَعِیْرِ یَخْرُجُ فِی الْمَرَاقِّ وَالاٰبِطِ۔ ۳۔ (مسند احمد)

۳۔ احمد نے ۶ / ۱۴۵، ۲۵۵ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

طعن (نیزہ بازی) تو اسے ہم نے جان لیا ہے طاعون کیا ہے اسے بتلایئے
آپ نے فرمایا: کہ ایک گلٹی ہے جیسے اونٹوں کے طاعون میں ابھرتی ہے انسان کے بغل کھال میں ابھرتی ہے۔

اطباء کے نزدیک نرم گوشت بغل، کان کے پیچھے کنج ران کا فاسد پھوڑا طاعون کہلاتا ہے، جس کا سبب خون ردی جس کی رداءت آمادہ عفونت و فساد ہوا اور جلدی زہریلے جوہر میں تبدیل ہو جائے، عفو کو فاسد کر دیتا ہے اور اس کے اردگرد بھی خراب ہو جاتا ہے، کبھی اس خراج سے ٹوٹ کر خون اور پیپ بہنے لگتا ہے، اس کی سمیت دل میں ردی کیفیات پیدا کی دیتی ہے۔ جس سے قے نقصان اور بے ہوشی کے دورے پڑنے لگتے ہیں' اگرچہ طاعون ہر ورم کو کہا جاتا ہے۔ جو قلب کو ردی کیفیات سے آشنا کرے، یہاں تک کہ مریض کے لیے ہلاکت کا باعث ہو۔ لیکن اصطلاح میں ایسے ورم کو کہتے ہیں جو غدود میں پیدا ہو اس لیے کہ اس غدود میں ورم کی وجہ سے رداءت صرف انہیں اعضاء تک سرایت کرتی ہے، جو طبعاً کمزور و بودے ہوتے ہیں۔ طاعون کی بدترین قسم وہ ہے جن کا ورم بغل اور کان کے پچھلے حصے کی گلٹیوں پر ہوتا ہے اس لیے کہ یہ دونوں جگہیں سر سے بہت زیادہ قریب ہیں۔ ان میں سے سرخ گلٹی سنگینی میں سب سے کمتر ہے، پھر اس کے بعد زرد کا درجہ ہے اور جو سیاہ ہو تو پھر اس کے حملہ سے تو کوئی بچا نہیں۔

عموماً طاعون وبائی انداز سے ہوتا ہے اور وباء پذیر ممالک میں ہوتا ہے جن کی فضا غذا آب و ہوا فاسد و خراب ہوتی ہے، اس لیے طاعون کو وباء کے لفظ سے یاد کیا جاتا ہے، جیسا کہ خلیل نے لکھا ہے۔ وباء طاعون ہے یا اس مرض کو کہتے ہیں۔ جو ہمہ گیر ہو، اور تحقیق یہ ہے کہ وباء اور طاعون میں عموم و خصوص کی نسبت ہے یہ اس لیے کہ ہر طاعون تو وباء ہوتا ہے مگر ہر وباء طاعون نہیں اسی طرح وہ بیماری جو ہمہ گیر ہوتی ہے وہ طاعون سے عام ہوتی ہے، اس لیے کہ طاعون تو ان وبائی امراض

میں سے ایک ہے، طاعون، دنبل زخم ورم ردی کو کہتے ہیں جو جسم کے کھلے ہوئے مقامات میں سے کسی جگہ پیدا ہو جائے۔
یوں سمجھیے کہ یہ قروح یہ ورم یہ دنبل طاعون کے آثار ہیں۔ فی نفسہ یہ طاعون نہیں ہیں، چونکہ اطباء کو بجز ان آثار ظاہرہ کے کوئی دوسری چیز نظر نہیں آتی' اس لیے انہیں آثار کو طاعون کے نام سے پکارنے لگے۔ طاعون تین تعبیرات کا نام ہے۔

پہلی چیز یہی اثر ظاہر جس کو اطباء طاعون کہتے ہیں۔

دوسری چیز وہ موت جو ان آثار کے ترتیب کے بعد واقع ہوتی ہے، اور غالب گمان ہے کہ حدیث میں اَلطَّاعُوْنُ شَهَادَةٌ لِكُلِّ مُسْلِمٍ سے یہی مراد ہے۔

تیسری بات وہ سبب فاعل جس سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے، اور حدیث صحیح میں موجود ہے۔

اِنَّہٗ بَقِيَّةُ رِجْزٍ اُرْسِلَ عَلٰى بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ۔ ا؎

اِنَّہٗ وَخْزُ الْجِنِّ ۲؎ اِنَّہٗ دَعْوَةُ نَبِيٍّ

کہ طاعون اس عذاب کا باقی ماندہ حصہ ہے جو بنو اسرائیل پر بھیجا گیا تھا۔ اور اسی میں ہے کہ طاعون جنوں کی خلش ہے، جو انسان کو تباہ کر دیتی ہے، اور اسی حدیث میں ہے کہ طاعون کسی پیغمبر کی بددعا کا اثر ہے۔

ا؎ بخاری نے ۶/ ۷۷ ۳ فی الانبیاء میں اس کا ذکر کیا ہے، اور مسلم نے حدیث اسامہ بن زید سے ۲۲۱۸ میں کیا ہے۔
۲؎ احمد نے ۴/ ۳۹۵، ۴۱۳، ۴۱۷، میں اور طبرانی نے معجم صغیر میں صفحہ ۷۱ پر ذکر کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے اور حاکم نے ۱/ ۵۰ میں اس کی تصحیح کی ہے، ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

یہ علل واسباب اطباء کے نزدیک واقع نہیں ہیں جس طرح ان کے پاس اس بیماری کو بتانے والی بھی کوئی چیز نہیں ہے، پیغمبر تو غائب آنکھوں سے اوجھل چیزوں کو بتاتے ہیں۔ اور اطباء نے طاعون کے سلسلہ میں جن آثار کو دریافت کیا ہے، اسے یوں بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ روح کے توسط سے نہیں ہوتا' اس لیے کہ ارواح کی تاثیر طبیعت امراض اور ہلاکت طبعی کوئی ایسی چیز نہیں جس کا کوئی انکار کر سکے، وہی انکار کرے گا جو رُوحوں اور اس کی اثرات سے بالکل ناواقف اور کورا ہوگا۔ یا اسے روح جسم اور طبیعت کے انفعال کے بارے میں ادنیٰ معلومات نہ ہوگی' باری تعالیٰ وباء کے پیدا کرنے کے وقت اجسام بنی آدم میں روحوں کو متصرف بنا دیتے ہیں۔ اسی طرح جب فضا اور آب وہوا فاسد ہو جاتی ہے اس وقت بھی ارواح کا اجسام انسانی میں تصرف کرتے رہنا۔ ایک کا اس تصرف سے متاثر ہونا ایک عام بات ہے، اس کا بالکل وہی حال ہے جیسا مواد رویہ کے ذریعہ بعض لوگوں پر ہیئت رویہ پیدا کرتے وقت دیکھنے میں آتی ہے، بالخصوص خون کے جوش صفرا کے احتراق اور منی کے جوش کے وقت دیکھنے میں آیا۔ اس لیے کہ ارواح شیطانی کی کارکردگی سے ان عوارض کے شکار لوگوں میں وہ صورت پیدا ہو جاتی ہے جو کسی دوسرے بد سے بد اثرات سے نہیں ہوتی البتہ اگر ان کو دفع کرنے والے اسباب ان سے قوی ہیں تو بہت ممکن ہے کہ یہ عوارض پیش نہ آئیں، مثلاً یاد الٰہی دعا غیر معمولی آہ وزاری خدا کے سامنے صدقہ قرآن کی تلاوت کہ ان کے ذریعہ ارواح ملکی کا نزول ہوتا ہے، جو

ارواح خبیثہ کو کھینچ کر مقہور کر دیتی ہیں۔ اور ان کے شر کو ہمیشہ کے لیے نیست و نابود بنا دیتی ہیں ان کے اثرات جاتے رہتے ہیں، ہم کو اس کا بارہا تجربہ ہو چکا ہے ان کو خدا کے سوا کوئی گرفت میں نہیں لاسکتا، ہم کو ان ارواح پاکیزہ کا نزول اور اس کی قربت کی کشش میں طبیعت کو قوی کرنے کی عجیب و غریب تاثیر نظر آئی، اسی طرح مواد رویہ کو دور کرنے میں بھی ان کی تاثیرات کا انکار ممکن نہیں، لیکن یہ اس وقت ممکن ہے، جبکہ ان ارواح خبیثہ اور مواد رویہ کا استحکام نہ ہوا ہو، اس لیے کہ استحکام و پائیداری کے بعد ان چیزوں کی جڑ کٹنا مشکل ہو جاتا ہے، پھر جس کے ساتھ توفیق الٰہی شامل ہوتی ہے وہ ان مفاسد کا احساس ہوتے ہی ان اسباب شر کو ان اسباب خیر سے ختم کرنے کی کوشش شروع کر دیتا ہے، اس لیے کہ ایسے امراض کی مفید ترین دوا یہی ہے جب خدا چاہتا ہے کہ اپنی قضا و تقدیر کا نفاذ فرماتے تو ان اسباب شرور کی معرفت اس کے تصور اور اس کے ارادے سے بندے کے قلب کو غافل کر دیتا ہے پھر اسے اس کا شعور ہی نہیں رہتا نہ کبھی اس کے ازالہ کا اسے ارادہ ہی ہوتا ہے۔ پھر باری تعالیٰ کی قضا و تقدیر کے احکام پورے ہو جاتے ہیں۔

اس کا بہت مفصل تذکرہ جب ہم علاج بالرقی اور معوذات نبوی اذکار دافع بلاؤ دعاؤں کا ذکر کریں گے جہاں ہم اچھے کاموں اور اسباب کی وضاحت کریں گے وہاں لائیں گے، اور وہیں یہ بھی بتلائیں گے کہ طب نبوی کی حیثیت عام طریقہ علاج کے مقابلہ ایسی ہے جیسے اس فن طب کی۔ ٹوٹکوں اور افسون کاری کہانت گری کے مقابلہ میں ہماری اس بات کا کھلے دل سے اعتراف حذاق اطباء ماہرین فن طب نے بھی کیا ہے وہیں ہم یہ بیان کریں گے کہ انسانی طبیعت کو سب سے زیادہ منفعل کرنے والی ارواح معوذات کی طاقت جھاڑ پھونک دعائیں ہوتی ہیں ان کی قوت عمل دوا کی قوت عمل سے کہیں بڑھ کر ہے، اس کا اثر تو اتنا زبردست ہوتا ہے کہ زہر قاتل کے اثرات بھی ختم ہو جاتے ہیں۔

بہر حال ہوا کا مسموم و فاسد ہونا اسباب تامہ طاعون میں سے ایک سبب ہے اس کی وجہ سے طاعون آگ کی طرح پھیلتا ہے، اس لیے کہ تمام اہل عقل و خرد نے اس بات کو تسلیم کر لیا ہے کہ جو ہر ہوا میں فساد سے وباء کا پھوٹ پڑنا ایک قوی تر سبب ہے، چونکہ اس موقع پر جو ہر ہوا رداءت میں مستحیل ہو جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی کیفیت رویہ ہوا پر غالب ہو جاتی ہے مثلاً عفونت بدبو اور زہریلی رداءت وقت و زمانہ کی پابند نہیں ہوتی یہ کسی بھی وقت کسی بھی زمانہ میں پیدا ہو سکتی ہے، اگرچہ گرمیوں کے ختم ہونے کے وقت اس کا حدوث عام طور سے دیکھنے میں آتا ہے اسی طرح خریف کی فصل میں اس لیے کہ فضلات مراری عموماً گرمیوں میں جمع ہو جاتے ہیں، اور اس کے آخر میں بجائے تحلیل ہونے کے پھوٹ پڑتے ہیں اور خریف میں فضا میں ٹھنڈک بڑھ جانے کی وجہ سے، بخارات و فضولات کے ٹل جانے کی وجہ سے یہ صورت اور بھی ترقی پذیر ہو جاتی ہے، اور چونکہ گرمیوں میں یہ تحلیل ہو جاتے ہیں اور خریف میں ان کی تحلیل رک جاتی ہے، اس رکاوٹ کی وجہ سے اس میں گرمی پیدا ہو کر عفونت پیدا ہو جاتی ہے، اس کے نتیجہ میں امراض عفنہ کی پیداوار شروع ہو جاتی ہے بالخصوص جب ان مواد عفنہ کو ایسے اجسام سے سابقہ ہوتا ہے جن میں پہلے سے استعداد ہوتی ہے اور ڈھیلے ڈھالے سستی پھرتی سے خالی جسموں میں مادہ کی کثرت ہوتی ہے پھر ایسی صورت میں بیماریوں سے پنڈ چھوٹ جائے ایک ناممکن سی بات ہے۔ بسنت کا موسم ان موسموں میں سب سے عمدہ ہے ان میں آدمی کی توانائی و

صحت بہتر سے بہتر ہوتی ہے، چنانچہ بقراط ا ۔ نے کہا ہے کہ خریف میں امراض کی شدت بڑھتی جاتی ہے اور مرض کا تناسب بھی بہت بڑھ جاتا ہے مگر موسم بہار میں تمام موسموں سے عمدہ فرحت بخش اور کم سے کم موت کا تناسب ہوتا ہے، ہمارے یہاں موسم خریف کی قدر صرف عطاروں اور گورکنوں غسالوں کفن برداروں کفن فروشوں کے یہاں ہوتی ہے، اس لیے کہ یہ موسم موت کا موسم ہوتا ہے، ان کی دوکانداری چمک اٹھتی ہے، اسی موسم کے انتظار میں وہ دوسروں سے قرض لیتے ہیں۔ گویا ان کے لیے خریف موسم بہار ہے، اس کی راہ دیکھتے رہتے ہیں۔ شدت کے ساتھ اس کے منتظر ہوتے ہیں۔ اس موسم کی آہٹ سے ان میں جان آ جاتی ہے، چنانچہ ایک حدیث میں ہے۔

ا۔ یونان کے قدیم اطباء میں سے ایک بہت نامور طبیب بقراط گذرا ہے، اس کی دو کتابوں تقدمۃ المعرفۃ وطبیعۃ الانسان کا ترجمہ عربی میں ہو چکا ہے اس کی وفات ۳۷۷ قبل مسیح میں ہوئی۔

اِذَا طَلَعَ النَّجْمُ ارْتَفَعَتِ الْعَاهَةُ عَنْ كُلِّ بَلَدٍ ا ۔

ثریا کے طلوع ہوتے ہی ہر شہر سے مصائب کوچ کر جاتے ہیں۔

ا۔ محمد بن حسن شیبانی نے کتاب الآثار صفحہ ۱۵۱ میں اور طبرانی نے صغیر کے ص ۳۰ اور ابونعیم نے تاریخ اصبہان ۱/ ۱۲۱ میں ابوحنیفہ عطاء اور ابو ہریرہ سے مرفوعا اس کو ان لفظوں میں اذا طلع النجم رفعت العاھۃ عن کل بلد، ذکر کیا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے، نجم ثریا ہے اور جامع المسانید ۲ / ۱۴ میں ابوحنیفہ نے عطاء عن ابی ہریرہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھلوں کو فروخت نہ کر دتا آنکہ ثریا طلوع ہو جائے، اور شافعی نے ۲ / ۱۶۷ اور احمد نے ۵۰۱۲ اور ۵۱۳۵ میں عبداللہ بن عمر سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بیع ثمار اس وقت تک نہ کی جائے، جب تک کہ مصیبت ٹل نہ جائے۔ عثمان بن عبداللہ بن سراقہ راوی نے دریافت کیا ابن عمر سے کہ یہ ٹلنا کب تک ہوتا ہے، آپ نے فرمایا: ثریا کے طلوع تک اور بخاری نے ۴ / ۳۳۰ میں ابوزناد سے روایت کیا ہے کہ مجھے خارجہ بن زید نے خبر دی کہ زید بن ثابت اپنے پھل اس وقت تک نہ فروخت کرتے جب تک کہ ثریا ستارہ طلوع نہ ہو جائے ان نصوص سے حدیث کے تیسرے معنی کی تعیین میں آسانی ہوتی ہے۔

بعضوں نے ثریا کا طلوع اور شادابی نبات مراد لیا ہے جو عموماً موسم بہار میں ہوتے ہیں، اسی طرح قرآن کریم میں ہے۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدَانِ۔ (الرحمن: ۷)

ستارے اور درخت دونوں سجدہ گزار ہیں۔ (رحمن ! ۷)

اس لیے کہ ان ستاروں کا پورے طور پر طلوع اور ان نباتات کا ایجاد پورے طور پر موسم ربیع میں ہوتا ہے یہ موسم وہی ہے، جس میں آفات سماوی وارضی ختم ہو جاتے ہیں، یا بہت حد تک کم ہو جاتے ہیں۔

ثریا تارے کا طلوع اگر فجر کے وقت ہو تو اس کے طلوع سے بکثرت امراض پیدا ہو جاتے ہیں اسی طرح سقوط ثریا سے بھی بکثرت بیماریاں ابھر آتی ہیں۔

علامہ تمیمی نے اپنی کتاب ''مادۃ البقاء'' میں لکھا ہے کہ سال میں سب سے خراب زمانہ اور سب سے بڑے مصائب کے نزول کا وقت پوری انسانی وحیوانی دنیا کے لیے دو ہیں۔ ایک وقت وہ ہے جب کہ ثریا طلوع ہو کر طلوع فجر کے وقت ڈوب جائے، دوسرا وقت وہ ہے جب ثریا مشرقی مطلع سے اس وقت طلوع ہو جبکہ سورج طلوع ہونے والا ہی ہو۔ اور اس کا یہ مطلع منازل قمر میں سے کسی ایک منزل سے ہو رہا ہو، وہ زمانہ وہی ہے جب فصل ربیع کاٹی جائے اور گا ہی

WWW.NAFSEISLAM.COM

جائے، البتہ اس کے طلوع ہونے کے وقت جو ضرر پہنچتا ہے، وہ خرابی میں اس ضرر سے کمتر ہے، جو اس ستارے کے ڈوبنے کے وقت پیدا ہوتا ہے اور وہی وقت ہے کہ سورج نکل رہا ہو اور اسی کے ساتھ یہ ستارہ ڈوب بھی رہا ہو۔

ابو محمد بن قتیبہ نے فرمایا کہ یہ بات مشہور ہے کہ ثریا جب طلوع ہوئی مصیبتوں کے دریچے کھل گئے، اس سے آدمی اور جانوروں میں اونٹ دونوں ہی طرح طرح کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں بالخصوص اس ستارے کا ڈوبنا یہ تو بس مصائب کا پیش خیمہ ہے۔

حدیث کی تفسیر میں ایک تیسرا قول بھی ہے جو سب سے زیادہ مناسب اور بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مراد النجم سے ثریا ہے اور عاھۃ سے وہ آفت ارضی وسماوی ہے جو کاشت اور پھلوں کو موسم سرما میں پیش آتی ہے، یا ابتداء فصل ربیع میں اس موسم میں ثریا کے طلوع سے کھیتیاں اور باغات تباہی سے بچ جاتے ہیں اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پھلوں کی خرید وفروخت سے منع فرمایا جب تک کہ اس میں پختگی کے آثار نہ پیدا ہو جائیں، یہاں مقصد یہ ہے وقول طاعون کا موسم بھی اسی موسم سے تعلق رکھتا ہے۔ جب کہ ثریا صبح کو فجر سے پہلے ڈوب جائے، تو یہ مصیبت طاعون اور بڑھ جاتی ہے۔ [1]

[1] اعوہ کہ مہلک ترد قاتل ترین غاۃ الشیئ بولتے ہیں جب اس پر کوئی افتاد آ جائے۔

فصل (۱۱)

وباء سے متاثر علاقوں میں آمد ورفت کے بارے میں پیغمبر کا طریقہ

پیغمبر خدا علیہ السلام نے امت کو ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری پہلے سے موجود ہو۔ داخل ہونے سے روک دیا ہے، اور آپ نے جہاں بیماری پھیل گئی ہو وہاں سے دوسرے ایسے علاقے میں جہاں یہ بیماری نہ ہو بھاگ کر جانے سے بھی روکا تا کہ غیر متاثر علاقے متاثر نہ ہوں' اس لیے کہ جن علاقوں میں بیماری پھیلی ہوئی ہے وہاں داخلہ کا مطلب یہ ہے کہ آپ خود کو اس بلا کے سامنے پیش کر رہے ہیں جہاں موت اپنا منہ کھولے کھڑی ہے اس آمادہ جساں ستانی علاقے میں اپنے آپ کو خود لے جا کر سپرد کر دینا، اور خود اپنے خلاف موت کی مدد کرنا کہ اس سے خود اس کو نقصان پہنچے، یہ ساری چیز خود کشی کے مترادف ہے، اور عقل وہوش شرع ودیانت کے بھی خلاف ہے بلکہ ایسی زمین اور علاقے میں داخل ہونے سے پرہیز کرنا اس احتیاط اور پرہیز میں شمار ہوگا، جس کا حکم خدائے پاک نے کیا ہے اور انسان کو اس رہنمائی کا پورا لحاظ رکھنا چاہیے، ایسی جگہوں سے دور رہنا ایسی فضا اور آب وہوا سے بچنا چاہیے جہاں اس قسم کی موذی

بلاؤں کا زور ہو۔ رہ گئی یہ بات کہ آپ نے ایسے علاقوں سے جہاں یہ وبا پھوٹ گئی ہو اس سے بھی نکل بھاگنے کو منع فرمایا اس کی غالباً دو وجوہ ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق ان مشکلات میں پھنسے ہوئے لوگوں کے ساتھ رہ کر باری تعالیٰ سے تعلق کی مضبوطی کو ظاہر کرنا' خدا پر بھروسہ کرنا' خدا کے فیصلہ پر مستقل مزاجی سے قائم رہنا' اور تقدیر کے نوشتے پر راضی رہنا۔

دوسری وجہ وہ ہے جسے تمام حذاق و ماہرین طب نے یکساں بیان کیا اور سرا وہ یہ کہ ہر وہ شخص جو وباء سے بچنا چاہتا ہے اس کو لازم ہے کہ وہ اپنے بدن سے رطوبات فضلیہ کو نکال ڈالنے کی سعی کرے اور غذا کی مقدار کم کردے اس لیے کہ ایسے موقع پر جب وباء کا زور ہے، جو رطوبات بھی پیدا ہوں گی' وہ رطوبات فضلیہ میں تبدیل ہو جائیں گی' اس لیے کم سے کم غذا استعمال کرے کہ بدن کی ضرورت سے زیادہ رطوبت پیدا نہ ہونے پائے، اور ہر ایسی تدبیر اختیار کرنا جس سے یہ رطوبت خشک ہو جائیں یا کم ہوتی رہیں۔ ضروری ہے، لیکن ریاضت و حمام کی اجازت نہیں اس سے اس زمانے میں سختی سے پرہیز کیا جائے، اس لیے کہ انسانی جسم میں ہر وقت فضولات ردیہ کسی نہ کسی مقدار میں موجود رہتی ہیں جن کا آدمی کو اندازہ نہیں ہوتا' اگر وہ ریاضت و حمام کر لیتا ہے، تو اس سے یہ فضولات ابھر جاتے ہیں اور پھر ابھار کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ کیموس ا۔ جید کے ساتھ مل جاتے ہیں، جس کی وجہ سے بڑی سے بڑی بیماری پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ طاعون کے پھیلنے کے وقت سکون اور آرام کی ضرورت ہوتی ہے، اور اخلاط کی شورش کو روکنا ضروری ہے اور وباء کے پھوٹنے کے وقت وباء کے مقام سے نکلنا دور دراز مقام کا سفر کرنا سنگین قسم کی حرکات کا متقاضی ہے۔ جو اصول مذکورہ کی روشنی میں سخت ضرر رساں ہوگا۔ اور تعدیہ وباء کا بھی اندیشہ ہے اس لیے مقر نہ کرنا ہی عمدہ ہے اور مقام وباء سے صحت کے مقامات کو جانا مضر خلائق ہوگا' اس روشنی میں اطباء کے کلام کی تائید بھی ہوگی' اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طبی حکمت اور بالغ تدبیر پر بھی روشنی پڑ گئی' اور اس ایک نہی سے قلب و بدن کی کتنی ہی بھلائیاں مقصود ہیں وہ بھی آئینہ ہو کر سامنے آ گئیں۔ ۲۔

ا۔ کیموس خلط یا کھانے کی وہ حالت جو معدہ کے ہضم کے بعد غذا میں پیدا ہو جاتی ہے۔ لفظ یونانی ہے۔

۲۔ اس میں ایک اور معنی پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ وبائی امراض کے تعدیہ کا انتقال قابل احتراز ہے۔

پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا یہ فرمانا لاتخرجوا فراراً منہ سے آپ کے بیان کے مطابق معنی مراد لینے میں کیا مانع ہے، اس لیے کہ آپ کسی خاص عارض کی وجہ سے سفر کرنے اور ایسے مقام سے نکلنے سے نہیں روکتے میں کہتا ہوں کہ سوال یہ ہے کہ کیا کسی طبیب نے ایسے مواقع پر حرکت سے روکا ہے یہ کسی دانشور اور حکیم کی بات ہو سکتی ہے۔ کہ لوگ طاعون پھیلنے کے وقت چلنا پھرنا اور دوسری حرکات قطعی بند کر دیں اور پتھر و پہاڑ کی طرح بس ایک جگہ جمع رہیں۔ بلکہ ہدایت تو صرف اتنی ہے کہ ممکن حد تک حرکات سے روکا جائے اور جو آدمی کہ اس وباء سے بھاگ کر حرکت کرتا ہے۔ اس کی حرکت تو کسی خاص ضرورت کے تحت نہیں ہے بلکہ صرف وباء سے فرار ہی مقصد بنا کر حرکت کرتا ہے، ایسے آدمی کے لیے جس پر اس وباء کا ہوا سوار ہو اس کے لیے راحت اور سکون ہی نافع ہے، اس سے وہ توکل علی اللہ کا مظاہرہ کرتا ہے، اور تقدیر الٰہی کے سامنے سر تسلیم خم کرتا ہے۔ مگر جو لوگ بلا حرکت کے اپنی معاش اور دوسری ضرورتوں کے

محتاج ہوں۔ ان کے لیے تو یہ حکم نہیں ہے کہ وہ بھی سکون و راحت اختیار کریں۔ جیسے کاریگروں کا طبقہ مسافرین کی ٹولی مزدوروں کے گروہ خوانچہ فروشوں کی جماعت ان کو تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ تم قطعاً ادھر اُدھر نہ کرو نہ پھرو نہ جاؤ نہ کماؤ ہاں ان کو روک دیا گیا ہے، جن کو اس قسم کی کوئی ضرورت نہیں مثلاً محض وباء کی ڈر سے بھاگنے والوں کا سفر۔

البتہ جن مقامات پر طاعون کی وباء پھوٹ چکی ہو وہاں داخلہ پر پابندی میں چند در چند حکمتیں اور مصالح ہیں۔

پہلا نفع — پریشان کن اسباب سے دوری اور اذیت ناک صورت حال سے پرہیز۔

دوسرا نفع — جس عافیت سے معاش اور معاد دونوں کا گہرا رابطہ ہے اسے اختیار کرنا۔

تیسرا نفع — ایسی فضا میں سانس لینے سے بچاؤ جس میں عفونت گھر کر گئی ہے، اور جس کا ماحول فاسد ہو چکا ہے۔

چوتھا نفع — جو لوگ اس مرض کے شکار ہیں ان کی قربت سے روک ان کے آس پاس پھرنے سے پرہیز تا کہ ان کے ساتھ رہنے کی وجہ سے ان تندرست لوگوں کو بھی اس مرض کے پاپڑ بیلنے نہ پڑیں۔

خود سنن ابوداؤد میں مرفوعاً روایت ہے۔

اِنَّ مِنَ الْقِرَفِ التَّلَفُ [1]

وباء میں گھسے رہنا ہلاکت ہے۔

[1] امام ابوداؤد نے ۳۹۲۳ میں کتاب الطب کے باب فی الطیرۃ کے تحت اور امام احمد نے ۳/۴۵۱ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی سند میں جہالت ہے۔

ابن قتیبہ نے قرف کا ترجمہ وباء سے قربت بیماروں کی مجاورۃ لکھا ہے۔

پانچواں نفع — بدفالی اور تعدیہ سے بچاؤ اس لیے کہ لوگ ان دونوں سے متاثر ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ طیرہ تو اس کے لیے ہے، جو بدفالی پسند کرتا ہے۔

ورنہ اس ممانعت میں کہ ایسے علاقوں میں داخل نہ ہوں صرف اجتناب اور احتیاط مقصود ہے نیز برباد کن اسباب اور تباہی آور وجوہ سے بھی سابقہ رکھنے سے ممانعت ہے اور فرار سے روکنے میں توکل، تسلیم و رضا، تفویض، خدا سپاری اس طرح پہلی صورت میں تعلیم و تادیب ہے، دوسری میں تفویض و تسلیم مقصود ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ فاروق اعظم شام کی ایک مہم پر روانہ ہوئے، جب آپ سرغ کے ایک علاقے میں پہنچے تو ابوعبیدہ بن جراح اور ان کے ساتھی کی ملاقات ان سے ہوئی ان لوگوں نے اطلاع دی کہ شام میں وباء پھیلی ہوئی ہے، اس خبر کو سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوئی کہ ہمیں آگے بڑھنا چاہیے یا لوٹ جانا چاہیے، آپ نے ان حالات میں ابن عباس سے فرمایا کہ مہاجرین اولین کے افراد جو شریک مہم ہیں بلا کر لائیے چنانچہ وہ ان کو بلا لائے آپ نے ان کے سامنے صورت حال مشورہ کے لیے رکھی، وہ لوگ کسی ایک بات پر متفق نہیں ہوئے، کسی نے کہا ہم ایک بڑی مہم پر نکلے ہیں اس لیے ہمیں اس مہم کو سر کئے بغیر واپس نہ جانا چاہیے، دوسروں کا مشورہ آیا کہ امت کے برگزیدہ اشخاص آپ کے ساتھ ہیں ہم آپ کو اس وبا میں ان کو بھیجنے کا مشورہ نہ دیں گے حضرت عمر نے ان سے کہا اچھا

آپ لوگ جائیں، پھر آپ نے انصار کو طلب فرمایا میں ان کو بلا کر لایا ان کے سامنے بھی بات رکھی ان کی روش بھی وہی رہی جو مہاجرین کی تھی' ان میں بھی اختلاف رہا پھر آپ نے ان سے بھی مجلس سے چلے جانے کا حکم دیا۔ پھر آپ نے مجھ سے کہا قریش کے وہ برگزیدہ جو فتح مکہ میں جناب نبی کریم علیہ السلام کے جلو میں تھے ان کو بلائیے میں انہیں بلا لایا ان میں کا کوئی اختلاف کا شکار نہیں رہا انہوں نے عرض کیا بہتر یہ ہے کہ آپ واپس چلے جائیں اور ان برگزیدہ اصحاب کو وباء کی بھینٹ نہ چڑھائیں اس کے بعد حضرت فاروق اعظم نے اعلان فرمایا کہ ہم کو صبح واپس ہونا ہے، چنانچہ صبح کو سب واپس ہونے کے لیے آئے، تو حضرت ابوعبیدہ بن جراح نے فرمایا امیر المومنین قضائے الٰہی سے گریز کر رہے ہیں آپ نے حضرت ابوعبیدہ سے فرمایا کہ ایسی بات آپ کے شایان شان نہیں آپ کے سوا کہہ سکتے ہیں' ہاں یہی سمجھ لیں کہ ایک تقدیر الٰہی سے دوسری تقدیر کی جانب ہم بھاگ رہے ہیں' یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ لوگ اپنے اونٹ لے کر کسی وادی میں اترتے ہیں جس کے دو کنارے ہیں ایک شاداب دوسرا خشک اگر شاداب علاقے میں چرانے کا موقعہ ملا تو قضا الٰہی سے ہے اور اگر خشک علاقے میں چرنے کا موقع ملا تو یہ بھی تقدیر الٰہی کی بنیاد پر ہے، اتنے میں حضرت عبدالرحمن بن عوف تشریف لائے جو اپنی کسی ضرورت سے کہیں گئے ہوئے تھے، اس موقع پر نہ تھے یہ ماجرا سن کر فرمایا کہ اس سلسلے میں میرے پاس واضح حکم ہے، میں نے پیغمبر خدا کو کہتے سنا۔

سَمِعْتُ مِنْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِذَا کَانَ بِاَرْضٍ وَ اَنْتُمْ بِھَا فَلَا تَخْرُجُوْا فِرَارًا مِنْہُ' وَاِذَا سَمِعْتُمْ بِہٖ بِاَرْضٍ فَلَا تَقْدَمُوْا عَلَیْہِ۔ [1]

میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے ہوئے سنا کہ جب کسی علاقے میں طاعون پھیل رہا ہو اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے بھاگ کر نہ نکلو اور اگر سنو کہ وبا پھیلی ہوئی ہے اور تم اس کے علاوہ تمام پر ہو تو پھر اس علاقے میں نہ جاؤ۔

---

[1] بخاری نے اسے ۱۰ / ۱۵۴ اور ۱۰ / ۱۵۷ میں روایت کیا ہے جو کتاب الطب سے متعلق ہے (حاشیہ جاری)

فصل (۱۲)

استسقاء کے علاج میں آپ کی ہدایت

صحیحین میں حضرت انس بن مالک نے یہ روایت فرمائی کہ

قَدِمَ رَھْطٌ مِنْ عُرَیْنَةَ وَعُکْلٍ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاجْتَوَوُا الْمَدِیْنَةَ فَشَکَوْا ذٰلِکَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَوْ خَرَجْتُمْ اِلٰی اِبِلِ الصَّدَقَةِ فَشَرِبْتُمْ مِنْ اَبْوَالِھَا وَاَلْبَانِھَا فَفَعَلُوْا فَلَمَّا صَحُوْا عَمَدُوْا اِلَی الرُّعَاةِ فَقَتَلُوْھُمْ

وَ اسۡتَاقُوا الۡاِبِلَ وَ حَارَبُوا اللّٰهَ وَ رَسُوۡلَهٗ فَبَعَثَ رَسُوۡلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیۡهِ وَ سَلَّمَ فِیۡ آثَارِ هِمۡ فَاُخِذُوۡا فَقَطَعَ اَیۡدِیَهُمۡ وَ اَرۡجُلَهُمۡ وَ سَمَلَ اَعۡیُنَهُمۡ وَ اَلۡقَاهُمۡ فِی الشَّمۡسِ حَتّٰی مَاتُوۡا۔ اؔ

"گذشتہ سے پیوستہ" اور باب مایذکر فی الطاعون قائم کیا ہے، اور مسلم نے نمبر ۲۲۱۹ حدیث السلام میں باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ونحوہا کے تحت، اس کا ذکر کیا ہے۔

سرغ:۔ حجاز سے متصل شام کے کنارے پر واقع ایک گاؤں کا نام ہے، غَدۡوَۃٌ عین کے ضمہ اور کسرہ کے ساتھ منقول ہے اس سے وادی کا کنارہ اور حصہ مراد ہے۔

اؔ بخاری نے اس حدیث کا ذکر ۱۲ / ۹۸ میں فی المحاربین فی فاتحہ اور کتاب الطب میں کیا ہے۔ اور اس باب الدواء ب ألبان الابل، اونٹ کے دودھ سے علاج قائم کیا ہے، اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۶۷۱ میں کتاب القسامہ کے باب حکم المحاربین کے تحت روایت کی ہے، اور ابوداؤد نے ۴۳۶۴ اور نسائی نے ۷ / ۹۳، ۹۴ میں ترمذی نے ۷۲ اور ابن ماجہ نے ۲۵۷۸ میں ذکر کیا ہے، البتہ مؤلف نے جن الفاظ کی نسبت کی ہے وہ مسلم میں نہیں ہے، اور نسائی ۷ / ۹۸ میں ہے کہ وہ یہاں تک پہنچے کہ ان کے رنگ پیلے پڑ گئے، اور شکم پھول کے بڑے ہو گئے اور حافظ ابن حجر نے (حاشیہ جاری)

عُرینہ اور عکل کے لوگوں کا ایک گروہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا ان لوگوں نے مدینہ کی اقامت ناپسند کی اور اس ناپسندیدگی کی شکایت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کی آپ نے فرمایا کہ اگر تم زکوٰۃ میں آئے ہوئے اونٹوں کا دودھ اور ان کا پیشاب استعمال کرتے تو مفید ہوتا انہوں نے ایسا ہی کیا جب یہ گروہ تندرست ہو گیا، تو بجائے احسان مند ہونے کے انہوں نے ان چرواہوں پر جان بوجھ کر حملہ کیا اور انہیں قتل کر ڈالا 'اور اونٹوں کو ہنکالے گئے اور آمادہ پیکار ہوئے، خدا اور رسول سے بغاوت کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی جستجو پر مہم روانہ فرمائی انہوں نے ان کو گرفتار کیا آپ نے ان کے ہاتھ کاٹنے پیر اڑا دینے آنکھوں میں سلائی ڈال کر آنکھ پھوڑ دینے کا حکم دیا، چنانچہ ان کے ساتھ یہ کیا گیا، اور انہیں دھوپ میں ڈال دیا گیا' اس اذیت کے ساتھ ان سب کی موت واقع ہوئی۔

اس بیماری کے استقاء ہونے کا اندازہ مسلم کی روایت سے ہوتا ہے، انہوں نے صحیح مسلم میں روایت فرمایا کہ انہوں نے شکایت میں یہ الفاظ کہے۔

اِنَّا اجۡتَوَیۡنَا الۡمَدِیۡنَةَ فَعَظُمَتۡ بُطُوۡنُنَا وَ ارۡتَهَشَتۡ اَعۡضَاؤُنَا وَ ذَکَرَ تَمَامَ الۡحَدِیۡثِ۔

ہم مدینہ میں اقامت گزیں ہوتے ہیں اس قیام کے نتیجہ میں ہمارے شکم بڑھ کر نکل آئے اور ہمارے اعضاء میں لرزش پیدا ہو گئی۔ پھر حدیث کا بالائی حصہ ذکر کیا۔

الجوی جوف شکم کی ایک بیماری ہے، اور استقاء مرض مادی ہے جس کا سبب ایک مادہ

"گذشتہ سے پیوستہ" فتح الباری میں نقل کیا ہے کہ ابوعوانہ سے روایت ہے کہ ان کے شکم بڑے ہو گئے اور حدیث کا لفظ اجتووا المدینۃ کے معنی ہے مدینہ میں اقامت گزیں ہوئے، یہاں کی فضا نے ان کے شکم میں ہوا بھر دی اور سُمل اعینھم کا معنی ان کی آنکھیں پھوڑ دی گئیں، ان کی روشنی جاتی رہی۔

غریبہ باردہ ہے، جو اعضاء کے خلل میں گھس جاتا ہے، جس سے ان اعضاء میں بڑھوتری آ جاتی ہے کبھی تمام اعضاء ظاہرہ میں یہ صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ کبھی ان خالی جگہوں میں جہاں غذا اور اخلاط میں مدبر اعضاء ہوتے ہیں اور اس کے نواحی میں یہ مادہ باردہ غریبہ گھس جاتا ہے، اور ان حصوں کے بڑھوتری کا سبب بن جاتا ہے، اس کی تین قسمیں ہیں، لحمی جو تینوں میں بدتر ہے۔ زقی، طبلی۔

اس بیماری کے علاج میں جن دواؤں کی سخت ضرورت ہے۔ وہ دوائیں ایسی ہونی چاہیے، جو ان مواد کو کھینچ کر ہلکے دستوں کے ذریعہ یا ادرار معتدل کے ذریعہ باہر کر دے، یہ دونوں خصوصیات اونٹوں کے دودھ اور پیشاب میں بدرجہ اتم موجود ہیں' پیغمبر علیہ السلام نے ان کو اس کے استعمال کا حکم فرمایا' اس لیے کہ گابھن اونٹنی کے دودھ میں جلا مادہ اور براز کی تلیین ہے جس سے نرم پاخانہ کے ساتھ مادہ غریبہ باردہ خارج ہو جانے، ڈھیلے پاخانے کے ساتھ اس میں پیشاب لانے کی بھی خاصیت ہے، خواہ یہ پاخانہ و پیشاب کسی قدر زیادہ ہو، خواہ کسی قدر کمتر ہو ان کے استعمال سے سُدے کھل جاتے ہیں یعنی ہر قسم کے روک کھل جاتے ہیں' اس لیے کہ عموماً ہر اونٹ شیح (درمنہ ترکی) قیصوم (ریۃ پتہ) بابونہ اقحوان (سوبھل) اذخر (گنڈھل) چرتے ہیں، اور اس کے علاوہ بہت سی دوسری گھاس جو مفید استقاء میں ان کی مرغوب غذا ہیں۔

یہ بیماری جگر کی خرابی کے بغیر پیدا نہیں ہوتی ا۔ اگر جگر سے کلیۃً نہیں تو کم از کم کسی قدر شرکت تو ضروری ہوتی ہے، اور عموماً سُدہ جگر اس کا سبب ہوتا ہے، اور عربی اونٹوں کا دودھ اس کے لیے اور سُدوں کو کھولنے کے لیے بہت مفید ہے اور دوسرے ایسے منافع بھی اس سے مرتب ہوتے ہیں، جو استقاء کو کم یا ختم کر دیتے ہیں۔

ا۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ استقاء ایک ایسا مرض ہے، جس میں انتفاخ بطن خصوصی علامت ہوتی ہے، اس لیے کہ باریتونی تجویف میں بدبو دار رطوبت پائی جاتی ہے، اس کے اسباب چند ہوتے ہیں جن میں سب سے اہم جگر کی دبازت رطوبی اور قلب کا نیچے آ جانا یا باریتونی تدرن یا اس قسم کا کوئی دوسرا سبب ہے اس کا علاج مسبب کو سامنے رکھ کر کیا جاتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

رازی نے کہا ہے کہ اونٹنی کا دودھ جگر کے تمام دردوں کے لیے دوائے شافی ہے، اسی طرح مزاج جگر کے فساد کو بھی ختم کر دیتا ہے، اسرائیلی نے کہا ہے کہ اونٹنی کا دودھ بہت زیادہ رقیق ہوتا ہے، اس میں مائیت اور تیزی یعنی سرعت نفوذ غیر معمولی ہوتی ہے اور غذائیت کے اعتبار سے سب سے کمتر ہوتا ہے، اس وجہ سے تمام غذاؤں میں فضولات کی تلطیف کے اعتبار سے زیادہ قوی ہے، اس کے کھانے سے دست آتے ہیں۔ اور جگر اور دوسری تجویفوں کے سُدے کھل جاتے ہیں۔ اس کی معمولی نمکینیت جو حرارت حیوانی کے بالطبع زیادہ ہونے کی وجہ سے اس میں موجود ہوتی ہے، اس کی تلطیف کی خصوصیات پر دلیل بین ہے، اسی وجہ سے ...... کے لیے استعمال ہونے والی دواؤں میں سب سے زیادہ قوی اور عمدہ تسلیم کیا جاتا ہے، اس کے سُدے کھولتا ہے، اس سے طحال کی صلابت بھی اگر یہ صلابت اور

ورم زیادہ پرانا نہ ہوتو اس سے فوراً تحلیل ہو جاتا ہے اور اگر حرارت جگر سے ہونے والے استقاء میں تھن سے نکلتے ہی گرم گرم دودھ اونٹنی کے بچے کے پیشاب کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو بہت زیادہ نافع ثابت ہوتا ہے، اس لیے کہ تھن سے نکلتے وقت کی دودھ کی گرمی کے ساتھ استعمال میں نمکینیت کسی قدر زیادہ ہوتی ہے، اس سے فضولات جلد منقطع ہو جاتے ہیں۔ اور اسہال بآسانی ہوتا ہے، اگر اس کے استعمال کے بعد بھی فضولات کا رخ نکلنے کی طرف نہ ہو اور اسہال میں دشواری یا تاخیر ہو رہی ہو تو پھر کسی دوسری دوائے مسہل سے کام لیا جائے، اور دست لائے جائیں دوائیں ایسی ہونی چاہیے جو استقا کی قاطع ہوں ا۔ صاحب قانون نے کہا ہے کہ اس کا کوئی خیال نہ کیا جائے کہ دودھ کا مزاج علاج استقاء کے مضاد ہے اس لیے کہ اونٹنی کا دودھ استقاء کے لیے تریاق ہے، کیونکہ یہ آنتوں کو صاف کرنے والا ہے، خواہ جس انداز کا بھی ہو اور بھی بہت سی خوبیاں اس میں ہیں اس لیے یہ دودھ نہایت درجہ مفید ہے۔ اگر کوئی مریض پانی کے بجائے صرف دودھ ہی کو استعمال کرتا ہے تو اس کی شفاء متیقن ہے، اس کا تجربہ ایسے گروہ پر ہو چکا ہے جن کو جنگلی

ا۔ طب عملی ونظری میں ایک عمدہ کتاب ہے، اس میں ادویہ کے احکام ہیں۔ اسے ابن سینا نے تصنیف کیا ہے۔ روم سے طبع ہوئی ۱۵۹۳ء اور اس کا لاطینی زبان میں ترجمہ کیا گیا پھر دوبارہ بندقیہ میں طبع ہوئی ۱۵۹۵ء میں۔

اسباب نے عرب ممالک میں ٹھہرا دیا تھا ضرورت نے انھیں اس مجرب دوا کے استعمال پر مجبور کیا استعمال کے بعد وہ توانا وتندرست بھی ہو گئے، اور سب سے زیادہ مفید عربی دیہات کے اصل اونٹ کا پیشاب ہے۔

اس واقعہ سے پیشاب کا بطور دوا استعمال کرنا اور اس سے شفا پانا معلوم ہوتا ہے نیز ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کی طہارت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ اس لیے کہ محرمات سے تو دوا کرنا بھی جائز نہیں ۲۔ اور ابتداء زمانہ اسلام میں تو پینے کے بعد منہ کی طہارت اور اونٹوں کے پیشاب جو کپڑے میں لگ گئے ہوں ان کو بھی دھونے کا حکم نہیں ملتا اور کسی چیز کے جواز عدم جواز کا بیان وقت گذر جانے پر کئے جانے کا کوئی تک نہیں، وہ حکم تو وقت ہی پر مطلوب ہوا کرتا ہے۔

اور ایسے سنگین مجرموں سے جنگ آزمائی کے حکم کی بنیاد پر ان کا چرواہوں کو قتل کرنا اور آنکھوں میں سلائی کرنا وغیرہ احادیث سے ثابت ہے۔

پوری جماعت کو قتل کرنے کا جرم بھی ان سے ثابت ہوا تھا اس لیے سب کو قتل کرنے اور ان کے ہاتھ پیر کاٹ لینے کا حکم دیا گیا۔

اگر مجرم ایسا خطا کار ہو کہ حد وقصاص دونوں ہی اس پر واجب ہوں تو ایسے موقع پر حد وقصاص دونوں ساتھ ہی ساتھ جاری ہوتے ہیں۔

آپ نے ان کے ہاتھ پیر ترشوانے ان کے جنگ آزمائی پر آمادہ ہونے کی وجہ سے، اور ان کا قتل چرواہے کے قتل کی وجہ سے ایک ہی وقت میں عمل کرنے کا حکم فرمایا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس لیے کہ کوئی جنگ آزما برسرپیکار اگر ل لے لیتا ہے، اور قتل کرتا ہے، تو اس کے ہاتھ پیر کاٹے جائیں گے اور اسے قتل بھی کر دیا جائے گا۔

کیونکہ یہ قاعدہ ہمیشہ سے ہے کہ جب مجرم کا جرم سنگین ہو تو اس کی سزا بھی متعدد اور سخت ترین ہوگی، اس لیے کہ یہ لوگ اسلام قبول کر کے مرتد ہوئے اور دوسروں کو جان سے مارا

ا۔ یہ غیر متفق ہے اور جواز بیان کرنے والے کی دلیل یہ ہے کہ اس وقت یہ حرام نہ رہا ہوگا۔

اور مقتول کی صورت بگاڑ دی، آنکھ پھوڑ کر ہاتھ پیر کاٹ کر، اور ان کی رقمیں بھی لے لیں اور کھلم کھلا اکڑے ہوئے لڑنے لگے۔

برسرپیکار مخالفین کی مدد کرنے والے برسرپیکار لوگوں کے حکم میں ہیں اس لیے کہ یہ بات کھلی ہوئی ہے کہ ہر ایک قتل وغارت میں خود شریک نہ تھا اور نہ پیغمبر علیہ السلام نے اس کے دریافت کی ضرورت سمجھی۔

کسی کو دھوکے سے قتل کرنے پر قاتل کا قتل واجب ہوتا ہے، اس میں معافی کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نہ بدلہ لینے دینے کا اعتبار ہے، یہی اہل مدینہ کا فیصلہ رہا۔ اور امام احمد کے نزدیک بھی دو صورتوں میں سے ایک صورت یہی ہے اور ہمارے شیخ شیخ الاسلام ابن تیمیہ ا۔ نے بھی اسی کو پسند کیا اور اسی پر فتویٰ دیا۔

ظظظ

فصل (۱۳)

طب نبوی میں زخموں کا طریقہ علاج

صحیحین میں ابو حازم سے روایت ہے کہ انہوں نے سھل بن سعد کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کا علاج احد کی جنگ میں کیسے کیا گیا۔

عَمَّا دُوِیَ بِهٖ جُرْحُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَوْمَ اُحُدٍ فَقَالَ جُرِحَ وَجْهُهٗ وَکُسِرَتْ رَبَاعِیَتُهٗ وَهُشِمَتِ الْبَیْضَةُ عَلٰی رَاسِهٖ وَکَانَتْ فَاطِمَةُ بِنْتُ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَغْسِلُ الدَّمَ وَکَانَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ یَسْکِبُ عَلَیْهَا بِالْمِجَنِّ

ا۔ یعنی الاسلام ابن تیمیہ کیجئے، السیاستہ الشرعیہ صفحہ ۶۹، ۷۵۔

فَلَمَّا رَاَتْ فَاطِمَةُ الدَّمَ لَایَزِیْدُ اِلَّا کَثْرَةً اَخَذَتْ قِطْعَةَ حَصِیْرٍ فَاَحْرَقَتْهَا حَتّٰی اِذَا صَارَتْ رَمَادًا اَلْصَقَتْهُ بِالْجُرْحِ فَاسْتَمْسَکَ الدَّمُ۔ ا۔

احد کی جنگ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زخموں کا علاج کیسے کیا گیا تو آپ نے فرمایا

کہ آپ کا چہرہ مبارک مجروح ہو گیا۔ آپ کے اگلے دانت ٹوٹ گئے اور خود چور ہو کر سر میں گھس گئی۔ حضرت فاطمہ آپ کی صاحبزادی خون دھوتی تھیں۔ اور علی بن ابو طالب ان زخموں پر پانی ڈھال سے بہاتے تھے جب حضرت فاطمہ نے دیکھا کہ خون بند ہونے کے بجائے بڑھتا جا رہا ہے، تو آپ نے چٹائی کا ایک ٹکڑا لے کر جلا دیا، جب راکھ ہو گیا تو آپ نے زخموں پر انہیں چپکا دیا، جس سے خون بند ہو گیا۔

۲۔ گون کی بنی ہوئی چٹائی کی راکھ سے خون بڑی عمدگی سے بند ہو جاتا ہے، اس لیے کہ اس میں خشک کرنے کی صلاحیت موجود ہے اس کے علاوہ اس سے زخموں میں چبھن بھی نہیں ہوتی کیوں کہ جو دوائیں خشک کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں، اگر اس میں خلش کا انداز ہو تو اس سے خون میں جوش آ جاتا ہے اور اس خلش سے خون کی ریزش بڑھ جاتی ہے، اور اس راکھ کا تو اس درجہ کرشمہ دیکھنے میں آیا کہ صرف اس راکھ کو یا اسے سرکے میں ملا کر نکسیر کے مریضوں کی ناک میں پھونک دیں تو عارف بند ہو جاتا ہے۔

ابن سینا نے قانون میں لکھا ہے کہ گون کی بنی چٹائی سیلان دم میں نافع ہے اسے روک دیتی ہے، اگر تازہ زخموں پر جن سے خون بہہ رہا ہو چھڑک دیں تو اسے مندمل کر دیتی

۱۔ بخاری نے جہاد ۶ / ۱۷ خود پہننے کا باب باب لبس البیضہ قائم کر کے اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۷۹۰ جہاد میں باب غزوہ "احد کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔"

۲۔ گون ایک دریائی گھاس ہے، جو نے کی طرح پانی میں بڑھتی ہے اس سے چٹائی بنائی جاتی ہے، قدیم زمانے میں اس کے چھلکے کتابت کے لیے استعمال ہوتے تھے۔

ہے، مصری کاغذ قدیم زمانے میں گون ہی سے بنایا جاتا تھا، اس کا مزاج خشک و سرد ہے، اس کی راکھ آکلۃ الفسم میں مفید ہے، خون کے تھوک کو بند کر دیتی اور گندے زخموں کو بڑھنے سے روکتی ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۱۴)

شہد و حجامت اور داغنے کے ذریعہ سے پیمبر کا طریقہ علاج

صحیح بخاری میں سعید بن جبیر نے ابن عباس سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَلشِّفَاءُ فِی ثَلَاثٍ شَرْبَةِ عَسَلٍ وَ شَرْطَةِ مِحْجَمٍ وَ كَيَّةِ نَارٍ، وَ اَنَا اَنْهٰی اُمَّتِی عَنِ

الکَيِّ۔ ا۔
شفا کے تین ذریعے ہیں۔ شہد کا استعمال، پچھنا اور داغ لگانا۔ (Cautery) اور داغ دینے سے میں اپنی امت کو روکتا ہوں۔

ابو عبداللہ مازری نے کہا ہے کہ امتلاء سے ہونے والے امراض حسب ذیل قسم کے ہوتے ہیں یا تو وہ امتلاء دم کی وجہ سے یا صفراء کے امتلاء کی وجہ سے یا بلغم کے امتلاء کی وجہ سے یا سوداء کے امتلاء کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں اگر یہ امتلاء دم کی وجہ سے ہے تو اس کا سہل علاج اخراج دم ہے، اور اگر باقی تین اخلاط کے امتلاء سے ہے تو اس کا آسان علاج اسہال کرانا اس اسہال میں بھی علاج کرتے وقت اس خلط کے مطابق دوا استعمال کرنی چاہیے، اور غالباً اسی

ا۔ بخاری نے طب کے باب الشفاء فی ثلاث میں ۱۰/ ۱۱۶ پر اس کا ذکر کیا ہے۔

سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت کو شہد کی طرف متوجہ فرمایا ہے، اس لیے کہ شہد ان مسہل دواؤں میں ہے، جو تین خلط میں سے کسی بھی ایک کو یا سب کو یکساں طور پر بدن سے نکال کر مریض کو بھلا چنگا کر دیتی ہے، اور علاج بالحجامہ کا ذکر فرما کر فصد کے ذریعہ علاج کی راہ ہموار کر دی ہے، چنانچہ اسی کو بعض نے کہا ہے کہ فصد شرطۂ محجم کے ماتحت آتی ہے، اور جب دوا کی ہر راہ علاج کا ہر طریقہ مسدود ہو جائے تو پھر داغ سے علاج کیا جائے گویا علاج کی آخری تدبیر یہی ہے اس لیے آپ نے اس کا دوا کے تحت ذکر فرمایا۔ اس لیے کہ جب طبیعت پر فرض کا غلبہ اتنا شدید ہو جائے کہ وہ ادویہ کی قوتوں کو مغلوب کر دے اور دوا کھلانے پلانے سے کوئی نفع نہ ہوتا ہو تو ایسے موقع پر مجبوراً اس طریقہ کو اختیار کیا جا سکتا ہے، چنانچہ آپ کا یہ فرمانا کہ میں اپنی امت کو داغ سے اجتناب کی ہدایت کرتا ہوں۔ اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

مَا اُحِبُّ اَنْ اَكْتَوِيَ ا۔
میں داغنا پسند نہیں کرتا۔

اس بات کا کھلا اشارہ ہے کہ علاج کی دوسری تدبیریں اختیار کی جائیں اگر ان سے نفع ہو جائے اور صحت کی راہ نکل آئے تو ہرگز ہرگز داغ دینے کی صورت نہ اختیار کی جائے، ابتدا مرض و بدایت علاج میں تو ہرگز یہ صورت اختیار نہ کی جائے، اس لیے کہ داغ سے جو اذیت اور تکلیف مریض کو پہنچتی ہے وہ اکثر اس اذیت سے کمتر ہوتی ہے جو خود داغ کرنے سے جسم مریض کو پہنچتی رہتی ہے۔

دوسرے اطباء نے کہا ہے کہ امراض مزاجیہ، یعنی سوء مزاج سے ہونے والی بیماری یا تو مادی ہوگی یا غیر مادی اور مادی بیماریاں یا تو حار ہوں گی یا تو بارد یا رطب ہوں گی یا یابس ہوں گی، یا ان سے مرکب ہوں گی، ان کیفیات اربعہ میں دو کیفیتیں فاعلی ہیں حرارت و برودت اور دو کیفیتیں منفعل ہیں، رطوبت و یبوست لہٰذا لازمی طور پر جب کبھی بھی کسی کیفیت فاعلہ کا غلبہ ہو گا

ا۔ بخاری نے طب میں باب من اکتوی اوکوی غیرہ، خودداغ لگوایایاکسی دوسرے کولگایا کے تحت ۱۰/ ۱۳۰ میں اس حدیث کوذکر کیااور مسلم نے نمبر ۲۲۰۵ السلام میں لکل داء دواء کے باب میں جابر بن عبداللہ کی حدیث سے روایت کیا۔

تو اس کے ہمراہ کیفیت منفعلہ بھی ہوگی اسی طرح سے بدن میں پائے جانے والے اخلاط کا بھی مسئلہ ہے اور تمام مرکبات کا بھی یہی انداز ہے کہ ان میں دو کیفیتیں موجود ہوں گی فاعلہ ومنفعلہ۔

اس سے یہ بات متعین ہوگی کہ امراض سوء مزاج اخلاط کی قوی ترین کیفیت حرارت وبرودت کے زیر اثر ہی ہوں گے۔اس لیے نبی کریم علیہ السلام کی ہدایت بطور تمثیل امراض کے علاج میں بنیادی نقطہ سے متعلق ہے جوان امراض میں بنیادی طور پر حرارت وبرودت سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے اگر مرض حار ہے تو اس کا علاج ہم خون نکال کر کریں گے خواہ وہ اخراج فصد کے ذریعہ ہو یا حجامت کے ذریعہ اس لیے کہ یہ استفراغ مادہ (خارج کرنے) کا ایک طریقہ ہے، جس سے مزاج میں تبرید پیدا ہوجاتی ہے، اور اگر مرض بارد ہے، تو اس کا علاج تسخین (گرمی لاکر) کے ذریعہ کریں گے اور تسخین کی یہ صلاحیت شہد میں موجود ہے،اب اگر مریض کے مادہ باردہ کا استفراغ (خارج کرنا) مقصود ہوتب بھی شہد ہی کام کرتا ہے۔اس لیے کہ شہد میں تسخین کے ساتھ مادہ کے نضج (پختہ) کرنے کی بھی صلاحیت موجود ہے مزید برآں شہد میں تقطیع مواد یعنی جڑ سے ختم کرنے اور تلطیف یعنی ہلکا کرنے یا کم کرنے کی صلاحیت موجود ہے اسی طرح خوب اچھی طرح جلاء (نکھارنے) کی بھی صلاحیت ہے اور تلیین مواد (ڈھیلا اور نرم) کرنے کی بھی اہلیت ہوتی ہے، جب یہ ساری خوبیاں شہد میں ہیں تو اس سے مادہ کا استفراغ آسانی سے بلا کسی اذیت کے ممکن ہے، مسہلات قویہ کی اذیت سے اس کے ذریعہ بچا جا سکتا ہے۔

رہ گیا داغ دینا (کے) تو یوں سمجھئے کہ تمام امراض مادی یا تو حار ہوں گے، جو تیزی سے کسی نہ کسی جانب رخ کریں گے ایسی صورت میں تیزی سے پچھلے سارے مرض میں کے کی ضرورت نہیں دوسری صورت یہ ہے کہ مرض مادی مزمن ہو تو اس کے علاج کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ استفراغ مادہ کے بعد جن اعضاء کو داغ دینا ممکن ہو انہیں داغ دیا جائے اس لیے کہ امراض مادی جب مزمن ہوتے ہیں۔تو اس میں مادہ باردہ غلیظہ یقینی طور سے عضو میں جڑ پکڑ لیتا ہے۔جس سے اس کا مزاج ہی فاسد ہوجاتا ہے، پھر جو تغذیہ کن غذا اور مواد وہاں پہنچتے ہیں۔وہ بھی اسی کی طرح ہو جاتے ہیں، اس طرح فساد جو ہر عضو میں بڑھتا ہی جاتا ہے جس سے اس عضو میں التھاب شدید کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے اس مادہ کو خارج کرنے کی صورت یہی ہے کہ اس جگہ کو داغ دیا جائے تاکہ وہ مستحکم مادہ جہاں جمع ہے وہاں داغ دینے سے ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے اس لیے کہ آگ ہر قسم کے موادکی تحریق کا کام دیتی ہے۔

اس سے یہ بات آئینہ ہوکر سامنے آ گئی کہ اس حدیث نبوی علیہ الصلوۃ والتسلیم میں تمام امراض مادی کا علاج موجود ہے، جس طرح سوء مزاج سادہ کا علاج ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت ان شدۃ الحمی من فیح جہنم فابردوھا بالماء ا۔ سے یعنی حمی یوم بیماری کا علاج آسان طور سے کئے جانے کی ہدایت فرمائی ہے۔

ظظظ

فصل (۱۵)

پچھنا لگوانا

حجامت کے بارے میں سنن ابن ماجہ کی روایت حدیث جبارہ بن مغلس جو ایک ضعیف راوی ہے، انہوں نے کثیر بن سلیم سے روایت کیا کہ انہوں نے انس بن مالک کو کہتے ہوئے سنا کہ:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا مَرَرْتُ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِیْ بِمَلَاءٍ اِلَّا قَالُوْا: یَا مُحَمَّدُ! مُرْ اُمَّتَکَ بِالْحِجَامَۃِ۔ ۲

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہدایت فرمائی کہ میں اس رات جس رات مجھے معراج میں لے جایا گیا جب بھی کسی گروہ پر گذرتا تو وہ گروہ کہتا کہ اے محمد اپنی امت کو حجامت کا حکم دو۔

اسی حدیث کو ترمذی نے اپنی کتاب جامع ترمذی میں ابن عباس سے ان لفظوں میں بیان کی۔

عَلَیْکَ بِالْحِجَامَۃِ یَا مُحَمَّدُ ۱

پچھنے لگانا ضروری جانو اے محمد

اور صحیحین میں حدیث طاؤس جو ابن عباس سے مروی الفاظ میں روایت ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَاَعْطَی الْحَجَّامَ اَجْرَہٗ۔ ۲

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا، اور حجام کو اس کی اجرت دی۔

اور صحیحین میں یہ حدیث حمید الطویل بروایت انس بن مالک مروی ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَجَمَہٗ اَبُوْ طَیْبَۃَ فَاَمَرَ لَہٗ بِصَاعَیْنِ مِنْ طَعَامٍ وَکَلَّمَ مَوَالِیَہٗ فَخَفَّفُوْا عَنْہُ مِنْ ضَرِیْبَتِہٖ وَقَالَ خَیْرُ مَا تَدَاوَیْتُمْ بِہِ الْحِجَامَۃُ۔ ۳

ا۔ یہ صحیح ہے، یہ حدیث پہلے آ چکی ہے۔

۲۔ یہ حدیث اپنی تمام شواہد کے ساتھ صحیح ہے، اس کو ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۷۹ کے ذیل میں ذکر کیا۔ (حاشیہ جاری)

"گذشتہ سے پیوستہ" اس کی سند ضعیف ہے، اور اسی باب میں ابن عباس کی روایت کو ترمذی نے ۲۰۵۴ نمبر حدیث میں ذکر کیا ہے، اور ابن مسعود سے ترمذی میں نمبر ۲۰۵۳ حدیث کے موجود ہے۔

ا۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ طب میں نقل کیا ہے باب ماجاء فی الحجامۃ کے ذیل میں اس کی سند میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے، اس کا حافظہ عمدہ نہ تھا۔ عبارت حدیث میں ضعف کی وجہ سے تغیر وتبدل کر دیتا تھا۔

۲۔ بخاری نے طب میں باب السعوط ۱۰/ ۱۲۴ کے ذیل میں ذکر کیا' اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۲۰۲ السلام میں باب لکل داء دواء کے تحت ذکر کر کے اخیر میں استعط کا لفظ زائد کیا یعنی ناک میں چڑھایا۔

۳۔ بخاری نے ۱۰/ ۱۲۶، ۱۲۷ میں طب کے باب الحجامۃ من الداء کے تحت ذکر کیا' اور مسلم نے نمبر ۱۵۷۷ کتاب المساقات میں باب حل اجرۃ الحجامۃ حجامت کے اجرت کے جواز کے ذیل میں ذکر کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پچھنا ابوطیبہ نے لگایا۔ آپ نے بطور اجرت دو صاع غلہ دیئے جانے کا حکم فرمایا اور اپنے غلاموں سے گفتگو فرمائی انہوں نے ابوطیبہ کا حصہ کم کر دیا، آپ نے فرمایا جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو۔ ان میں بہتر پچھنا لگا کر علاج کرنا ہے۔

جامع ترمذی میں عباد بن منصور کی روایت حضرت عکرمہ سے ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ عِكْرَمَةَ يَقُوْلُ كَانَ لِابْنِ عَبَّاسٍ غِلْمَةٌ ثَلَاثَةٌ حَجَّامُوْنَ فَكَانَ اِثْنَانِ يُغِلَّانِ عَلَيْهِ وَعَلَى اَهْلِهٖ وَوَاحِدٌ لِحَجْمِهٖ وَحَجْمِ اَهْلِهٖ قَالَ وَقَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نِعْمَ الْعَبْدُ الْحَجَّامُ يَذْهَبُ بِالدَّمِ وَيُخِفُّ الصُّلْبَ وَيَجْلُو الْبَصَرَ وَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَيْثُ عُرِجَ بِهٖ مَامَرَّ عَلَى مَلَاءٍ مِنَ الْمَلَائِكَةِ اِلَّا قَالُوْا عَلَيْكَ بِالْحِجَامَةِ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِيْهِ يَوْمَ سَبْعَ عَشْرَةَ، وَيَوْمَ تِسْعَ عَشْرَةَ وَيَوْمَ اِحْدَى وَعِشْرِيْنَ وَقَالَ اِنَّ خَيْرَ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ السَّعُوْطُ وَاللَّدُوْدُ وَالْحِجَامَةُ وَالْمَشِيُّ وَاِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لُدَّ فَقَالَ مَنْ لَدَّنِيْ؟ فَكُلُّهُمْ اَمْسَكُوْا فَقَالَ لَا يَبْقَى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ اِلَّا الْعَبَّاسُ۔[۱]

حضرت عکرمہ کو کہتے ہوئے سنا کہ کہتے تھے کہ ابن عباس کے تین غلام تھے جو حجامت کا کام جانتے تھے، ان میں سے دو آپ کے لیے اور آپ کے متعلقین کے لیے غلہ لاتے تھے، اور ایک ان کو اور ان کے متعلقین کو پچھنا لگانے کا کام

۱۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ اور ابن ماجہ نے ۳۴۷۸ میں ذکر کیا' اس کی سند ضعیف ہے اس لیے کہ عباد بن منصور ضعیف الروایہ ہے۔

کرتا' ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے فرمایا عمدہ غلام پچھنا لگانے والا ہے، جو پچھنا لگا کر خون نکالتا ہے۔ جس سے ریڑھ اور پشت کی گرانی جاتی رہتی ہے، نگاہوں کو روشنی بخشتا ہے اور یہ کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب معراج میں اوپر جاتے ہوئے فرشتوں کے جھرمٹ سے گذرتے تو ہر جھرمٹ کے فرشتے کہتے آپ پچھنا رواج دیں اور بہترین دن پچھنے کا ۱۷، ۱۹ اور ۲۱ ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ معالجہ کا بہترین طریقہ ناک سے دوا چڑھانا منہ سے کھلانا پچھنے لگانا اور سحر خرامی، آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی منہ سے

دوا پلائی گئی آپ نے دریافت کہ کس نے مجھے دوا پلائی تو سب خاموش رہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ہمارے خاندان کے ہر فرد کو دوا پلائی گئی سوائے عباس کے کہ ان کو دوا پلانے کی نوبت نہیں آئی۔

ظظظ

فصل (۱۶)

حجامت کے منافع

پچھنا بدن کے سطحی حصہ کو ستھرا اور صاف بناتا ہے، اس میں فصد سے زیادہ ظاہر جسم کے نقی و صفی بنانے کی صلاحیت ہے، اور بدن کے گہرے حصوں کی صفائی کے لیے فصد بہترین چیز ہے، حجامت سے جلد کے اطراف کا خون نکلتا ہے، اور سطح بدن مواد ردیہ سے صاف ستھرا اور پاک ہوجاتا ہے۔

میرا خیال اس سلسلہ میں یہ ہے کہ حجامت اور فصد دونوں کے منافع وقت مقام عمر اور مزاج کی روشنی میں مختلف ہوتے ہیں، منطقہ حارہ (گرم علاقے) اور فصول حارہ (گرم موسم) اور گرم مزاج لوگ جن کا خون پوری طرح پختہ ہوتا ہے، اس میں پچھنا زیادہ مفید ہے، ان کو پچھنا لگانے سے وہ نفع حاصل ہوتا ہے، جو فصد سے نہیں ہوتا اس لیے کہ جب خون میں نضج ہوجاتا ہے، تو اس میں رقت پیدا ہوجاتی ہے، وہ جلد کے اندرونی حصے کی طرف آجاتا ہے اس لیے حجامت سے ایسی صورت میں جو نفع متوقع ہے فصد سے کسی قیمت میں نہیں ہوسکتا، اسی لیے بچوں کو اور ان تمام لوگوں کو جو فصد کی طاقت نہیں رکھتے، حجامت ہی سے نفع پہنچتا ہے۔ نہ کہ فصد سے ویسے اطباء کے ایک بڑے گروہ نے یہ طے کیا ہے کہ گرم علاقے میں حجامت سے جو نفع پہنچتا ہے وہ فصد سے متوقع نہیں ہے۔ اس لیے یہاں پچھنا لگانا ہی مناسب ہے، اور پچھنا لگانے کا وقت نصف ماہ یا اس کے بعد مناسب سمجھا جاتا ہے۔ ورنہ مہینہ کے تین چوتھائی گذرنے کے بعد اس لیے کہ خون مہینے کے ابتدائی دنوں میں ہیجان اور جوش میں ہوتا ہے آخری ایام میں سکون پذیر ہوتا ہے۔ درمیان میں اور اس کے بعد انتہائی زیادت و کثرت میں ہوتا ہے۔

شیخ نے قانون میں کہا ہے کہ پچھنا لگانا ابتداء ماہ میں کسی طرح روا نہیں اس لیے کہ ابتدا میں اخلاط حرکت اور ہیجان سے نا آشنا ہوتے ہیں۔ اور نہ آخر ماہ میں اس لیے کہ اس زمانے میں تزاید کے بجائے نقص ہوگیا' بلکہ حجامت وسط ماہ میں ہونا چاہیے، جب کہ اخلاط پوری طرح پرشور ہوتے ہیں۔ اس لیے کہ چاند کی روشنی بڑھتی جاتی ہے۔ اور روشنی کی زیادتی سے ہیجان اور جوش اخلاط لازمی ہے، اور پیغمبر خدا سے روایت ہے۔

اِنَّہٗ قَالَ، خَیْرُ مَاتَدَاوَیْتُمْ بِہٖ الْحِجَامَۃُ وَ الْفَصْدُ ۔

آپ نے فرمایا سب سے عمدہ علاج جو تم علاجاً کرتے ہو۔ حجامت اور فصد ہیں۔

ا؎ حدیث بخاری میں باقی الفاظ موجود ہیں۔ بجز الفصد کے ۱۰ / ۱۲۲، ۱۲۷ حدیث انس کے یہ الفاظ ہیں۔ ان امثل ماتداویتم بہ الحجامۃ موجود ہے۔ مسلم نے حدیث ۱۵۷۷ میں یہ الفاظ نقل کئے ہیں۔ ان افضل ماتداویتم بہ الحجامۃ اوھومن امثل دواءکم' یعنی جن سے تم علاج کرتے ہو۔ ان میں سب سے افضل پچھنا لگانا ہے، تمھاری دواؤں میں سب سے بہتر دوا ہے، احمد نے ۳ / ۱۰۷ میں ان لفظوں سے روایت کی ''خیر ماتداویتم بہ الحجامۃ'' اور فصد کے لفظ سے ہم کو واقفیت نہیں ہے، جو دفتر حدیث ہمارے سامنے ہے ان میں ہم نے نہیں پایا، ڈاکٹر عادل ازھری نے لکھا ہے کہ حجامات دو قسم کی ہیں۔ تر اور خشک سینگیاں اور خشک تر سے مختلف ہوتا ہے، اس لیے کہ تر میں نشتر لگا کر پچھنا کیا جاتا ہے، (حاشیہ جاری)

دوسری حدیث میں ہے۔

خَيرُ الدَّواءِ الْحِجَامَةُ وَ الفَصْدُ

بہترین دوا حجامت اور فصد ہے۔

اوپر والی حدیث میں اشارہ اہل حجاز اور (بلاد حارہ) گرم علاقوں کے رہنے والوں کی طرف ہے، اس لیے کہ ان کا خون رقیق ہوتا ہے، اور یہ رقت کی وجہ سے بدن کے سطحی حصہ کی جانب اکثر موجود ہوتا ہے، اس لیے کہ گرم علاقوں کی گرمی ان کو بیرونی جانب کھینچ لاتی ہے اور وہ خون رقت کی وجہ سے بآسانی جلد کے نواحی میں کھنچ کر جمع ہو جاتا ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ ان علاقوں کے رہنے والوں کے مسامات حرارت کی وجہ سے کشادہ ہوتے ہیں۔ اور ان کے اعضاء کھوکھلے ہوتے، اس کھوکھلا پن کی وجہ سے فصد میں خطرہ ہے، اور حجامت ارادی تفرق اتصال ہے۔ عروق سے کلی طور پر استفراغ حجامت کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے اور عضو کے بہت سے ان عروق سے خون نکلتا ہے۔ جن سے عموماً استفراغ ممکن نہیں، اور فصد کے لیے مختلف رگوں کا تجویز کرنا نفع مخصوص کی بنا پر ہے۔ چنانچہ فصد باسلیق حرارت طحال اور دموی مواد کی بنا پر ہونے والے ہر قسم کے اورام کے لیے مفید ہے، اسی طرح پھیپھڑے کے ورم دموی شوصہ ا؎ (ایک

''گذشتہ سے پیوستہ'' تاکہ ماؤف حصے سے خون کا کچھ حصہ چوس کر نکال لیا جائے، مگر خشک پچھنا آج تک مروج ہے کہ اس سے عضلات کی تکلیف بالخصوص پشت کے عضلات جو رجع مفاصل ظہری کے نتیجے میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کو ختم کرنے کے لیے تر پچھنوں کا استعمال ھبوط قلب کی اس صورت میں جبکہ پھیپھڑوں سے رطوبات کی ترشیح ہو رہی ہو، آج بھی جائز ہے کہ سینے کے مہروں کے پچھلے حصے میں تر پچھنے لگائے جاتے ہیں، اور فصد کا طریقہ آج بھی مستعمل ہے۔ جبکہ قلب کا ھبوط ہو۔ اور ہونٹ اس کی شدت سے نیلے ہو جائیں، ورنہ تنفس میں غیر معمولی تکلیف اور تنگی بڑھ جائے، فصد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ ایک سوئی جس کی نالی کشادہ ہو۔ مریض کی کلائی کے ورید میں داخل کی جاتی ہے۔ اور ۳۰۰ مکعب'' سے لیکر ۵۰۰'' تک خون نکال لیا جاتا ہے۔ اس ترکیب سے بہتوں کی زندگی جو ھبوط قلب کی وجہ سے زندگی کے آخری مرحلے میں ہوتی ہے بچائی جا سکتی ہے۔

ا؎ شوصہ ذات الجنب کی طرح کا درد جو شکم میں ریاح کی وجہ سے پیدا ہو جاتا ہے۔ مریض اذیٔ بے چینی میں اس پٹی سر پٹکتا رہتا ہے۔

جان لیوا درد جو جوف شکم میں ریاح کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے) میں مفید ہے۔ اسی طرح ذات الجنب حار اور دیگر امراض دموی گھٹنے سے لیکر کولھے تک میں یکساں مفید ہے۔

اکحل میں فصد کرنا پورے بدن میں خون کی بنا پر ہونے والے امتلاء میں نافع ہے۔ اسی طرح وہ فساد دموی جس کا تعلق

پورے جسم سے ہو۔ اس میں بھی مفید ہے۔

قیفال کا فصد ۱؎ سر گردن کی تمام بیماریوں میں نافع ہے جو کثرت دم یا فسادِ خون کی وجہ سے پیدا ہوں ان میں نہایت درجہ نافع ثابت ہوتا ہے۔

فصد وداجین درد طحال دمہ ضیق النفس اور عصابہ ان تمام دردوں میں نافع ترین طریق علاج ہے۔

مونڈھوں کا پچھنا کندھے اور حلق کے درد کے لیے مفید ہے۔

گردن کے پہلوی حصہ کا پچھنا سر کی بیماریوں اور اس کے دوسرے اجزاء چہرہ زبان کان آنکھ ناک حلق کی بیماریوں میں غیر معمولی طور سے نافع ہے جبکہ خون کی زیادتی یا فسادِ خون کی وجہ سے یہ بیماریاں پیدا ہو گئیں ہوں، حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ فِي الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ۔ ۲؎

پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے گردن کے پہلوی حصوں اور گردن کے زیریں حصوں پر پچھنا لگوایا کرتے تھے۔

اور صحیحین میں حضرت انس ہی کی روایت ہے۔

۱؎ ایک ورید ہے جو بازو کے بیرونی جانب پائی جاتی ہے۔

۲؎ ترمذی نے سنن میں حدیث نمبر ۲۰۵۲ اور شمائل میں ۲ / ۲۲۳ اور ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۰ اور ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۸۳ اور احمد نے ۳ / ۱۱۹، ۱۹۲ میں نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ذہبی نے موافقت کی ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَجِمُ ثَلَاثًا وَاحِدَةً عَلٰى كَاهِلِهٖ وَاثْنَتَيْنِ عَلَى الْاَخْدَعَيْنِ۔ ۱؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین بار پچھنے لگواتے ایک بار اپنے مونڈھے پر اور دو بار گردن کے پہلوی حصوں پر۔

اور صحیح بخاری میں حضرت بن مالک سے روایت ہے کہ

اَنَّهٗ اِحْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ فِيْ رَاْسِهٖ لِصُدَاعٍ كَانَ بِهٖ ۲؎

آپ نے پچھنا لگوایا جب کہ آپ محرم تھے یعنی احرام باندھے تھے یہ پچھنا آپ نے دردِ سر کی بنا پر لگوایا تھا۔ جس سے آپ متاثر تھے۔

اور ابن ماجہ میں ہے۔

عَنْ عَلِيٍّ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَى النَّبِيِّ بِحِجَامَةِ الْاَخْدَعَيْنِ وَالْكَاهِلِ ۳؎

حضرت علی نے فرمایا کہ جبریل حجامت پہلوئے گردن و دوش کا حکم لے کر نازل ہوئے۔

ابوداؤد میں حضرت جابر کی حدیث مروی ہے۔

مِنْ حَدِيْثِ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِحْتَجَمَ وَرِكَه'

۱۔ مولف کو اس کی نسبت صحیحین کی طرف کرنے میں وہم ہوا ان دونوں نے اس حدیث کی تخریج اپنی کتابوں میں نہیں کی نہ ان میں سے کسی ایک ہی نے اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔ البتہ احمد اور مولفین سنن نے اس کی تخریج کی ہے۔ ہم اس سے پہلے کی تعلیق میں لکھ چکے ہیں۔

۲۔ بخاری نے ۱۰/۱۲۸ فی الطب میں بیان کیا ہے جہاں باب الحجامۃ علی الراس پچھنا سر پر لگانے کا بیان ہے اور عبداللہ بن بحینہ کی حدیث لائے ہیں۔

۳۔ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۸۲ میں لکھا ہے اس کی سند ضعیف ہے، اس لیے کہ اس کے راویوں میں اصبغ بن نباتہ تیمی ہے، جو ضعیف ہے۔

مِنْ وَثْيٍ كَانَ بِهٖ ۱۔

حضرت جابر نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کولہے پر پچھنا لگوایا۔ اس لیے کہ کولہا موچ کھا گیا تھا۔

ظظظ

فصل (۱۷)

گدی پر سینگیاں کھنچوانے میں علماء طب کا اختلاف

ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع ذکر کی ہے۔

عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةِ الْقَمَحْدُوَةِ، فَاِنَّهَا تَشْفِيْ مِنْ خَمْسَةِ اَدْوَاءٍ ذُكِرَ مِنْهَا الْجُذَامَ ۲۔

تم نقرۃ وہ پر جسے فاس الراس کہتے ہیں۔ پچھنا لگانا اہم سمجھو اس لیے کہ اس حجامت سے پانچ بیماریوں سے نجات ملتی ہے، اس میں سے ایک جذام بھی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۱۔ ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۴ کے تحت ذکر کیا اس کے رجال ثقہ ہیں۔ وثی موچ کو کہتے ہیں۔ جس میں عضو میں درد ہوتا ہے مگر کسر نہیں ہوتا چنانچہ محاورہ ہے۔ وثت الید والرجل ہاتھ پیر میں موچ آ گئی درد ہو گیا ٹوٹا نہیں یہ موثوء ہیں۔ یعنی موچ خوردہ ہمزہ کو نکال کر وثی بولتے کہتے ہیں۔ نسائی نے ۵/۱۹۴ میں بسلسلہ حج باب حجامۃ المحرم علی ظہر القدم میں ان لفظوں میں روایت کیا ہے اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ عَلٰى ظَهْرِ الْقَدَمِ مِنْ وَثْيٍ كَانَ بِهٖ کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے پچھنا لگوایا اور آپ حالت احرام میں تھے اپنی پشت یا پیر کی موچ کی تکلیف کی بنا پر جو پیر کو پہنچی تھی۔

۲۔ سیوطی نے اسے جامع صغیر میں ذکر کیا ہے اور طبرانی ابن السنی اور ابو نعیم نے اس کی نسبت حدیث صہیب کی جانب کی ہے اور ہلکا اشارہ ضعف کا بھی ہے۔

اور ایک دوسری حدیث میں ہے۔

عَلَيْكُمْ بِالْحِجَامَةِ فِي جَوْزَةِ الْقَمَحْدُوَةِ فَاِنَّهَا شِفَاءٌ مِنْ اِثْنَيْنِ وَسَبْعِيْنَ دَاءً ۱۔

تم گدی کی ہڈی کے ابھار پر پچھنا لگواؤ، اس لیے کہ اس میں بہتر بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

اطباء کی ایک جماعت اسے پسند کرتی ہے، چنانچہ ان کا خیال ہے کہ اس حجامت سے جحوظ عین (آنکھوں کا ڈھیلا باہر نکل آنا) کو مفید ہے، آنکھ کی پتلیوں میں جو ابھار پیدا ہو جاتا ہے اس کو دفع کرتا ہے اسی طرح آنکھ کے بیشتر امراض کو اس سے نفع ہوتا ہے، پپوٹوں اور بھوؤں کی گرانی ختم ہو جاتی ہے، اور بامنی کے لیے بھی مفید ہے۔ اور یہ روایت ہے کہ حضرت احمد بن حنبل کو کسی مرض میں اس کی ضرورت محسوس ہوئی تو آپ نے اپنی گدی کے دونوں جانب پچھنا لگوایا۔ نقرہ پر حجامت نہیں کرائی، اور نقرہ کی حجامت کو ناپسند کرنے والوں میں مصنف قانون شیخ ابن سینا نے قانون میں لکھا ہے کہ اس سے نسیان یقینی طور پر پیدا ہوتا ہے، جیسا کہ ہمارے پیغمبر آخر الزماں نے فرمایا کہ موخر دماغ یادداشت کی جگہ ہے، اور موخر دماغ کی حجامت سے حافظہ جاتا رہتا ہے۔

دوسروں نے اس کی تردید کی اور کہا کہ خود حدیث کا ثبوت معرض بحث میں ہے۔ اور اگر یہ حدیث رسول ثابت ہو جائے تو اس سے بلا ضرورت حجامت کی ممانعت ہوتی ہے کہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے، مگر جس مریض میں خون کا غلبہ ہو تو گدی کی حجامت کا شرعاً اور علاجاً دونوں طرح جواز موجود ہے، بلکہ نفع بخش ہے، اس لیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پچھنا لگانا اور وہ بھی گدی کے مختلف حصوں میں ضرورت کے مطابق حدیث سے ثابت ہے، اور گدی کے علاوہ جگہوں پر بھی حسب ضرورت آپ نے پچھنا لگوایا' پھر پچھنا لگانا کیسے قابل اعتراض ہو سکتا ہے، جبکہ صورت حال کے مطابق ہو۔

ظظظ

ا۔ ہیثمی نے اسے مجمع ۵ / ۹۴ میں لیا ہے، صہیب رضی اللہ عنہ سے اور کہا ہے کہ اسے طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے راوی ثقات ہیں۔

فصل (۱۸)

پچھنا لگوانے کے فوائد

WWW.NAFSEISLAM.COM

حجامت ٹھوڑی کے زیریں حصہ میں کرانے سے دانت چہرے اور حلقوم کا درد جاتا رہتا ہے، مگر مناسب وقت میں حجامت کی شرط بھی ساتھ ساتھ ہے، اس پچھنے سے سر اور جبڑے کے مواد ردیہ کی صفائی ہو جاتی ہے، اور پشت پا پر پچھنا لگانا اتنا ہی مفید ہے، جتنا صافن رگ کی فصد کرانا، صافن ٹخنے سے لگی ہوئی ایک ورید ہے، اس کے باعث رانوں اور پنڈلیوں میں زخم نہیں ہوتے، اور اگر ہو گئے ہوں تو مندمل ہو جاتے ہیں، اسی طرح حیض کے انقطاع میں بھی مفید ہے، خصیوں کو خارش سے بھی نجات ملتی ہے۔

اور سینے کے زیریں حصے میں پچھنا لگانے سے ان میں دنبل والے خارش کے نکلنے سے نجات ہو جاتی

ہے، اسی طرح نقرس (چھوٹے جوڑوں کا درد) بواسیر، فیل پا ا۔ پیٹھ کی خارش سے بھی کلیۃ نجات مل جاتی ہے۔

ظظظ

فصل (۱۹)

پچھنا لگانے کا موسم اور ایام

ترمذی نے ابن عباس سے مرفوعہ حدیث نقل کی ہے۔

اِنَّ خَیْرَ مَا تَحْتَجِمُوْنَ فِیْهِ یَوْمُ سَابِعَ عَشَرَةَ اَوْ تَاسِعَ عَشَرَةَ وَیَوْمُ

ا۔ داءالفیل فیل پا ایک مرض ہے، جو مادہ کثیف کی وجہ سے پیر اور پنڈلی میں پیدا ہوتا ہے۔ جس میں چھوٹی چھوٹی گڑیاں پیدا ہو کر جلد کو ناہموار بنا دیتی ہیں۔

اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ ا۔

ہر مہینے کی بہترین تاریخ پچھنا لگانے کے لیے سترہ یا انیس یا اکیس تاریخ ہے۔

اور ترمذی میں ہی، حضرت انس ؓ سے روایت ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَحْتَجِمُ فِی الْاَخْدَعَیْنِ وَالْکَاهِلِ وَکَانَ یَحْتَجِمُ لِسَبْعَةَ عَشَرَ وَتِسْعَةَ عَشَرَ وَفِی اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ ۲۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی گردن کے پہلوی حصے میں اور کاندھے کے پچھلے حصے میں سترہ اور انیس یا اکیس تاریخ کو حجامت کراتے۔

اور سنن ابن ماجہ میں حضرت انس سے مرفوعاً مروی ہے۔

مَنْ اَرَادَ الْحِجَامَةَ فَلْیَتَحَرَّ سَبْعَةَ عَشَرَ اَوْ تِسْعَةَ عَشَرَ اَوْ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ لَا یَتَبَیَّغُ بِاَحَدِکُمُ الدَّمُ فَیَقْتُلَه ۳۔

جو پچھنا لگانے کا ارادہ کرے تو انتظار کرے ۱۷، ۱۹، یا ۲۱، تاریخ خون میں جوش نہ آنے دو، کہیں اس سے جان پر بن نہ آئے۔ (ہائی بلڈ پریشر)

اور سنن ابوداؤد میں ابوہریرہ سے مرفوعاً ہے۔

ا۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۴ میں ذکر کیا ہے، اس کی سند ضعیف ہے۔ اس میں عباد بن منصور راوی ضعیف ہے جس کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔

۲۔ ترمذی نے طب کے سلسلہ میں حدیث نمبر ۲۰۵۱ طب میں باب ماجاء فی الحجامۃ کے تحت ذکر کیا ہے، اس کے رجال ثقہ ہیں۔ اور ترمذی نے اسے حدیث حسن غریب لکھا ہے۔

۳۔ ابن ماجہ نے اسے حدیث نمبر ۳۴۸۶ کے ذیل پر ذکر کیا ہے، اس میں نہاس بن قہم ہے، جو ضعیف ہے، لیکن اس کی ایک حدیث ابوہریرہ سے مؤلف

خود آگے لا رہے ہیں اس سے کسی قدر عمدگی کی شہادت ملتی ہے، ابوداؤد نے اسے حدیث نمبر ۳۸۶۱ اور بیہقی نے اپنے طریق سے ۹ / ۳۴۰ میں ذکر کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، اور ابن عباس کی وہ حدیث جو گذر چکی وہ بھی موجود ہے۔

مَنِ احْتَجَمَ لِسَبْعَ عَشَرَةَ اَوْ تِسْعَ عَشَرَةَ اَوْ اِحْدٰی وَ عِشْرِیْنَ كَانَتْ شِفَاءً مِنْ كُلِّ دَاءٍ ا ؎

جو پچھنے کے لیے سترہ وانیس یا اکیس تاریخ چاند کی اختیار کرے گا' اسے ہر بیماری سے نجات وشفاء ہوجائے گی۔

یعنی ایسی بیماریاں جو خون کے غلبہ سے یا حرارت کی زیادتی کی بنیاد پر ہوں گی، ان کو شفاء ہوگی۔

ان احادیث میں اور اطباء کے اجماع میں بڑی یکسانیت ہے کہ حجامت کمال قمر کے بعد مہینے کی دوسری تنصیف میں ہونا چاہیے، یا تیسری چوتھائی میں اس لیے کہ اس زمانے میں حجامت سے بڑا نفع متصور ہے، یہ حجامت نہ ابتداء ماہ میں ہو نہ نہایت ماہ میں ایمرجنسی کے موقع پر ہر وقت حجامت جائز ہے خواہ وہ ابتداء ماہ میں ہو خواہ آخر مہینہ میں اس سے نفع ہی ہوگا۔ نقصان کا سوال نہیں۔

اور خلال نے عصمہ بن عصام سے روایت کی ہے کہ مجھ سے حنبل نے ذکر کیا کہ ابوعبداللہ احمد بن حنبل ہر اس موقعہ پر جب خون میں جوش ہو پچھنا لگواتے تھے، اس کے لیے نہ وقت اور نہ ساعت کسی چیز کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔

شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ دن میں اس کے اوقات دوسرا پہر یا تیسرا پہر ہے البتہ حمام کے بعد حجامت کرنے سے پرہیز کرنا چاہیے، ہاں وہ شخص اس سے مستثنیٰ ہے، جس کا خون غلیظ ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ حمام کرکے آرام کرے پھر ایک پہر آرام کے بعد پچھنا لگوائے۔

اسی طرح اطباء کھانا کھانے کے بعد بھی سینگی کھنچوانے کو منع کرتے ہیں کہ اس سے سُدے پیدا ہونے یا برے امراض کا اندیشہ ہے۔ بالخصوص جبکہ غذا بھی خراب اور غیر لطیف ہو، اور ایک اثر ہے جس میں کہا گیا ہے۔ کہ سینگی کھچوانا نہار منہ شفاء ہے اور بھر پیٹ کھانے کے بعد بیماری ہے۔ اسی طرح مہینے کی ۱۷ تاریخ کو حجامت شفاء ہے۔

ا؎ ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۶۱ میں ذکر کیا اس کی سند حسن ہے، یہ پہلے گذر چکی ہے۔

ان اوقات کا حجامت کے موقع پر اختیار کرنا محض مزید اذیت سے بچنا ہے، اور حفظان صحت کے طور پر ہے۔ مگر علاج کے موقع پر اگر ضرورت ہو کہ ان قوانین کی رعایت نہ کی جائے تو اس وقت پھر ایمرجنسی کے طریقے اختیار کیے جائیں اور جو مناسب ہو اسی کو اپنائیں، آپ کے اس فرمان ''لا یتبیغ باحدکم الدم فیقتلہ'' میں اس پر روشنی پڑتی ہے کہ ایمرجنسی میں ہیجان دم کا لحاظ نہ کریں اور فوراً سینگیاں کھنچوائیں تاکہ ہیجان خون ختم ہوجائے ہم اس سے پہلے امام احمد بن حنبل کا فعل نقل کرچکے ہیں۔ کہ ان کو جب بھی ہیجان دم ہوا انہوں نے وقت دن وغیرہ کا لحاظ کیے بغیر پچھنا کھنچوالیا تھا۔

ظظظ

فصل (۲۰)

حجامت کے لیے ہفتے کے دنوں کا تعین

خلال نے اپنی جامع میں لکھا ہے کہ حرب بن اسماعیل نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن حنبل سے پوچھا کہ کیا حجامت کسی دن ناپسند اور ممنوع بھی ہے، تو آپ نے فرمایا کہ چہارشنبہ کو بیان کرتے ہیں۔

اور اسی کے لگ بھگ وہ حدیث بھی ہے جو حسین بن حسان سے مروی کہ میں نے ابوعبداللہ احمد بن حنبل سے دریافت کیا کہ سینگی کھنچوانا کس دن ممنوع ہے تو آپ نے کہا چہارشنبہ و شنبہ کو بعض جمعہ کے دن کو بھی کہتے ہیں، اور انہیں خلال نے ابوسلمہ اور ابوسعید مقبری کے واسطے سے حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع لکھی ہے۔

مَنِ احْتَجَمَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ أَوْ يَوْمَ السَّبْتِ فَأَصَابَهُ بَيَاضٌ أَوْ بَرَصٌ فَلَا يَلُوْ مَنَّ إِلَّا نَفْسَهُ [1]

---

[1] حاکم نے ۴/۴۰۹ میں اور بیہقی نے ۹/۳۴۰ میں اسے بیان کیا ہے اس کی سند میں سلیمان بن ارقم ہے۔ جو متروک الروایہ ہے۔

جس نے بدھ یا سنیچر کے دن پچھنا لگوایا پھر اسے جلد میں سفیدی یا برص کا مرض ہو گیا تو اسے خود کو ملامت کرنا چاہیے۔

انہیں خلال نے محمد بن علی بن جعفر کی بات نقل کی ہے کہ یعقوب بن بختان نے احمد بن حنبل سے بال صفا لگانے اور سینگی کھنچوانے کے بارے میں سوال کیا کہ سنیچر بدھ کو جائز ہے، تو آپ نے اسے برا سمجھا اور یہ کہا کہ مجھے بتلایا گیا کہ ایک شخص نے بدھ کو بال صفا لگایا اور سینگی بھی کھنچوائی تو اسے برص ہو گیا تو میں نے ان سے کہا کہ کیا اس نے پیغمبر کی بات کی بے وقعتی کی تو آپ نے فرمایا بلاشبہ

دارقطنی نے کتاب الافراد میں حدیث نافع کو یوں ذکر کیا ہے کہ نافع نے بیان کیا عبداللہ بن عمر نے فرمایا کہ میرے خون میں ہیجان پیدا ہو گیا ہے، اس لیے کوئی سینگی لگانے والے کو بلا لاؤ جو نا تجربہ کار بچہ ہو نہ بے کار بڈھا ہو۔ اس لیے کہ

فَإِنِّي سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ الْحِجَامَةُ تَزِيْدُ الْحَافِظَ حِفْظًا۔ وَالْعَاقِلَ عَقْلًا فَاحْتَجِمُوْا عَلَى اسْمِ اللّٰهِ تَعَالَى وَلَا تَحْتَجِمُوْا الْخَمِيْسَ، وَالْجُمُعَةَ، وَالسَّبْتَ، وَالْأَحَدَ وَاحْتَجِمُوْا الْإِثْنَيْنِ، وَمَا كَانَ مِنْ جُذَامٍ وَلَا بَرَصٍ إِلَّا نَزَلَ يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ۔

پیغمبر خدا کو کہتے سنا کہ حجامت سے یاد کرنے والے کی یادداشت اور عقل والے کی زیرکی میں زیادتی ہو جاتی ہے۔ خدا کا نام لے کر پچھنا لگواؤ اور نہ پنجشنبہ نہ جمعہ نہ سنیچر نہ اتوار ان دنوں

میں حجامت مت کراؤ، بلکہ دوشنبہ کو پچھنے لگواؤ اور برص وجذام جیسے جلدی امراض آسمان سے زمین کی جانب بدھ کو اترتے ہیں۔

دار قطنی کی اس روایت میں زیاد بن یحیٰی [1] منفرد ہیں، اور اسی روایت کو ایوب نے

[1] ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۸۷، ۳۴۸۸، میں حاکم نے ۴/۴۰۹ میں ضعیف سندوں کے ساتھ ذکر کیا ہے، ابن حجر نے "فتح الباری" میں لکھا ہے کہ خلال نے احمد سے نقل کیا ہے کہ وہ حجامت کو ان دنوں میں مکروہ سمجھتے تھے، اگرچہ حدیث سے یہ بات ثابت نہیں۔

نافع سے بیان کی ان کے الفاظ یہ ہیں۔

وَاحْتَجِمُوا يَوْمَ الْإِثْنَيْنِ وَالثُّلَاثَاءِ وَلَا تَحْتَجِمُوا يَوْمَ الْأَرْبِعَاءِ۔

پچھنا لگواؤ دوشنبہ اور سہ شنبہ کو اور چہارشنبہ کو سنگیاں نہ کھنچواؤ۔

اور ابوداؤد کی روایت میں حدیث ابوبکرہ سے ہے کہ آپ حجامت منگل کو پسند نہ کرتے تھے اور فرماتے تھے کہ

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَوْمُ الثُّلَاثَاءِ يَوْمُ الدَّمِ وَفِيْهِ سَاعَةٌ لَا يَرْقَأُ فِيْهَا الدَّمُ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منگل کو خون کا دن ہے اس دن ایک ایسی گھڑی ہوتی ہے۔ کہ اس میں خون تھمتا ہی نہیں۔

ظظظ

فصل (۲۱)

روزہ دار کے لئے پچھنا لگوانے کا جواز

مندرجہ بالا احادیث کی روشنی میں علاج کرنے کی ضرورت اور حجامت کرنے کا استحباب معلوم ہو گیا اور یہ کہ بیماری کا جہاں تقاضا ہو وہیں پچھنا لگایا جائے اور محرم کے حجامت لگوانے کا جواز بھی ان حدیثوں سے معلوم ہوا اگر اس حجامت کے لیے کچھ بالوں کا کترنا بھی ضروری ہو تو وہ بھی کر لیا جائے، اور ایسے موقعہ پر حجامت کرانے کا فدیہ بھی دینا واجب ہے یا نہیں وجوب کے اسباب قوی بہتیرے ہیں اور روزہ دار کا پچھنا لگانا بھی جائز ہے، اس لیے کہ صحیح بخاری میں ہے کہ

[1] ابوداؤد نے اسے حدیث نمبر ۳۸۶۲ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں مجہولیت ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ [1]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزے رکھتے ہوئے بھی پچھنا لگوایا۔

اب یہ کہ روزہ جاتا رہا یا بحالہ رہا' یہ دوسرا سوال ہے، اور روزہ کا نہ ہونا ہی صحیح معلوم ہوتا ہے، اس لیے کہ اس کی صحت بلا کسی معارضہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، اور سب سے زیادہ معارض اس کے وہ حدیث ہے جس میں آپ کے پچھنا لگانے کا ذکر ہے، آپ کے روزہ کی حالت میں اس سے آپ کے روزہ کا چلا جانا ان چار باتوں کو سامنے رکھنے کے بعد صحیح ہوگا۔

پہلی بات یہ کہ روزہ فرض ہے۔ دوسری بات یہ کہ آپ مقیم تھے۔

تیسری بات یہ کہ آپ کو کوئی ایسی بیماری نہ تھی کہ اس میں خواہ مخواہ پچھنا لگانا ضروری ہی تھا۔

چوتھی بات یہ کہ یہ حدیث اس حدیث کے بعد ہے جس میں آپ نے فرمایا:۔

اَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَ الْمَحْجُومُ ۲؎

۱؎ بخاری نے اسے صیام ۴۵۵ میں باب الحجامۃ والقئ للصائم کے تحت ذکر کیا ہے اور حدیث عبداللہ بن عباس سے لی ہے۔

۲؎ شداد بن اوس شافعی کی حدیث ۱/۲۵۷ سے تخریج کی ہے، اور ابوداؤد کی حدیث نمبر ۲۳۶۹ اور دارمی نے ۲/۱۴ عبدالرزاق نے ۷۵۲۰ میں ابن ماجہ نے ۱۶۸۱ میں حاکم نے ۱/۴۲۸ میں اور طحاوی نے ص ۳۴۹ میں بیہقی نے ۴/۲۶۵ میں ذکر کیا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کی تصحیح ائمہ حدیث میں سے کئی ایک نے کی ہے، اور اسی باب میں رافع بن خدیج والی حدیث ہے جسے عبدالرزاق نے ۷۵۲۳ میں اور ترمذی نے ۷۷۴ میں بیہقی نے ۴/۲۶۵ میں نقل کیا ہے ابن حبان نے ۹۰۲ میں اس کی تصحیح کی ہے، حاکم نے ۱/۴۲۸ میں ابن خزیمہ نے ۱۹۶۴ میں اور ثوبان سے حدیث کی تخریج ابوداؤد نے ۲۳۶۷ ابن ماجہ نے ۱۶۸۰ اور دارمی نے ۲/۱۴، ۱۵ اور طحاوی نے ۳۴۹ اور ابن جارود نے ص ۱۹۸ عبدالرزاق نے ۷۵۲۲ میں کی ہے، ابن خزیمہ نے اس کی تصحیح نمبر ۱۹۶۲۔ ۱۹۶۳ اور ابن حبان نے ۸۹۹ میں حاکم نے ۱/۴۲۷ میں کی ہے اور بخاری علی بن مدینی اور نووی نے بھی ذکر کیا ہے۔ مگر اس کا منسوخ ہونا نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ثابت ہے، ملاحظہ ہو فتح الباری ۴۵۵ اور نصب الرایہ ۲/۴۷۲۔ ۴۷۳ اور تلخیص الحبیر ۲/۱۹۱۔ ۱۹۴۔

پچھنا لگانے والے اور پچھنا لگوانے والے کا روزہ جاتا رہا۔

اب جبکہ یہ چاروں مقدمات صحیح ہو گئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعل سے استدلال بھی ممکن ہے۔ کہ روزہ حجامت کے ساتھ بھی باقی رہا ورنہ کیا مانع ہے کہ روزہ نفلی اور اس سے حجامت کے ذریعہ نکل آنا صحیح تھا یا یہ کہ آپ رمضان کے مہینہ کا روزہ رکھے ہوتے مگر سفر پر تھے، یا رمضان کا روزہ حضر میں تھا، لیکن ضرورت اتنی شدید تھی کہ اس کے ہوتے ہوئے افطار صوم جائز تھا، یا وہ رمضان کا فرض روزہ تھا اور حجامت کی کوئی ضرورت بھی نہ تھی' مگر یہ اپنی اصل پر باقی ہے، اور ان کا قول حاجم و محجوم دونوں ہی روزہ سے نہیں رہے نقل ہو کر بعد میں پہنچا اس لیے اصل کی جانب رجوع کرنا پڑے گا۔ ایسی صورت میں ان مقدمات اربعہ میں سے کسی کو ثابت کرنا مشکل ہے چہ جائیکہ چاروں مقدمات کو ثابت کیا جائے۔

اس میں عقد اجارہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی طبیب کا اجرت طلب کرنا ثابت ہے بلکہ اس کو اجرت مثل یا اس کی رضامندی کے مطابق اجرت دی جانی چاہیے۔

اس سے دوسری بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ پچھنا لگانے کے فن کو آدمی کسب معاش کے لیے بھی اختیار کر سکتا

ہے (گویا) کہ آزاد انسان بغیر پس و پیش حرمت کے اپنی اس اجرت کو بطور معاش استعمال کر سکتا ہے اور اس کی کمائی کو کھا سکتا ہے، اس لیے کہ خود پیغمبر نے اس کی اجرت عطا فرمائی ہے، اور عطا کرنے کے بعد اس کے کھانے سے منع نہیں فرمایا۔ اور اس کو خبیث کہنا ایسا ہے جیسے لہسن اور پیاز کو خبیث فرمایا آپ کو معلوم ہے کہ اس سے اس کی تحریم کا کوئی قائل نہیں ہے۔

اور حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کوئی آزاد اپنے غلام سے ہر روز ایک مقرر مقدار اس کی طاقت کے مناسب خراج مقرر کر سکتا ہے اور یہ کہ غلام اس خراج سے زیادہ کماتا ہو تو اس میں تصرف بھی کر سکتا ہے، اور اگر تصرف سے روک دیا گیا ہو تو اس کی پوری کمائی خراج ہوگی مقرر کے لیے منفعت نہ ہوگی بلکہ جو خراج سے زائد ہو وہ اس کے مالک کی جانب سے تملیک کے حکم میں ہے، اس میں اس کو حسب منشا تصرف جائز ہے۔

فصل (۲۲)

قطع عروق اور داغ کے ذریعہ پیمبر کا طریقہ علاج

صحیح مسلم کی حدیث جابر بن عبداللہ سے مروی ہے کہ پیغمبر خدا نے حضرت ابی بن کعب کے پاس ایک معالجہ کو بھیجا آپ کی ایک ورید کو طبیب نے کاٹا اور اسے داغ دیا۔ ا؎

دوسری روایت میں ہے کہ سعد بن معاذ کو جب اکحل میں تیر لگا اور زخم سے خون بہنے لگا' تو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے اسے داغ دیا۔ داغ کے نتیجہ میں وہاں ورم پیدا ہو گیا۔ تو آپ نے دوبارہ اس جگہ کے کیا یعنی داغ دیا۔ ۲؎

دوسری جگہ یہ الفاظ ہیں۔

کہ انصار میں سے کسی کو تیر کے چوڑے پھل کے گھس جانے سے ان کی ورید اکحل مجروح ہو گئی، اور خون چل پڑا آپ نے اس کو داغ کے ذریعہ بند کرنے کا حکم فرمایا:۔

ابو عبید نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا کے پاس ایک شخص کو لایا گیا جن کو داغ کرنا تجویز ہوا آپ نے کھلے لفظوں میں فرمایا

اِکْوُدْهٗ وَارْضِفُوْهُ ۳؎

ان کو داغ دو اور گرم پتھر سے سینک کرو۔

ابو عبید نے فرمایا کہ رضف پتھر جو گرم کیا جائے۔ پھر اس سے ٹکور کیا جائے۔

حَدَّثَنَا سُفْیَانَ عَنْ اَبِی الزُّبَیْرِ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَوَاہُ فِیْ اَکْحِلِهٖ۔

۱۔ مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۰۷ فی السلام میں باب لکل داء دواء کے تحت نقل کیا ہے کہ ہر بیماری کے لیے دواء ہے۔

۲۔ مسلم نے اسے حدیث نمبر ۲۲۰۸ اور احمد نے ۳/ ۲۱۳، ۳۵۰، ۳۸۶، میں بیان کیا ہے۔

۳۔ عبدالرزاق نے مصنف میں اس کی تخریج کی ہے نمبر ۱۹۵۱۷ ابن مسعود کی حدیث کا (حاشیہ جاری)

فضل بن دکین نے سفیان سے اور انہوں نے ابوزبیر سے انہوں نے جابر سے روایت کیا کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے ان کی کہنی کی لگ اکحل کو داغ دیا۔

بخاری میں انس کی حدیث ہے:

اِنَّہٗ کُوِیَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَالنَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ ۱۔

ان کو ذات الجنب میں مبتلا ہونے کے وقت داغ دیا گیا تھا، اور پیغمبر خدا ؐ اس وقت تک حیات تھے۔

وَفِی التِّرْمِذِیْ عَنْ اَنَسٍ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَوٰی اَسْعَدَ بْنَ زَرَارَۃَ مِنَ الشَّوْکَۃِ ۲۔

اور ترمذی میں انس کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسعد بن زرارۃ کو لوہے کے کاٹنے سے داغ دیا تھا۔

وَقَدْ تَقَدَّمَ الْحَدِیْثُ الْمُتَّفَقُ عَلَیْہِ وَفِیْہِ وَمَا اُحِبُّ اَنْ اَکْتَوِیْ وَفِیْ لَفْظٍ آخَرَ وَاَنَا اَنْھٰی اُمَّتِیْ عَنِ الْکَیِّ ۳۔

"گذشتہ سے پیوستہ" ایک ٹکڑا ہے۔ جس میں آپ کے پاس ایک جماعت حاضر ہوئی اور حضور میں عرض کیا اے خدا کے پیغمبر ہمارے ایک ساتھی کو شکایت ہوگئی ہے کیا ہم اسے داغ دیں، حضرت مسعود فرماتے ہیں کہ آپ سن کر تھوڑی دیر خاموش رہے، پھر فرمایا کہ تم چاہو تو داغ دو یا گرم پتھر سے ٹکور کر دو، طحاوی نے یہ حدیث معانی الآثار ۲/ ۳۸۵ میں نقل کی اس حدیث کو اس بات پر محمول کیا گیا کہ یہ وعید ہے۔ کہ اس میں بظاہر حکم سے مگر بباطن نہی ہے، جیسا کہ قرآن میں ہے (واستفزز من استطعت منھم) اور آپ کا فرمان ہے (اعمَلُوا ماشِئتُم)۔

۱۔ بخاری نے ۱۰/ ۱۴۵ فی الطب میں باب ذات الجنب کے تحت نقل کیا ہے۔

۲۔ اس کو ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۵۱ اور طحاوی نے ۲/ ۳۸۵ کے تحت نقل کیا اس کے رجال ثقات ہیں۔

۳۔ اس کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

اس سے پہلے وہ حدیث گذر چکی ہے جن پر سب کا اتفاق ہے۔ اور اس میں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی روایت مجھے داغ دیا جانا پسند نہیں، اور دوسرے لفظوں میں یوں ہے کہ میں اپنی امت کو کَے سے روکتا ہوں۔

اور جامع ترمذی میں اور دوسری کتابوں میں عمران بن حصین کی روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کَے سے روکا ہے۔ ہم نے ایک مرض میں مبتلا ہونے کے بعد داغ دیا مگر کچھ کام نہیں چلا نہ مرض ہی گیا،

حدیث کے دوسرے الفاظ یوں ہیں کہ ہمیں داغ دینے سے منع کر دیا گیا ہے پھر کیسے فلاح ہوگی، کیسے کامیابی ہوگی۔ ا ۔

خطابی نے ذکر کیا کہ آپ نے سعد کو داغ دیا تا کہ بہتا ہوا خون تھم جائے اس لیے کہ اگر خون جاری رہتا تو بکثرت خون نکل جانے کی وجہ سے ہلاکت کا خطرہ تھا اور ایسے موقع پر گ کا استعمال عام ہے جیسا کہ آج بھی ہاتھ پیر کاٹنے کے بعد داغ دیا جاتا ہے تا کہ خون بند ہو جائے۔

جہاں تک گ سے روکنے کا تعلق ہے وہ ایک عقیدہ بد سے تعلق رکھتا ہے کہ کوئی خود کو شفاء کا ذریعہ سمجھ کر داغ کرائے اور یہ عقیدہ بد کہ اگر داغ نہ دیا گیا تو موت متعین ہے۔آپ نے اس اعتقاد بد کو مٹانے کے لیے داغ کو روک دیا۔

روایت میں یہ مذکور ہے کہ آپ نے عمران بن حصین کو خصوصیت سے داغ کیے جانے سے روکا تھا اس لیے کہ ان کو زخم کی جگہ ناسور تھا اور وہ بھی خطرناک جگہ اس لیے آپ نے اسے داغ دینے سے روکا اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی ایسی جگہ پر گ کرنا جہاں گ کے بعد جان جوکھم ہو آپ نے روکا۔

ابن قتیبہ نے کہا ہے کہ گ دو انداز کی ہوتی ہے نمبرا صحیح کو داغ کہ بیمار نہ ہو۔یعنی توانا و تندرست آدمی بیمار نہ ہونے کے لیے داغ دلوائے تو اسی شخص کے لیے ممانعت ہے کیونکہ

ا ۔ ترمذی نے ۴/۲۲۷، ۴۳۰ میں نقل کیا ہے، حدیث کا نمبر ۲۰۵۰ ہے، اور ابوداؤد نے ۳۸۶۵ میں ابن ماجہ نے ۳۴۹۰ میں بیان کیا اس کی سند صحیح ہے۔

اس میں خدا پر بھروسہ ختم ہو جاتا ہے، وہ اس کی تقدیر کو ٹالنا چاہتا ہے۔نمبر ۲ زخموں کا داغ فاسد ہونے کے وقت اور عضو کو داغ دینا قطع کرنے کے وقت اس میں شفاء ہے۔

البتہ داغ بطور دواء کہ اس میں نفع کی بھی توقع ہو اور یہ بھی گمان ہو کہ نفع نہ ہوگا۔تو ایسے موقع پر یہ داغ دینا کراہت سے قریب تر ہے۔

اور ایک حدیث صحیح میں ہے جس میں ستر ہزار بلا حساب کے جنت میں داخل ہونے کی شہادت ہے۔اس حدیث میں ہے۔

اَنَّهُمُ الَّذِيْنَ لَا يَسْتَرْقُوْنَ وَلَا يَكْتَوُوْنَ وَلَا يَتَطَيَّرُوْنَ وَعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ ا ۔

کہ وہ لوگ وہی ہیں جو جھاڑ پھونک نہیں کراتے نہ داغ دلواتے نہ بدشگونی و بدفالی کے قائل ہیں، بلکہ اپنے خدا پر پوری طرح بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔

یعنی مدار صحت جھاڑ پھونک اور داغ کو نہیں سمجھتے اور نہ زندگی کے معاملات میں بدفالی و بدشگونی کو پسند کرتے۔

داغ دینے سے متعلق احادیث چار مضامین پر مشتمل ہیں سب کو پڑھنے کے بعد چار رخ متعین ہوتے

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہیں۔

پہلا آپ کا عمل

دوسرا آپ کا ناپسند کرنا

تیسرا ترک کرنے والے کی تعریف

چوتھا نہی

ان چاروں میں آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے، آپ کا فعل عمل کے جواز کو بتلاتا ہے۔

۱؎ بخاری نے اسے ۱۰/۹۷۲ فی الطب کے باب من لم یرق میں ذکر کیا ہے، مسلم نے ۲۲۰ ایمان میں باب الدلیل علی دخول طوائف من المسلمین الی الجنۃ بغیر حساب مسلمانوں کا ایک گروہ جنت میں بلا حساب جائے گا کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔

آپ کے ناپسند کرنے سے اس کے نہی اور قطعی روک کا اندازہ نہیں لگتا۔

اور تارک کی تعریف کرنے سے اس فعل کا نہ کرنا اولیٰ معلوم ہوتا ہے۔

اور اس سے نہی بطور اختیار اور کراہت کے ہے یا ایسی صورت میں نہی ہے کہ اس میں احتیاج نہ ہوگی کی کوئی خاص ضرورت نہیں بلکہ صرف اس خوف سے کہ بیماری ہو جائے گی۔

آمادگی کو روکنا مقصود ہے۔ تاکہ کہیں غلط عقیدہ کی بنیاد نہ پڑ جائے۔

ظظظ

فصل (۲۴)

طب نبوی میں ''مرگی'' کا علاج

صحیحین میں حدیث عطاء بن ابی رباح مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ اَلَا اُرِیْکَ اِمْرَاَةً مِنْ اَهْلِ الْجَنَّةِ قُلْتُ بَلٰی قَالَ هٰذِهِ الْمَرْاَةُ السَّوْدَاءُ اَتَتِ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَتْ اِنِّی اُصْرَعُ وَاِنِّی اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ لِیْ فَقَالَ اِنْ شِئْتِ صَبَرْتِ وَلَکِ الْجَنَّةُ وَاِنْ شِئْتِ دَعَوْتُ اللّٰهَ لَکِ اَنْ یُعَافِیَکِ فَقَالَتْ اَصْبِرُ قَالَتْ فَاِنِّیْ اَتَکَشَّفُ فَادْعُ اللّٰهَ اَنْ لَا اَتَکَشَّفَ فَدَعَا لَهَا۔ ۱؎

ابن عباس نے فرمایا کہ تم کو جنتی عورت دکھا دوں میں نے کہا ہاں آپ نے فرمایا یہ سیاہ عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ مجھے صرع کا مرض ہے، اور رسوا ہو جاتی ہوں آپ دعا کر دیجیے، آپ نے

WWW.NAFSEISLAM.COM

ا۔ بخاری نے ۱۰/۹۹ فی المرضی میں باب من یصرع من الریح مرگی بسبب ریاح میں ذکر کیا ہے۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۶۵ فی البر والصلۃ باب ثواب المؤمن فیما یصیبہ، کسی بھی افتاد پر مومن کو ثواب ملتا ہے کے تحت ذکر کیا ہے۔

فرمایا تم چاہو صبر کرو تمہارے لیے جنت ہے۔ اگر تو چاہے تو دعا کر دوں کہ تم کو عافیت عطا ہو تو اس نے کہا کہ میں صبر کروں گی، پھر اس نے کہا کہ میں رسوا ہو جاتی ہوں۔ آپ دعا کر دیجئے۔

کہ میں رسوا نہ ہوں، آپ نے دعا فرمایا:

صرع دو قسم کا ہوتا ہے، ایک صرع ارواح خبیثہ ردیہ کی بنا پر دوسرا اخلاط ردیہ کی وجہ سے اسی دوسرے صرع کا اطباء اسباب وعلاج بیان کرتے ہیں۔

اور صرع ارواح کا اطباء کے زیرک ودانا لوگ اعتراف کرتے ہیں مگر اس کے علاج کی کوئی صورت ان کے سامنے نہیں ہے اور اس کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس بیماری کا علاج تو ارواح شریفہ خیر یہ علویہ کے ذریعہ ہی ممکن ہے وہی ان ارواح خبیثہ کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ اور اس کے آثار مٹا سکتی ہیں۔ اور اس کے افعال مدافعت ان سے ممکن ہے، اور ان کا ابطال بھی انہیں کے بس کی بات ہے۔ بقراط نے اپنی بعض کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے، اور اس میں اس کا جزئی طور سے معالجہ بھی تجویز کیا ہے، چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ ہمارا طریقہ علاج اسی صرع کے لیے مفید ہے جس کا سبب اخلاط ردیہ یا مواد ردیہ ہوں، لیکن جو صرع کہ ارواح کی بنیاد پر ہوتا ہے، اس میں یہ علاج نافع نہیں ہوتا۔

جو اطباء اناڑی ہیں جنھیں کچھ واقفیت ہے اور نہ علاج کے میدان میں ان کا کوئی مقام ہے بلکہ زندیق محض ہیں، وہ صرع ارواح کا انکار کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یہ لغویت ہے اس کا جسم انسانی پر اثر انداز ہونے سے کیا تعلق ہے ایسے لوگ اناڑی اور نادان ہیں۔ لیکن کہتے ہیں کہ ہماری طب میں اس کا کوئی دافع نہیں ہے، حالانکہ اس آنکھ سے دیکھ کر یہ یقین کیا جا سکتا ہے کہ دنیا میں یہ بیماری بھی موجود ہے۔ اور یہ کہنا کہ محض اخلاط کے رنگ بدلنے کا کرشمہ ہے، اس کے غلبہ سے یہ بیماری پیدا ہوتی ہے تو ان کا یہ مقولہ اس کی چند اقسام پر تو صادق آتا ہے، سب پر اس کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔

قدیم اطباء اس قسم کے صرع کو صرع الٰہی کہا کرتے تھے، اور کہتے کہ روحوں کا کرشمہ ہے، اور جالینوس وغیرہ نے اس لفظ کی تاویل کرتے ہوئے بیان کیا کہ اس کو مرض الٰہی کہنے کا سبب یہ ہے کہ یہ بیماری سر میں پیدا ہوتی ہیں، اور چونکہ دماغ ایک پاکیزہ مقام ہے۔ جہاں خدا کا قیام ہوتا ہے، اس لیے اسے صرع الٰہی کہتے ہیں۔

ان کی یہ بات ان کی ناواقفیت کی بنیاد پر ہے۔ ان کو ان ارواح اور اس کے احکام اس کی تاثیرات سے بالکل واقفیت نہیں ہے، اطباء کا وہ گروہ جو منکر خالق کائنات ہے، ان کا جب دور دورہ ہوا تو انہوں نے بجز اس صرع کے جو اخلاط کی رداءت کی بنیاد پر پیدا ہوتا ہے کسی دوسرے صرع کا اقرار ہی نہیں کیا۔

جو لوگ ان روحوں اور ان کی تاثیرات سے واقف ہیں وہ ان نادانوں کی حماقت اور کم فہمی پر بجز مسکرا دینے

کے اور کیا کر سکتے ہیں۔

ان قسم کے صرع کا علاج دو باتوں کا لحاظ کر کے ممکن ہے ایک بات تو خود مصروع سے متعلق ہے۔ دوسری اس کے علاج کرنے والے سے، جو مصروع سے متعلق ہے اس میں مصروع کی یقینی قوت اس کی گہری توجہ ان ارواح کے پیدا کرنے والے بنانے والے کی طرف اور سچا تعوذ جس پر دل اور زبان دونوں یکساں متفق ہوں، اس لیے کہ یہ ایک قسم کی جنگ ہے۔ اور جنگ آزما کا اپنے دشمن سے ہتھیاروں کے ذریعہ قابو پانے کے لیے دو چیزیں ضروری ہیں' ایک تو یہ کہ ہتھیار تقاضے کے مطابق عمدہ اور صحیح کام کرنے والا ہو۔ دوسرے یہ کہ استعمال کرنے والے کے ہاتھ میں بھی طاقت ہو، اس لیے کہ ان دونوں میں سے کوئی چیز بھی ناقص ہوگی تو پھر ہتھیار سے وہ نفع نہیں حاصل کیا جاسکتا، پھر ایسی صورت میں جہاں دونوں ہی چیزیں مفقود ہوں کامیابی کا امکان کیسے ہوگا، ادھر دل میں توحید کی کوئی چنگاری نہیں بالکل اجڑا ہوا ہے، نہ توکل ہے نہ پرہیزگاری نہ توجہ دوسرے ہتھیار بھی ناپید ہیں۔

دوسری صورت معالج سے متعلق ہے کہ اس میں بھی یہ دو باتیں ہونی ضروری ہیں اس لیے کہ اگر یہ دونوں چیزیں موجود ہوں تو دیکھنے میں آیا کہ اس نے اپنی زبان سے کہا کہ "نکل جا" یا اس نے اپنی زبان سے کہا بسم اللہ یا زبان سے لاحول ولاقوۃ الا باللہ نکالا اور ادھر کام ہوا خود ہم دیکھتے ہیں کہ پیغمبر خدا نے اپنی زبان سے فرمایا:

اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ [ا]۔

نکل خدا کے دشمن میں خدا کا پیامی ہوں۔

میں نے خود اپنے شیخ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ مصروع پر ایسی روح پھونکتے جو روح مصروع کو مخاطب کرتی اور کہتی کہ شیخ نے تم کو نکلنے کا حکم دیا ہے، تمہارا یہاں رہنا جائز نہیں ہے ان الفاظ کے بعد مرگی زدہ ٹھیک ہو جاتا تھا کبھی اس روح خبیث سے خود کلام کرتے ایسا بھی ہوا ہے کہ روح بہت زیادہ سرکش تھی تو اسے پیٹ کر نکالتے جس کے بعد مرگی کا مریض اچھا ہو جاتا اور اس کی پٹائی کا کوئی احساس مریض کو نہ ہوتا نہ درد نہ چوٹ اس کا صرف میں نے ہی نہیں دوسروں نے بھی بار بار مشاہدہ کیا۔

میں نے دیکھا کہ اکثر مصروع کے کان میں یہ پڑھتے اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰکُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّکُمْ اِلَیْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ (المومنون۔ ۱۱۵) کیا تمہیں گمان ہے کہ ہم نے تمہیں بے سود پیدا کیا ہے۔ اور تم ہماری طرف نہ آؤ گے، انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ انہوں نے مصروع

ا احمد بن حنبل نے ۴/ ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲ میں حدیث یعلی بن مرہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ 'اَتَتْہُ' اِمْرَاَۃٌ بِاِبْنٍ لَّھَا قَدْ اَصَابَہٗ 'لَمَمٌ فَقَالَ لَہٗ' النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُخْرُجْ عَدُوَّ اللّٰہِ اَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ قَالَ فَبَرِئَ فَاَھْدَتْ لَہٗ 'کَبْشَیْنِ وَشَیْئًا مِّنْ اَقِطٍ وَسَمْنٍ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا یَعْلٰی خُذِ الْاَقِطَ وَالسَّمْنَ وَخُذْ اَحَدَ الْکَبْشَیْنِ وَرُدَّ عَلَیْھَا الْاٰخَرَ وَرِجَالُہٗ 'ثِقَاتٌ وَفِی الْبَابِ عَنْ عُثْمَانَ بْنِ اَبِی الْعَاصِ عِنْدَ ابْنِ مَاجَۃَ۔ ۳۵۴۸ وَعَنْ جَابِرٍ عِنْدَ الدَّارِمِیْ ۱/ ۱۰۔

یعلی بن مرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بیٹے کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی بچے کو تکلیف تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نکل

خدا کے دشمن میں خدا کا رسول ہوں یہ فرمانا تھا کہ وہ بچہ اچھا ہو گیا۔ اس عورت نے آپ کی خدمت میں دو مینڈھے پنیر اور گھی ہدیۃً پیش کیا آپ نے یعلی سے فرمایا کہ پنیر اور گھی لے لو اور ایک مینڈھا اسے واپس کر دو، اس کے رجال ثقات ہیں اسی باب میں عثمان بن ابوالعاص کی حدیث ہے ابن ماجہ نے جسے حدیث نمبر ۳۵۴۸ میں ذکر کیا ہے اور جابر سے یہ حدیث دارمی نے ۱/۱۰ میں نقل کیا ہے۔

کے کان میں ایک بار یہ پڑھا، اس پر روح نے جواب دیا ہاں اور اس بات کو کھینچ کر کہا، میں نے اسے سزائیں دینے کے لیے ڈنڈا اٹھایا اور اس کی گردن کی عروق پر ایسی زور کا ڈنڈا جمایا کہ میرا ہاتھ شل ہو گیا، اور جو لوگ وہاں موجود تھے، انہیں یقین ہو گیا کہ مصروع اس چوٹ سے مر گیا، جانبر ہونے کا کوئی سوال نہیں، اس نے مارنے کے وقت کہا کہ میں اسے چاہتی ہوں میں نے اس سے کہا کہ یہ تو تم کو نہیں چاہتا اس نے کہا میں چاہتی ہوں کہ اس کے ساتھ حج کروں میں نے اس سے کہا یہ تو تمہارے ساتھ حج کرنا نہیں چاہتا تب اس نے کہا کہ تمہارے احترام میں میں اسے چھوڑتی ہوں۔ میں نے کہا نہیں خدا اور رسول کی اطاعت میں چھوڑتی ہوں۔ کہو اس نے کہا میں نکلی جا رہی ہوں اس کے بعد مصروع بیٹھ گیا دائیں بائیں دیکھنے لگا، اور کہا کہ مجھے یہاں کیوں لائے تو لوگوں نے داستان بیان کی اور اس پٹائی کا ذکر کیا تو اس نے کہا کہ میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا پھر شیخ نے مجھے کیوں مارا اور اس نے یہ سمجھا بھی نہیں کہ اس پر کوئی چوٹ پڑی ہے۔

وہ آیت الکرسی سے اس کا علاج کرتے تھے اور مصروع کو بکثرت اس کے پڑھنے کی ہدایت کرتے یا اس کے علاج کرنے والے کو بتلاتے اور معوذتین پڑھنے کو بھی کہتے۔

حاصل کلام اس قسم کے صرع کے مریض اور اس کے علاج کا انکار وہی کرے گا جو علم و عقل و معرفت سے کورا ہو گا۔ اور اکثر ارواح خبیثہ کا تسلط کسی پر اسی وقت ہوتا ہے، جب کہ اس میں دین و دیانت کی کمی ہو۔ اور اس کے دل اور زبان میں ذکر الٰہی کا دور سے دور تک پتہ نہ ہو نہ اس کو پناہ مانگنے کی عادت نہ نبی کریم علیہ السلام کی بتائی ہوئی احتیاطی تدبیروں اور ایمان سے کوئی ربط باقی رہتا اس لیے ارواح خبیثہ ایسے لوگوں کو اپنی گرفت میں لے لیتی ہیں جن کے پاس یہ ہتھیار نہیں ہوتے، بہت سے لوگ ننگے ہوتے ہیں۔ اور اس آسیب کے شکار ہو جاتے ہیں۔

اور اگر حقائق پر نظر کریں تو آپ کو معلوم ہو گا کہ اکثر نفوس بشریہ پر ان ارواح خبیثہ کی وجہ سے صرع کی کیفیت طاری ہوتی ہے یہ ان ارواح خبیثہ کے قبضہ اور پھندے میں اس طرح ہوتے ہیں کہ وہ جہاں چاہتی ہیں انہیں لیے پھرتی ہیں اور نہ اس سے بچاؤ ممکن نہ اس کی مخالفت آسان، اور ان پر اس صرع کا دورہ ہوتا ہے کہ مصروع کبھی اس سے افاقہ ہی نہیں پاتا۔ درحقیقت یہی مصروع ہے اور اسی کو مصروع کہنا درست اور صحیح ہے۔

اس صرع کا علاج ایسی عقل صحیح سے جو ایمان کی ہم نشین ہو، اور جسے انبیاء و رسل لائے ہیں۔ ممکن ہے یہ کہ جنت اور دوزخ اس کی آنکھوں کے سامنے اور دل کے آئینہ میں ہو، اور اہل دنیا پر اس کا سایہ ہوتا ہے ان پر عذاب اور آفات کا نزول ہوتا ہے۔ اور ان کی آبادیوں میں اس طرح سے ان بلیات کی بارش ہوتی ہے جیسے آسمانی بارش کا نزول یعنی تابڑ توڑ یکے بعد دیگرے اور ان پر صرع کا حملہ اس سے نجات نہیں' خدایا کتنی مصیبت کی بیماری ہے

صرع۔ مگر جب یہ بیماری عام ہو جاتی ہے اور ہر وجود مصروع ہی معلوم ہوتا ہے تو پھر اس کا زیادہ خیال اور اس سے احتیاط کا کوئی ذکر ہی نہیں ہوتا۔ کوئی اسے نہ برا سمجھتا ہے نہ بیماری تسلیم کرتا ہے، بلکہ اس کو اہم اور نادر جاننے والوں پر انگلیاں اٹھنے لگتی ہیں۔

جب خدا کسی کو اس سے نجات دینا چاہتا ہے، اور اس کا خیر خدا کی نظر میں ہوتا ہے تو اسے اس مرض سے افاقہ دے دیتے ہیں۔ اور ابناء دنیا کو ہر طرف مصروع دیکھتا ہے دائیں بائیں آگے پیچھے جو مختلف طبقوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ ان میں سے بہتوں پر جنون کی لپٹ ہوتی ہے۔ بعض تھوڑی دیر کے لیے ٹھیک ہو جاتے ہیں۔ پھر ان کا جنون واپس آ جاتا ہے۔ بعض ایک بار جنون ایک بار افاقہ کی کیفیت میں مبتلا ہوتے ہیں۔ جب افاقہ ہو جاتا ہے تو اس کا ہر کام عقل وہوش کا ہوتا ہے۔ پھر اس پر صرع کا دورہ ہوا اور جیسا خبط پہلے تھا۔ اسی کا دور دورہ دوبارہ ہو گیا۔

ظظظ

فصل (۲۴)

اسباب صرع پر ایک نظر

اخلاط سے پیدا ہونے والا صرع اعضاء نفسانی کو حرکت انتصاب اور افعال سے روکنے والی بیماری ہے۔ لیکن یہ عمل ناقص درجہ کا ہوتا ہے مریض نہ تو پوری طرح بے حس وحرکت ہوتا ہے۔ نہ پوری طرح انتصاب اور افعال سے ہی رک جاتا ہے۔ اس کا سبب بطون دماغ کے منافذ میں ناقص شدہ خلط غلیظ الزوجت سے پیدا ہوجاتا ہے، جس کی وجہ سے احساس وحرکت کا نفوذ یعنی روح حسی وحرکی کا نفوذ مریض کے دماغ اور اعضاء میں پوری طرح نہیں ہو پاتا جس میں انقطاع کا کوئی موقعہ نہیں آتا۔ کبھی اس کا سبب ریح غلیظ ہوتی ہے جو منافذ روح میں رک جاتی ہے، کبھی بخار ردی کی وجہ سے جو بعض اعضاء سے مرتفع ہو کر بطون دماغ یا اس کے منافذ کی طرف جاتے ہیں، انسان کے جسم اور کسی دوسرے حصہ میں ایسی کیفیت لاذعہ پیدا ہو جاتی ہے۔ جس سے دماغ منقبض ہو جاتا ہے، اس انقباض کا مقصد دماغ تک آنے والی کسی موذی چیز کا دماغ ہوتا ہے۔ جس سے جسم کے تمام اعضاء میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے، اور مریض کا کھڑا ہونا دشوار ہوتا ہے، بلکہ وہ زمین پر گر پڑتا ہے، اور اس کے منہ میں جھاگ آتا دکھائی پڑتا ہے۔

یہ امراض حادہ میں وقوع مرض کے وقت شمار ہوتا ہے، اس لیے کہ مریض کو ممکن حد تک جسمانی و دماغی اذیت پہنچتی ہے مگر عرصہ تک باقی رہنے اور زندہ رہنے تک اس کا دورہ ہونے اور تدبیر علاج اور شفا میں ناکامی ہونے کی وجہ سے امراض مزمنہ میں شمار ہوتا ہے، بالخصوص اگر عمر پچیس سے اوپر ہو، یہ بیماری کبھی دماغ میں کبھی جوہر دماغ میں ہوتی ہے، ایسے لوگوں کو مرگی لازم زندگی بن جاتی ہے، چنانچہ بقراط نے لکھا ہے، کہ ایسے لوگوں میں مرگی کا مرض تادم زیست چلتا ہے۔

جب یہ معلوم ہو گیا تو پھر وہ عورت جس کا ذکر حدیث میں ہے کہ وہ مصروع بھی تھی اور حواس باختگی کی وجہ

سے اسے عریانی کا بھی اندیشہ رہتا تھا' تو ممکن ہے اس کا صرع اسی انداز کا ہو جس کا رسول نے اس مرض کو پورے استقلال وصبر سے برداشت کرنے پر جنت کا وعدہ فرمایا، اور دعا فرمائی کہ وہ عریاں نہ ہونے پائے یعنی دورہ مرض کے وقت اسے اس سے سابقہ نہ پڑنے اور اسے صبر اور جنت دونوں میں سے ایک کو پسند کرنے کی تلقین فرمائی آپ نے اس کے لیے پھر دعا فرمائی بلا کسی شرط کے تو اس نے صبر اور جنت دونوں ہی کو پسند کر لیا۔

اس حدیث سے علاج اور دوا کے ترک پر روشنی پڑتی ہے اور یہ کہ علاج ارواح میں دعا اور توجہ الی اللہ سے جو کام ہوتا ہے وہ اطباء کے علاج سے نہیں ہوتا اور یہ کہ دعا اور توجہ کا اثر اور اس کا عمل اور طبیعت کا اس سے متاثر ہونا اور اس کا انفعال قبول کرنا ادویہ بدنیہ کی تاثیر اور اس کے فعل سے کہیں بڑھ کر ہے اور اس کا تجربہ خود ہم نے بھی کیا اور دوسروں نے بار بار کیا، اور عقلاء و ماہرین اطباء اس کے قائل ہیں کہ قوی نفسانیہ کا اثر اور اس کا عمل امراض سے نجات پانے میں عجیب سے عجیب تر ہیں۔ اور ان حقائق کے منکرین اطباء اور ان اناڑیوں اور گنواروں سے زیادہ کسی نے اس صنعت کو نقصان نہیں پہنچایا اور یہ بھی کھلی بات ہے کہ اس عورت کو جو صرع تھا وہ اسی انداز کا تھا، یہ بھی ممکن ہے کہ اس کا تعلق ارواح خبیثہ سے رہا ہو اور پیغمبر خدا نے اس روایت پر صبر اور جنت کے مابین ایک کو پسند کرنے کی تلقین کی ہو اور یہ کہ وہ اگر شفاء کی طالب ہو تو دعا کو پسند کرے تو اس نے صبر اور عریاں نہ ہونے کو پسند کیا۔

ظظظ

فصل (۲۵)

طب نبوی میں۔ عرق النساء کا طریقہ علاج

سنن ابن ماجہ میں محمد بن سیرین نے انس بن مالک سے حدیث بیان کی

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ دَوَاءُ عِرْقِ النِّسَاءِ أَلْيَةُ شَاةٍ أَعْرَابِيَّةٍ تُذَابُ، ثُمَّ تُجَزَّأُ ثَلَاثَةَ أَجْزَاءٍ، ثُمَّ يُشْرَبُ عَلَى الرِّيْقِ فِيْ كُلِّ يَوْمٍ جُزْءٌ[1]

کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ عرق النساء کا علاج جنگلی بکرے کی ران کو مہرا کیا جائے پھر اس کی یخنی تین حصہ میں کر دی جائے

[1] ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۶۳ فی الطب میں باب دواء عرق النساء کے تحت ذکر کیا ہے۔ اس کے رجال ثقہ ہیں، اور بوصیری نے زوائد میں ۱/۲۱۶ میں لکھا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔

اس کے بعد تین دن تک یخنی کا استعمال نہار منہ کیا جائے، روزانہ نہار منہ ہونا چاہیے۔

عرق النساء کا درد مفصل ورک سے پیدا ہوتا ہے۔ اور وہاں سے ران کے پچھلے حصے میں نیچے اترتا ہے، کبھی اس کا حلقہ نزول کعب تک پہنچ جاتا ہے۔ جیسے جیسے اس کی مدت گذرتی جاتی ہے۔ درد کا مادہ تیز تر ہوتا جاتا ہے۔ جس

سے ران اور پنڈلی دبلے پڑ جاتے ہیں۔اس حدیث میں لغوی معنی اور طبی مفہوم دونوں ہی ہیں لغوی معنی سے اس کو عرق النساء نام رکھنے کے جواز کا پتہ چلتا ہے، بعضوں نے اس کی مخالفت کی ہے اور یہ کہا ہے کہ نساء تو خود رگ ہے، پھر عرق النساء تو لغو معلوم ہوتا ہے اضافۃ الشی الی نفسہ کے قبیل سے اس کا نام عرق النساء رکھنا صحیح نہیں ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی دو صورتیں ہیں پہلی یہ کہ عرق کا لفظ نساء سے عام ہے، اس لیے یہاں اضافۃ الشی الی نفسہ نہیں بلکہ اضافۃ العام الی الخاص کل الدراہم او بعضھا کی طرح صحیح ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ نساء اس مرض کو کہتے ہیں جو عرق میں پیدا ہوتا ہے، تو یہاں اضافہ الشی الی محلہ کی طرح کی اضافت ہے۔اس کو نساء کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس درد کی اذیت میں نسیان ماسوا ہو جاتا ہے اس رگ کی جڑ کولہے کا جوڑ اور اس کی انتہاء قدم کا آخری حصہ جو کعب کے پیچھے ہوتی ہے وحشی جانب پنڈلی کی اور دتر قدم سے باہر کی طرف پائی جاتی ہے۔

معنی طبی کے سلسلے میں ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام کی دو قسمیں ہیں ان میں کی ایک عام زمانہ مقام اشخاص اور حالات کے پیش نظر۔

دوسرے مخصوص ہے جن میں ان امور کی یا بعض امور کی رعایت ہوتی ہے، اور یہ اسی قسم میں شامل ہے، اس لیے کہ اس کے مخاطب اہل عرب حجاز اور اس کے حوالی کے رہنے والے ہیں، بالخصوص دیہات کے اکثر لوگ اس لیے کہ یہ علاج ان بدوی لوگوں کے لیے سب سے زیادہ مفید ہے، کیونکہ عموماً یہ بیماری خشکی کی بنا پر پیدا ہوتی ہے اور کبھی اس کا سبب مادہ غلیظ لزجہ ہوتا ہے جس کا علاج اسہال ہے، اور ان کے گوشت میں دو خاصیت ہے ایک انضاج مادہ دوسرے تلیین گو مادہ کو پکانا اور اسے نکالنا یہ ران کے گوشت کی خاصیت ہے اور اس مرض میں ان دونوں چیزوں کی ضرورت ہے اور جنگلی بکرے کا تعین اس وجہ سے ہے کہ اس میں فضولات کی کمی اور مقدار کا اختصار اور جوہر کی لطافت موجود ہے اس لیے کہ یہ بکریاں جو چیز چرتی ہیں ان میں گرم قسم کی جڑی بوٹی، شیح وقیصوم وغیرہ ہوتے ہیں اور یہ نباتات جب کسی جانور کو بطور غذا دی جائیں گی تو ان کے گوشت میں بھی وہ لطیف اجزاء پیدا ہوں گے، جن کو غذا کے ساتھ شامل رکھا گیا ہے، بلکہ تحلیل وتغذیہ کے بعد اس میں اور بھی زیادہ لطافت پیدا ہو جائے گی، بالخصوص سرین کا گوشت اور ان نباتات کا اثر گوشت سے زیادہ قوی انداز میں ان کے دودھ میں دیکھا جاتا ہے، مگر سرین کے گوشت میں انضاج اور تلیین کی جو خصوصیت پائی جاتی ہے، وہ دودھ میں نہیں دیکھی جاتی ا۔ ہم اس سے پہلے ذکر کر چکے ہیں۔ کہ دنیا کے تمام اقوام میں خواہ وہ شہری علاقے میں رہتے ہوں یا دیہاتی حلقوں میں ان میں سے اکثر علاج میں مفرد دواؤں کا استعمال کرتے ہیں۔اور اطبائے ہندوستان بھی اسی انداز پر ہیں۔

صرف روم اور یونان کے اطباء مرکبات کو ترجیح دیتے ہیں اور دنیا کے تمام اطباء اس پر متفق ہیں کہ طبیب ماہر وہ ہے جو غذا کے ذریعہ بیماریوں کا علاج کرے اگر اس سے کام نہ چلے تو پھر مفرد دوا دو یہ اگر مزید ضرورت تقاضا کرے

تو پھر مرکبات کو ہاتھ لگائے۔

ا۔ ڈاکٹر عادل ازہری نے لکھا ہے کہ عرق النساء کا مرض نر و مادہ دونوں کو یکساں ہوتا ہے۔اس میں عورت مرد کی کوئی تخصیص نہیں اس کی تکلیف شدت میں غیر معمولی ہوتی ہے۔عمود الفقار کے زیریں حصے غالباً ضفیرہ قطنی عجزی سے یہ بیماری شروع ہوتی ہے۔پھر درد سرین کی جانب بڑھتا ہے۔پھر ران کا پچھلا حصہ متاثر ہوتا ہے۔کبھی اچانک ٹخنوں تک اس کا اثر ہو جاتا ہے۔آخر میں مہروں کے درمیان پائے جانے والے غضروف کا جزاؤ ختم ہو جاتا ہے۔یا اعصاب انسی میں التھاب مفصلی پیدا ہو جاتا ہے،اس کا علاج مریض کو دو ہفتہ بستر پر مکمل آرام دیا جائے اور درد شکن درد یا دوائیں اسپرین وغیرہ اور خشک حجامت بلاشرط اور رگے سے یعنی داغ سے نفع ہو جاتا ہے۔مریض کو سکون ملتا ہے۔

اس سے پہلے ہم بیان کر چکے ہیں کہ عربوں اور بدویوں میں مفرد امراض پائے جاتے ہیں،اس لیے مفرد دوائیں ان کے علاج کے لیے مناسب ہیں،اور ان کی غذائیں بھی عموماً مفرد ہوتی ہیں،امراض مرکبہ اکثر مرکب اور متنوع مختلف الاذواق غذا کے استعمال سے پیدا ہوتے ہیں۔ان کے لیے مرکب دوائیں پسند کی جاتی ہیں۔

ظظظ

فصل (۲۶)

خشکی براز قبض کا علاج نبوی

ترمذی نے اور ابن ماجہ نے اسماء بنت عمیس کی روایت نقل کی ہے۔

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰـهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاذَا كُنْتِ تَسْتَمْشِيْنَ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ قَالَتْ ثُمَّ اسْتَمْشَيْتُ بِالسَّنَا فَقَالَ لَوْ كَانَ شَيْئٌ يَشْفِي مِنَ الْمَوْتِ لَكَانَ السَّنَا ا

پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا کہ تم کس چیز سے دست لاتی ہو انہوں نے کہا شبرم سے آپ نے فرمایا گرم اور مضر ہے پھر اس کے بعد ہم دست لانے کے لیے سنا کا استعمال کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی چیز موت سے بچاتی تو وہ سنا ہوتی۔

سنن ابن ماجہ میں دوسری حدیث ابراہیم بن ابی عبلہ نے عبداللہ بن ام حرام سے روایت کیا ہے۔

ا۔ ترمذی نے حدیث نمبر ۲۰۸۲ اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۱ اور احمد نے ۶/ ۳۶۹ اور حاکم نے ۴/ ۲۰۰-۲۰۱ میں ذکر کیا ہے۔اس کی سند میں جہالت ہے مگر آنے والی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے،جس سے اس میں قوت پیدا ہو گئی ہے۔

وَكَانَ قَدْ صَلّٰى مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْقِبْلَتَيْنِ يَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ

اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ عَلَیْکُمْ بِالسَّنَا والسَّنُوتِ فَاِنَّ فِیْھَا شِفَاءٌ مِنْ کُلِّ دَاءٍ اِلَّا السَّامَ قِیْلَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا السَّامُ؟ قَالَ الْمَوْتُ۔ ا؎

عبداللہ بن ام حرام جنہوں نے تحویل قبلہ والی نماز میں شرکت کی وہ کہتے ہیں کہ میں نے پیغمبر کو کہتے سنا کہ بس اور زیرہ کو استعمال کیا کرو اس لیے کہ ان دونوں میں بجز سام کے ہر بیماری کے لیے شفاء ہے۔ پوچھا کیا کہ حضور سام کیا ہے آپ نے فرمایا موت۔

آپ کا یہ فرمانا "بماذا کنت تستمشین" یعنی تلیین طبیعت کرتی ہو کہ پاخانہ رواں ہو جائے ٹھہرا ہوا نہیں رہتا کہ پاخانہ رک جانے سے اذیت ہو اسی وجہ سے مُسہل سے چلنا پڑتا ہے۔ اور کئی پاخانے آتے ہیں ضرورت کی بنیاد پر دوسری روایت میں ہے کہ بماذا تستسفین کس سے شفا پاتی ہو تو اسماء نے کہا شبرم سے یہ ایک قسم کا دودھ یا گوند ہے، ۲؎

اور آپ کا فرمانا حارٌ جارٌ دوسری روایت میں حار یارٌ ابو عبید نے ذکر کیا ہے، کہ عرب موماً یا کے ساتھ استعمال کرتے ہیں میرے نزدیک اس میں دو باتیں ہیں ایک حار جار جیم کے ساتھ یعنی شدید الاسھال سخت دست آور اس لیے کہ اس کی غیر معمولی حرارت اور شدت اسھال کا بیان کرنا مقصود ہے کیونکہ وہ ایسی ہی ہے ابوحنیفہ دینوری نے یوں ہی لکھا ہے۔

ا؎ ابن ماجہ نے حدیث نمبر ۳۴۵۷ حاکم نے ۴/۲۰۱ میں اس کو نقل کیا ہے اس کی سند میں عمرو بن بکر السکسکی ہے جو ضعیف ہے اور تہذیب میں ہے کہ اس کی متابعت شداد بن عبدالرحمن الانصاری نے کی ہے اور حدیث سابق سے اس کی تائید ہوتی ہے۔

۲؎ الیتوع صبور وتور کی طرح ہر اس جڑی کو کہتے ہیں جس میں دودھ ہو تو مسہل محرق اور مقطع ہو، اور ان میں سے سات مشہور ہیں، الشبرم) درخت سے نکلنے والے دودھ کا بالائی چھلکا ہے۔ چوتھے درجہ میں حار یابس ہے، یہ دوا اگر سرخی مائل ہو تو سب سے بہتر ہے تیز ہلکی اور نرم نازک جلد کی طرح لپٹی ہو۔ بہرحال یہ ایسی دوا ہے کہ اطباء نے اس کے خطرے اور غیر معمولی آور ہونے کی وجہ سے اس کو استعمال نہ کرنے کا مشورہ دیا ہے۔

دوسری روایت کچھ عقل لگتی بات ہے کہ یہ لفظ محض تاکید کے لیے ساتھ ساتھ استعمال ہوتا ہے، جس میں لفظی اور معنوی دونوں قسم کی تاکید مقصود ہوتی ہے اور یہ عربوں میں مروج جیسے حسن بسن یعنی کامل الحسن اسی طرح حسن قسن شیطان لیطان حار جارٌ حالانکہ لفظ جار میں دوسرے معنی بھی ہیں وہ یہ کہ اشیاء کو اپنی شدت حرارت کی وجہ سے اپنی طرف کھینچ لیتا ہے جونہی وہ اس تک پہنچی گویا اسے ننگا کر دیتی ہے، اس کے کپڑے اتار لیتی ہے، یا جار کے اندر صہری و صہریج اور صہاری وصہاریج کی طرح کا معاملہ ہے یا اس کے ساتھ متنقلاً مستعمل ہے۔

مد کے ساتھ اور قصر کے ساتھ سنا میں دو لغت ہے، سناء حجاز میں پیدا ہونے والی ایک نبات ہے ان میں سب سے عمدہ مکی ہوتی ہے۔ سنا عمدہ دوا ہے جس میں نقصان کا پہلو کم تر ہے، اعتدال سے قریب درجہ اول میں گرم اور خشک ہے۔ صفراء اور سوداء دونوں ہی کے لیے مُسہل ہے، قلب کو مضبوط کرتی ہے یہ اس کی سب سے بڑی خوبی ہے۔ کہ باوجود مُسہل ہونے کے مقوی قلب ہے۔ وسواس سوداوی کو خصوصیت سے زائل کرتی ہے۔ بدن میں پیدا ہونے والی پھٹن کی اکسیر ہے، عضلات کو چست بنا دیتی ہے۔ بالوں کو گرنے سے بچاتی ہے، جوں سے حفاظت کرتی ہے پرانے دردسر کو ختم کرتی

ہے۔ کھجلی، دانے، خارش اور مرگی کے لیے نافع ہے۔ اس کا جوشاندہ اس کے سفوف سے زیادہ نافع ہے، جس کی خوراک تین درہم ہے اور جوشاندہ کی پانچ درہم، اور اگر جوشاندہ میں گل بنفشہ موبز منقی بھی پکالیا جائے تو اور بہتر ہے۔

رازی نے بیان کیا کہ سناء اور شاہترہ ا سے اخلاط محترقہ کا اسہال ہوتا ہے کھجلی خارش کے لیے مفید ہے اس کی خوراک ۴ درہم سے ۷ درم تک ہے۔

سنوت کیا ہے اس میں آٹھ اقوال ہیں۔

نمبر ا شہد نمبر ۲ مکھن کی تلچھٹ جو سیاہ خطوط کی صورت میں گھی میں نظر آتے ہیں۔ عمرو بن بکر سکسکی نے بھی متعین کیا نمبر ۳ زیرہ کی طرح کا ایک دانہ مگر زیرہ نہیں ہے، جیسے زیرہ کشمیری ابن اعرابی نے یہ بیان کیا۔ نمبر ۴ زیرہ کرمانی نمبر ۵ بادیان ابو حنیفہ دینوری اسی کے

ا ترکاریوں کا بادشاہ جسے کزبرۃ الحمار بھی کہتے ہیں۔

قائل ہیں۔ نمبر ۶ سویا کے بیج نمبر ۷ خرما ان دونوں معنی کو ابوبکر بن سنی حافظ نے بیان کیا۔ نمبر ۸ شہد جو گھی کے برتن میں رکھی ہو، عبداللطیف بغدادی نے اسی کو راجح قرار دیا، بعض اطباء نے لکھا ہے کہ یہ طب نبوی سے زیادہ درست اور عمدہ معنی معلوم ہوتا ہے۔ کہ سنا کو اس شہد میں جو گھی کے ساتھ ملی ہو ملا لیا جائے یعنی سنا کو گھی میں مدبر کر لیا جائے، پھر اسے چاٹا جائے اس لیے کہ دوا مفرد کی مفرد رہی اور سنا کو گھی کے ساتھ تدبر ہو کر اصلاح بھی ہوگئی اسہال میں اور بھی مدد ملے گی۔

ترمذی نے حدیث ابن عباس مرفوعا روایت کی ہے۔

اِنَّ خَیْرَ مَاتَدَاوَیْتُمْ بِہِ السَّعُوْطُ وَاللَّدُوْدُ وَالْحِجَامَۃُ وَالْمَشِیُّ ا

جن چیزوں سے تم دوا کرتے ہو، ان میں بہتر سعوط ناک سے دوا چڑھانا منہ کے کنارے سے دوا پلانا پچھنے لگانا اور دست لانا ہے۔

مشی جس سے پاخانہ ڈھیلا ہو کر چل پڑے، اور باہر آنا آسان ہو جائے۔

ظظظ

فصل (۲۷)

جسم کی خارش جوں کا علاج نبوی

صحیحین میں بروایت قتادہ یہ حدیث ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ رَخَّصَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لِعَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَ الزُّبَیْرِ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا فِیْ لُبْسِ الْحَرِیْرِ لِحِکَّۃٍ کَانَتْ بِھِمَا۔

ا۔ ترمذی نے اس حدیث کو نمبر ۱۷۲۲ کے تحت بیان کیا ہے اس کی سند میں عباد بن منصور ہے، جو ضعیف ہے۔

انس بن مالک نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام کو خارش کی بنا پر ریشمی کپڑے پہننے کی خصوصی اجازت مرحمت فرمائی تھی۔

دوسری روایت یہ ہے کہ

اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ وَالزُّبَیْرَ بْنِ الْعَوَّامِ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْھُمَا شَکَوَا الْقَمْلَ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ غَزَاۃٍ لَھُمَا فَرَخَّصَ لَھُمَا فِیْ قُمُصِ الْحَرِیْرِ وَرَاَیْتُہٗ عَلَیْھِمَا ا۔

عبدالرحمن بن عوف اور زبیر بن عوام رضی اللہ تعالیٰ عنہما صحابیان رسول نے پیغمبر خدا سے جوں پڑنے کی شکایت ایک جنگ کے موقعہ پر فرمائی آپ نے ان دونوں کو اجازت دے دی کہ ریشمی قمیص استعمال کریں اور اس کو میں نے ان کے جسم پر دیکھا بھی تھا۔

اس حدیث سے دو باتیں نکلتی ہیں۔ ایک فقہی، دوسری طبی

فقہیات سے متعلق تو یہ ہے کہ ریشمی کپڑوں کا استعمال عورتوں کے لیے بلا کسی روک ٹوک آپ کی احادیث سے ثابت ہے اور مردوں کو اس کا زیب تن کرنا حرام ہے، ہاں کوئی دوسرا نہ ہو جس سے وہ اپنی پوشش کر سکے، یا مرد کسی بیماری کا شکار ہو، مثلاً خارش داد کھجلی وغیرہ یا جوں کی کثرت جیسا کہ حدیث انس سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے۔

ریشمی کپڑے پہننے کا جواز احمد بن حنبل کی دو روایتوں میں سے ایک میں موجود ہے اور شافعی کی مختلف باتوں میں صحیح تر جواز ہی ہے اس لیے کہ کپڑوں میں عموم ہی اصل ہے۔ اور رخصت جب کسی فرد امت کے لیے ثابت ہو تو اس رخصت کا معنی جب کسی دوسرے فرد میں ہوگا۔ تو اس کے لیے بھی رخصت کا جواز ہوگا۔ اس لیے کہ عموم سبب سے حکم بھی عام ہوتا ہے۔

ا۔ بخاری نے ۶/ ۷۳ میں فی الجہاد باب الحریر فی الحرب کے تحت ذکر کیا ہے، اور مسلم نے فی اللباس نمبر ۲۰۷۶ حدیث باب اباحۃ لبس الحریر للرجل مرد کے لیے ریشمی کپڑے کا استعمال جائز کے تحت بیان کیا ہے۔

جو اس کے حرمت ہی کے قائل ہیں ان کا کہنا ہے کہ تحریم کی احادیث عام ہیں اور رخصت کا حکم خصوصی طور سے صرف عبدالرحمن بن عوف اور زبیر کے لیے تھا یہ بھی ممکن ہے کہ اس حکم میں دوسرے بھی ہوں جب خصوصی وعموم دونوں ہی محتمل ہوں تو عموم پر ہی عمل ہونا چاہیے اسی وجہ سے بعض راویوں نے کہا ہم کو نہیں معلوم کہ ان کے بعد کے لوگوں کو رخصت کا علم ہوا یا نہیں۔

اور درست بات تو عموم رخصت ہی ہے اس لیے کہ شریعت کا طرز خطاب ہمیشہ سے یہ رہا کہ اس کا حکم عام ہی ہوتا ہے، اگر تخصیص کی کوئی صراحت نہ ہو اور جس کو ابتداء میں رخصت دی گئی ہو اس کو اس میں شامل نہ کیا جائے جیسا کہ آپ کا یہ حکم رخصت ابو بردہ کو جب وہ قربانی کے لیے جانے لگے آپ نے فرمایا کہ میاں تمہارے لیے یہ بکری کا

بچہ بھی بکری کی جگہ کافی ہے مگر یہ حکم صرف تم تک ہے آگے کسی کے لیے نہیں۔

تَجْزِیْکَ وَلَنْ تَجْزِیْ عَنْ اَحَدٍ بَعْدَکَ ا ۔

یہ تم کو کفایت کرے گا اور تمہارے بعد کسی کو یہ رخصت نہ ہوگی۔

یا پیغمبر خدا کے لیے نکاح زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے سلسلے میں جنھوں نے آپ کے لیے اپنے آپ کو ھبہ کردیا تھا یہ ارشاد باری!

خَالِصَۃً لَکَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ (احزاب: ۵۰)

یہ صرف تمہاری خصوصیت ہے دوسرے مسلمانوں کے لیے نہیں۔

تحریم حریر میں ذریعہ کا انسداد کرنا مقصود ہے، اسی وجہ سے عورتوں کے لیے مباح ہے اور ضرورت و مصلحت راجح کے موقع پر بھی جائز ہے، یہ دستور ہر جگہ ہے۔ جہاں انسداد ذرائع کے لیے تحریم ہو کہ وہ ضرورت و مصلحت کے موقع پر جائز ہوتا ہے۔ جیسے کہ محرم کو دیکھنا انسداد ذریعہ کے طور پر حرام ہے مگر مصلحت وضرورت کے تحت جائز ہے، اسی طرح نفلی نمازیں پڑھنا ممنوع اوقات میں ممنوع ہیں تا کہ ظاہری طور پر بھی سورج کی پوجا کرنے والوں سے مشابہت

ا ۔ اس کی تخریج پہلے فی ہدیہ صلی اللہ علیہ وسلم فی الحج کے تحت آچکی ہے اور وہ صحیح ہے۔

نہ ہو۔ مگر کسی مصلحت کے وقت مباح ہے، جس طرح کہ ربا الفضل، ربا النسیہ کے ذریعہ کے انسداد کے لیے ممنوع ہے مگر ا۔ عرایا کی صورت میں ضرورت کی بنیاد پر جائز ہے۔ جس میں درخت کسی محتاج کو ایک سال تک اس کے پھل سے نفع کے لیے دے دیا جاتا ہے وہ اس کے پھل سے دوسری فصل تک بھی کچھ لے لیتا ہے تو اس سے وہ ناجائز نہیں ہوتا ہے۔ اور اس کی مکمل فقہی تحقیق ہم نے اپنے رسالہ "التحبیر لمایحل و یحرم من لباس الحریر" میں کی ہے۔

ظظظ

فصل (۲۸)

ابریشم وریشم کے بارے میں علمی تحقیق

طبی حیثیت سے ریشم ان دواؤں میں ہے جو حیوان سے حاصل کی جاتی ہیں، اسی لیے اسے دواء حیوانی میں شمار کرتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ دوا حیوان ہی سے لی جاتی ہے۔ اور یہ بڑی منفعت بخش قابل قدر دوا ہے، اس کی خصوصیت دل کو قوی کرنا، اسے فرحت بخشنا، اور دل کے بہت سے امراض کو نفع پہنچانا ہے، اسی طرح مراریت سوداء کو بھی ختم کرتا ہے، اور جو بیماریاں مراریت سوداء سے پیدا ہوتی ہیں ان کے لیے بھی نافع ہے آنکھوں میں اس کا سرمہ مقوی بصر ہے اور ابریشم خام جو اطباء کے یہاں عام طور سے مستعمل ہے۔ درجہ اول میں حار یابس ہے یا حار رطب ہے۔ یا معتدل ہے، جب اس کا کپڑا بنا کر استعمال کیا جائے تو اس میں معتدل حرارت پائی جاتی ہے، بدن کو گرمی پہنچاتا ہے۔ کبھی بدن کو

ٹھنڈک پہنچا کر اس کو فربہی بخشتا ہے (یعنی مرکب القوی) ہے۔

ا۔ العرایا جمع عَرِیَۃ۔ کھجور کا درخت جس کے پھل کھانے کے لیے مالک کسی محتاج کو سال بھر تک کے لیے اجازت دیدے کہ وہ اس کا پھل بلا کسی اجرت کے کھاتا رہے، اب اس سے تمر لیکر اس کے پکنے سے پہلے استعمال کرے تو یہ فضل اس کے لیے مضر نہیں ہے اس کا کھانا مباح و جائز ہے۔

رازی نے لکھا ہے کہ ابریشم کتان سے زیادہ گرم ہے، اور روئی سے زیادہ ٹھنڈا ہے، گوشت بڑھاتا ہے۔ اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر کھردرا لباس لاغر کرتا ہے اور جلد کو سخت کرتا ہے اور نرم و چکنا کپڑا اس کے برعکس اثر دکھاتا ہے۔

ملبوسات جو انسان استعمال کرتا ہے تین قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک قسم بدن کو گرم کرتی ہے۔ اور اسے ٹھنڈک سے بچاتی ہے۔ دوسری قسم ٹھنڈک سے بچاتی ہے مگر بدن گرم نہیں کرتی، تیسری قسم نہ ٹھنڈک سے بچاتی ہے، نہ بدن کو گرم کرتی ہے اور کوئی ایسا ملبوس نہیں معلوم ہوتا جو کہ نہ گرمی پہنچائے نہ ٹھنڈک سے بچائے اس لیے کہ جو ملبوس بدن کو گرم کرے گا وہ ٹھنڈک سے بھی بچائے گا۔ بال اور اون کے بنے کپڑے گرمی بھی پہنچاتے ہیں اور ٹھنڈک سے بھی بچاتے ہیں، کتان و حریر روئی کے کپڑے ٹھنڈک سے بچاتے ہیں، مگر گرم نہیں کرتے کتان کے بنے کپڑے ٹھنڈے خشک ہوتے ہیں اور اون کے گرم خشک ہوتے ہیں۔ اور روئی کے معتدل حرارت ہوتے ہیں اور ریشم کے کپڑے روئی سے ملائم اور حرارت میں اس سے کمتر ہوتے ہیں۔

منہاج کے مصنف نے لکھا کہ ریشم کے پہننے سے روئی کی طرح گرمی نہیں پیدا ہوتی بلکہ وہ معتدل ہے، جو کپڑا چکنا چمکدار ہو گا اس سے بدن میں بہت کم گرمی پہنچے گی بدن سے تحلیل ہونے والی چیزوں کے لیے کم سے کم تر متحلل ہے اور موسم گرما میں اس کا استعمال مناسب ہے، بالخصوص گرم ممالک میں۔

جب ریشمی کپڑے ایسے ہیں تو اس میں خشکی کھردرا پن جو دوسرے کپڑوں میں پائے جاتے ہیں، اس کا دور دور تک پتہ نہیں ہے تو اس کا خارش میں نافع ہونا سائنٹفک ہے، اس لیے کہ خارش حرارت یبوست اور خشونت ہی سے پیدا ہوتی ہے۔

اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زبیر اور عبدالرحمن بن عوف کو خشک خارش کے علاج کے طور پر ریشمی کپڑے پہننے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ نیز ریشمی کپڑوں میں جوں نہیں پڑتی اس لیے کہ جوں رطوبت و حرارت سے پیدا ہوتی ہے جبکہ ریشمی کپڑے کا مزاج یا معتدل یابس ہے، یا حار و یابس ہے۔

کپڑے کی وہ قسم جو نہ ٹھنڈک سے بچاتے نہ بدن کو گرم کرتے ہیں وہ لوہے اور رانگ کے بنے کپڑے یا لکڑی اور مٹی سے تیار ہوتے ہیں کوئی معترض کہہ سکتا ہے۔ کہ جب ملبوسات حریری سب سے زیادہ مناسب اور بدن کو نافع تھے تو پھر پاکیزہ شریعت نے اسے حرام کیوں قرار دیا جبکہ اس نے تمام طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام قرار دیا ہے۔

اس سوال کا جواب مسلمانوں کے مختلف طبقے کی طرف سے مختلف ہے، جو لوگ کسی بات میں حکمت و تعلیل

WWW.NAFSEISLAM.COM

کے قائل ہی نہیں وہ اصالۃً تعلیل وحکم کے منکر ہیں اس لیے یہاں حکمت وتعلیل کو کیسے تسلیم کریں گے ان کو اس کی ضرورت ہی نہیں کہ کیوں اور کیونکر۔

البتہ جو لوگ حکم اور تعلیل کے قائل ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس نعمت کے نہ ملنے پر صبر اور استقلال انسانی کا امتحان کرنا مقصود ہے، اس لیے اسے رضائے الٰہی کے لیے ترک کر دے اسے اس کا خصوصی اجر دیا جائے گا۔ جو دوسروں کو نہ ملے گا۔

کچھ لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس کی تخلیق اصالۃً عورتوں ہی کے لیے ہوئی ہے، جیسے سونے کے زیورات عورتوں کے لیے ہے، مردوں پر حرام ہیں، تاکہ مردوں اور عورتوں میں یکسانیت کا خطرہ نہ ہو۔ اور دیکھنے میں کوئی فرق محسوس ہو، بعضوں نے کہا کہ اس سے بعض رذائل اخلاق فخر وتکبر اور ریا ونمود وغیرہ پیدا ہوتے ہیں اس لیے حرام قرار دیا گیا، بعضوں نے کہا ریشم کے کپڑے پہننے کے بعد چھونے اور ملائمت نرمی سے مساس کرنے والے اور کرانے والیوں پر جذبات شہوانی برانگیختہ ہوتے ہیں۔ جو مخنث بننے بنانے اور عورتوں کے اخلاق وعادات اختیار کرنے کی طرف لے جاتے ہیں، اور ان سے مردانگی اور حوصلہ مندی کے جوہر ختم کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اس لیے کہ اس کے پہننے کے بعد دل میں زنانہ پن ابھرتا ہے اور اکثر ریشمی کپڑے پہننے والوں میں زنانہ پن اور زنخا پن کے عادات ابھر آتے ہیں۔ نرم مزاجی نرم گفتاری نسوانی انداز لیے ہوئے پیدا ہوتی ہے۔ چنانچہ دیکھنے میں آیا کہ جو لوگ بڑے حوصلہ مند اور مردانے تھے ان میں بھی ریشمی کپڑوں کے استعمال کے بعد کسی نہ کسی درجہ میں نسوانیت اور زنخا پن کے انداز ابھر آئے اگرچہ وہ پورے طور سے نہ سہی، اگر کسی کو یہ بات نہ بھاتی ہو اور اپنی قصور فہم کی وجہ سے وہ ان حکمتوں اور باریکیوں کو نہ جان سکا ہو تو اسے پھر پیمبر دانا کی کہی ہوئی باتوں ہی کو تسلیم کر لینا بہتر ہے، اسی وجہ سے سر پرستوں پر بھی واجب ہے کہ وہ اپنے بچوں کو ایسا کپڑا نہ پہنائیں کہ شعور کے بعد ان میں زنخا پن اور زنانہ پن ابھرے اور بڑھے، اس طرح یہ اولیاء اور سر پرست بچوں پر ایک غیر فطری عادت کے ابھارنے اور پروان چڑھانے کے مجرم ہوں گے، جس کے جوابدہ عند اللہ بھی ہوں گے اور سوسائٹی بھی ان کو معاف نہ کرے گی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

نسائی نے ابوموسیٰ اشعری سے روایت کی ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ اَحَلَّ لِاِنَاثِ اُمَّتِی الْحَرِیْرَ وَالذَّهَبَ، وَحَرَّمَهٗ عَلٰی ذُکُوْرِهَا

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدائے برتر و بزرگ نے میری امت کی عورتوں کو ریشم اور سونے کے استعمال کی اجازت دی، اور مردوں پر اس کو حرام کر دیا۔

دوسرے لفظوں میں مروی ہے۔

حُرِّمَ لِبَاسُ الْحَرِیْرِ وَالذَّهَبِ عَلٰی ذُکُوْرِ اُمَّتِی وَاُحِلَّ لِاِنَاثِهِمْ ا ؎

ریشمی کپڑے اور سونا میری امت کے مردوں پر حرام کیا گیا، اور عورتوں کے لیے حلال کیا

گیا۔

اور بخاری میں حذیفہ سے مروی۔

ا۔ اس کو عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں حدیث نمبر ۱۹۹۳۰ کے تحت اور نسائی نے ۸/۱۶۱ فی الزینۃ جہاں باب تحریم الذہب علی الرجال سونا مردوں کے لیے حرام ہے قائم کیا ہے۔لایا ہے اور ترمذی حدیث نمبر ۱۷۲۰ فی اللباس کے باب اول میں لائے ہیں، یہ حدیث صحیح ہے۔اس کے راوی متعدد صحابہ ہیں، ان میں حضرت علی، عمر، عبداللہ بن عمرو، ابن عباس، زید بن ارقم، واثلہ بن اسقع اور عقبہ بن عامر وغیرہ صحابہ ہیں رضی اللہ عنہم حافظ زیلعی نے اس کی تخریج کا حق نصب الرایہ ۴/۲۲۲، ۲۲۵ میں ادا کر دیا ہے۔

نَهَى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ لُبْسِ الْحَرِيْرِ وَالدِّيْبَاجِ وَاَنْ يُجْلَسَ عَلَيْهِ وَقَالَ هُوَ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا وَلَكُمْ فِي الْاٰخِرَةِ ا۔

خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ریشم اور دیباج کے پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع کر دیا ہے، اور فرمایا کہ یہ کافروں کے لیے دنیا میں ہے اور آخرت میں تمہارے لیے ہے۔

ظظظ

فصل (۲۹)

ذات الجنب کا علاج نبوی

ترمذی نے زید بن ارقم سے روایت کیا۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ تَدَاوَوْا مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ بِالْقُسْطِ الْبَحْرِيِّ وَالزَّيْتِ ۲۔

کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ذات الجنب کا علاج عود ہندی اور زیتون سے کرو۔

اطباء کے نزدیک ذات الجنب کی دو قسم ہے، حقیقی اور غیر حقیقی۔

حقیقی ورم حار ہے، جو پسلیوں کے اندرونی جانب پھیلی ہوئی غشاء میں پیدا ہوتا ہے

ا۔ بخاری نے لباس میں مردوں کے لیے ریشم پہننا جائز ہے کے باب کے تحت ذکر کیا ہے۔اور اس کی کیا مقدار جائز ہے۔۱۰/۲۴۲ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ ترمذی نے طب میں حدیث نمبر ۲۰۸۰ باب ماجاء فی دواء ذات الجنب، ذات الجنب کے علاج کے تحت لائے ہیں، احمد نے ۴/۳۶۹ میں حاکم نے ۴/۲۰۲ اس کی سند میں میمون ابوعبداللہ البصری ہیں جو ضعیف ہیں۔

اور غیر حقیقی اسی طرح کا درد ہے جو پسلی کے اردگرد ہوتا ہے، جس کا سبب ریاح غلیظ موذی ہوتی ہے۔جو صفاقات میں پھنس جاتی ہے، جس کے پھنسنے کی وجہ سے ایسا شدید درد ہوتا ہے جیسا ذات الجنب حقیقی میں ہوتا ہے۔فرق صرف اتنا ہوتا ہے کہ غیر حقیقی میں یہ درد پھیلا ہوا ہوتا ہے اور حقیقی میں درد چبھنے والا ہوتا ہے۔

چنانچہ شیخ نے قانون میں لکھا ہے کہ ذات الجنب پہلو اس کے صفاقات، عضلات صدر، پسلی اور اس کے ارد گرد اذیت دہ سخت قسم کا ورم ہوتا ہے، جس کو شوصہ، برسام اور ذات الجنب کہتے ہیں۔ اور کبھی یہ درد ہوتا ہے، جو کسی ورم کی وجہ سے نہیں ہوتا، بلکہ ریاح غلیظہ کی وجہ سے ہوتا ہے، لوگوں کو اس وقت اسی بیماری کا اندیشہ گذرتا ہے، حالانکہ وہ بیماری نہیں ہوتی۔ اور ایسا بھی ہے کہ پسلی میں ہونے والے ہر درد کو ذات الجنب کہتے ہیں۔ اس وجہ سے کہ مقام درد وہیں ہوتا ہے۔ اس لیے ذات الجنب کے معنی صاحبۃ الجنب ہے۔ اور یہاں مقصد درد پہلو ہوتا ہے، اس لیے جب کبھی پہلو میں درد ہوتا ہے اس کا سبب خواہ کچھ بھی ہو۔ اس کا انتساب اسی جانب ہوتا ہے، اور اسی کے تحت بقراط کی وہ بات آتی ہے۔ کہ ذات الجنب کے مریضوں کو حمام سے نفع ہوتا ہے، یعنی ہر وہ شخص جس کو پہلو کا درد یا پھیپھڑے کی اذیت سوء مزاج کی وجہ سے ہو یا اخلاط غلیظہ کی بنا پر یا خلط لذاع کی بنا پر جس میں نہ ورم ہو نہ بخار اس میں حمام نافع ہے۔

اطباء نے لکھا ہے کہ یونانی زبان میں ذات الجنب پہلو کا ورم حار ہے، اسی طرح تمام اعضاء باطنہ کے ورم کو ذات الجنب کہتے ہیں ورم حار اگر ہو تو اسے ذات الجنب کہتے ہیں۔ خواہ وہ احشاء کے کسی عضو میں ذات الجنب حقیقی کے لیے پانچ اعراض ضروری ہیں۔ بخار، کھانسی چبھتا درد ضیق النفس نبض منشاری ا؎۔

حدیث میں موجود علاج اس قسم کا علاج نہیں ہے، بلکہ غیر حقیقی کا علاج ہے، جو ریح غلیظ سے پیدا ہوتا ہے، اس لیے کہ قسط بحری، جسے عود ہندی کہتے ہیں، دوسری احادیث کی روشنی

ا؎ یہ اسباب وعلامات سینہ کے درد میں ہوتے ہیں، پھیپھڑے کے التہاب کی وجہ سے اور عصر جدید میں جراثیم کس دواؤں سے علاج کرتے ہیں۔ مثلاً سلفا قرص پنسلین کا انجکشن، یہ ڈاکٹر ازہری کا خیال ہے۔

میں اگر اسی کو کہتے ہیں۔ تو یہ بھی قسط کی ایک قسم ہے، اگر اسے باریک پیس لیا جائے، اور گرم زیتون میں آمیز کر لیا جائے، اور جائے ماؤف پر جہاں ریاح جمی ہو ہلکی ہلکی مالش کی جائے، یا چند چمچہ چاٹ لیا جائے' تو اس کا عمدہ علاج ہو گا۔ یہ دوا نافع ہونے کے علاوہ محلل اورام بھی ہے اور محلل مادہ بھی جس سے یہ بیماری کافور ہو جاتی ہے، اعضاء باطنہ کی تقویت کا سبب ہوتا ہے، سدوں کو کھولتا ہے، اور عود ہندی کا بھی نفع بالکل ایسا ہی ہے۔

ا؎ مسیحی نے لکھا ہے کہ عود حار یابس ہے، قابض ہے، دست بند کرتا ہے۔ اعضاء باطنی کو تقویت پہنچاتا ہے۔ کاسر ریاح ہے۔ مفتح سدد ذات الجنب کے لیے نافع ہے۔ فضولات رطوبی کو ختم کرتا ہے۔ دماغ کے لیے بھی مفید ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ ذات الجنب حقیقی میں بھی اس کا نفع ہو، اگر یہ بیماری مادہ بلغم سے ہو بالخصوص انحطاط مرض کے وقت۔

ذات الجنب مہلک امراض میں شمار ہوتا ہے، حدیث صحیح میں ام سلمہ سے مروی ہے کہ۔

قَالَتْ بَدَأَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَرَضِہٖ فِیْ بَیْتِ مَیْمُوْنَۃَ وَکَانَ کُلَّمَا خَفَّ عَلَیْہِ خَرَجَ وَصَلّٰی بِالنَّاسِ، وَکَانَ کُلَّمَا وَجَدَ ثِقْلًا قَالَ "مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ" وَاشْتَدَّ شَکْوَاہُ حَتّٰی غُمِرَ عَلَیْہِ مِنْ شِدَّۃِ الْوَجْعِ فَاجْتَمَعَ عِنْدَہٗ نِسَاءُہٗ وَ

عَمَّهُ الْعَبَّاسَ وَ اُمُّ الْفَضْلِ بِنْتُ الْحَارِثِ وَ اَسْمَاءُ بِنْتُ عُمَيْسٍ، فَتَشَاوَرُوْا فِيْ لَدِّهٖ فَلَدُّوْهُ وَهُوَ مَغْمُوْرٌ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ: مَنْ فَعَلَ بِيْ هٰذَا، هٰذَا مِنْ عَمَلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هَاهُنَا وَ اَشَارَ بِيَدِهٖ اِلٰى اَرْضِ الْحَبْشَةِ، وَ كَانَتْ اُمُّ سَلَمَةَ وَ اَسْمَاءُ لَدَّتَاهُ، فَقَالُوْا: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! خَشِيْنَا اَنْ يَكُوْنَ

ا۔ عیسیٰ بن یحییٰ جرجانی ابو سہل طبیب اور فلاسفر ہے ۳۹۰ ہجری میں وفات ہوئی صرف ۴۰ سال عمر پائی، اس کے حالات زندگی، عیون الانبیاء ص ۳۲۷، ۳۲۸ میں ملاحظہ کیجیے۔

بِكَ ذَاتُ الْجَنْبِ قَالَ فِيْمَ لَدَدْتُمُوْنِيْ قَالُوْا بِالْعُوْدِ الْهِنْدِيْ وَشَيْءٍ مِنْ وَرْسٍ وَقَطَرَاتٍ مِنْ زَيْتٍ فَقَالَ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَقْذِفَنِيْ بِذَالِكَ الدَّاءِ ثُمَّ قَالَ عَزَمْتُ عَلَيْكُمْ اَنْ لَا يَبْقٰى فِي الْبَيْتِ اَحَدٌ اِلَّا لُدَّ اِلَّا عَمِّيَ الْعَبَّاسُ ا۔

ا۔ ابن سعد نے ۲/ ۲۳۵ میں واقدی کے طریق سے تخریج کی ہے، جو ضعیف ہے اور اسی انداز میں عبدالرزاق نے مصنف میں حدیث نمبر ۹۷۵۴ کے ذیل میں ذکر کیا ہے، اسماء بنت عمیس کی حدیث سے اس کی اسناد صحیح ہے، حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے ۴/ ۲۰۲ میں اور ذہبی نے موافقت کی ہے، حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۸/ ۱۱۳ میں عبدالرزاق سے اس کو نقل کیا ہے، اور اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا۔ بخاری نے اپنی بخاری ۸/ ۱۱۲ میں روایت کیا ہے، حَدَّثَنَا عَلِيٌّ حَدَّثَنَا يَحْيٰى وَزَادَ قَالَتْ عَائِشَةُ لَدَدْنَاهُ فِيْ مَرَضِهٖ فَجَعَلَ يُشِيْرُ اِلَيْنَا لَا تَلُدُّوْنِيْ فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ قَالَ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ وَ اَنَا اَنْظُرُ اِلَّا الْعَبَّاسَ فَاِنَّهٗ لَمْ يَشْهَدْكُمْ رَوَاهُ ابْنُ اَبِي الزِّنَادِ عَنْ هِشَامٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ عَائِشَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الْحَافِظُ وَصَلَهٗ مُحَمَّدُ بْنُ سَعْدٍ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الصَّبَّاحِ عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ اَبِي الزِّنَادِ بِهٰذَا السَّنَدِ وَلَفْظُهٗ كَانَتْ تَاْخُذُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْخَاصِرَةُ فَاشْتَدَّتْ بِهٖ فَاُغْمِيَ عَلَيْهِ فَلَدَدْنَاهُ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ هٰذَا مِنْ فِعْلِ نِسَاءٍ جِئْنَ مِنْ هُنَا وَ اَشَارَ اِلَى الْحَبَشَةِ وَاِنْ كُنْتُمْ تَرَوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَلِّطُ عَلَيَّ ذَاتَ الْجَنْبِ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ لَهَا سُلْطَانًا وَاللّٰهِ لَا يَبْقٰى اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ، فَمَا بَقِيَ اَحَدٌ فِي الْبَيْتِ اِلَّا لُدَّ، وَلَدَدْنَا مَيْمُوْنَةَ وَهِيَ صَائِمَةٌ۔

حدیث بیان کی علی نے ہم سے حدیث بیان کی ہم سے یحییٰ وزاد نے کہ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ آپ کو مرض میں ہم نے دوا پلائی آپ اس پر اشارہ فرمانے لگے کہ دوا نہ پلاؤ ہم نے یہ سمجھا کہ مریض کو فطری طور پر دوا پینے سے اباء ہوتی ہے اس لیے یہ کوئی خاص بات نہیں مگر جب آپ ہوش میں آئے تو فرمایا کہ میں نے تم کو دوا پلانے سے روکا نہیں تھا؟ ہم نے عرض کیا کہ مریض تو ابا کرتا ہی ہے، آپ نے فرمایا خاندان میں کوئی نہیں رہا جسے دوا نہ پلائی گئی ہو، میں عباس کو دیکھ رہا ہوں کہ وہ تمہارے چکر میں نہیں آئیں گے۔ ابن ابوالزناد نے ہشام سے انہوں نے اپنے والد سے انہوں نے عائشہ سے حدیث روایت کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے حافظ ابن حجر نے کہا کہ اس حدیث کو محمد بن سعد نے محمد بن الصباح سے وصل کر دیا ہے۔ انہوں نے عبدالرحمن بن ابوزناد سے انہیں لفظ اور سند میں بیان کیا، اس کے الفاظ یہ ہیں۔ پیغمبر کو پہلو کے درد نے اپنی گرفت میں لے لیا۔ یہ درد تیز تر ہو گیا کہ آپ پر نیم بیہوشی طاری ہو گی۔ اس حالت میں ہم نے آپ کو دوا پلا دی۔ (حاشیہ جاری)

ام سلمہ فرماتی ہیں کہ آپ کو مرض شروع ہوا جبکہ آپ حضرت میمونہ کے مکان پر تھے، جب بیماری کسی قدر ہلکی ہوتی تو آپ نماز کے وقت باہر نکلتے اور لوگوں کے ساتھ جماعت فرماتے اور جب گرانی کا احساس ہوتا تو فرماتے ابوبکر سے کہو کہ نماز پڑھائیں آپ کی تکلیف

بڑھتی گئی تا کہ آپ درد کی بے چینی سے بے ہوش ہو گئے، اس وقت ازواج مطہرات اکٹھا ہوئیں۔ آپ کے چچا عباس ام الفضل بنت حارث اسماء بنت عمیس بھی موجود تھیں ان سب نے آپس میں دوا پلانے کے بارے میں مشورہ کیا، باہم مشورہ سے دوا پلائی گئی، اور آپ بیہوش تھے، جب آپ کو ہوش آیا تو آپ نے کہا کہ کس نے یہ کام کیا۔ یہ عورتوں کا کام ہے، معلوم ہوتا ہے حبشہ سے آنے والی عورتوں نے دوا پلائی یعنی ام سلمہ اور اسماء نے آپ کو دوا پلایا تھا ان عورتوں نے کہا کہ اے خدا کے رسول ہم کو یہ خطرہ ہوا کہ آپ کو کہیں ذات الجنب ہو، آپ نے پوچھا پھر تم نے کیا دوا پلائی لوگوں نے عرض کیا کہ عود اور ورس اور روغن زیتون کے چند قطرے آپ نے فرمایا اگر خدا نے مجھے ممکن ہے اس مرض سے نجات دے دی تو میں نے پکا ارادہ کیا ہے، کہ گھر میں کوئی نہیں رہے گا جسے دوا نہ پلائی گئی بجز میرے چچا عباس کے۔

دوسری روایت میں ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ لَدَدْنَا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاَشَارَ اَنْ لَا تَلُدُّوْنِی فَقُلْنَا كَرَاهِيَةُ الْمَرِيْضِ لِلدَّوَاءِ فَلَمَّا اَفَاقَ قَالَ اَلَمْ اَنْهَكُمْ اَنْ تَلُدُّوْنِی لَا يَبْقَى مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا لُدَّ غَيْرَ عَمِّي الْعَبَّاسِ

"گذشتہ سے پیوستہ" آپ کو جب ہوش آیا تو فرمایا کہ یہ ان عورتوں کا کام ہے۔ جو فلاں جگہ سے آئی ہیں۔ آپ نے اشارہ کیا حبشہ کی طرف اگر تم لوگوں کو یہ خیال ہے مجھے خدا نے ذات الجنب میں مبتلا کر لیا ہے تو خدا کے سامنے کسی کی کیا چلتی ہے، واللہ گھر کے لوگوں میں کوئی دوا پلائے جانے سے نہ بچے گا اور ہم نے حضرت میمونہ کو دوا پلائی جب کہ وہ روزہ سے تھیں۔

فَاِنَّهٗ لَمْ يَشْهَدْكُمْ ۱؎

حضرت عائشہ سے روایت ہے کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دوا پلائی آپ نے اسے ناگوار سمجھا اور نہ پلانے کا اشارہ کیا ہم نے کہا کہ مریض تو دوا کو استعمال کرنا پسند ہی نہیں کرتے یہ ایک فطری امر ہے جب آپ کو افاقہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے دوا پلانے سے منع کیا تھا، تم میں کا کوئی نہیں رہے گا کہ اسے دوا نہ پلائی جائے سوائے میرے چچا عباس کے۔

اصمعی نے لدود کا ترجمہ منہ کے کسی حصہ سے یا لب سے دوا پلانا محاورۃً کیا ہے، اخذ من لدیدی الوادی وادی کے دونوں جانب میں سے کوئی یا دونوں اور وجور درمیانہ لب سے منہ میں دوا گذارنا۔

لَدُود بالفتحہ وہ دوا جو منہ سے پلائی جائے اور سعوط جو دوا ناک سے گذاری جائے اس حدیث سے کسی خطاوار کو ویسی ہی غلطی سے سزا دینا ثابت ہوتا ہے اگر اس کا فعل محرم نہ ہو حقوق خداوندی کی کوئی تلف نہ کرتا ہو یہی

بات مناسب ہے۔ہم نے اس کے لیے تقریباً دس دلیل شرعی دوسرے مقام پر بیان کی ہے،احمد سے بھی یہی ثابت ہے۔اور خلفاء راشدین سے بھی یہی ثابت ہے،اور طمانچہ یا چوٹ کا قصاص جس کے بارے میں چند در چند احادیث ہیں وہ اس کے معارض نہیں ہیں،اس لیے بات متعین ہو چکی ہے۔اور مسئلہ صاف ہو گیا۔

ظظظ

فصل (۳۰)

طب نبوی میں درد سر اور آدھ سیسی کا علاج

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اس سلسلہ میں ایک ایسی حدیث بیان کی ہے جس کی صحت محل نظر ہے کہ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ اِذَا صُدِعَ غَلَّفَ رَاْسَهُ بِالْحِنَاءِ وَيَقُوْلُ اِنَّهُ نَافِعٌ بِاِذْنِ اللّٰهِ مِنَ الصُّدَاعِ [1]

کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو جب کبھی دردسر ہوتا تو آپ اپنے سر پر مہندی کا لیپ کرتے مہندی کا پلاسٹر چڑھاتے،اور فرماتے کہ یہ صداع کے لیے خدا کے حکم سے نافع ہے۔

صداع الم الراس ہے یہ تکلیف پورے سر میں یا جزء راس میں ہو سب جگہ صحیح ہے اس میں سے جو سر کے کسی ایک حصے میں ہو اور ہر وقت موجود رہے،اسے شقیقہ کہتے ہیں۔اور جو پورے سر میں ہو اسے بیضہ یا خودہ کہتے ہیں جیسے خود جو سر کے سبھی حصے کو شامل ہوتی ہے۔کبھی سر کے اگلے کبھی سر کے پچھلے حصے میں بھی یہ بیماری پائی جاتی ہے۔

اس کی قسمیں بہت سی ہیں اور اسباب صداع بھی مختلف ہیں۔مگر صداع کی حقیقت سخونت راس یا اس کا گرم ہو جانا ہے اس لیے کہ بخارات اس میں گھومتے رہتے ہیں۔جو نکلنے کے لیے منافذ اور سوراخ کے خواہاں ہوتے ہیں،مگر منفذ نہیں ملتا تو سر پہ دباؤ ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے دردسر پیدا ہو جاتا ہے،جیسے پیپ [2] جب منفذ نہیں پاتا تو درد پیدا کرتا ہے اور ہر تر چیز

۱۔ بخاری نے ۱۰/۱۴۰ فی الطب میں باب اللدود لدود میں دوا پلانے کے ذیل میں حدیث بیان کی اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۲۱۳ فی السلام باب کراھة التداوی باللدود منہ سے دوا پلانے کی کراہت کے تحت ذکر کیا ہے۔

۲۔ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ صداع سر کے کسی حصہ میں درد کے احساس کو کہتے ہیں۔ (حاشیہ جاری)

"گذشتہ سے پیوستہ" جس کے اسباب بے شمار ہیں۔ہر مرض کی تمیز صداع معین مقامات کے تعین اور اوقات کے تعین سے کی جاتی ہے۔علاج سبب کے تحت ہوتا ہے۔

۱۔ یہ حدیث ابن ماجہ ۳۵۰۲ میں حدیث سلمٰی ام رافع باندی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے،آپ نے کہا کہ رسول خدا کو زخم یا کانٹا لگنے کی کوئی

تکلیف ہوتی تو آپ وہاں مہندی رکھتے یہ حدیث سنن ابوداؤد نمبر ۳۸۵۸ میں اور احمد نے ۶ / ۴۶۲ پر روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبیداللہ بن علی بن ابو رافع ہیں، جو لین الحدیث ہیں اور بزار نے روایت کیا ہے، جن کا ہیثمی نے مجمع میں ۵ / ۹۵ کے تحت حدیث ابوہریرہ کے ذیل میں کیا ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جب نزول وحی ہوتا تو آپ کو گرانی سر ہوتی۔ اس کو دور کرنے کے لیے حنا کا ضماد کرتے ہیثمی نے لکھا ہے کہ اس میں احوص بن حکم راوی کی توثیق تو کر دی گئی مگر اس میں ضعف بھی خاصا ہے۔ اور ابوعون کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔

۲۔ الوئی پیپ زرداب ریم کو کہتے ہیں

جب گرم ہوتی ہے۔ تو وہ اپنے لیے اس مقام سے جس میں وہ اس وقت ہے زیادہ پھیلی جگہ تلاش کرتی ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ بخارات جب سر میں پھیل جاتے ہیں ان کے تحلیل ہونے یا ختم ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی تو سر میں گردش کرنے لگتے ہیں، اسی گردش بخارات کو سدر (اندھیری) کہتے ہیں۔

صداع مختلف اسباب کی بنا پر ہوتے ہیں۔

۱۔ اخلاط اربعہ یا طبائع اربعہ حار بارد رطب ویابس کے غلبہ کی بنیاد پر

۲۔ کسی زخم معدہ کی وجہ سے کہ معدہ اعصاب کے ذریعہ براہ راست دماغ سے تعلق ہے، قرحہ معدہ کی وجہ سے وہ عصبہ متورم ہو جاتا ہے، یا خود معدہ کا مقام ماؤف متورم ہو کر عصبہ کے تناؤ کا سبب بنتا ہے، اس طرح معدہ کی اذیت کا احساس سر کو ہوتا ہے۔ اور درد پیدا ہو جاتا ہے۔

۳۔ ریاح غلیظ جو معدہ میں پیدا ہوتی ہے۔ اس کا صعود کھوپڑی کی جانب ہوتا ہے۔ جس سے کھوپڑی میں تناؤ کے بعد درد پیدا ہوتا ہے۔

۴۔ معدہ کے عروق میں ورم پیدا ہوتا ہے، ان عروق میں ورم کی وجہ سے سر میں درد کا احساس ہوتا ہے۔

۵۔ کثرت غذا کی وجہ سے امتلاء معدہ پیدا ہو جاتا ہے، کچھ حصہ تو معدہ سے براز وغیرہ کی شکل میں نیچے آ جاتا ہے۔ کچھ خام حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ اس کی گرانی سے سر میں درد پیدا ہو جاتا ہے۔

۶۔ جسم کے کھوکھلا ہونے کے وجہ سے جماع کے بعد دردسر پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ تخلیل کی وجہ سے ہوا کی گرمی سر میں مقدار سے زیادہ سپلائی ہوتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۷۔ صداع بعض وقت قے اور استفراغ کے بعد ہوتا ہے، جس کا سبب یا تو خشکی ہوتی ہے۔ یا معدہ سے بخارات سر کی طرف آنے لگتے ہیں۔

۸۔ بعض وقت دردسر گرم ہوا اور گرم موسم کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے۔

۹۔ شدید ٹھنڈک کی وجہ سے اس لیے کہ ٹھنڈک سے بخارات کثیف ہو جاتے ہیں۔ اور سر سے تحلیل نہیں ہوتے بلکہ جم جاتے ہیں۔

۱۰۔ غیر معمولی بیداری نیند کا فقدان۔

۱۱۔ سر کے اوپر غیر معمولی دباؤ یا گراں چیزوں کے اٹھانے سے۔

۱۲۔ کثرت گفتار جس سے دماغ اس کی تکان محسوس کرتا ہے، اور ضعف کی وجہ سے برداشت کی قوت کمتر ہو جاتی

ہے۔ دردسر کا سبب بن جاتا ہے۔

۱۳۔ غیر معمولی ریاضت ومحنت شدید کثرت حرکت کی وجہ سے بھی دردسر پیدا ہوتا ہے۔

۱۴۔ اعراض نفسانیہ کی بنا پر، جیسے غم، فکر، رنج وساوس افکار ردیئہ

۱۵۔ شدت بھوک سے اس لیے کہ اس وقت پیدا ہونے والے بخارات کا کوئی مصرف نہیں رہ جاتا۔ تو وہ اور زیادہ ہوجاتے ہیں۔ اور دماغ کی جانب چڑھتے ہیں۔ جس سے دردسر پیدا ہوجاتا ہے۔

۱۶۔ دماغ کی جھلی میں ورم کی وجہ سے جس میں مریض کو دماغ پر ہتھوڑا چلنے اور سر پھٹنے کا احساس ہوتا ہے۔

۱۷۔ بخار کی وجہ سے بھی صداع ہوتا ہے۔ اس لیے کہ بخار میں حرارت اور شدید پیدا ہوتی ہے، جو سر کے تکلیف کا باعث بن جاتی ہے۔

ظظظ

فصل (۳۱)

دردشقیقہ کا تفصیلی بیان

صداع شقیقہ (آدھا سیسی) کا سبب سر کی شرائین میں غیر طبعی مواد خود اسی میں پیدا ہونا یا دوسرے اعضاء سے بصورت صعود وارتقاء سر کی طرف بلند ہونا اور سر اور دماغ کی دونوں تنصیفوں میں سے کمزور حصے کا اسے قبول کرنا یہ غیر طبعی مواد یا تو بخارات ہوتے ہیں۔ یا اخلاط حارہ و باردہ ہوتے ہیں۔ جس کی مخصوص علامت شرائین کی تڑپ بالخصوص اخلاط حارہ میں اگر خون کی کثرت ہو یا ریاح کا ارتقاء زیادہ ہو جب اس پر پٹی لگائی جائے اور تڑپ روکنے کا عمل کیا جائے تو درد رُک جاتا ہے اور مریض کو سکون ہوجاتا ہے۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب طب نبوی میں لکھا ہے کہ دردسر کی یہ اذیت جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہوجایا کرتی، جس کا اثر پورے چوبیس گھنٹے یا دو دن رہتا اور نکلتا نہ تھا۔

ابن عباس کے اثر سے اس کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطاب فرمایا اور آپ کے سر مبارک پر پٹی بندھی تھی۔

اور صحیح بخاری میں ہے کہ آپ نے اپنے مرض موت میں فرمایا "وارأساہ۔ ا ہ

ظظظ

فصل (۳۲)

دردسر کا علاج

دردسر کا علاج نوعیت و اسباب کے پیش نظر مختلف ہوتا ہے، اس کی بعض قسم کا استفراغ سے کیا جاتا ہے۔ بعض کا غذا استعمال کرا کے بعض میں آرام وراحت رسانی علاج ہے، اور بعض کا پلاسٹر سے بعض کا دردسر ٹھنڈک پہنچانے سے ختم ہوتا ہے، بعضوں میں گرمی پہنچا کر علاج کیا

ا۔ بخاری نے ۱۰/ ۱۰۵ فی المرض میں باب مارخص للمریض کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ کہ حضرت عائشہ نے وارا ساہ کہا تو آپ نے اس کو ناپسند کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر میں زندہ رہا تو تمہارے لیے اس نام وشبوت پر استغفار کروں گا، اور دعا کروں گا۔ اس پر حضرت عائشہ نے فرمایا:...... کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری آپ میری موت کے خواہاں ہیں کیا اگر ایسا ہو جاتا تو کیا خوب ہوتا۔ کہ بعض پہلے سے وفات پانے والی ازواج کی فہرست میں میں بھی ہوتی اور دولہن بنتی اس پر پیغمبر نے فرمایا بل انا وارا ساہ۔

جاتا ہے، بہت سے ایسے بھی ہیں جنھیں آواز سننے حرکت کرنے کی سخت ممانعت ہوتی ہے۔ اسی سے انہیں نفع ہو جاتا ہے۔

اس بات کے علم کے بعد آپ اس بات کو سمجھیں کہ حدیث میں حنا سے معالجہ کا ذکر جزئی صداع کا ہے، کلی صداع کا نہیں یہ صداع کی ایک قسم کا علاج ہے، جب کہ صداع تیز حرارت کی بنا پر ہو۔ اور صداع سادہ ہو مادی نہ ہو۔ کہ اس میں استفراغ ضروری ہو۔ ایسے صداع میں حنا سے کھلے طور پر نفع ہوگا، حنا کو پیس کر سرکہ میں ملا کر پیشانی پر ضماد کیا جائے تو دردسر جاتا رہے گا، اس لیے کہ حنا میں اعصاب کے مناسب قوت موجود ہے۔ جب اس کا ضماد ہوگا تو درد جاتا رہے گا۔ یہ کچھ دردسر کی خصوصیت نہیں بلکہ کسی عضو کا درد اگر غیر مادی اور حرارت سادہ کی بنا پر ہو تو اس میں یہ نافع ہے۔

اس میں ایک قسم کا قبض ہے جس سے اعضاء میں قوت اور جان آتی ہے اور اگر کسی ورم حار یا التہاب کے مقام پر لگایا جائے تو اس کے ضماد سے درد کو سکون ہو جاتا ہے۔ ابوداؤد نے اپنی سنن میں اور بخاری نے اپنی تاریخ میں روایت کیا ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَاشَکٰی اِلَیْہِ اَحَدٌ وَجَعًا فِیْ رَاسِہٖ اِلَّا قَالَ لَہٗ اِحْتَجِمْ وَلَا شَکٰی اِلَیْہِ وَجَعًا فِیْ رِجْلَیْہِ اِلَّا قَالَ لَہُ اِخْتَضِبْ بِالْحِنَّاءِ ا۔

وَفِی التِّرْمِذِیْ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے جب بھی کسی نے دردسر کی شکایت کی تو آپ نے اسے پچھنا لگوانے کے لیے کہا اور اگر درد پا کی شکایت کی تو حنا لگانے کی بات کی۔

ا۔ ابوداؤد نے حدیث نمبر ۳۸۵۸ اور احمد نے ۶/ ۴۶۲ سلمٰی زوجہ ابورافع کی حدیث کے تحت بیان کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے، جو پہلے بھی بیان ہو

چکی ہے۔

عَنْ سَلْمٰی اُمِّ رَافِعٍ خَادِمَةِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ كَانَ لَا یُصِیْبُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُرْحَةٌ وَلَا شَوْكَةٌ اِلَّا وَضَعَ عَلَیْهَا الْحِنَّاءَ ۱؎

سلمٰی ام رافع پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی نوکرانی نے کہا کہ جب کبھی آپ کو زخم ہوتا یا کانٹا چبھتا تو آپ اس پر حنا کا لیپ فرماتے۔

ظظظ

فصل (۳۴)

حِنا کے فوائد پر سیر حاصل بحث

مہندی اول درجہ میں سرد اور دوسرے میں خشک ہے۔ درخت اور اس کی ٹہنیوں کی ترکیب میں ایک ایسی قوت محللہ ہوتی ہے، جو آبی جوہر سے حاصل ہوتی ہے، اس کی حرارت معتدل ہے۔ دوسری قوت قابضہ ہے، جس میں جوہر ارضی بارد شامل ہے۔

اور اس کے منافع میں قوت محللہ ہے، اور آگ جلے کے لیے نافع ہے، دوسرے قوت اعصاب کو تازگی دیتی ہے، اگر اس کا ضماد کسی عصبہ یا عضو پر کیا جائے اور اگر چبائیں تو منہ کے زخموں ۲؎ اور اس کے بثورات کے لیے نافع ہے، آکلة ۳؎ فم کو دور کرتی ہے، بالخصوص بچوں کے منھ آنے کے لیے نافع ہے، اس کے ضماد سے اورام حارۃ تکلیف دہ التھابات کو سکون و آرام ملتا ہے، زخموں میں دم

۱؎ ترمذی نے اسے حدیث نمبر ۲۰۵۵ کے تحت اور حدیث نمبر ۳۵۰۲ میں ابن ماجہ نے روایت کیا اس کی سند ضعیف ہے، اس سے پہلے آچکا ہے۔

۲؎ سلاق دانہ ہے، جو زبان کی جڑ میں نکلتا ہے، اور زبان کی جڑ میں بھوسی سی ہو جاتی ہے۔

۳؎ القلاع آکلہ منہ آنا منہ کے جلد اور زبان کی سطح کے بثورات۔

الاخوین ۱؎ کا نفع دیتی ہے، اس کے پھول کے ساتھ موم خالص اور روغن گل ملا کر مالش کرنے سے ذات الجنب اور پہلو کا درد جاتا رہتا ہے۔

چیچک کے آغاز میں اگر چیچک زدہ کے تلوے پر ضماد کردیں، تو اس سے اس کی آنک[redacted]ط رہتی ہے۔ اس میں چیچک کا اثر نہیں ہونے پاتا' یہ بار بار کا مجرب ہے، اس میں تخلف نہیں ہوتا' گل مہندی کو اگر کپڑوں کی تہہ میں رکھا جائے تو عرصہ تک خوشبودار بنا دیتا ہے۔ اور جوں نہیں پڑنے دیتا اسے دیمک نہیں کھاتا' برگ حنا کو تازہ شیریں پانی میں بھگو دیں کہ پتیاں ڈوب جائیں پھر اسے نچوڑ کر اس کا نقوع چالیس دن تک استعمال کریں۔ ۲۴۔ گرام نقوع حنا

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۴ گرام شکر اور مریض کو بکری کے بچے کا گوشت کھلائیں تو ابتداء جذام میں جادو کی طرح اثر کرتا ہے۔ کہ آدمی انگشت بدنداں رہ جائے۔

چنانچہ روایت ہے کہ ایک شخص کا ناخن شگافتہ ہو گیا تھا اس کے علاج میں اس نے بڑی رقم صرف کی مگر بے سود کوئی نفع نہیں ہوا، اسے ایک عورت نے یہ نسخہ بتلایا کہ دس دن حنا استعمال کرے، اس نے دھیان نہیں دیا پھر نقوع کو پانی میں بھگو کر استعمال کیا اور برابر پیتا رہا جس سے اسے شفا ہوئی، اور اس کے ناخن اپنے انداز کے حسین ہو گئے۔

اگر ناخنوں پر اسے لگایا جائے تو اس سے نفع بھی ہوتا ہے۔ اور اس کا حسن بھی بڑھ جاتا ہے۔ اور اگر گھی میں ملا کر اورام حارہ جن سے پیپ نکل رہا ہو لگایا جائے تو زخم اچھا ہو جائے گا اور اگر ورم متقرح پرانا ہو تو اسے اور بھی نفع دیتا ہے۔ بال اگاتا ہے، اور بالوں کو قوی کرتا ہے۔ ان کو رونق بخشتا ہے۔ قوت دماغ کو بڑھاتا آبلوں کو روکتا ہے۔ پنڈلیوں اور پیر میں ہونے والے بثورات کو ختم کرتا ہے اسی طرح پورے جسم کے بثورات کے لیے نافع ہے۔

ظظظ

ا۔ تذکرہ میں اس کی حقیقت بیان کرنے میں تردد رہا اور سچ یہ ہے کہ ہم اس کی حقیقت سے نا آشنا ہیں۔ یہ ہندوستان کے علاقوں سے لائی جاتی ہے۔

(۳۴) فصل

زیر علاج مریضوں کو مناسب کھانا پانی دینے کی ہدایت

ترمذی اور ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر جہنی سے روایت کی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تُکْرِھُوْا مَرْضَاکُمْ عَلَی الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ فَاِنَّ عَزَّوَجَلَّ یُطْعِمُھُمْ وَیُسْقِیْھِمْ۔ ا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اپنے بیماروں کو زبردستی کھلانے پلانے کی کوشش نہ کرو کیونکہ خدا پاک انہیں کھلاتا پلاتا ہے۔

فاضلین اطباء نے اس حدیث کے مضمون پر سر دھننا شروع کیا کہ ان چند لفظوں میں جو جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے زبان مبارک سے نکلے ہوئے ہیں۔ کتنی حکمتیں ان میں پائی جاتی ہیں۔ بالخصوص معالجین جو مریضوں کا علاج کرتے ہیں ان کے لیے تو بے شمار حکمتیں ہیں۔ اس لیے کہ مریض کو جب کھانے پینے کی خواہش نہ ہو

WWW.NAFSEISLAM.COM

تو اس کا سبب مریض کی

ا۔ یہ حدیث قوی ہے اس کی تخریج ترمذی نے نمبر ۲۰۴۱ اور ابن ماجہ نے ۳۴۴۴ پر کی ہے۔ اس کی سند میں بکر بن یونس بن بکیر ضعیف ہے۔ مگر حاکم نے ۴/ ۴۱۰ میں عبدالرحمن بن عوج کی حدیث تائید میں پیش کی ہے۔ اور ابونعیم نے الحلیہ میں ۱۰/ ۵۱۵۰ میں جابر بن عبداللہ کی حدیث سے تائید کی اور ان دونوں حدیثوں کی سند حسن ہے۔

ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ مرض کا سب سے بڑا سبب مریض کا کھانے کے لیے آمادہ نہ ہونا پھر بھی زور دے کر کھلانا اس کے ضرر کو مستزاد کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ آلات ہضم اپنے کام سے ابا کرتے ہیں اور غیر ہضم کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جس سے مریض کا حال اور بھی خراب ہو جاتا ہے۔

طبیعت کا مرض کے بگڑنے میں لگنا ہوتا ہے۔ یا اس کی خواہش کے ختم ہونے کی بنا پر یا حرارت غریزی کی کمی کی بنیاد پر یا اس کے بالکل ختم ہونے کی وجہ سے غرض وجہ کچھ بھی ہو ایسے موقع پر مریض کو غذا دینا کسی طرح مناسب نہیں ہے۔

بھوک تو اعضاء کے غذا طلب کرنے کا نام ہوتا ہے کہ طبیعت اس غذا کے ذریعہ بدل ما تحلیل کا ظلم کرے اس لیے کہ معدہ سے دور کے اعضاء قریب کے اعضاء سے جذب غذا کرتے ہیں۔ پھر غذا کے جذب کرنے کا سلسلہ معدہ تک پہنچتا ہے، جس سے انسان میں بھوک کا احساس ہوتا ہے اور غذا طلب کرتا ہے، اور جب مریض ہوگا تو طبیعت مادہ مرض کو پختہ کرنے اس کے نکالنے کی طرف مشغول ہو جائے گی' اور غذا یا مشروب کے استعمال پر مجبور کیا جائے تو طبیعت اپنے عمل ہی کو معطل کر دے گی اور بجائے مرض کے مادہ کے انضاج واخراج کے دیئے گئے کھانے کے پکانے کھانے لگانے میں لگ جائے گی' نتیجہ اس غذا سے مریض کو سخت نقصان پہنچے گا۔ خصوصاً بحران ۲۔ کے وقت یا ضعف حرارت غریزی یا حرارت غریزی کے بالکل بجھ جانے کے وقت تو پوچھئے نہیں کہ کیا کچھ نہ ہو جائے گا۔ اس وقت ایسی چیزوں کے استعمال کی ضرورت ہے جس سے اس کی رہی سہی قوت باقی رہے۔ اس میں کسی قدر توانائی آئے نہ یہ کہ ایسی صورت اختیار کی جائے جس سے طبیعت اور مضحل ہو جائے قوت اور سکت ٹوٹ جائے۔ اس موقع پر تو لطیف غذا اور پاکیزہ مشروبات دیے جانے چاہیے۔ جن کا مزاج متعدل ہو۔ جیسے شربت نیلوفر ۲۔ شربت عرق سیب گل تازہ عرق گلاب وغیرہ اور غذا میں چوزے کا شوربہ جس میں خوشبودار مسالے پڑے ہوں اور مناسب انداز کی مفرح اور منعش قوت خوشبو اور لخلخے سنگھائے جائیں، لطیفے سنائے جائیں، خوش کن باتیں کی جائیں، اس لیے کہ طبیب تو

ا۔ بحران ضمہ کے بعد سکون امراض حارہ میں اچانک پیدا ہونے والا تغیر

۲۔ تذکرہ میں ہے کہ اس میں مشہور لغت نون کا مقدم ہونا ہے۔ اس کا فارسی ترجمہ پردار کے ہیں۔ یہ ایک آبی پودا ہے۔ جس کی جڑ گاجر کی طرح ہوتی ہے۔ اس کی ڈنھل چکنی ہوتی ہے۔ پانی میں گہرے تک اس کی سنجاف جاتی ہے، جب یہ سنجاف پانی کی سطح کے برابر ہوتی ہے تو پتیاں نکلتی ہیں اور پھول کھلتے ہیں۔

طبیعت کا ملازم ہے۔ اسی کا یار غمگسار ہے۔ نہ کہ دشمن جفا شعار۔

عمدہ خون، ہی بدن کی غذا ہے۔ اور بلغم خون کی وہ قسم ہے۔ جو پوری طرح پختہ نہ ہو بلکہ کسی قدر اس میں خامی

رہ گئی ہو جن مریضوں کے جسم میں بلغم کی بڑی مقدار ہوتی ہے۔ اور اصل غذا کی مقدار اس کثرت بلغم کی بنا پر تقریباً ناپید ہو جاتی ہے۔ تو طبیعت بلغم کی طرف متوجہ ہوتی ہے، اور اسے پکاتی خون بناتی اور اعضاء کے کام آتی ہے۔ اور جسم و اعضاء کو دوسری غذا سے بے نیاز کر دیتی ہے۔

طبیعت اس قوت کو کہتے ہیں جسے خدائے پاک نے بدن کی تدبیر اور اس کی حفاظت اس کی صحت کا دکیل بنایا ہے۔ طبیعت انسانی جسم کی ساری زندگی نگرانی کرتی ہے۔

یہ بھی ذہن نشین رہے کہ مریض کو کبھی کھانا اور پانی دینے کی اور اسے قبول کرنے پر مجبور کرنے کی ضرورت پڑتی ہے اگرچہ یہ بہت کم ہوتا ہے۔ مگر ایسا بھی ہوتا ہے، اور عموماً غذا پر جبر کرنے کی اس وقت ضرورت ہوتی ہے، جب مریض اختلاط عقل کا شکار ہو اس طرح سے حدیث کے عموم کو مخصوص کرنے سے اور اس کے مطلق کو مقید کرنے کی ضرورت موجود ہو۔ اس طرح حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ مریض بلا غذا کے ایک طویل مدت تک باقی رہتا ہے کہ انداز کی زندگی تندرست بھی بلا غذا کھائے نہیں گذار سکتا۔

اور پیغمبر علیہ السلام کا قول فَإِنَّ اللّٰهَ يُطْعِمُهُمْ وَيَسْقِيهِمْ یعنی خدا مریضوں کو کھلاتا پلاتا ہے کا معنی زیادہ لطیف ہے۔ وہاں تک اطباء کی عقل کی رسائی نہیں بلکہ اس کا مطلب تو وہی سمجھ سکے گا جو قلب و روح کے معاملات اور اس کے اثرات بدن انسانی سے پوری طرح واقف ہو یا طبیعت کا انفعال ان تاثیرات روحی و قلبی سے ہو جس طرح کہ روح و قلب طبیعت سے منفعل ہوتے ہیں اس کی طرف ایک ہلکا اشارہ ہم کرتے ہیں۔

کہ نفس کو جب کسی ایسی چیز سے سابقہ پڑتا ہے جو اسے مشغول رکھتی ہے، خواہ وہ چیز پسندیدہ ہونے کی وجہ سے یا ناپسند ہونے کی وجہ سے یا خطرناک ہونے کی وجہ سے نفس کو مشغول کر دیتی ہے۔ تو اس اشتغال کی وجہ سے غذا کی مانگ اور پیاس کی خواہش نہیں ہوتی نہ بھوک کا احساس ہوتا ہے۔ نہ پیاس کا حتیٰ کہ گرمی و ٹھنڈک کا بھی احساس نہیں رہتا۔ بلکہ بعض اوقات تو سخت سے سخت درد و اذیت کا بھی احساس ختم ہو جاتا ہے۔ ہر انسان کو ان سب باتوں اور واقعات سے سابقہ پڑتا ہے۔ جب انسان کی یہ حالت ہو کہ اسے بھوک کی تکلیف نہ ہو۔ ایسی صورت میں نفس کو کسی مفرح یا غیر معمولی نشاط آور چیز پیش آتی ہے تو وہ نشاط انگیز چیز غذا کے قائم مقام ہو جاتی ہے۔ اس سے طبیعت آسودہ ہو جاتی ہے۔ اور ساری قوتوں میں جان آجاتی ہے۔ بلکہ ساری قوت دگنا ہو جاتی ہے۔ اور خون کا جریان اتنا تیز ہو جاتا ہے کہ خون ظاہر جسم سے ابلتا نظر آتا ہے۔ جس سے چہرہ پر رونق آجاتی ہے۔ اور خون جسم سے جھلکنے لگتا ہے ایسے موقع پر اعضاء کو غذا کی عادت کے مطابق مانگ نہیں ہوتی اس لیے کہ طبیعت اس سے زیادہ پسندیدہ چیز کے ساتھ مشغول و مربوط ہوتی ہے، اور جب طبیعت کا قابو اپنے محبوب شئی پر ہو جاتا ہے تو اس سے کمتر چیز کی طرف متوجہ نہیں رہتی۔

اگر بدن پر وارد چیز تکلیف دہ غم انگیز اور خوفناک ہوتی ہے تو طبیعت اس سے جنگ اسے بیخ و بن سے اکھاڑنے اور اس کی مدافعت میں لگ جاتی ہے اور جنگ کرنے کی وجہ سے اس کی مشغولیات کا رخ صرف مدافعت کی

جانب ہوتا ہے۔ نہ کہ غذا و مشروب کی جانب اور طبیعت ایسی چیزوں کو خلیفہ بنا دیتی ہے۔ جو اس گم شدہ قوت کو بازیاب کر سکے۔ چنانچہ قوت بازیاب ہوتی رہتی ہے اور اگر طبیعت مقہور و مغلوب ہو جاتی ہے تو پھر قوت میں تدریجی انحطاط شروع ہو جاتا ہے، اگر یہ جنگ جو طبیعت اور مرض کے مابین بگڑتی اور بنتی رہتی ہے باقی رہ جائے تو پھر قوت کبھی بڑھ جاتی ہے۔ کبھی گھٹ جاتی ہے۔ غرض طبیعت و مرض کے مابین یہ جنگ بالکل آمنے سامنے لڑنے والی دشمن قوتوں کی طرح ہوتی ہے۔ اور غلبہ تو جیتنے والے کے لیے ہے۔ ہارا ہوا یا تو شہید ہوتا ہے، یا زخمی یا قیدی۔

مریض کی اعانت منجانب اللہ ہوتی ہے۔ اس کا تغذیہ اس انداز میں ہوتا ہے کہ اطباء اس کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتے۔ خدا کی یہ اعانت اس کے ضعف اور باری تعالیٰ کے سامنے انکسار و عاجزی کی بنیاد پر اسی تناسب سے ہوتی ہے جس تناسب سے وہ اپنا ضعف عاجزی درماندگی خدا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ اس سے دوسرا نفع قرب الٰہی کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، اس لیے کہ باری تعالیٰ کی قربت سب سے زیادہ ٹوٹے دلوں کے ساتھ ہوتی ہے خدا کی رحمت اس کے پلے میں ہوتی ہے۔ اگر مریض خدا کا دوست ہے تو اسے قلبی تغذیہ خدا کی جانب سے ہوتا رہتا ہے جس سے اس کی طبیعت کی تمام قوتوں میں توانائی باقی رہتی ہے۔ بلکہ اس کی توانائی اس کی اس قوت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔ جو وہ بدنی اور مادی غذاؤں سے حاصل کرتا ہے جب اس کا ایمان و یقین جاگ جاتا ہے تو اس کا تعلق خدا کے ساتھ ابھر آتا ہے، اس کو خدا کے ساتھ لگن ہو جاتی ہے اور وہ اس میں سرمست رہتا ہے۔ چونکہ اس کے یقین کی قوت اور خدا کے ساتھ حسن ظن بڑھ جاتا ہے اس کا شوق تیز تر ہو جاتا ہے۔ وہ خدا سے راضی رہتا ہے۔ اور اس کو راضی رکھنا چاہتا ہے۔ ان سب چیزوں سے اس میں وہ توانائی وہ قوت اور ایسی جان آ جاتی ہے کہ اس کے بیان کے لیے الفاظ نہیں ملتے نہ کسی طبیب کے نسخے میں اس کی گنجائش ہوتی نہ اس کے علم کی رسائی۔

کسی کی عقل بہت موٹی ہو اس کی طبیعت میں زیرکی کا کوئی شمہ نہ ہو تو وہ ان باتوں کو کیا سمجھے گا۔ اور اس کی تصدیق کیا کرے گا ایسے لوگوں کے لیے صورت کے پرستاروں کو دیکھنا چاہیے کہ یہ عشاق ان مادی چہروں اور جسمانی بناوٹوں میں کیا کچھ نہیں پاتے ان کے لیے تن من دھن سب کچھ قربان کر گذرتے ہیں، بعضوں کو صورت سے عشق ہوتا ہے۔ بعضوں کو جاہ کی طلب ہوتی ہے۔ بعض مال کے رسیا ہوتے ہیں، بعض علم کے شائق ہر ایک اپنے محبوب کے حصول اور اس کے وصول میں ایک عجیب توانائی ایک عمدہ فرحت محسوس کرتا ہے۔ اس کا رات دن لوگ مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور ان انوکھے انداز پرستش کو دیکھتے ہیں۔

چنانچہ صحیح بخاری میں ایک روایت اس کی شہادت کے لیے کافی ہے۔

عَنِ النَّبِی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ کَانَ یُوَاصِلُ فِی الصِّیَامِ الْاَیَّامِ ذَوَاتِ الْعَدَدِ وَ یَنْھٰی اَصْحَابَہٗ عَنِ الْوِصَالِ وَ یَقُوْلُ لَسْتُ کَھَیْئَتِکُمْ اِنِّی اَظَلُّ یُطْعِمُنِی رَبِّی وَیَسْقِیْنِی ؂

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پے در پے روزے عرصے تک رکھتے مگر اپنے ساتھیوں کو اس

وصال سے روکتے اور فرماتے کہ میں تمہارے طرز کا نہیں ہوں، مجھے تو میرا پروردگار کھلاتا ہے اور پلاتا ہے۔ پھر تم کہاں اور میں کہاں؟

یہ بات سب جانتے ہیں کہ یہ کھلانا پلانا اس انداز کا نہ تھا جو دوسرے انسان غذا استعمال کرتے ہیں اور اپنے منہ سے کھاتے ہیں اگر منہ سے کھاتے ہوتے تو پھر آپ مواصل صیام کیسے ہوتے اور پھر دونوں میں فرق کی کوئی وجہ نہ تھی بلکہ وہ تو کھانے پینے کے بعد روزہ دار ہی نہیں رہتے۔ اس لیے فرمایا اَظَلُّ یُطْعِمُنِیْ رَبِّیْ وَیَسْقِیْنِیْ میرا رب مجھے غذا دیتا ہے۔ اور مشروب پلاتا ہے۔

مزید برآں آپ نے خود وصال ہی میں اپنے اور دوسروں کے مابین تفریق کر کے سمجھایا کہ آنحضرت جس پر قدرت رکھتے ہیں۔ اس پر ان کو قدرت نہیں ہے۔ اگر آپ اپنے منہ سے کھاتے پیتے ہوتے تو پھر یہ کیسے فرماتے لست کھئیتکم' یہ بات اسی کے سمجھ میں آئے گی جس کے حصہ میں غذائے روحانی وقلبی آ چکی ہوگی' اور اس کی قوت و تاثیر سے پوری طرح واقف ہوگا' اور یہ کہ غذائے روحانی کو جسمانی غذا سے کوئی نسبت نہیں ہے۔

ظظظ

فصل (۳۵)

نکسیر کا علاج نبوی

صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ہے۔

ا۔ بخاری نے اس حدیث کو ۴/۱۷۹ میں فی الصیام باب التنکیل لمن اکثر الوصال وباب الوصال الی السحر میں لاتے ہیں۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۱۱۰۳ فی الصیام باب النھی عن الوصال فی الصوم میں ذکر کیا ہے اس سلسلے میں حضرت عائشہ عبداللہ بن عمر و انس کی احادیث بھی موجود ہیں۔

اَنَّہٗ قَالَ خَیْرُ مَاتَدَاوَیْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَالْقُسْطُ الْبَحْرِیُ لَا تُعَذِّبُوْا صِبْیَا نَکُمْ بِالْغَمْزِ مِنَ الْعُذْرَةِ ا۔

آپ نے فرمایا بہترین طریقہ علاج حجامت (پچھنا لگانا) ہے۔ اور عود ہندی کا استعمال، اپنے بچوں کے حلق ہیں ایسے چونکے نہ لگاؤ کہ خون چل پڑے۔

دوسری حدیث مسند احمد بن حنبل سے یہ ہے۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی عَائِشَةَ وَعِنْدَهَا صَبِیٌّ یَسِیْلُ مُنْخَرَاهُ دَمًا فَقَالَ مَا هٰذَا؟ فَقَالُوْا الْعُذْرَةُ اَوْ وَجَعٌ فِیْ رَاسِهٖ فَقَالَ وَیْلَکُنَّ لَا تَقْتُلْنَ اَوْلَادَ کُنَّ اَیُّمَا امْرَأَةٍ اَصَابَ وَلَدَهَا عُذْرَةٌ اَوْ وَجَعٌ فِیْ رَاسِهٖ فَلْتَاْخُذْ قُسْطًا هِنْدِیًا فَلْتَحُکَّهٗ بِمَاءٍ ثُمَّ تُسْعِطْهُ اِیَّاهُ فَاَمَرَتْ عَائِشَةُ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهَا فَصُنِعَ ذَالِکَ

بالصَّبِیِّ فَبَرأَ ۲؎

حضرت جابر بن عبداللہ نے روایت کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس تشریف لائے آپ کے پاس ایک بچہ تھا، جس کے نتھنوں سے خون جاری تھا۔ آپ نے دریافت فرمایا یہ کیا لوگوں نے کہا کہ کوامیں چونکے لگانے کی وجہ سے یا دردسر کی وجہ سے سیلان خون ہے آپ نے فرمایا تمہاری سمجھ پر پتھر پڑے اپنی اولاد کو ہلاک نہ کرو، جب کسی عورت کے بچہ کو کوے کی تکلیف ہو یا دردسر ہو تو اسے عود ہندی کو لے کر پانی سے رگڑنا

۱؎ بخاری نے اسے ۱۰ / ۲۱۷ فی الطب میں باب الحجامۃ من الداء بیماری میں پچھنا لگانے کے تحت بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے ۱۵۷۷ فی المساقاۃ میں باب حل اجرۃ الحجامۃ پچھنا لگانے کی مزدوری جائز کے تحت لکھا ہے۔

۲؎ احمد نے ۳ / ۳۱۵ میں ذکر کیا اس کی اسناد صحیح ہے۔ اور ہیثمی نے مجمع میں ۵ / ۸۹ میں ذکر کیا اور اس کی نسبت ابو یعلی اور بزار کی طرف بڑھادی ہے اور یہ لکھا ہے کہ اس کے رجال وہی ہیں جو صحیح کے رجال ہیں۔

چاہیے۔ پھر اسے ناک میں چڑھانا چاہیے۔ یہ سن کر حضرت عائشہ نے اس تدبیر کے کرنے کی ہدایت فرمائی چنانچہ یہ ترکیب عمل میں لائی گئی بچہ پوری طرح تندرست ہوگیا۔

ابوعبید نے ابوعبیدہ سے نقل کیا ہے کہ عذرۃ حلق میں ہیجان دموی کو کہتے ہیں جب اس کا علاج کیا جائے، یہ بھی محاورہ ہے کہ عذر بہ یعنی معذور ہے، بعضوں نے بیان کیا ہے کہ عذرۃ کان اور حلق کے مابین نکلنے والا ورم ہے۔ جس سے خون جاری ہوا اور بچوں کو عام طور سے ہوتا ہے۔

عود ہندی کو رگڑ کر ناک میں چڑھانے کا نفع یہ ہے کہ عذرہ کا مادہ خون ہے جس پر بلغم کا غلبہ ہوجاتا ہے بچوں کا بدن عموماً اس سے متاثر ہوتا ہے، عود ہندی میں عموماً تجفیف کی قوت ہے جو کوے کی بندش کرتا ہے، اور اسے اوپر اٹھاتا ہے، کبھی اس دوا کا اثر بالخاصہ ہوتا ہے۔ کبھی دوائے حار کی طرح نفع دیتا ہے، کبھی دوائے حار کے ساتھ آمیز کرنے پر نفع پہنچاتا ہے۔ کبھی اس کا نفع بالذات کبھی بالعرض ہوتا ہے، چنانچہ شیخ نے سقوط لہاۃ میں جو علاج لکھا ہے۔ اس میں تحریر کیا ہے۔ عود ہندی، شب یمانی، تخم مرد کے ساتھ مفید ہے۔

قسط بحری جس کا ذکر حدیث میں ہے۔ وہ یہی عود ہندی ہے۔ جو نسبتاً سفیدی مائل ہوتی ہے۔ وہ شیریں کثیر المنفعت ہے۔ اور عربوں کا دستور تھا کہ وہ کوے کو زخمی کر کے علاج کرتے، یا کوئی چیز لٹکا کر علاج کرتے تھے، پیغمبر نے اس سے علاج کرنے سے منع کیا اور ایسا علاج بتلایا جو بچوں کے لیے زیادہ نافع اور والدین کے لیے آسان تر تھا۔

سعوط ناک میں پہنچانے والی دوا کو کہتے ہیں اس کے لیے مفرد و مرکب دونوں ہی قسم کی دوائیں کام میں لائی جاتی ہیں ان دواؤں کو پیس چھان کر گوندھ کر کبھی سفوف بنا کر ضرورت کے وقت کسی چیز میں حل کر کے انسان کے ناک میں ڈالتے اور چڑھاتے ہیں، دوا ڈالنے کے وقت مریض کو چت لٹادیتے ہیں۔ مونڈھے اور پیٹھ کو تکیہ پر ٹیک لگاتے

ہیں۔ تاکہ سر کا حصہ نیچے ہو اور یہ حصہ اٹھا ہو تاکہ دوا ڈالنے کا نتیجہ یہ ہو کہ دوا دماغ تک پہنچ جائے اور جو مواد بھی دماغ میں جو چھینک کے ساتھ باہر نکل آئے۔ پیغمبر خدا نے سعوط کے ذریعہ علاج کو پسند فرمایا جہاں ضرورت ہو۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ناک میں دوا ڈلوائی' اس کا ذکر احادیث کی بہت سی کتابوں میں محدثین نے کیا ہے۔ خود ابوداؤد نے اس روایت کو اپنی سنن میں بیان کیا ہے۔ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُسْتَعَطَ ا؂ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ناک میں دوا ڈلوائی۔

ظظظ

(۳۶) فصل

دل کے مریض کا علاج نبوی ﷺ

ابوداؤد کی روایت جسے مجاہد نے حضرت سعد سے روایت کیا ہے باین الفاظ مذکور ہے۔

قَالَ مَرِضْتُ مَرَضًا فَاَتَانِی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَعُوْدُنِی فَوَضَعَ یَدَہٗ بَیْنَ ثَدْیَیَّ حَتّٰی وَجَدْتُ بَرْدَھَا عَلٰی فُؤَادِیْ وَقَالَ لِی اِنَّکَ رَجُلٌ مَفْؤُوْدٌ فَأْتِ الْحَارِثَ بْنَ کَلْدَۃَ مِنْ ثَقِیْفٍ فَاِنَّہٗ رَجُلٌ یَتَطَبَّبُ فَلْیَأْخُذْ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِنْ عَجْوَۃِ الْمَدِیْنَۃِ فَلْیَجَاھُنَّ بِنَوَاھُنَّ ثُمَّ لِیَلُدَّکَ بِھِنَّ۔ ۲؂

ا؂ ابوداؤد نے اس حدیث کو نمبر ۳۸۶۷ میں ابن عباس کی حدیث سے بیان کیا ہے اس کی سند قوی ہے۔

۲؂ ابوداؤد نے فی الطب حدیث نمبر ۳۸۷۵ میں بیان کیا ہے۔ جہاں باب ثمرۃ العجوۃ قائم کیا ہے۔ اس کی سند جید ہے آپ کا یہ قول کہ فلیجأھن نبواھن سے مراد اسے پیسنا ہے۔ اور وجیئہ ستو جو فرما اور آٹے سے تیار کیا جاتا ہے۔ جسے مریض منہ سے پیتا ہے۔

میں ایک مرض میں گرفتار ہو گیا، میرے پاس پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ نے دست مبارک میرے سینے پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا، مجھے آپ کے مرمریں ہاتھ کی ٹھنڈک محسوس ہوئی۔ آپ نے فرمایا تم دل کے مریض ہو اس لیے حارث بن کلدہ ثقفی سے رجوع کرو کہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔ ویسے سات عجوہ کھجوریں مدینہ کی لے لو اور ان کی گٹھلی سمیت اکلا استعمال کرو۔

مفؤود۔ دل کا مریض، جیسے مبطون پیٹ کا مریض لدود منہ سے پلائی جانے والی دوا ہے۔

کھجور میں اس بیماری کے دفاع کی عجیب و غریب تاثیر ہے۔ بالخصوص مدینہ کی کھجور اور وہ بھی عجوہ اور سات کے عدد میں ایک دوسری تاثیر ہے۔ جو وحی کے ذریعہ سمجھ میں آتی ہے۔

صحیحین میں ایک دوسری حدیث بھی ہے جو عامر بن سعد بن ابی وقاص سے مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ مِنْ تَمْرِ الْعَالِیَۃِ لَمْ یَضُرَّہٗ ذَالِکَ الْیَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ۔

جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ جس نے نہار منہ مدینہ کی سات کھجوریں استعمال کر لیں اس دن نہ تو اسے زہر سے نقصان ہوگا اور نہ جادو کا اثر ہوگا۔

دوسری جگہ دوسرے لفظوں میں یوں ہے۔

مَنْ اَکَلَ سَبْعَ تَمَرَاتٍ مِمَّا بَیْنَ لَا بَتَیْھَا ا ؎ حِیْنَ یُصْبِحُ لَمْ یَضُرَّہٗ سَمٌّ حَتّٰی یُمْسِیَ ۲

ہ

ا ؎ لابتیھا۔سیاہ پتھر کی چٹانیں جو وادی کے دونوں جانب ہوں، لابتہ بروزن غابتہ۔

۲ ؎ بخاری نے ۹ / ۹۳ ھ فی الاطعمہ کے باب العجوۃ میں اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۰۴۷ فی الاشربۃ میں باب فضل ثمر المدینۃ مدینہ کے پھلوں کی بڑائی کے تحت بیان کیا ہے۔

جس نے سات چھوہارے صبح سویرے اس وادی سیاہ کے استعمال کئے تو اسے زہر سے نقصان رات گئے تک نہ پہنچے گا۔

تمر دوسرے درجہ میں گرم پہلے میں خشک ہے بعضوں نے پہلے میں تر لکھا ہے۔بعضوں نے معتدل اس میں اعلیٰ درجہ کی غذائیت ہے۔محافظ صحت ہے بالخصوص جو اس کا عادی ہو، جیسے اہل مدینہ وغیرہ کہ ان کی غذا کا بڑا جز کھجور ہی ہے۔مزید برآں کھجور ٹھنڈے علاقوں اور گرم علاقوں کی اعلیٰ ترین غذا ہے۔خصوصیت سے وہ ممالک جن کا درجہ حرارت دوسرے درجہ میں ہو ان کے لیے اس کی غذائیت سے ٹھنڈے علاقوں والوں سے زیادہ نفع پہنچتا ہے۔اس لیے کہ گرم ملک والوں کے شکم بارد ہوتے ہیں اور ٹھنڈے ملک والوں کے شکم گرم ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ حجاز یمن طائف اور ان جیسے علاقے جو ان کے ارد گرد ہیں۔ان کو گرم غذاؤں سے نفع پہنچتا ہے۔جبکہ دوسروں کو اتنا نفع نہیں ہوتا' جیسے چھوہارا، شہد، اور یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ اپنے کھانوں میں مرچ سیاہ اور ادرک دوسروں کے مقابلہ میں دس گنا زیادہ استعمال کرتے ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ اور ز ؎ توان کو حلوے کی طرح پسند آتا ہے۔یہ بھی دیکھنے میں آیا کہ وہ ز ؎ کے بجائے گزک (۳ ؎ جیسے پستہ دانے بادام اور بندق ریٹھا۔) استعمال کرتے ہیں۔ان کے مناسب پڑتا ہے۔باوجود معدے کے بارد ہونے کے کوئی نقصان نہیں پہنچاتا اور حرارت کا بیرون جسم پایا جانا بالکل ایسا ہے جیسے کہ گرمیوں میں کنویں کی ظاہری سطح گرم ہوتی ہے۔مگر پانی نہایت ٹھنڈا ہوتا ہے۔اور سردیوں میں اس کے برخلاف پانی گرم سطح ظاہر ٹھنڈی ہوتی ہے،اسی طرح سے سردیوں میں کثیف غذاؤں کو جتنا معدہ ہضم کر لیتا ہے۔گرمیوں میں اس درجہ کا نضج وطبع مشکل ہے۔

کھجور اہل مدینہ کے لیے دوسرے علاقوں کے لوگوں کے لیے گیہوں جیسی حیثیت رکھتی ہے۔اور عوالی مدینہ کی کھجور ان سب سے اعلیٰ اور عمدہ سمجھی جاتی ہے کھجور دیکھنے میں سڈول کھانے میں لذیذ شیریں سے شیریں ذائقہ کی

مالک ہوتی ہے۔اس کا شمار غذا دوا اور پھل تینوں

ا۔ جو پستے بادام اور پیپتا اور گاجر کی قاشوں سے بنتا ہے

ہی میں ہوتا ہے، اکثر بدن انسانی کے لیے مناسب حرارت غریزی کو قوت دیتی ہے اس کے کھانے کے بعد فضلات ردیہ کی وہ مقدار نہیں پیدا ہوتی جتنی دوسری غذاؤں اور دوسرے پھلوں سے پیدا ہوتی ہے۔ بلکہ جو لوگ اس کے کھانے کے عادی ہوتے ہیں۔ان کو تعفن اخلاط اور فساد مواد سے روکتی ہے۔

حدیث کا تخاطب مخصوص انداز ہے۔اس سے اہل مدینہ اور اس کے مضافات کے لوگ مراد ہوتے ہیں۔اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بعض مقامات میں خصوصی طور سے بعض دواؤں سے نفع ہوتا ہے، جو دوسرے مقامات کے لوگوں کو نہیں پہنچتا۔اس لیے ان علاقوں میں وہیں اگنے والی اور پائی جانے والی دواؤں سے بیحد نفع ہوتا ہے اگر اسی دوا کو دوسری جگہ کاشت کیا جائے یا استعمال کیا جائے۔تو اس میں وہ اثر اور اتنا غیر معمولی نفع دیکھنے میں نہیں آتا اس لیے کہ زمین اور ہوا کے اثرات ہر جگہ الگ ہوتے ہیں۔کبھی زمین بدلنے سے کبھی کبھی ہوا بدلنے سے اثر متاثر ہوتا ہے، کبھی دونوں کے بدلنے سے اثر میں اختلاف ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ زمین میں بھی انسان ہی کی طرح طبائع اور خواص مختلف ہوتے ہیں بعض علاقوں میں ان نباتات کو غذا کی حیثیت حاصل ہوتی ہے اور بعض علاقوں میں وہی نبات سم قاتل ہوتی ہے۔بہت سی دوائیں دوسری قوم کے لیے غذا ہوتی ہیں، اور بہت سی قوم کے لیے جو دوائیں کسی مرض میں استعمال ہوتی ہیں وہی دوائیں کسی دوسری قوم کے لیے دوسرے امراض میں نافع ہوتی ہیں۔بعض علاقوں کی دوائیں دوسرے علاقوں میں نافع نہیں ہوتیں۔

رہ گئی سات عدد کی بات تو اس کو حساب اور شریعت دونوں میں خاص مقام حاصل ہے، خدا نے سات آسمان بنائے سات زمین پیدا کی ہفتے کا سات دن مقرر فرمایا۔انسان کی اپنی تخلیق سات مرحلوں میں ہوئی خدا نے اپنے گھر کا طواف اپنے بندوں کے ذمہ سات مرتبہ مشروع کیا سعی بین الصفا والمروہ بھی سات سات دفعہ مقرر کیے عیدین کی تکبیریں سات رہیں اور سات برس کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھنے کی ترغیب دلانے کا حکم ہوا۔

حدیث میں ہے

مُرُوْهُمْ بِالصَّلٰوةِ لِسَبْعٍ ا۔

اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز پڑھنے کا حکم دو۔

دوسری حدیث میں مذکور ہے۔

اِذَا صَارَ لِلْغُلَامِ سَبْعُ سِنِيْنَ خُيِّرَ بَيْنَ اَبَوَيْهِ ۲۔

جب لڑکا سات سال کا ہو گیا تو اپنے والدین میں سے ایک کے لیے بنا دیا جاتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے۔

اَبُوْهُ اَحَقُّ بِهٖ مِنْ اُمِّهٖ

WWW.NAFSEISLAM.COM

اگر مذکر ہے تو باپ سے قریب رہے اور رکھنے میں ماں سے زیادہ بہتر اور مناسب ہے۔

۱۔ (احمد، ابوداؤد نے ۴۹۴ میں اور ترمذی نے ۴۰۷ ۳ میں حدیث بمرۃ سے مرفوعاً نقل کیا ہے کہ مُرُوْا الصَّبِيَّ بِالصَّلوٰةِ إِذَا بَلَغَ سَبْعَ سِنِيْنَ وَ إِذَا بَلَغَ عَشَرَ سِنِيْنَ فَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا، وَ سَنَدُهُ صَحِيْحٌ کہ بچوں کو جب سات سال کے ہو جائیں نماز پڑھنے کا حکم دو اور جب دس برس کے ہو جائیں تو انہیں سرزنش کرو۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اور ابوداؤد نے ۴۹۵ میں حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سے تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

۲۔ آپ سے حدیث یوں ثابت ہے انہ خیر غلاما بین ابیہ وامہ کہ لڑکے کو اس کے باپ ماں کی تخییر ہو جاتی ہے کہ وہ کس کو پسند کرتا ہے، اس کی تخریج شافعی نے اور احمد ۴۶ ۳ / ۷ میں ابوداؤد نے ۲۷۷ میں ترمذی نے اسے حدیث حسن وصحیح کہا ہے۔ ابن حبان نے اس کی تصحیح ۱۲۰۰ میں اور حاکم اور ابن القطان نے کی ہے۔ آپ سے عمر کی قید منقول نہیں ہے۔ اور شافعی نے عمارہ الجرمی سے تخریج کی ہے۔ اس میں یوں ہے، خیرنی علی بین ان وعمی مجھے ماں اور چچا کے مابین پسندیدگی کا حق دیا گیا پھر میرے ایک بھائی کو جو مجھ سے بھی چھوٹا تھا اختیار نہ دیا گیا، اگر وہ بھی سات سال کا ہوتا تو اسے اختیار دیا جاتا میں سات یا آٹھ سال کا تھا اور المغنی ۹ / ۴۲ ۱ میں ہے۔ **اذا بلغ الغلام سبع سنین خیر بین ابویہ فکان مع اختار منہا اذا لم یکن معتوھا و تنازعا فیہ فمن اختار منہا فھو اولی بہ**۔ لڑکا جب سات برس کا ہو جائے تو اسے اپنے والدین کے ساتھ رہنے میں کسی ایک کو پسند کرنا ہوگا' اگر وہ پیدائشی طور پر احمق نہ ہو (حاشیہ جاری)

تیسری روایت میں ہے۔

اُمُّهُ اَحَقُّ بِهٖ

اس کا ماں کے ساتھ رہنا مناسب ہے اگر مؤنث ہے۔

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مرض میں سات مشکیزہ پانی سے غسل کرانے کے لیے فرمایا۔ ۱۔ خدا نے قوم عاد پر طوفان باد سات رات تک جاری رکھا، خدا کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ خدائے پاک میری مدد فرمائے ایسے سات سے جیسے سات حضرت یوسف ۲۔ کو عطا فرمائی تھے، خدا نے صدقہ کا ثواب جو صدقہ کرنے والوں کو ملے گا سات بالیوں سے جو ایک دانہ سے اگتی ہیں، جن میں سو سو دانے ہوں تشبیہ دی اور وہ خواب جو حضرت یوسف کے آقا نے دیکھا تھا اس میں سات بالیاں ہی نظر آئی تھیں اور جن سالوں میں کاشت نہایت عمدہ ہوئی، وہ سات سال تھے، اور صدقہ کا اجر سات سو گنا تک اور اس سے بھی زائد سات کے ضرب کے ساتھ ملے گا۔ اور امت کے بلا حساب جنت میں جانے والے سات ہزار افراد ہوں گے۔

"گذشتہ سے پیوستہ" اور دونوں آپس میں اس کے لیے جھگڑ رہے ہوں۔ تو بچہ جسے ان دونوں میں سے پسند کرے گا اسی کو وہ دیا جائے گا' یہ فیصلہ حضرت عمر حضرت علی قاضی شریح کا ہے، اور شافعی کا مسلک بھی یہی ہے ابوحنیفہ اور مالک تخییر کے قائل نہیں ہیں، ابوحنیفہ نے فرمایا کہ جب بچہ اٹھنے بیٹھنے لگے اپنے کپڑے خود بدلے اور اپنا استنجا خود پاک کرے تو باپ دانت نکلنے تک اس کا زیادہ حقدار ہے۔ اور اس کو اختیار دینا صحیح نہیں ہے۔ کہ بچے کی بات کا کیا اعتبار، اسے اپنے نفع ونقصان کا علم نہیں عموماً وہ اس کو پسند کرتا ہے، جو اس کے ساتھ کھیلے یا کھیلنے کی چھوٹ دے اس کو ڈانٹ ڈپٹ نہ کرے۔ اس کی خواہشات کو پورا کرے، جس سے اس میں بگاڑ پیدا ہوگا' اس لیے کہ وہ ابھی بالغ نہیں پھر جو سات سے نیچے ہو اس کو کیا کیجئے گا، پھر ابوہریرہ اور عمارہ الجرمی کی حدیث نقل کی۔

۱۔ بخاری نے مغازی میں باب مرض النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت حدیث عائشہ ۸ / ۱۰۸ میں نقل کیا ہے۔

۲۔ بخاری نے ۲ / ۴۱۰ اول استسقاء میں اور ۱۱ / ۱۶۳ فی الدعوات میں باب الدعاء علی المشرکین کے تحت نقل کیا ہے۔ جو حدیث ابن مسعود پر مشتمل ہے۔

اس سے اندازہ ہوا کہ سات کے عدد میں ایسی خاصیت ہے جو دوسرے عدد کو حاصل نہیں، اس میں عدد کی ساری خصوصیات مجتمع ہیں۔ عدد جمع بھی اور عدد واحد بھی سات کا پہلا اور دوسرا جمع ہے اور واحد بھی اسی طرح ہے۔ اس طرح اس کے چار مرتبے ہوئے۔ شفع اول وثانی وتر اول وثانی اور یہ مراتب سات سے کم میں جمع نہیں ہوتے، گویا یہ عدد مراتب عدد اربعہ کو جامع ہے۔ یعنی شفع اور وتر اوائل وثوانی وتر اول سے مراد تین دوسرے سے مراد پانچ شفع اول سے مراد دو، اور ثانی سے مراد چار اور اطباء کو سات کے عدد سے خاص ربط ہے۔ خصوصیت سے ایام بحران میں بقراط کا مقولہ ہے کہ دنیا کی ہر چیز سات اجزاء پر مشتمل ہے۔ ستارے سات ایام سات انسان کی عمر سات بچہ کی طفولیت کی عمر سات پھر صبی چودہ سال پھر مراہق پھر جوان پھر کہولت پھر شیخ پھر ھرم اور خدائے پاک ہی کو اس عدد کے مقرر کرنے کی حکمت معلوم ہے کہ اس کا وہی مطلب ہے۔ جو ہم نے سمجھا یا اس کے علاوہ کوئی معنی ہے۔

اور اس عدد کا نفع خاص اس چھوہارے کے سلسلے میں جو اس ارض مقدس کا ہو۔ اور اس علاقے کا ہو جادو اور زہر سے دفاع کرتا ہے اس کے اثرات اس کے کھانے کے بعد روک دیئے جاتے ہیں کھجور کے اس خواص کو اگر بقراط و جالینوس وغیرہ اطباء بیان کرتے تو اطباء کی جماعت آنکھ بند کر کے تسلیم کر لیتی اور اس پر اس طرح یقین کرتی جیسے نکلتے آفتاب پر یقین رکھتی ہے۔ حالانکہ یہ اطباء خواہ کسی درجہ کے عاقل ہوں، وہ جو کچھ بھی کہتے ہیں وہ ان کی رسا عقل اور اٹکل یا گمان ہوتا ہے۔ ہمارا پیمبر جس کی ہر بات یقینی اور قطعی اور کھلی دلیل وحی الٰہی ہو اس کا قبول وتسلیم کرنا۔ تو بہر حال ان اطباء سے زیادہ حسن قبولیت کا مستحق ہے۔ نہ کہ اعتراض کا مقام ہے اور زہر کی دافع دوائیں بھی بالکیفیت اثر انداز ہوتی ہیں بعض بالخاصیۃ اثر انداز ہوتی ہیں۔ جیسے بہت سے پتھر یاقوت وجواہر کو ہاتھ پر لپیٹنے لگانے ساتھ رکھنے ہی سے زہر کا اثر جاتا رہتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ظظظ

فصل (۳۷)

دواؤں کے ضرر ومنافع میں طبیعت کی استعداد

اس کھجور کا نفع بعض اقسام سموم کے لیے ممکن ہے اس لیے اس حدیث سے عموم کے بجائے کسی خاص زہر میں نافع ہونے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے۔ اس علاقے میں اس کا یہ نفع ہو۔ یا کوئی خاص زمین جو اس قسم کے زہروں کے

دفاع کے لیے مناسب ہو۔اس کے علاوہ ایک بات خاص طور سے قابل توجہ ہے وہ یہ کہ کسی دوا کے نفع کرنے کے لیے مریض کو اس کے نفع کا یقین اور طبیعت کا اطمینان ضروری ہے۔اس سے بیماری کے دفاع میں مدد ملتی ہے' چنانچہ جس اعتقاد کی بنیاد پر بہت سی دوائیں نافع ہوتی ہیں' یا مریض اسے بڑھ کے لیتا ہے۔ پھر اس کا نفع مشاہدہ میں آتا ہے۔ دنیا کو ان عجائبات کا پوری طرح تجربہ و مشاہدہ ہے۔ جب طبیعت کسی دوا کو قبول کرتی ہے۔تو اس سے طبیعت میں ایک طرح کی امنگ پیدا ہوتی ہے۔قوت میں جان آجاتی اور طبیعت مضبوط ہو جاتی ہے جس سے حرارت غریزی میں ابھار اور جوش پیدا ہو جاتا ہے: نتیجۃً اذیت کے دفاع میں مدد ملتی ہے۔ مرض کمزور پڑ جاتا ہے۔اور جب اس کے برعکس معاملہ ہوتا ہے تو بہت سی دوائیں جو اس مرض کے لیے سود مند ہوتی ہیں۔ محض مریض کی بداعتقادی کی وجہ سے ان کا عمل فنا ہو جاتا ہے۔اور طبیعت بھی ابا کرنے لگتی ہے۔ پھر اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ دور کیوں جایئے سب سے زیادہ شافی دوا جس سے دل اور بدن دونوں ہی کو نفع پہنچنا یقینی معاش و معاد کی خیریت اس پر منحصر دنیا و آخرت کی فلاح اس سے متعلق ہے۔ یعنی قرآن کریم جو ہر بیماری کے لیے شفاء کامل ہے، مگر ان لوگوں کو اس سے کوئی نفع نہیں ہوتا۔ جو قرآن کے شافی اور نافع ہونے کا یقین نہیں رکھتے، بلکہ ان کی بیماری میں عدم اعتقاد کی وجہ سے برابر اضافہ ہی ہوتا جاتا ہے، دلوں کی بیماری دور کرنے میں قرآن سے زیادہ کوئی نافع نہیں ہے۔ اس میں تو وہ تاثیر ہے کہ بیماری کا کوئی شبہ ہی باقی نہیں رہتا بلکہ عام صحت کی بھی حفاظت کرتا ہے جو موذی و مضر سے حفاظت و حمایت کے کام آتا ہے۔ ان ساری خوبیوں کے ہوتے ہوئے اکثر قلوب اس کا انکار کرتے ہیں۔ جس قرآن میں شک کی گنجائش نہیں ان کو اس کے ساتھ اعتقاد نہیں ہوتا، چنانچہ وہ اس کو کام میں نہیں لاتے اور قرآن کو چھوڑ کر دوسری دواؤں کی طرف جو خود اس کے ہم جنسوں نے تیار کی ہے۔ رجوع کرتا ہے۔ چنانچہ اس بداعتقادی سے ان کو شفاء نہیں ہوتی، اس پر عادت کا غلبہ ہو جاتا ہے۔ امراض بڑھتے جاتے ہیں اور دلوں کی بیماری راسخ اور مزمن ہو جاتی ہے، مریضوں اور طبیبوں کو اس معالجہ پر بھروسہ ہے جو خود ہم جنسوں یا ہم جنسوں کے شیوخ نے تجویز کیے وہ اس کو قدر و عظمت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھتے ہیں، جن کے نتیجہ میں مصیبت بڑھتی جاتی ہے، بیماری میں اور زیادہ رسوخ اور پائداری ترقی کرتی ہیں، امراض کے پے بہ پے حملے ہوتے ہیں جن کا علاج ان کے بس کی بات نہیں رہتی، اور وہ انہیں علاجوں کی طرف رجوع کر کے اور بھی نااستواری پیدا کر لیتے ہیں مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی کے مصداق ہوتے جاتے ہیں مگر آنکھ نہیں کھلتی۔

وَمِنَ الْعَجَائِبِ وَالْعَجَائِبُ جَمَّۃٌ
قُرْبُ الشِّفَاءِ وَمَا اِلَیْہِ وَصُوْلُ

نرالا طرز دوا ہے کہ طالبان شفاء
پہنچ ہی نہیں پائے در شفا پر ابھی

کَالْعِیْسِ فِی الْبَیْدَاءِ یَقْتُلُھَا الظَّمَا

وَالْمَاءُ فَوْقَ ظُهُوْرِ هَا مَحْمُوْلُ
کہ جیسے اشتر صحرا نورد مر جائے
طلب میں پانی کے پانی ہو پشت بار ابھی
ظظظ

فصل (۳۸)

اصلاح غذا و فوا کہہ میں آپ کی ہدایات عالیہ اور انکے مصلحات کا بیان سنت نبوی کی روشنی میں

صحیحین میں حدیث عبداللہ بن جعفر سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے۔فرمایا کہ

رَأیتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاکُلُ الرُّطَبَ بِالْقِثَّاءِ [1]

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ کھجور ککڑی کے ساتھ استعمال فرماتے۔

کھجور دوسرے درجہ میں حار رطب ہے۔ برودت معدہ کو ختم کر کے اسے قوی کرتی ہے، معدہ کی طبیعت کے مناسب ہے۔ باہ کو قوی کرتی ہے مگر سریع العفونت ہے پیاس لاتی ہے، خون میں تلچھٹ پیدا کرتی ہے۔ دردسر پیدا کرتی ہے، مولد سدہ ہے درد مثانہ پیدا کرتی ہے، دانتوں کے لیے ضرر رساں ہے اور قثاء (ککڑی) دوسرے درجہ میں سرد تر ہے، پیاس دور کرتی ہے اس کے بو سے قوت ابھرتی ہے۔ اس لیے کہ اس میں ایک طرح کی عطریت ہے، التھاب معدہ کو بجھاتی ہے۔ گٹھلی خشک کر کے اس کا ستو پانی میں گھول کر پیا جائے تو پیاس کو سکون دیتا ہے۔ اور پیشاب لاتا ہے درد مثانہ کو دور کرتا ہے۔ کوٹ چھان کر اس کی گٹھلی کا ستو بناتے ہیں اس کو دانت پر ملنے سے چمک پیدا ہوتی ہے۔ اور اس کے پتوں کو کوٹ چھان کر مویز منقے [2] کے ساتھ ضماد کرنا، سنگ گزیدہ کے لیے مفید ہے۔

---

[1] بخاری نے ۹/ ۴۸۸ کتاب الاطعمہ میں باب القثاء بالرطب کھجور کے ساتھ ککڑی کے استعمال میں بیان کیا ہے۔ اور مسلم نے حدیث نمبر ۲۰۴۳ میں فی الا شربہ کے باب اکل القثاء بالرطب کھجور ککڑی کے ساتھ کھانے کے بیان میں ذکر کیا ہے۔

[2] المیبختج فارسی لفظ ہے مراد جوشاندہ انگور یا رب انگور ہے۔

کھجور اور ککڑی دونوں کا مزاج علیحدہ علیحدہ ہے ایک گرم ایک سرد دونوں کے ملانے سے ایک دوسرے کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ اور کھجور کا مضر پہلو ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ ہر کیفیت کو تو اس کے ضد سے ہی ختم کر سکتے ہیں۔ اور ایک کے غلبہ کو دوسرے کے غلبہ سے کم کیا جاتا ہے۔ یہی طریقہ علاج کا بنیادی پتھر ہے اور حفظان صحت کا بنیادی اصول بلکہ پورے فن طب کا دارومدار ہی اسی پر ہے، اس کو بطور نمونہ سمجھیں اسی طریقہ پر غذا اور دوا میں اصلاح کرتے ہیں اور اس کا اعتدال باقی رکھنے میں اس کی مضر کیفیات کو اس کے مقابل کی چیزوں کے ذریعہ ختم کرتے ہیں، اسی طریقہ سے بدن کی صحت کی حفاظت ممکن ہے، اور اس میں قوت وشادابی پیدا کی جاسکتی ہے۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ مجھے گداز بدن بنانے کے لیے ہر صورت اختیار کی گئی مگر مجھ میں فربہی نہیں آئی مگر جب کھجور اور ککڑی کا استعمال کرلیا گیا تو بدن گداز ہو گیا۔

الحاصل سرد کو گرم سے گرم کو سرد سے تر کو خشک سے خشک کو تر سے یا کسی ایک کو ہم وزن کرتے کے لیے اور مناسب اصلاح کے لیے ایک دوسرے مقابل کو ذریعہ بنانا علاج کی اعلیٰ ترین قسم ہے اور حفظان صحت کا عمدہ اصول ہے اس سے پہلے ہم اس کا ذکر سنا اور سنوت کے بیان کے وقت کر چکے ہیں یعنی شہد جس میں کسی قدر گھی ہو اس سے سنا کی اصلاح کی جاتی ہے، جس سے اس میں تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے، خدا کا درود وسلام اس ذات گرامی پر جس کی نبوت کا منشاء دل اور بدن کی تعمیر اور دنیا و آخرت کی اصلاح تھی۔

ظ ظ ظ

نفس اسلام
WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۳۹)

حفظان صحت کے نبوی اصول

پرہیز کے طریقے اور منافع

علاج حقیقت میں دو چیزوں پر عمل کرنے کا نام ہے ایک پرہیز دوسرے حفظان صحت جب کبھی صحت کے گڑ

بڑھونے کا اندازہ ہوتو مناسب استفراغ سے کام لیا جائے، الغرض طب کا مدار انہیں تین قواعد پر ہے۔ پرہیز دو طرح کے ہوتے ہیں۔

۱۔ ایسا پرہیز جس سے بیماری پاس نہ پھٹکے۔

۲۔ ایسا پرہیز جس سے مزید اضافہ بیماری میں نہ ہو۔ بلکہ مرض جس حال میں ہے کم از کم اسی جگہ رہ جائے۔

پہلے پرہیز کا تعلق تندرستوں سے اور دوسرے کا مریضوں سے ہے اس لیے کہ جب مریض پرہیز کرتا ہے تو اس کی بیماری بجائے بڑھنے کے رک جاتی ہے۔ اور قوتوں کو اس کے دفاع کا موقع ملتا ہے، پرہیز کے سلسلے میں اصل قرآن کی یہ آیت ہے۔

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا (نساء ۴۳، مائدہ ۶)

تم بیمار ہو یا سفر کر رہے ہو یا تم میں سے کوئی پاخانہ سے واپس ہو یا تم نے عورتوں سے جماع کیا ہو اور تم کو میسر نہ ہو۔ تو پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو۔

یہاں مریض کو پانی سے پرہیز کی ہدایت ہے اس لیے کہ مریض کو اس سے ضرر کا اندیشہ ہے۔ حدیث سے بھی پرہیز کی تائید ہوتی ہے، چنانچہ ام المنذر بنت قیس انصاریہ کی حدیث میں ہے۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهُ عَلِيٌّ وَعَلِيٌّ نَاقِهٌ مِنْ مَرَضٍ وَلَنَا دَوَالِيُ مُعَلَّقَةٌ فَقَامَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَاكُلُ مِنْهَا وَقَامَ عَلِيٌّ يَاكُلُ مِنْهَا فَطَفِقَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لِعَلِيٍّ اِنَّكَ نَاقِهٌ حَتّٰى كَفَّ قَالَتْ وَصَنَعْتُ شَعِيْرًا وَ سِلْقًا فَجِئْتُ بِهٖ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِعَلِيٍّ مِنْ هٰذَا اَصِبْ فَاِنَّهٗ اَنْفَعُ لَكَ وَفِي لَفْظٍ فَقَالَ مِنْ هٰذَا فَاَصِبْ فَاِنَّهٗ اَوْفَقُ لَكَ ا ہ

آپ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے یہاں تشریف لائے، آپ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے، جو بیماری کی وجہ سے کمزور و ناتواں تھے ہمارے یہاں کھجور کے خوشے لٹکے ہوئے تھے، جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر اس کے کھانے میں مشغول ہو گئے اور حضرت علیؓ بھی اس سے چن کر کھانے لگے، اس پر پیغمبر خدا علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے حضرت علیؓ کو مخاطب کر کے فرمایا، اے علی تم بہت ناتواں ہو، یہاں تک کہ حضرت علیؓ نے کھانے سے ہاتھ کھینچ لیا۔ راویہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے جو اور چقندر کے آمیز سے آش تیار کیا تھا۔ اسے آپ کے پاس لائی رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ اسے لو یہ تمہارے لیے بہت نفع بخش ہے۔ دوسرے لفظوں میں یہ مذکور ہے کہ اس میں لگ جاؤ کیونکہ یہ تمہارے لیے زیادہ مناسب ہے۔

سنن ابن ماجہ میں بھی حضرت صہیب رضی اللہ عنہ سے ایک روایت مذکور ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۲ میں، ترمذی نے ۲۰۳۸ میں ابوداؤد نے ۳۸۵۶ میں امام احمد نے ۲/۳۶۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔اس کی سند ہے۔

قَالَ قَدِمْتُ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ بَيْنَ يَدَيْهِ خُبْزٌ وَ تَمْرٌ فَقَالَ اُدْنُ فَكُلْ فَاَخَذْتُ تَمْرًا فَاَكَلْتُ فَقَالَ اَتَاكُلُ تَمْرًا وَبِكَ رَمَدٌ ؟ فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمْضَغُ مِنَ النَّاحِيَةِ الْاُخْرىٰ فَتَبَسَّمَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ا۔

انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپ کے آگے روٹی اور کھجور رکھی ہوئی تھی۔ آپ نے مجھ سے فرمایا کہ قریب آجاؤ اور کھاؤ میں نے ایک کھجور اٹھائی اور کھانے لگا، آپ نے فرمایا کہ تم کھجور کھا رہے ہو۔ جبکہ تم کو آشوب چشم ہے۔ میں نے عرض کیا اے رسول خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) میں دوسری جانب سے کھا رہا ہوں، یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرا پڑے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ایک ط حدیث میں ہے۔

اِنَّ اللهَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا حَمَاهُ مِنَ الدُّنْيَا كَمَا يَحْمِيْ اَحَدُكُمْ مَرِيْضَه عَنِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ وَفِي لَفْظٍ اِنَّ اللهَ يَحْمِيْ عَبْدَهُ الْمُؤْمِنَ مِنَ الدُّنْيَا ۲۔

جب خدا کسی سے محبت کرتا ہے۔ تو اسے دنیا سے ط رکھتا ہے۔ جیسا کہ تم میں کا کوئی اپنے مریض کو کھانے پینے سے بچاتا ہے۔ دوسرے لفظوں میں ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ایماندار بندوں کو دنیا سے ط رکھتا ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۳ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے، بوصیری نے ''زوائد'' ۲/۲۱۳ میں تحریر کیا ہے کہ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

۲۔ یہ حدیث صحیح ہے، اس کی تخریج امام احمد نے ۵/۴۲۷، ۹۸/۴ میں حدیث محمود بن لبید سے کی ہے۔ اور ترمذی نے ۲۰۳۶ میں محمود بن لبید سے تخریج کی جو قتادہ بن نعمان سے مروی ہے، اور اس کو حسن قرار دیا، اور حاکم نے ۴/۳۰۹ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ اور حاکم کے نزدیک ۴/۲۰۸ میں حدیث ابوسعید اس کی شاہد موید ہے۔

اور نہ حدیث جو زبان زد عوام ہے کہ پرہیز سب سے بڑی دوا ہے۔ اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور جو جسم بیماری کا خوگر ہو۔ اس کی عادت کی رعایت کرو، یہ حدیث نہیں ہے بلکہ حارث بن کلدہ کا کلام ہے۔ جو عرب کا بہت بڑا طبیب تھا، اس کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔ بہت سے محدثین کا یہی قول ہے۔ البتہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے۔

اَنَّ الْمِعْدَةَ حَوْضُ الْبَدَنِ وَالْعُرُوْقُ اِلَيْهَا وَارِدَةٌ فَاِذَا صَحَّتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالصِّحَةِ وَاِذَا سَقِمَتِ الْمِعْدَةُ صَدَرَتِ الْعُرُوْقُ بِالسَّقَمِ ا۔

معدہ بدن کا حوض ہے۔ جس سے بدن کی تمام رگیں لگی ہوتی ہیں۔ جب معدہ صحیح ہوتا ہے تو رگیں صحت کے ساتھ رطوبت لے کر چلتی ہیں۔ اور جب معدہ نا درست ہو تو رگیں رطوبت مرضیہ لے کر بدن میں چلتی ہیں۔

حارث بن کلدہ کا قول ہے کہ سب سے بڑا علاج پرہیز ہے اطباء کے نزدیک پرہیز کا مطلب یہ ہے کہ تندرست کو ضرر سے بچانا ایسا ہی ہے جیسے مریض اور ناتواں و کمزور کے لیے مضر چیز کا استعمال کرانا مرض کے سبب سے جو شخص کمزور و ناتواں ہو گیا ہو۔ اسے پرہیز سے بہت زیادہ نفع ہوتا ہے۔ اس لیے کہ اس کی طبیعت مرض کے بعد ابھی پوری طرح سنبھل نہیں پاتی اور قوت ہاضمہ بھی ابھی کمزور رہی ہوتی ہے۔ نیز طبیعت میں قبولیت و صلاحیت ہوتی ہے اور اعضاء ہر چیز لینے کے لیے مستعد رہتے ہیں۔ اس لیے مضر چیزیں استعمال کرنے کا مطلب یہ ہوگا کہ مرض کو دوبارہ دعوت دی جائے یہ مرض کی ابتدائی صورت سے بھی زیادہ خطرناک ہوتی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو کھجور کے خوشوں سے چن کر کھجور کھانے سے اس لیے منع فرمایا کہ آپ مرض سے اٹھے تھے، لہٰذا آپ کا روکنا اور پرہیز کرانا اعلیٰ درجہ کی تدبیر تھی۔ اس لیے کہ دوالی تازہ کھجور کے ان خوشوں کو کہتے ہیں جو گھروں میں کھانے

ا۔ اس حدیث میں یحییٰ...... ایک راوی ضعیف ہیں۔ مجمع الزوائد ۵ / ۱۸۶۔

کے لیے لٹکائے جاتے ہیں۔ جیسے انگور کے خوشے لٹکائے جاتے ہیں۔ اور پھل ایسے کمزور شخص کے لیے جو مرض سے ابھی اٹھا ہو۔ سرعت استحال اور ضعف طبیعت کی وجہ سے مضر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ نقاہت کی وجہ سے کسی غذا کا جواز قسم پھل ہو، جلد ہی استحالہ ہو جاتا ہے۔ اور طبیعت ضعف کی وجہ سے اس کا دفاع نہیں کر پاتی اس لیے کہ اسے ابھی پہلی جیسی قوت حاصل نہیں ہوئی۔ دوسرے بیماری کے اثرات مٹانے میں ابھی وہ مشغول ہے۔ اور بدن سے پوری طرح اس کا ازالہ کرنے میں مشغول ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ تازہ کھجور میں ایک قسم کی کثافت ہوتی ہے۔ جو معدہ پر گراں ہوتی ہے اس لیے کھجور کھانے کے بعد معدہ اس کی درستگی اور طبیعت اس کی اصلاح میں لگ جاتی ہے جبکہ طبیعت کو ابھی مرض کے آثار مٹانے کا پورے طور پر موقعہ نہیں ملا ہے۔ ایسی صورت میں یہ باقی کام یا تو ادھورا رہ جاتا ہے۔ یا اس میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ لیکن جونہی آش جو و چقندر آپ کے سامنے لایا گیا آپ نے اس کے کھانے کا حکم دیا۔ اس لیے کہ یہ ناتواں و کمزور کے لیے بہترین غذا بھی ہے۔ کیونکہ آش جو میں بترید کے ساتھ غذائیت بھی ہوتی ہے۔ اور تلطیف و تلیین کی قوت بھی ہوتی ہے، طبیعت کو جو کمزور و ناتواں کے لیے بہت ضروری چیز ہے خصوصاً جب ماء الشعیر اور چقندر کی جڑ کو پکا کر استعمال کرایا جائے تو ضعف معدہ کے لیے نہایت عمدہ غذا ثابت ہوتی ہے۔ اور اس سے ایسے اخلاط بھی رونما نہیں ہوتے جس سے صحت کو کسی قسم کا خطرہ لاحق ہو۔

زید بن اسلم نے بیان کیا کہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک مریض کو پرہیز کرایا، یہاں تک کہ یہ

مریض پر پرہیز کی سختی کی وجہ سے کھجور کی گٹھلیاں چوستا تھا، کھانا اس کے لیے بالکل ممنوع تھا۔

خلاصہ کلام یہ کہ پرہیز بیماری سے پہلے سب سے بہتر اور کارگر نسخہ ہے جس سے آدمی بیمار ہی نہیں ہونے پاتا مگر بیمار ہو جانے پر پرہیز سے نفع یہ ہوتا ہے کہ مرض میں زیادتی اور اس کے پھیلنے پر قدغن لگ جاتی ہے۔ اور مرض بڑھنے نہیں پاتا۔

فصل (۴۰)

طبیعت کی رغبت کے مطابق غذا کا استعمال

یہ بات بخوبی سمجھ لینی چاہیے کہ بہت سی چیزیں اور بہت سے مواقع ایسے ہوتے ہیں کہ مریض تو مریض، کمزور و ناتواں اور صحت مند کو اس سے بچانا چاہیے۔ جب مریض کی خواہش اس کی جانب غیر معمولی ہو۔ اور طبیعت اس کی طرف پوری طرح راغب ہو ایسی صورت میں اس چیز کا معمولی استعمال کرنا مضر نہیں ہے۔ جو طبیعت اور ہضم پر گراں نہ ہو۔ بلکہ بعض مواقع پر اس طرح کی چیز کے استعمال سے نفع ہی ہوتا ہے۔ کیونکہ طبیعت اور معدہ دونوں ہی اسے پسند کرتے ہیں۔ اور اس غذا کو برغبت قبول کرتے ہیں، ایسی صورت میں جس ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے، اس کی اصلاح کرتے ہیں، اس کے استعمال سے اس درجہ نفع پہنچتا ہے۔ جیسے کسی ایسی چیز سے پہنچتا ہے، جس کو طبیعت ناپسند کرتی ہو، اور اس کو قبول نہ کرتی ہو، پھر بھی اس کا استعمال کر لیا جائے تو اس سے غیر معمولی ضرر پہنچتا ہے کیونکہ اس غذا سے دوا کا اثر ختم ہو جاتا ہے، یا متاثر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ ایک تو طبیعت کی نفرت اور دوسرے اس کے استعمال کے بعد طبیعت کا اس کے ہضم کی فکر میں لگ جانے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دوا کی طرف سے طبیعت کا رخ ہٹ کر اس کھانے کے ہضم کرنے میں لگ جاتا ہے۔ اسی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیب ؓ کو جو کہ آشوب چشم میں مبتلا تھے کھجور کے چند دانے استعمال کرنے پر سرزنش نہیں فرمائی۔ اس لیے کہ آپ کا خیال تھا کہ رغبت ہوتے ہوئے۔ چند دانوں سے ضرر نہ ہوگا اسی قبیل سے وہ روایت ہے جس میں مذکور ہے کہ حضرت علی آپ کے پاس آئے اور وہ آشوب زدہ تھے، پیغمبر علیہ السلام کے سامنے کھجور کے دانے چنے ہوئے تھے، جسے آپ تناول فرما رہے تھے، آپ نے حضرت علی ؓ سے دریافت کیا کہ کیا جی چاہتا ہے۔ اور ایک دانہ کھجور کا ان کی طرف بڑھایا، پھر اسی طرح سات دانے عنایت کیے اور فرمایا۔ بس علی بس۔ اسی قسم کی وہ بھی روایت ہے۔ جس کو ابن ماجہ نے اپنی سنن میں عکرمہ سے نقل کیا ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَادَ رَجُلًا فَقَالَ لَهُ مَا تَشْتَهِي؟ فَقَالَ اَشْتَهِيْ خُبْزَ بُرٍ وَفِي لَفْظٍ اَشْتَهِيْ كَعْكًا فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ كَانَ عِنْدَهُ خُبْزُ بُرٍّ فَلْيَبْعَثْ اِلٰى اَخِيْهِ ثُمَّ قَالَ اِذَا اشْتَهٰى مَرِيْضُ اَحَدِكُمْ شَيْئًا فَلْيُطْعِمْهُ

ابن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص کی تیمارداری فرمائی اس موقع پر آپ نے دریافت کیا کہ کیا کھانے کو جی چاہتا ہے۔ اس نے جواب دیا کہ گیہوں کی روٹی یا دوسرے لفظوں میں کہا کیک، آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ جس کے یہاں گیہوں کی روٹی موجود ہو۔ وہ اس کو دے دے۔ پھر فرمایا کہ جب تمہارے مریض کو کسی چیز کی رغبت ہو تو اسے کھلا دیا کرو۔[1]

اس حدیث میں ایک لطیف طبی حکمت مضمر ہے کہ مریض کو جب کسی چیز کے کھانے کی پوری رغبت ہو اور وہ اسے حقیقی طبعی بھوک کے ساتھ کھالے تو بالفرض اس میں نقصان کا کوئی اندیشہ بھی ہوگا تو وہ اس کے لیے نفع بخش ہوگی اور اس کا ضرر اس چیز کے بہ نسبت کمتر ہوگا' جتنا کہ غیر مرغوب چیز کے کھانے سے ہوتا ہے، اگر چہ وہ غیر مرغوب چیز فی نفسہ اس مریض کے لیے نافع ہی کیوں نہ ہو۔ اس لیے کہ اس کی سچی اور طبعی رغبت اس کا ضرر دور کر دیتی ہے اور طبیعت کی نفرت اور کراہت نافع چیز کو بھی مریض کے حق میں نقصان دہ بنا دیتی ہے۔ الغرض لذیذ و پسندیدہ چیز کو طبیعت بڑی رغبت سے قبول کرتی ہے۔ اور اس کے ہضم کا اچھے انداز میں نظم کرتی ہے۔ بالخصوص جبکہ طبیعت راغب ہو۔ اور نفس کو پوری خواہش ہو اور وہ اسے استعمال کرے اور اگر مریض صحیح وتندرست ہو اور اس کی قوت پوری طرح کام کر رہی ہو تو اس کی منفعت اور بھی سوا ہو جاتی ہے۔

---

[1] ابن ماجہ نے ۱۴۲۹ جنائز کے باب ماجاء فی عبادۃ المریض میں اس کو نقل کیا ہے۔ اور ۳۴۴۰ میں حدیث ابن عباس سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی صفوان بن هبیرہ ہے۔ جو لین الحدیث ہے، جیسا کہ تقریب میں مذکور ہے۔

فصل (۴۱)

سکون و آرام' حرکات اور آشوب افزا چیزوں سے پرہیز کے ذریعہ آشوب چشم کا علاج نبوی

اس سے پہلے گذر چکا کہ جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صہیب رضی اللہ عنہ کو چھوہارے کا پرہیز بتایا اور اس کے کھانے سے ان کو روکا جبکہ ان کو آشوب کا مرض تھا۔ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو تازہ کھجور کے استعمال سے منع فرمایا اس لیے کہ آپ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔

اور ابو نعیم نے اپنی کتاب ''طب نبوی'' میں لکھا ہے کہ ازواج مطہرات میں سے اگر کسی کو آشوب چشم ہوتا تو

جب تک اس سے شفانہ ہوجاتی آپ ان سے مباشرت نہ فرماتے۔

رمد (آشوب چشم) آنکھ کے طبقہ ملتحمہ کا ورم حار ہے، یہ طبقہ وہ سفید حصہ ہوتا ہے جو ہمیں کھلی آنکھوں سے نظر آتا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ آنکھ کی جانب اخلاط اربعہ میں سے کسی کی ریزش یا حار ریاح بدن اور سر میں کمیت کے اعتبار سے بڑھ جاتی ہے۔ جس کا ایک حصہ آنکھ کی طرف رخ کرتا ہے۔ یا دھوپ سے آنکھ متاثر ہوجاتی ہے۔ جس سے طبیعت خون اور روح کی وافر مقدار آنکھ کو مہیا کرتی ہے۔ طبیعت اس ارسال کثیر سے آنکھ کو آفتاب کی لپٹ سے بچانا چاہتی ہے۔ جس سے آنکھ کے کناروں پر ورم آجاتا ہے اس لیے کہ دھوپ کی لپٹ سے عضو ماؤف ہوجاتا ہے۔ حالانکہ قیاس اس کے خلاف چاہتا ہے۔

یوں سمجھئے کہ جس طرح زمین سے دو قسم کے بخارات اٹھ کر فضا کی جانب جاتے ہیں، ایک حار یابس دوسرا حار رطب تو یہ دونوں بخارات تہ بہ تہ بدلی کی شکل اختیار کرلیتے ہیں۔ اور ہماری آنکھوں کو آسمان نظر نہیں آتا قعر معدہ سے بھی اسی قسم کے بخارات اوپر کی طرف اٹھتے ہیں۔ جن کی وجہ سے دیکھنا مشکل ہوجاتا ہے۔ اور اس سے مختلف بیماریاں پیدا ہوتی ہیں، اگر طبیعت میں قوت ہے۔ اور ان کو خیاشیم کی جانب پھینک دیتی ہے۔ تو زکام ہوجاتا ہے۔ اور اگر نتھنوں اور کوے کی جانب پھینک دیتی ہے۔ تو خناق ہوجاتا۔ اور اگر پہلو کو روانہ کرتی ہو تو شوصہ کی بیماری ہوتی ہے، اور اگر سینے کی طرف آتی ہے۔ تو نزلہ ہوجاتا ہے۔ اگر دل کی جانب رخ کرتی ہے تو خفقان ہوتا ہے، اور اگر آنکھ کی طرف چل پڑتی ہے تو آشوب چشم ہوتا ہے، اور اگر جوف کی طرف چل پڑی تو سیلان الرحم اور دماغ کے مجاری کی طرف رخ ہو تو نسیان ہوجاتا ہے۔ اور اگر دماغ اس سے تر ہوجائیں اور اس کے عروق اس کی وجہ سے سیراب ہو جائیں تو سخت نیند کا غلبہ طاری ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے نیند رطوبت سے ہوتی ہے اور خشکی سے شب بیداری ہوتی ہے، اور اگر بخارات سر سے نکلنا چاہیں، اور ایسا نہ ہوسکے تو پھر درد سر پیدا ہوتا ہے۔ جس سے مریض کو نیند نہیں آتی، اور اگر سر کے کسی جانب وارد ہوجائے تو پھر آدھ سیسی ہوجاتی ہے۔ اور اگر سر کے بالائی حصہ اور نیچے سے اس کا تاثر ہو تو بیضہ کی بیماری ہوتی ہے۔ اگر دماغ کا پردہ اس سے ٹھنڈا پڑ جائے یا گرم یا تر ہوجائے۔ اور ریاح جوش مارنے لگے، تو چھینک آنے لگتی ہے۔ اور اگر رطوبت بلغمی میں ہیجان ہوجائے کہ حرارت غریزی اس سے مغلوب ہوجائے تو بے ہوشی اور سکتہ طاری ہوتا ہے۔ اور سوداء میں جوش آجائے جس سے دماغ کی فضا تاریک ہوجائے تو اس سے دسواس کی بیماری ہوتی ہے۔ اور اگر اعصاب کے مجاری کی طرف اس کا رخ ہوجائے تو طبعی مرگی ہوگی۔

اور اگر عقود و جذور مجاری دماغ میں اس کی ریزش ہو تو فالج ہوجاتا ہے۔ اور اگر بخارات صفراء سے پیدا ہو جس سے دماغ گرم ہوجائے تو برسام ہوتا ہے۔ ۱؎ اور اگر سینہ بھی اس میں شریک ہو تو سرسام کہلاتا ہے۔ ۲؎ غرض اس بخار کو اچھی طرح سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ کیونکہ اس سے متعدد امراض پیدا ہوتے ہیں۔ مگر بنیادی طور پر یہ معدہ ہی کی عنایت ہے۔

۱؎ برسام: جگر اور قلب کے درمیان پائے جانے والے حجاب میں التہاب کو کہتے ہیں۔

۲۔ سرسام: دماغ کی جھلیوں میں ورم ہوتا ہے۔ جس سے بخار اور اختلاط ذہن پیدا ہوتا ہے۔ اسے سرسام کہتے ہیں۔

حاصل یہ کہ اخلاط جسم انسانی خواہ اس کا کوئی حصہ بدن سے متعلق ہو یا سر سے آشوب چشم کے وقت جوش میں ہوتے ہیں اور جماع سے اس کا جوش اور اس کی حرکت اور بڑھ جاتی ہے، اس لیے کہ جماع میں جسم انسانی، روح اور طبیعت تینوں ہی حرکت میں ہوتے ہیں۔ بدن میں ہمیشہ حرکت ہونے کی وجہ سے گرمی پیدا ہوتی ہے۔ اور نفس کی تحریکات حصول و تکمیل لذت کے لیے غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہیں۔ اور نفس و بدن کی تحریکات کے باعث روح میں بھی حرکت آ جاتی ہے۔ اور طبیعت کی حرارت کا سبب یہ ہوتا ہے کہ وہ منی کی اس خاص مقدار کو رحم تک پہنچانے میں مشغول ہونا اپنا فرض سمجھتی ہے کہ اس کے بغیر تکمیل نطفہ ممکن نہیں۔

اور یہ بات تو معلوم ہی ہے کہ جماع ایک تحریک کلی عمومی ہے۔ جس میں انسان کا جسم اس کی ساری قوتیں طبیعت اخلاط غرض سبھی چیزیں حرکت میں آ جاتی ہیں حتّٰی کہ روح و نفس بھی متحرک ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ ہر حرکت سے اخلاط میں جوش آتا ہے۔ تو وہ رقیق ہو جاتے ہیں۔ ان دونوں باتوں کی وجہ سے ان کا کمزور اعضاء کی طرف ریزش کرنا نہایت درجہ آسان ہو جاتا ہے۔ اور آنکھ کی لطافت و ضعف آشوب کے وقت اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لیے ایسے موقع پر جماع سے بڑی حد تک نقصان و ضرر کا اندیشہ ہوتا ہے۔

بقراط نے اپنی کتاب ''الفصول'' میں تحریر کیا ہے کہ کشتی میں سفر کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ حرکت سے بدن میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ گو یہ بھی ایک حقیقت ہے۔ کہ آشوب چشم جہاں بیماری ہے۔ وہیں بہت سے منافع بھی اس بیماری کے ساتھ انسانی جسم کو حاصل ہوتے ہیں، آشوب سے آنکھ کا استفراغ اس کی آلائشوں کی صفائی، سر اور جسم انسانی میں پیدا ہونے والے فضولات و گندگیوں سے تنقیہ ہو جاتا ہے۔ اور غصہ، رنج و غم، شدید قسم کی دشوار و گراں حرکات اور مشقت طلب کاموں سے نفس اور جسم کو پہنچنے والے نقصان اور اذیت کا تدارک و تلافی آشوب چشم سے ہو جاتا ہے۔ سلف کے آثار میں یہ بات دیکھی جاتی ہے کہ آشوب چشم سے گھبراؤ نہیں، کیونکہ اس سے روشنی زائل کرنے والی رگیں منقطع ہو جاتی ہیں۔

اس کا بہترین طریقہ علاج اس بیماری کے بعد مکمل راحت و سکون ہی ہے اسی طرح آنکھ ملنے اور پونچھنے سے بھی گریز کرنا ضروری ہے، اس کے برخلاف کرنے سے مادہ کا انصباب تیزی سے ہونے لگتا ہے۔ بعض اسلاف نے بڑی چبھتی بات کہی ہے۔ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کا حال آنکھ کی طرح ہے۔ آنکھ کا علاج اسے چھونے اور پونچھنے سے بچنا ہے۔

ایک مرفوع حدیث میں ہے ''واللہ اعلم'' کہ آشوب چشم کا علاج آنکھ میں ٹھنڈا پانی ٹپکانا ہے۔ اطباء نے رمد حار کی بہترین دوا ٹھنڈا پانی لکھا ہے۔ اس لیے کہ پانی ایک سرد دوا ہے۔ جس سے آشوب چشم کی حرارت دور کرنے میں مدد ملتی ہے۔ اسی بنیاد پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ اگر تم وہ کرتی جسے پیغمبر خدا نے کیا تو تمہارے لیے بہتر ہوتا، اور تم آنکھ کی بیماری سے شفایاب بھی ہو جاتی اپنی آنکھ میں پانی کی چھینٹ دیتی اور یہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

دعا پڑھتی۔

أَذْهِبِ الْبَاسَ رَبَّ النَّاسِ وَاشْفِ أَنْتَ الشَّافِي لَا شِفَاءَ إِلَّا شِفَائُكَ شِفَاءً لَا يُغَادِرُ سَقَمًا ا

اے لوگوں کے رب! تو تکلیف ختم کر دے اور مجھے شفا عطا کر تو ہی شفا دینے والا ہے، تیری شفا کے سوا کوئی شفا نہیں جو کسی بیماری کو نہیں چھوڑتی۔

ہم نے اس سے پہلے کئی بار یہ بات دھرائی ہے کہ یہ علاج خاص ممالک و منطقہ کے لیے مخصوص ہے۔ دوسرے یہ کہ درد چشم کی بعض مخصوص صورتوں میں یہ علاج شافی وکافی ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ و التسلیم کے بتائے ہوئے جزوی علاج کو کلی عمومی نہ سمجھا جائے۔ اور نہ کسی کلی عام کو جوئی خاص تسلیم کیا جائے، کیونکہ اس انداز سے غلطی کے وقوع کا اندیشہ ہے اور جو صورت بھی سامنے آئے گی، وہ کچھ درست ثابت نہ ہوگی۔

ظظظ

ا ابوداؤد نے نمبر ۳۸۸۳ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۳۰ میں اس کی تخریج کی ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

فصل (۴۲)

طب نبوی میں خدر کا علاج نبوی

جس سے بدن اکڑ جاتا ہے

"غریب الحدیث" میں ایک حدیث مذکور ہے جسے ابوعبید نے ابوعثمان نھدی سے روایت کیا ایک جماعت کا گذر ایک درخت سے ہوا انہوں نے اس کا پھل کھالیا، کھانے کے بعد ان پر ہوا کا یہ اثر ہوا کہ ان کا جسم اکڑ گیا اس میں حس و حرکت نہ رہی، اس وقت آپ نے فرمایا:۔

قَرِّسُوا الْمَاءَ فِي الشِّنَانِ وَصُبُّوا عَلَيْهِمْ فِيمَا بَيْنَ الْأَذَانَيْنِ۔

پرانے مشکیزے میں پانی ٹھنڈا کرو اور فجر کی اذان و اقامت کے درمیانی وقت میں مریضوں کے سر اور جسم پر گراؤ۔

ابوعبید نے "قَرِّسُوا" کا معنی "بَرِّدُوا" یعنی ٹھنڈا کرو کیا ہے، جو لغت میں بجائے سین کے صاد کے ساتھ صحیح

ہے۔

اور ''شنان'' پرانے مشکیزے اور پانی کے تھیلے کو کہتے ہیں مشکیزوں کے لیے شنان اور تھیلے کے لیے شنہ آتا ہے۔اس حدیث میں شنان کا ذکر ہے۔جدُ دعربی کا نہیں ہے،اس لیے کہ شن میں برودت زیادہ ہوتی ہے ''بین الاذانین'' سے فجر کی اذان واقامت کا درمیانی وقت مراد ہے یہاں اقامت کو بھی اذان مماثلت کی وجہ سے کہہ دیا گیا ہے، کیونکہ اس میں بھی وہی الفاظ ہوتے ہیں جو اذان میں ہوتے ہیں۔

بعض اطباء نے لکھا ہے کہ حجاز میں اگر بیماری ہو تو اس کا سب سے عمدہ علاج یہی ہے جو پیغمبر خدا نے تجویز فرمایا ہے۔اس لیے کہ یہ علاقہ گرم وخشک ہے۔جس کی وجہ سے حرارت غریزی یہاں کے باشندوں کی کمزور رہتی ہے۔اور سویرے سویرے جو چوبیس گھنٹے میں سب سے زیادہ ٹھنڈا ہوتا ہے۔ٹھنڈا پانی مفید ہوتا ہے اس انصباب آب سرد سے جسم کے مختلف حصوں میں پھیلی ہوئی حرارت غریزی جس میں تمام قوتوں کی جان ہوتی ہے۔اکٹھا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔اس سے قوت دافعہ مضبوط ہو کر تمام بدن سے باطن بدن کی جانب اکٹھا ہو جاتی ہے، جو اس بیماری کا محل ہے اپنی باقی قوتوں کے ساتھ مرض کے دفاع میں لگ کر اسے مغلوب کر دیتا ہے،اس طرح اللہ تعالیٰ مرض کے دفاع کی صورت پیدا فرماتا ہے۔اگر یہ باتیں بقراط یا جالینوس وغیرہ جیسے اطباء نے کہی ہوتی تو پھر تمام اطباء اس پر سر دھنتے اور کمال معرفت طب کے گن گاتے اور اس نکتہ رسی پر آفریں کہتے مگر پیغمبر خدا ؐ کی اس بات پر ان بد نصیبوں کو توجہ دینے اور ان کی قدر کرنے کی کہاں فرصت کہ ان پر غور وفکر کر کے ان پر عمل کریں۔

ظظظ

فصل (۴۳)

مکھی پڑی ہوئی غذا کی اصلاح اور مختلف قسم کے زہر کے ضرر کو دفع کرنے کی بابت ہدایات نبوی

صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا وَقَعَ الذُّبَابُ فِیْ اِنَاءِ اَحَدِکُمْ فَامْقُلُوْهُ فَاِنَّ فِیْ اَحَدِ جَنَاحَیْهِ دَاءً وَ فِی الْاٰخَرِ شِفَاءً ا۔

جب تم میں سے کسی کے برتن میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے لیا کرو اس لیے کہ اس کے

دونوں بازوؤں میں سے ایک میں بیماری اور دوسرے میں شفاء ہے۔

سنن ابن ماجہ میں ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا:

اَحَدُ جَنَاحَیِ الذُّبَابِ سَمٌّ وَالْاٰخَرُ شِفَاءٌ فَاِذَا وَقَعَ فِی الطَّعَامِ فَامْقُلُوْہ فَاِنَّہٗ یُقَدِّمُ السَّمَّ وَیُؤَخِّرُ الشِّفَاءَ۔ ۲ے

مکھی کے ایک بازو میں زہر اور دوسرے میں شفا ہے۔ جب کبھی کھانے میں مکھی گر جائے، تو اس کو غوطہ دے دو اس لیے کہ وہ زہر کے بازو کو آگے اور شفا والے بازو کو مؤخر کرتی ہے۔

اس حدیث میں دو مباحث ہیں ایک فقہی دوسرے طبی۔

فقہی تو یوں سمجھئے کہ اس سے کھلے طور پر اسی بات کا پتہ چلتا ہے کہ مکھی پانی یا کسی سیال چیز میں گر کر مر جائے تو اس سے وہ چیز نجس نہیں ہوتی، یہی جمہور علماء کا قول ہے۔ اس سے پہلے کے لوگوں نے کبھی اس کی مخالفت نہیں کی اس لیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکھی کو ڈبونے کا حکم دیا اور ظاہر ہے کی مکھی پانی یا سیال چیز میں گرنے کے بعد زندہ نہیں رہتی بلکہ مرجاتی ہے۔ خصوصاً جب کھانا گرم ہو، بالفرض اگر اس سے کھانا نجس ہو جاتا تو آپ کھانے کے خراب ہونے کا حکم فرماتے مگر آپ نے اس کے

ا‍ے بخاری نے ۱۰/۲۱۳ الطب میں مکھی برتن میں پڑ جانے کے باب کے تحت اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ اور ابوداود نے ۳۸۴۴ فی الطب میں کھانے میں مکھی گر پڑنے کے باب کے تحت اسے نقل کیا اور ابن ماجہ نے ۳۵۰۵ فی الطب میں برتن میں مکھی کے گرنے کے باب کے ذیل میں اسے بیان کیا امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں اس کی تخریج نہیں کی جیسا کہ مصنف نے لکھا ہے۔

۲ے ابن ماجہ نے ۳۵۰۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

بجائے کھانے کی اصلاح کا حکم دیا، پھر اسی حکم کے تحت وہ ساری چیزیں آ گئیں جن میں سیال مادے خون وغیرہ نہ ہو جیسے شہد کی مکھی، بھڑ، مکڑی وغیرہ اس لیے کہ حکم علت کے عام ہونے کی وجہ سے عام ہوتا ہے۔ اور سبب کے ناپید ہونے کے باعث حکم بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ نجاست کا سبب کسی جاندار چیز میں اس کی موت کے بعد وہ خون سائل ہوتا ہے جو موت کے بعد بدن میں رکا رہ جاتا ہے۔ جن جانداروں میں سیال خون نہ ہو علت کے نہ ہونے کی وجہ سے وہ حکم بھی باقی نہیں رہتا۔

پھر اس سے ان لوگوں کی بات میں جو مردار کی ہڈی کو نجس نہیں مانتے، کسی قدر جان آ جاتی ہے۔ کہ جب یہ بات ایسے جاندار میں جن میں رطوبات فضلات موجود ہوتے ہیں۔ اور ان کی ساخت میں نرم ریشے اور عضلات شامل ہوتے ہیں۔ ان کی موت سے نجاست پیدا نہیں ہوتی، تو پھر ہڈی میں جو فضولات و رطوبات سے خالی اور دُور ہے۔ اور ان میں احتقان دم بھی نہیں تو پھر ایسی چیز میں جن میں ان سب چیزوں کے نہ ہوتے ہوئے قوت بھی موجود ہو تو ہڈی کا نجس نہ ہونا تسلیم ہے۔

سب سے پہلے اس حقیقت تک جو پہنچا اور دم سائل نہ ہونے کی بات کی وہ ابراہیم نخعی ہیں۔ اور انہیں سے دوسرے فقہاء نے استفادہ کیا اور نفس لغت میں خون کو کہتے ہیں چنانچہ عربی میں نَفِسَتِ الْمَرْاَۃُ اسی سے ماخوذ ہے یہ اس وقت بولتے ہیں جب عورت کو خون حیض آنے لگے۔ یہ نون کے فتحہ کے ساتھ ہے۔ اور نون کے ضمہ کے ساتھ نُفِسَتْ اس وقت بولتے ہیں جب عورت بچہ جنے۔

طبی حیثیت سے تو ابو عبید نے کہا ہے کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ مکھی کو غوطہ دو تاکہ شفا کا جز جو دوسرے بازو میں ہے۔ وہ مصلح کے طور پر کھانے میں آ جائے اور بیماری و زہر کا حصہ نکل جائے یا شفاء کا حصہ مل جانے سے اس کی قوت ختم ہو جائے، چنانچہ عربی میں محاورہ ہے۔ ھمایتما قلان جب دو شخص ایک دوسرے کو پانی میں غوطہ دیں۔

اطباء نے مکھی میں زہریلی قوت کو تسلیم کیا ہے۔ جس کے ہونے کا ثبوت ورم اور سوزش ہے۔ جو اس کے ڈسنے کے بعد جسم انسانی میں پیدا ہوتی ہے۔ گویا اس کے بازو ہتھیار ہیں۔ اس کے ڈبونے سے تکلیف دہ چیز گر جاتی ہے۔ تو دوسرے بازو سے اذیت دینے والی چیز کا بچاؤ کیا جاتا ہے۔ اسی لیے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکھی کو پورے طور پر غوطہ دینے کا حکم فرمایا۔ تاکہ زہریلے مادہ کو مادہ تریاق سے دور کیا جا سکے اور اس طرح نقصان کا دفاع کیا جا سکے، یہی وہ طریقہ علاج نبوی ہے، جہاں تک بڑے سے بڑے طبیب کی نگاہ نہیں پہنچ سکی۔ یہ روشنی تو صرف مشعل نبوت ہی سے حاصل کی جا سکتی ہے۔ یہی سبب ہے کہ بڑے سے بڑا طبیب بھی اس طریقہ علاج کو تسلیم کرتا ہے۔ اور اس کی تاثیر کا اعتراف کرتا ہے۔ اور یہ کہے بغیر اس کو نجات نہیں کہ اس طریقہ علاج کو پیش کرنے والا انسانیت میں سب سے برتر ہے۔ اور آپ کا علاج وحی الٰہی کے ذریعہ آپ تک آیا ہے۔ قوائے بشریہ سے بالکل خارج اور ماوراء ہے۔

اطباء کی ایک بڑی جماعت نے اسی طریقہ علاج کے متعلق لکھا ہے کہ بھڑ اور بچھو کے ڈنگ کی جگہ پر مکھی کا رگڑنا نہایت درجہ مفید ہے۔ اس سے ڈنک کی سوزش سے سکون ملتا ہے۔ ظاہر ہے کہ سکون اسی مادہ کی وجہ سے ہے، جس کے شفاء ہونے کی خبر آپ نے دی ہے۔ اسی طرح گوہانجی کے ورم پر جو آنکھ میں پیدا ہوتی ہے۔ مکھی کا سرا ڑا کر اسے ملا جائے تو وہ ورم جاتا رہتا ہے۔

ظظظ

فصل (۴۴)

طب نبوی میں گرمی دانوں کا علاج

ابن سنی نے اپنی کتاب میں بعض ازواج مطہرات سے یہ روایت نقل کی ہے۔

قَالَتْ دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَقَدْ خَرَجَ فِی اِصْبَعِیْ بَثْرَۃٌ فَقَالَ عِنْدَکِ ضَرِیْرَۃٌ؟ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ ضَعِیْھَا عَلَیْھَا وَقُوْلِیْ اَللّٰھُمَّ مُصَغِّرَ الْکَبِیْرِ وَمُکَبِّرَ الصَّغِیْرِ وَصَغِّرْ مَابِیْ۔ ا؎

انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن میرے پاس تشریف لائے اس وقت میری انگلی میں دانہ نکلا ہوا تھا آپ نے مجھ سے فرمایا کیا تمہارے پاس چرائتہ ہے؟ میں نے کہا ہاں ہے۔ آپ نے فرمایا اسے اس پر لگاؤ اور یہ کہو اے بڑے کو چھوٹا اور چھوٹے کو بڑا بنانے والے خدا مجھے جو چیز پیش آئی ہے۔ اسے چھوٹا کردے۔

ذریرہ۔ ایک ہندوستانی دوا ہے جسے جڑ سے حاصل کی جاتی ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ معدہ جگر کے ورم اور استسقاء کے لیے نافع ہے۔ اور اس کی خوشبو کی وجہ سے دل کو تقویت پہنچاتی ہے، صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے:۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّھَا قَالَتْ طَیَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِیَدِیْ بِذَرِیْرَۃٍ فِیْ حَجَّۃِ الْوِدَاعِ لِلْحِلِّ وَالْاِحْرَامِ۔ ۲؎

حضرت عائشہ ؓ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے موقع پر احرام باندھنے اور کھولنے کے وقت اپنے ہاتھ سے چوبی خوشبو لگائی۔

ا؎ ابن سنی نے (۶۴۰) ص ۲۲۷ میں اس کی تخریج کی ہے ان کو اس کی سند میں وہم ہوا ہے۔ اسے احمد نے ۵ / ۳۷۰ میں حدیث روح جسے ابن جرح نے عمرو بن یحیٰی بن عمارۃ بن ابوحسن سے حدیث نقل کی انہوں نے مریم بنت ایاس بن بکیر صحابی رسول اللہؐ سے انہوں نے بعض ازواج مطہرات سے حدیث بیان کی ہے، حافظ ابن حجر نے ''امالی الاذکار'' میں ابن علان سے ۴ / ۴۹ میں نقل کیا ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے، جن کی تخریج نسائی نے الیوم واللیلۃ میں کی ہے۔ اور حاکم نے نقل کیا، اور کہا کہ اس کی سند صحیح ہے۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ اس لیے کہ اس کے راوی احمد سے اخیر تک سوائے مریم بنت ایاس بن بکیر کے صحیحین کے راوی ہیں مریم بنت ایاس صحابی رسول کے بارے میں اختلاف ہے۔ ان کے والد اور چچا بھی کبار صحابہ میں سے تھے، اور ان کے بھائی محمد کی روایت بھی مصدق ہے۔

۲؎ امام بخاری نے ۱۰ / ۳۱۳ فی اللباس باب الذریرہ کے تحت اور امام مسلم نے ۱۱۸۹ فی الحج باب الطیف عند الاحرام کے ذیل میں اسے ذکر کیا ہے۔ اور احمد نے ۶ / ۲۰۰، ۲۴۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔

بثرہ۔ چھوٹا، معمولی، پھوڑا پھنسی جو مادہ حارہ کی وجہ سے جسم میں دافع طبیعت کے قوی ہونے سے پیدا ہوتا ہے۔ جہاں دافع کے زور سے پھنسی نکلنے والی ہوتی ہے، وہاں کی جلد رقیق ہو جاتی ہے، اب نضج اور اخراج مادہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ چرائتہ سے یہ عمل بڑی جلدی تکمیل پذیر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ چرائتہ میں خوشبو کے ساتھ انضاج و اخراج مادہ کی بھی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ مزید برآں اس میں اس سوزش کو بھی ٹھنڈا کرنے کی صلاحیت موجود ہے۔ جو اس مادہ میں موجود ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے صاحب ''قانون'' ابوعلی سینا اس خیال کا اظہار کرتا ہے کہ آگ

سے جلنے کے بعد جو چیز سب سے زیادہ مفید ہوتی ہے وہ چرائتہ ہے۔ جسے روغن گل اور سرکہ میں آمیز کر کے استعمال کیا جاتا ہے۔

ظظظ

فصل (۴۵)

طب نبوی میں ورم اوران بڑے پھوڑوں کا علاج جو محتاج آپریشن ہوں

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یادداشت میں ہے۔

اِنَّهُ قَالَ دَخَلْتُ مَعَ رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى رَجُلٍ يَعُوْدُهُ بِظَهْرِهٖ وَرَمٌ فَقَالُوْا۔ يَا رَسُوْلَ اللهِ بِهٰذِهٖ مِدَّةٌ قَالَ بُطُّوْا عَنْهُ' قَالَ عَلِيٌّ فَمَا بَرِحْتُ حَتّٰى بُطَّتْ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاهِدٌ۔ [۱]

آپ نے بیان کیا کہ میں پیغمبر خدا علیہ السلام کے ساتھ ایک شخص کی عیادت کرنے کے لیے گیا، بیمار کی پشت پر ورم تھا۔لوگوں نے دریافت کیا کہ اے پیغمبر خدا اس کے پیپ ہوگیا ہے۔آپ نے فرمایا کہ اس کا آپریشن کردو۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں آپریشن کرارہا تھا، اور پیغمبر علیہ السلام اس کا ملاحظہ فرمارہے تھے۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے۔

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَمَرَ طَبِيْبًا اَنْ يَّبُطَّ بَطْنَ رَجُلٍ اَجْوَى الْبَطْنِ فَقِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللهِ هَلْ يَنْفَعُ الطِّبُّ قَالَ الَّذِيْ اَنْزَلَ الدَّاءَ اَنْزَلَ الشِّفَاءَ فِيْمَا شَاءَ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طبیب کو حکم دیا کہ اس بڑے پیٹ والے مریض کا پیٹ شق کردو آپ سے پوچھا گیا اے رسول خدا! اس کو بھی دوا فائدہ کرے گی؟ آپ نے فرمایا کہ جس خدا نے بیماری اتاری اسی نے شفا نازل کیا' جہاں خدا نے نفع پہنچانا چاہا نفع دے دیا۔

---

[۱] ابویعلی نے اس کی تخریج کی ہے اس کی سند میں ایک راوی ابوربیع سمان ضعیف ہے، مجمع الزوائد ۵/۹۹۔

ورم۔ ایک ایسا مادہ ہے جو عضو میں مادہ غیر طبعی کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو عضو متورم کی طرف ریزش کر کے آجاتا ہے۔

ورم مرض کی تمام جنسوں میں پایا جاتا ہے۔ مادہ جن سے یہ ورم اخلاط اربعہ میں سے کسی خلط یا مائیت محضہ سے یا ریاح سے پیدا ہوتا ہے۔ اور جب ورم بندھ جاتا ہے تو اسے پھوڑا کہتے ہیں۔ اور ہر ورم چار تین صورتوں میں سے کسی صورت میں ہوتا ہے۔ یا تو تحلیل ہو کر ختم ہو جاتا ہے۔ یا اس میں پیپ پیدا ہو جاتی ہے۔ یا اس میں اتنی صلابت ہو جاتی ہے کہ نہ وہ تحلیل ہوتا اور نہ پیپ بنتا ہے۔ اگر مریض کی قوت قوی ہو تو مادہ کو مغلوب کر کے اسے ہمیشہ کے لیے ختم کر دیتی ہے، اور یہ ورم کی سب سے عمدہ صورت ہے۔ اور اگر اس کے علاوہ کوئی دوسری صورت ہوتی ہے تو مادہ کا انضاج ہوتا ہے، اور وہ سفید پیپ کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ پھر کہیں سوراخ کر کے بہہ پڑتا ہے۔ اور اگر مادہ میں نضج کی صلاحیت کمزور ہوتی ہے تو مادہ ناپختہ ریم میں تبدیل ہو جاتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس مادہ کے اخراج کے لیے اس میں سوراخ کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی اس لیے یہ مادہ عرصہ عضو میں رہ کر اسے فاسد کر دیتا ہے۔ ایسی صورت میں مریض کو آپریشن کی ضرورت ہوتی ہے۔ یا کوئی اور خارجی داخلی صورت اختیار کرنی پڑتی ہے۔ جس سے مادہ عضو سے باہر آجائے تا کہ یہ مادہ ردی مفسد عضو سے خارج ہو جائے۔

آپریشن سے دو فائدہ ہوتا ہے۔

پہلا فائدہ: یہ ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ مفسد ردی مادہ نکالا جاتا ہے۔

دوسرا فائدہ: یہ ہوتا ہے کہ ان مواد کو روک دیتا ہے۔ جو پے بہ پے آ کر اس مفسد مادہ کی قوت کو بڑھاتا ہے۔ [1]

خراج۔ اس التہاب کو کہتے ہیں جو جسم کے کسی حصہ میں پیپ کے اندرونی جانب پیدا ہونے کو کہتے ہیں۔ اور اس کا سب سے عمدہ طریقہء علاج آپریشن ہے۔ اس کے ذریعہ اس کا منہ کھول دیا جاتا ہے تا کہ ریم وغیرہ اس سے نکل کر باہر آجائے۔

دوسری حدیث میں آپ نے ایک طبیب کو آپریشن کر کے استسقاء کے مریض کے شکم سے فاسد مادہ نکالنے کا حکم دیا۔

حدیث میں اجوی البطن کا لفظ ہے جس کا ایک معنی بدبودار پانی جو پیٹ میں جمع ہو کر استسقاء پیدا کرتا ہے۔

اطباء استسقاء کے مادہ کو بذریعہ آپریشن نکالنے میں مختلف ہیں۔ ان کی ایک جماعت نے آپریشن کرنے سے روکا ہے۔ اس لیے کہ اس میں جان کا خطرہ ہوتا ہے۔ ایک دوسری جماعت نے اسے جائز اور درست سمجھا ہے۔ اس کے علاوہ اس کا کوئی دوسرا علاج ان کے سامنے نہیں اور یہ صورت ان کے نزدیک استسقاء زقی کی ہے اس میں یہ شکل اختیار کرنی چاہیے اس سے پہلے ہم استسقاء کی تین قسمیں بیان کر چکے ہیں۔

---

[1] ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے یہ خراج کی ایک دقیق تعریف ہے، اور ان احتمالات کی طرف واضح اشارہ ہے۔ جن کے ذریعہ جسم کو ہم اذیت سے بچا سکتے

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہیں۔

طبلی۔ جس میں شکم پھول جاتا ہے۔ اس میں ریاحی مادہ موجود ہوتا ہے۔ اس کو ٹھوکنے پر اس سے طبلہ جیسی آواز ہوتی ہے۔

لحمی۔ جس میں تمام جسم کا گوشت مادہ بلغم کی وجہ سے بڑھ جاتا ہے۔ اس بلغمی مادہ میں خون کے اجزاء بھی موجود ہوتے ہیں یہ استسقاء کی بدترین شکل ہے۔

زقی۔ وہ ہے جس میں شکم کے زیریں حصہ میں ردی مادہ جمع ہو جاتا ہے۔ اس میں اس طرح کی آواز حرکت کے وقت پیدا ہوتی ہے۔ جیسے پانی کے حرکت کے وقت مشک میں آواز پیدا ہوتی ہے۔ اکثر اطباء ان تینوں صورتوں میں سے سب سے بدتر صورت اسے کہتے ہیں۔ لیکن ایک جماعت لحمی کو بدترین قرار دیتی ہے۔

استسقاء زقی کے منجملہ علاجوں میں سے ایک علاج آپریشن کرنا ہے۔ اس کے ذریعہ اس کا ردی اور فاسد مادہ نکالنا فصد کا درجہ رکھتا ہے۔ کیونکہ فصد کے ذریعہ فاسد دم کو خارج کیا جاتا ہے یہ الگ بات ہے کہ اس میں خطرہ ہے۔ جیسا کہ اس سے پہلے بتایا جا چکا ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہے تو اس سے بزل یعنی آپریشن کرنے کے ذریعہ مائیت ورطوبت فاسدہ کے نکالنے کا جواز پیدا ہو جاتا ہے۔

ظظظ

فصل (۴۶)

طب نبوی میں دلوں کی تقویت اور شگفتہ باتوں کے ذریعہ مریضوں کا علاج

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں ابوسعید خدری ؓ سے مروی ایک حدیث نقل کی ہے۔

عَنْ أَبِیْ سَعِیْدِنِ الْخُدْرِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ إِذَا دَخَلْتُمْ عَلَی الْمَرِیْضِ فَنَفِّسُوْا لَہٗ فِی الْأَجَلِ فَإِنَّ ذٰلِکَ لَا یَرُدُّ شَیْئًا وَھُوَ یُطَیِّبُ نَفْسَ الْمَرِیْضِ۔

ابوسعید خدری سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کسی مریض کے پاس تم جاؤ تو فوراً اس کے سامنے خوش کن باتیں کرو کہ اس سے کچھ بھی نہ ہو۔ مگر پھر بھی اس سے مریض کی ڈھارس بندھتی ہے۔ اسے بھلا لگتا ہے۔

اس حدیث میں ایک عمدہ طریقہ علاج بیان کیا گیا ہے۔ کہ تیماردار مریض کے پاس پہنچ کر اس سے خوش کن

باتیں کرے جس سے اس کی طبیعت قوی اور مضبوط ہو اور قوت کو نشاط ملے اور حرارت غریزی جوش میں آئے اس سے بیماری کے دفاع میں بہت مدد ملتی ہے۔ یا مرض اس سے کسی قدر ہلکا ہوتا ہے۔ جو طبیعت کا عین مقصد ہوتا ہے۔

مریض کے دل کو خوش کرنا اور اس کو تقویت دینا اور اس میں ایسی چیزیں جمانا جس سے اسے مسرت و فرحت حاصل ہو یہ چیزیں بیماری کو جڑ سے کرنے یا اس کو ہلکا کرنے میں ایک زبردست تاثیر رکھتی ہیں۔ اس لیے کہ ان چیزوں سے روح اور اعضاء دونوں ہی میں جان آ جاتی ہے۔ جس سے طبیعت تکلیف دہ چیز کو روکنے اور ختم کرنے میں مضبوط ہو جاتی ہے، اور یہ تو روزمرہ کا مشاہدہ ہے کہ دوستوں کی عیادت سے مریض میں جان پیدا ہوتی ہے۔ اور قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کا دیکھنا ان کی عنایات ان کے ساتھ ہنسی مذاق اور خوش کن گفتگو بڑا ہی زبردست فائدہ پہنچاتی ہے۔ اس سے مریض کی تیمارداری کا نفع سامنے آ گیا، اس لیے کہ مریض کی عیادت میں چار فوائد ہیں۔ ایک فائدہ صرف مریض سے متعلق ہے۔ اور دوسرا عیادت کرنے والوں سے اور تیسرا فائدہ مریض کے متعلقین سے اور چوتھا فائدہ کا تعلق عامۃ الناس سے ہوتا ہے۔

ا ابن ماجہ نے ۱۴۳۸ فی الجنائز باب ماجاء فی عیادۃ المریض کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اور ترمذی نے ۲۰۸۷ میں ذکر کیا اس کی سند میں موسیٰ بن محمد بن ابراہیم تیمی ایک راوی ہے۔ جو منکر الحدیث ہے۔

آپ کی ہدایت کا ذکر پہلے ہو چکا کہ آپ جب کسی مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے جاتے تو اس سے تکلیف دریافت کرتے اور فرماتے کہ اب کیا حال ہے۔ اور کیا کچھ کھانے کی رغبت ہے۔ یا اس کی دوسری خواہشات معلوم کرتے اپنا دست مبارک کبھی اس کی پیشانی پر اور کبھی اس کے سینے پر رکھتے اور اس کے لیے دعا فرماتے، اس کے لیے ایسی چیز تجویز فرماتے جو اس کے لیے نافع ہوتی کبھی آپ وضو فرماتے اور بچا ہوا پانی مریض پر چھڑکتے کبھی مریض کی تسلی یوں فرماتے۔

لَا بَأسَ طَهُوْرٌ اِنْشَاءَ اللّٰهُ ا

کچھ حرج نہیں بس بیماری سے پوری طرح پاکی ہو جائے گی انشاء اللہ۔

آپ کی کمال عنایت، حسن معالجہ اور خوبی تدبیر نہ پوچھئے۔

ظظظ

فصل (۴۷)

غیر مادی وغیر مرغوب دواؤں' غذاؤں کے بہ نسبت مادی ومرغوب دواؤں اور غذاؤں کے ذریعہ علاج

یہ اصول علاج میں سب سے بڑا اور اہم اصول ہے۔ اور علاج میں بہت زیادہ نفع بخش بھی ہے۔ اگر کسی طبیب نے اس کو نظر انداز کر دیا تو مریض کو اس سے نقصان ہوگا۔ اس لیے کہ وہ اسے اپنی فہم کے مطابق نافع سمجھتا ہے۔ طب کی کتابوں میں لکھی ہوئی دواؤں سے بے اعتنائی صرف ایک جاہل طبیب ہی کر سکتا ہے۔ اس لیے کہ دواؤں اور غذاؤں کا بدن میں نافذ ہونا اور ان کا قبول کرنا دوا اور ابدان کی استعداد و قبول پر منحصر ہے۔ دیہات کے باشندوں، خانہ بدوشوں وغیرہ کو شربت نیلوفر، تازہ گلاب اور جوشاندہ سے نفع نہیں ہوتا، ان کی طبیعت میں نہ ان

ا۔ امام بخاری نے ۱۰/ ۱۰۳ میں ابن عباس کی حدیث کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

کا اثر ہوتا ہے اور نہ رغبت ہوتی ہے۔ بلکہ شہر کے باشندوں اور متمدن لوگوں کی عام دوائیں ان پر کچھ بھی کارگر نہیں ہوتیں، تجربہ اس کا شاہد ہے ہم نے علاج نبوی کا جو حصہ بھی آپ کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس پر اگر آپ نے غور و فکر کیا تو آپ کے سمجھ میں آ جائے گا کہ آپ کے علاج میں مریض کے عادات اور آب و ہوا کی خصوصی رعایت ہوتی تھی، یہی وہ اہم ترین اصل ہے۔ جس کی طرف تمام اصول علاج میں سب سے زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ تمام بڑے بڑے اطباء نے تصریح کی ہے حتیٰ کہ عربوں کا طبیب اعظم حارث بن کلدہ نے بھی تصریح کی ہے حارث کی حیثیت عربوں میں بقراط جیسی ہے۔ اس نے کہا کہ پرہیز و احتیاط سب سے بڑی دوا ہے اور معدہ بیماری کا گھر ہے۔ اور جو بدن جس بات کا عادی ہو اس کی عادت کے مطابق اسے دوا دو اور دوسرے لفظوں میں اس کی ایک روایت ہے۔ پیٹ کو ذرا بھوکا رکھو، کیونکہ بھوک سب بڑی دوا ہے۔ اگر کثرت امتلا ہیجان اخلاط اور حدت اخلاط نہ ہو تو استفراغ سے بھی زیادہ کارآمد علاج آرام ہی ہے۔

تشریح معدہ: معدہ بیماری کا گھر ہے معدہ ایک عصباتی عضو ہے۔ جو اندر سے کدو کی طرح کھوکھلا ہوتا ہے۔ اور شکل بھی کدو ہی کی طرح ہوتی ہے۔ معدہ تین طبقات سے مرکب ہے۔ اس کے کنارے باریک عصباتی ریشوں سے جنھیں لیف کہتے ہیں لپٹے ہوتے ہیں۔ ان ریشوں میں گوشت لپٹا ہوتا ہے۔ ایک طبقہ کے ریشے طولانی ہوتے ہیں اور دوسرے کے افقی اور تیسرے کے مورب (ترچھے) ہوتے ہیں، یہ روئیں (Villi) شکم کے درمیان حصہ تک پائے جاتے ہیں۔ کبھی کبھی ان کا رخ دائیں جانب ہوتا ہے۔ اس میں معمولی جھکاؤ پایا جاتا ہے۔ خدا نے اپنی حکمت بالغہ کے مظاہرے کے طور پر اسے پیدا فرمایا یہ بیماری کا گھر ہے۔ اور ہضم اول کا مقام بھی، یہیں غذا پکتی ہے اور یہیں سے جگر اور آنتوں کی جانب چلتی ہے۔ اور جن چیزوں کے ہضم سے معدہ کی قوت ہاضمہ بیکار رہ جاتی ہے۔ وہ فضلات کی صورت میں باقی رہ جاتے ہیں۔ ہاضمہ کا کام نہ کرنا کبھی تو غذا کی زیادتی، کبھی اس کی خرابی اور کبھی استعمال میں بے ترتیبی اور کبھی ان تمام چیزوں کے ایک ساتھ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اور یہ چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے بعض سے انسان عموماً نجات نہیں پاتا' معدہ اس صورت میں بیماری کا گھر بن جاتا ہے۔ گویا معدہ خود آپ کو تقلیل غذا اور دل کو خواہشات سے رکنے اور فضلات سے بچنے کی تعلیم دیتا ہے۔

رہ گئی عادت تو اس کا درجہ انسانی طبیعت کے برابر ہے۔ اسی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ کہ عادت طبیعت ثانی

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے۔ بدن پر اس کا بڑا اثر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک ہی چیز اگر مختلف بدنوں اور متعدد عادتوں کے معیار پر جانچی جائے تو ان کی نسبت مختلف ثابت ہوگی، اگرچہ یہ ابدان دوسری حیثیتوں سے مختلف ہوں، اس کی مثال یوں سمجھئے کہ تین بدن جن میں سے ہر ایک کا مزاج حار ہو۔ اور تینوں کی عمر جوان ہو۔ ان میں سے ایک گرم چیزوں کے کھانے کی عادت رکھتا ہے۔ دوسرا ٹھنڈی چیزوں کے استعمال کو عادت بنالیتا ہے۔ اور تیسرا درمیانی درجہ کی چیزیں استعمال کرتا ہے۔ تو پہلا شخص اگر شہد کھاتا ہے تو اسے کوئی نقصان نہ ہوگا۔ اور دوسرا اگر شہد کھالے تو اسے ضرر پہنچے گا۔ اور تیسرے کو اس کے استعمال سے معمولی نقصان ہوگا۔ اس لیے عادت کو بیماریوں کے علاج، حفظان صحت میں کلیدی درجہ حاصل ہے اسی چیز کے پیش نظر علاج نبوی میں عادت کے مطابق غذا اور دوا کے استعمال کی ہدایت موجود ہے۔

ظظظ

فصل (۴۸)

مریض کو عادی غذاؤں میں سے زود ہضم غذا دینے کی ہدایت نبوی

صحیحین میں حدیث عروہ ؒ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

وَ اَنَّهَا كَانَتْ اِذَا مَاتَ الْمَيِّتُ مِنْ اَهْلِهَا وَ اجْتَمَعَ لِذٰلِكَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ اِلٰى اَهْلِهِنَّ اَمَرَتْ بِبُرْمَةٍ مِنْ تَلْبِيْنَةٍ فَطُبِخَتْ وَ صَنَعَتْ ثَرِيْدًا ثُمَّ صَبَّتِ التَّلْبِيْنَةَ عَلَيْهِ ثُمَّ قَالَتْ كُلُوْا مِنْهَا فَاِنِّيْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ يَقُوْلُ التَّلْبِيْنَةُ مَجَمَّةٌ لِفُؤَادِ الْمَرِيْضِ تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔ ا ؎

جب آپ کے گھر کا کوئی مرتا تو عورتیں پرسے میں آتیں پھر اپنے اپنے گھر کو روانہ ہو جاتیں تو آپ حریرہ کی ہانڈی چڑھاتیں، جو پک کر تیار ہوتی پھر ثرید بنتی اس ثرید پر یہ بھوسی دودھ حریرہ ڈالا جاتا۔ پھر آپ فرماتیں اسے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حریرہ مریض کے لیے مفرح قلب ہے۔ اور رنج و غم کو ختم کر دیتا ہے۔

اور سنن میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے۔

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ "عَلَيْكُمْ بِالْبَغِيْضِ النَّافِعِ التَّلْبِيْنِ" قَالَتْ وَ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ اِذَا اشْتَكٰى اَحَدٌ مِنْ اَهْلِهٖ لَمْ تَزَلِ الْبُرْمَةُ عَلَى النَّارِ حَتّٰى يَنْتَهِيَ اَحَدُ طَرَفَيْهِ يَعْنِيْ يَبْرَاُ اَوْ يَمُوْتُ۔ ۲ ؎

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نفع بخش دودھ بھوسی حریرہ کے چند چمچے استعمال کرو۔ اس لیے کہ پیغمبر خدا ؑ کے گھر کا کوئی فرد جب بیمار ہوتا تو حریرہ کی ہانڈی آگ پر چڑھی رہتی جب تک کہ دو رخوں میں سے ایک رخ کھل کر سامنے نہ آ جاتا یعنی موت یا صحت۔

ا۔ امام بخاری نے ۹/۷۹ فی الاطعمہ باب التلبینۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۲۱۶ فی السلام میں حریرہ مریض کے لیے مفرح قلب ہے۔ کے باب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۶ میں احمد نے ۲/۴۴۲ میں حاکم نے ۴/۲۰۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قِيْلَ لَهُ أَنَّ فُلَانًا وَجِعٌ لَا يَطْعَمُ الطَّعَامَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالتَّلْبِيْنَةِ فَحَسُّوْهُ إِيَّاهَا وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ أَنَّهَا تَغْسِلُ بَطْنَ أَحَدِكُمْ كَمَا تَغْسِلُ إِحْدَاكُنَّ وَجْهَهَا مِنَ الْوَسَخِ۔ ا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ذکر کیا جاتا۔ کہ فلاں مبتلائے درد ہے کھانا نہیں کھاتا تو آپ فرماتے کہ اسے بھوسی دودھ کا حریرہ استعمال کراؤ، چنانچہ یہ حریرہ مریض کو دیا جاتا۔ آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ حریرہ تمہارے شکم کو اس طرح صاف شفاف کر دیتا ہے جیسے کوئی عورت اپنا چہرہ گرد و غبار سے صاف کر کے نکھار لیتی ہے۔

تلبین: حریرہ کی ایک قسم ہے۔ جو دودھ اور شہد کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسے تلبینہ کہتے ہیں، ہروی نے لکھا ہے کہ تلبینہ کے نام رکھنے کی وجہ اس حریرہ کی سفیدی اور رقت ہے۔ یہ غذا بیمار کے لیے از حد مفید ہے۔ یہ رقیق پکی ہوتی ہے۔ گاڑھی نا پختہ نہیں ہوتی اگر تم حریرہ کی فضیلت جاننا چاہتے ہو تو ماء الشعیر (جو کا پانی) کی خوبی کو سامنے رکھو اس لیے کہ عربوں کے لیے یہ حریرہ ماء الشعیر کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ ماء الشعیر ایک ایسا حریرہ ہے۔ جو جو مسلم کے آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ ماء الشعیر اور تلبینہ میں فرق یہ ہے کہ ماء الشعیر میں جو مسلم پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ میں جو کا آٹا پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ ماء الشعیر سے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے کہ پیسنے کی وجہ سے جو کی خاصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ دوا اور غذا پوری طرح اثر کرنے میں عادات کو بہت بڑا دخل ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ماء الشعیر بنانے میں جو کو مسلم کے بجائے پیس کر استعمال کرتے ہیں۔ جس سے بھرپور غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اثر بھی زیادہ سے زیادہ نیز جلاء کے اعتبار سے بھی سب سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ اور شہری معالجین اس کو مسلم استعمال کراتے ہیں تاکہ اس سے تیار

ا۔ احمد نے ۶/۷۹ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

ہونے والا حریرہ رقیق اور زود ہضم ہو۔ اور اس سے مریض کی طبیعت پر گرانی نہ ہو، اور یہ شہریوں کی نازک مزاجی کے مطابق ومناسب ہوتی ہے۔ اور پسے ہوئے جو کا ماء الشعیر ان کی طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ الغرض ماء الشعیر مسلم جو کا پکایا ہوا سریع النفوذ ہوتا ہے۔ اور کھلے طور پر آنتوں کی صفائی کرتا ہے، زود ہضم ہوتا ہے۔ اور اگر گرم استعمال کیا جائے تو اس کا جلاء اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ اور غیر معمولی اثر دکھاتا ہے۔ اس سے حرارت غریزی میں بھی غیر معمولی نمو ہوتا ہے، معدہ کی سطح کو بھی پوری طرح متاثر کرتا ہے۔

آپ کا یہ قول "مجمة لفواد المریض" دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔ میم اور جیم کے فتحہ کے ساتھ، اور میم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ، لیکن پہلی لغت زیادہ مشہور ہے۔ جس کے معنی مریض کے لیے آرام دہ یعنی وہ مریض کے دل کے لیے فرحت بخش ہے۔ یہ اجمام سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آرام وسکون کے ہیں۔ آپ کا قول " تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ " یہ اللہ تعالیٰ ہی بخوبی جانتا ہے۔ لیکن یہ بات مسلم ہے کہ غم وحزن سے مزاج اور روح میں بترید پیدا ہوتی ہے، اور حرارت غریزی کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ حرارت غریزی کی دوش بردار روح قلب کی جانب سے مائل ہوتی ہے، جو روح کا منشا ومولد ہے۔ اور یہ حریرہ حرارت غریزہ کے مادہ میں اضافہ کر کے اس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس طرح غم وحزن کے اکثر اسباب وعوارض کو زائل کر دیتا ہے۔

بعضوں نے ایک بات اور لکھی ہے جو کسی قدر مناسب معلوم ہوتی ہے۔ اس سے رنج وغم دور ہو جاتا ہے۔ اس لیے کہ اس میں مفرح ادویہ جیسی خصوصیات بھی موجود ہیں، چنانچہ بہت سی دوائیں بالخاصیہ مفرح ہوتی ہیں۔ "واللہ اعلم"

یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مغموم شخص کے قویٰ اس کے اعضاء پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کے معدہ میں غذا کی کمی کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ یبس طاری ہوتی ہے۔ اور اس حریرہ سے اس میں تری، تقویت، اور تغذیہ سبھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اور دل کے مریض پر بھی اس کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مریض کے معدہ میں خلط مراری یا بلغمی یا خلط صدیدی جمع ہو جاتی ہے۔ اس حریرہ سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے اس کی آلائش دور ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر پائے جانے والے فضلات زیریں جانب آ جاتے ہیں۔ اور اس میں مائیت پیدا ہو جاتی ہے اس کی کیفیات میں تعدیل ہوتی ہے۔ جو اس کی حدت کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح مریض کو سکون ملتا ہے۔ بالخصوص ایسا مریض جسے جو کی روٹی کھانے کی عادت ہو اور اہل مدینہ کی یہ عادت دور قدیم سے ہی یہی رہی ہے۔ بلکہ ان کی تمام اقسام غذا میں سب سے زیادہ عام یہی چیز تھی گیہوں کی روٹی انھیں پسند ضرور تھی مگر اس کا حصول مشکل ہونے کی وجہ سے اس کا رواج کم تھا۔

ظظظ

فصل (۴۹)

خیبر میں یہود کے دیئے ہوئے

زہر آلود کھانے کا طریقہ علاج نبوی

عبد الرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے حدیث روایت کی ہے۔

اَنَّ اِمْرَاَةً یَھُوْدِیَةً اَھْدَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاةً مُصَلِیَّةً بِخَیْبَرَ فَقَالَ مَاھٰذِہٖ قَالَتْ ھَدِیَّةٌ وَحَذِرَتْ اَنْ تَقُوْلَ مِنَ الصَّدَقَةِ فَلَایَاْکُلُ مِنْھَا فَاَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَکَلَ الصَّحَابَةُ ثُمَّ قَالَ اَمْسِکُوْا ثُمَّ قَالَ لِلْمَرْاَةِ ھَلْ سَمَّمْتِ ھٰذِہِ الشَّاةَ قَالَتْ مَنْ اَخْبَرَکَ بِھٰذَا؟ قَالَ ھٰذَا الْعَظْمُ لِسَاقِھَا وَھُوَ فِیْ یَدِہٖ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لِمَ قَالَتْ اَرَدْتُ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا اَنْ یَسْتَرِیْحَ مِنْکَ النَّاسُ وَ اِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّکَ قَالَ فَاحْتَجَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَةً عَلَی الْکَاھِلِ وَاَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَحْتَجِمُوْا فَاحْتَجَمُوْا فَمَاتَ بَعْضُھُمْ۔ [1]

کہ ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہدیہ ہے۔ صدقہ نہیں کہا کہ صدقہ آپ کھاتے نہیں۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھایا۔ اور آپ کے صحابہؓ نے بھی کھایا آپ نے کھاتے وقت ہی صحابہ کرامؓ سے کہا کہ رکو اور پھر عورت سے پوچھا کہ اس بکری کے گوشت میں تو نے زہر ملایا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بتائی ہے آپ نے فرمایا اس ساق کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس نے اقرار کر لیا، آپ نے اس سے پوچھا کہ اچھا کیوں تم نے کیا اس نے کہا کہ میں نے یہ سوچا کہ اگر آپ اپنی نبوت میں جھوٹے ہوں گے تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچ مچ نبی ہوں گے تو آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ ہو گا۔ صحابی نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے شانہ پر تین مرتبہ پچھنا لگوایا اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی پچھنا لگوایا مگر ان میں سے کچھ لوگ چل بسے۔

---

[1] اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ حدیث "مصنف" میں ۱۹۸۱۴ میں مذکور ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ۹/ ۱۹۵، ۱۰/ ۲۰۸ میں حدیث ابوہریرہ سے تخریج کی ہے۔ جس میں یوں مذکور ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ میں پیش کی گئی جس میں زہر کی آمیزش تھی آپ نے فرمایا یہاں جتنے یہود موجود ہیں۔ سب کو بلا لو، چنانچہ وہ سب بلائے گئے اور اسی میں ہے کہ پھر آپ نے ان سے

پوچھا کہ اگر میں تم لوگوں سے کچھ پوچھوں، تو کیا تم لوگ اسے سچ سچ بتادو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ (حاشیہ جاری)

یہ روایت ایک دوسرے طریقہ سے یوں مروی ہے۔

وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی کَاھِلِہٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِیْ اَکَلَ مِنَ الشَّاۃِ حَجَمَہٗ اَبُوْ ھِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَۃِ وَھُوَ مَوْلٰی لِبَنِیْ بَیَاضَۃَ مِنَ الْاَنْصَارِ وَبَقِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ سِنِیْنَ حَتّٰی کَانَ وَجَعُہُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ مَازِلْتُ اَجِدُ مِنَ الْاَکْلَۃِ الَّتِیْ اَکَلْتُ مِنَ الشَّاۃِ یَوْمَ خَیْبَرَ حَتّٰی کَانَ ھٰذَا اَوَانَ انْقِطَاعِ الْاَبْھَرِ مِنِّیْ فَتُوُفِّیَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہِیْدًا قَالَہٗ مُوْسٰی بْنُ عُقْبَۃَ۔ ا؎

"گذشتہ سے پیوستہ" ضرور ہم بتائیں گے، آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اس کی کیوں ضرورت پڑی تھی۔ سب نے بیان کیا کہ ہم نے چاہا کہ اگر آپ اپنے دعوئے نبوت میں جھوٹے ہوں گے۔ تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر آپ سچ سچ نبی ہیں تو آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچ سکے گا۔ دارمی ۱/ ۳۲، ۱۳ ملاحظہ کیجئے۔

ا؎ فتح الباری ۸/ ۹۹ میں حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے اس حدیث کو "مغازی" میں زہری سے روایت کیا ہے مگر یہ مرسل ہے اور امام بخاری نے ۸/ ۹۹ میں تعلیقاً تخریج کی ہے۔ عَنْ یُوْنُسَ بْنِ یَزِیْدَ الْاَیْلِیِّ عَنِ الزُّھْرِیِّ قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِیْ مَرَضِہِ الَّذِیْ مَاتَ فِیْہِ یَا عَائِشَۃُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِیْ اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ فَھٰذَا اَوَانُ انْقِطَاعِ اَبْھَرِیْ مِنْ ذٰلِکَ السَّمِّ۔ یعنی سند کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے مرض الموت میں فرمارہے تھے اے عائشہؓ میں اس زہر آلود کھانے کے اثرات جسے میں خیبر میں کھالیا تھا، آج تک محسوس کرتا ہوں۔ اس وقت تو اس زہر کی وجہ سے میری رگ جان ہی کٹ رہی ہے۔

حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ اس حدیث کو بزار، حاکم اور اسماعیلی نے عنبسہ بن خالد عن یونس کے طریق سے اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے ۶/ ۱۸ میں حدیث زہری کو عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن امہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہ ام بشر اس درد کے وقت جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا (حاشیہ جاری)

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شانے پر پچھنا لگوایا، اس جان لیوا زہر آلود کھانے کی وجہ سے جس کو آپ نے بکری کے گوشت سے کھایا تھا۔ آپ نے ابو ہند نے سینگی اور چھری سے پچھنا لگایا جو انصار کے قبیلہ بنو بناضہ کا ایک مولیٰ تھا، آپ زہر خورانی کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ اسی کے درد ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خیبر کے دن بکری کے زہر آلود گوشت کا اثر میں ہمیشہ محسوس کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میری رگ جان کے کٹنے کے وقت بھی یہ تھا۔ چنانچہ آپ کی وفات شہید کی طرح ہوئی یہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے۔

ظظظ

فصل (۴۸)

مریض کو عادی غذاؤں میں سے

زود ہضم غذا دینے کی ہدایت نبوی

صحیحین میں حدیث عروہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔

''گذشتہ سے پیوستہ'' آپ کے پاس داخل ہوئیں، اور آپ سے کہا کہ اے رسول خدا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ کو کیا شبہ گذرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی شبہ نہیں صرف اسی زہر آلود کھانے کا اثر ہے۔ جسے میں تمہارے ساتھ خیبر میں کھالیا تھا۔ اسی ضرر سے ان کالڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ شبہ نہیں ہے۔ اب تو میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

اس کو عبدالرزاق نے ۱۹۸۱۵ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ام بشر کے طریق سے روایت کیا اور حاکم نے ۲۱۹/۳ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ عن ام بشر کی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

وَ اَنَّھَا کَانَتْ اِذَا مَاتَ الْمَیِّتُ مِنْ اَھْلِھَا وَاجْتَمَعَ لِذٰلِکَ النِّسَاءُ ثُمَّ تَفَرَّقْنَ اِلٰی اَھْلِھِنَّ اَمَرَتْ بِبُرْمَۃٍ مِنْ تَلْبِیْنَۃٍ فَطُبِخَتْ وَ صَنَعَتْ ثَرِیْدًا ثُمَّ صَبَّتِ التَّلْبِیْنَۃَ عَلَیْہِ ثُمَّ قَالَتْ کُلُوْا مِنْھَا فَاِنِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ التَّلْبِیْنَۃُ مَجَمَّۃٌ لِفُؤَادِ الْمَرِیْضِ تَذْھَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ۔ ۱ ؎

جب آپ کے گھر کا کوئی مرتا تو عورتیں پُرسے میں آتیں پھر اپنے اپنے گھر کو روانہ ہو جاتیں تو آپ حریرہ کی ہانڈی چڑھاتیں، جو پک کر تیار ہوتی پھر ثرید بنتی اس ثرید پر یہ بھوسی دودھ حریرہ ڈالا جاتا۔ پھر آپ فرماتیں اسے کھاؤ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا کہ حریرہ مریض کے لیے مفرح قلب ہے۔ اور رنج وغم کو ختم کر دیتا ہے۔

اور سنن میں بھی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک حدیث مروی ہے۔

قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ''عَلَیْکُمْ بِالْبَغِیْضِ النَّافِعِ التَّلْبِیْنِ'' قَالَتْ وَکَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَکٰی اَحَدٌ مِنْ اَھْلِہٖ لَمْ تَزَلِ الْبُرْمَۃُ عَلَی النَّارِ حَتّٰی یَنْتَھِیَ اَحَدُ طَرَفَیْہِ یَعْنِیْ یَبْرَأُ اَوْ یَمُوْتُ۔ ۲ ؎

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم نفع بخش دودھ بھوسی حریرہ کے چند چمچے استعمال کرو۔ اس لیے کہ پیغمبر خدا ؑ کے گھر کا کوئی فرد جب بیمار ہوتا تو حریرہ کی ہانڈی آگ پر چڑھی رہتی جب تک کہ دو رخوں میں سے ایک رخ کھل کر سامنے نہ آ جاتا یعنی موت یا صحت۔

۱ـ امام بخاری نے ۹/ ۷۹ ۴ فی الاطعمہ باب التلبینۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے ۲۲۱۶ فی السلام میں حریرہ مریض کے لیے مفرح قلب ہے۔ کے باب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲ـ ابن ماجہ نے ۳۴۴۶ میں احمد نے ۲/ ۴۴۲ میں حاکم نے ۴/ ۲۰۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک دوسری روایت ہے۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا قِيْلَ لَهُ اَنَّ فُلَانًا وَجِعٌ لَا يَطْعَمُ الطَّعَامَ قَالَ عَلَيْكُمْ بِالتَّلْبِيْنَةِ فَحَسُوْهُ اِيَّاهَا وَيَقُوْلُ وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ اَنَّهَا تَغْسِلُ بَطْنَ اَحَدِكُمْ كَمَا تَغْسِلُ اِحْدَاكُنَّ وَجْهَهَا مِنَ الْوَسَخِ۔ ۱ـ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جب ذکر کیا جاتا۔ کہ فلاں مبتلائے درد ہے کھانا نہیں کھاتا تو آپ فرماتے کہ اسے بھوسی دودھ کا حریرہ استعمال کراؤ، چنانچہ یہ حریرہ مریض کو دیا جاتا۔ آپ نے فرمایا قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ یہ حریرہ تمہارے شکم کو اس طرح صاف شفاف کر دیتا ہے جیسے کوئی عورت اپنا چہرہ گرد وغبار سے صاف کر کے نکھار لیتی ہے۔

تلبین: حریرہ کی ایک قسم ہے۔ جو دودھ اور شہد کے ذریعہ تیار کیا جاتا ہے اس وجہ سے اسے تلبینہ کہتے ہیں، ہروی نے لکھا ہے کہ تلبینہ کے نام رکھنے کی وجہ اس حریرہ کی سفیدی اور رقت ہے۔ یہ غذا بیمار کے لیے از حد مفید ہے۔ یہ رقیق پکی ہوتی ہے۔ گاڑھی ناپختہ نہیں ہوتی اگر تم حریرہ کی فضیلت جاننا چاہتے ہو تو ماء الشعیر (جو کا پانی) کی خوبی کو سامنے رکھو اس لیے کہ عربوں کے لیے یہ حریرہ ماء الشعیر کے قائم مقام ہے۔ کیونکہ ماء الشعیر ایک ایسا حریرہ ہے۔ جو جو مسلم کے آٹے سے بنایا جاتا ہے۔ ماء الشعیر اور تلبینہ میں فرق یہ ہے کہ ماء الشعیر میں جو مسلم پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ میں جو کا آٹا پکایا جاتا ہے۔ اور تلبینہ ماء الشعیر سے زیادہ مفید ہے۔ اس لیے کہ پیسنے کی وجہ سے جو کی خاصیت نمایاں ہو جاتی ہے۔ ہم اس سے پہلے لکھ چکے ہیں کہ دوا اور غذا پوری طرح اثر کرنے میں عادات کو بہت بڑا دخل ہے۔ اور بہت سے لوگوں کی عادت ہے کہ وہ ماء الشعیر بنانے میں جو کو مسلم کے بجائے پیس کر استعمال کرتے ہیں۔ جس سے بھرپور غذائیت حاصل ہوتی ہے۔ اور اثر بھی زیادہ سے زیادہ نیز جلاء کے اعتبار سے بھی سب

۱ـ احمد نے ۶/ ۷۹ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں جہالت ہے۔

سے زیادہ بڑھی ہوتی ہے۔ اور شہری معالجین اس کو مسلم استعمال کراتے ہیں تاکہ اس سے تیار ہونے والا حریرہ رقیق اور زود ہضم ہو۔ اور اس سے مریض کی طبیعت پر گرانی نہ ہو، اور یہ شہریوں کی نازک مزاجی کے مطابق ومناسب ہوتی ہے۔ اور پسے ہوئے جو کا ماء الشعیر ان کی طبیعت پر گراں گذرتا ہے۔ الغرض ماء الشعیر مسلم جو کا پکایا ہوا سریع النفوذ ہوتا ہے۔ اور کھلے طور پر آنتوں کی صفائی کرتا ہے، زود ہضم ہوتا ہے۔ اور اگر گرم استعمال کیا جائے تو اس کا جلاء اور بھی قوی ہو جاتا ہے۔ اور غیر معمولی اثر دکھاتا ہے۔ اس سے حرارت غریزی میں بھی غیر معمولی نمو ہوتا ہے، معدہ کی سطح کو بھی پوری طرح متاثر کرتا ہے۔

آپ کا یہ قول "مجمۃ لفواد المریض" دونوں طرح سے پڑھا جاتا ہے۔میم اور جیم کے فتحہ کے ساتھ، اور میم کے ضمہ اور جیم کے کسرہ کے ساتھ، لیکن پہلی لغت زیادہ مشہور ہے۔ جس کے معنی مریض کے لیے آرام دہ یعنی وہ مریض کے دل کے لیے فرحت بخش ہے۔ یہ اجمام سے مشتق ہے۔ جس کے معنی آرام وسکون کے ہیں۔ آپ کا قول "تَذْهَبُ بِبَعْضِ الْحُزْنِ" یہ اللہ تعالیٰ ہی بخوبی جانتا ہے۔لیکن یہ بات مسلم ہے کہ غم وحزن سے مزاج اور روح میں بترید پیدا ہوتی ہے، اور حرارت غریزی کو کمزور کر دیتا ہے۔ اس لیے کہ حرارت غریزی کی دوش بردار روح قلب کی جانب سے مائل ہوتی ہے، جو روح کا منشا ومولد ہے۔ اور یہ حریرہ حرارت غریزہ کے مادہ میں اضافہ کر کے اس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس طرح غم وحزن کے اکثر اسباب وعوارض کو زائل کر دیتا ہے۔

بعضوں نے ایک بات اور لکھی ہے جو کسی قدر مناسب معلوم ہوتی ہے۔اس سے رنج وغم دور ہو جاتا ہے۔اس لیے کہ اس میں مفرح ادویہ جیسی خصوصیات بھی موجود ہیں، چنانچہ بہت سی دوائیں بالخاصیہ مفرح ہوتی ہیں۔ "واللہ اعلم"

یہ بات بھی کہی گئی ہے کہ مغموم شخص کے قویٰ اس کے اعضاء پر خشکی غالب ہونے کی وجہ سے کمزور پڑ جاتے ہیں۔ اس کے معدہ میں غذا کی کمی کی وجہ سے خصوصیت کے ساتھ یبس طاری ہوتی ہے۔ اور اس حریرہ سے اس میں تری، تقویت، اور تغذیہ سبھی چیزیں پیدا ہوتی ہیں، اور دل کے مریض پر بھی اس کا اثر ایسا ہی ہوتا ہے۔ یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ مریض کے معدہ میں خلط مراری یا بلغمی یا خلط صدیدی جمع ہو جاتی ہے۔ اس حریرہ سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے اس کی آلائش دور ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر پائے جانے والے فضلات زیریں جانب آجاتے ہیں۔ اور اس میں مائیت پیدا ہو جاتی ہے اس کی کیفیات میں تعدیل ہوتی ہے۔ جو اس کی حدت کو ختم کر دیتی ہے۔ اس طرح مریض کو سکون ملتا ہے۔ بالخصوص ایسا مریض جسے جو کی روٹی کھانے کی عادت ہو اور اہل مدینہ کی یہ عادت دور قدیم سے ہی یہی رہی ہے۔ بلکہ ان کی تمام اقسام غذا میں سب سے زیادہ عام یہی چیز تھی گیہوں کی روٹی انھیں پسند ضرور تھی مگر اس کا حصول مشکل ہونے کی وجہ سے اس کا رواج کم تھا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ظظظ

فصل (۴۹)

خیبر میں یہود کے دیئے ہوئے زہر آلود کھانے کا طریقہ علاج نبوی

عبد الرزاق نے معمر سے انہوں نے زہری سے انہوں نے عبد الرحمن بن کعب بن مالک سے حدیث

روایت کی ہے۔

اَنَّ اِمْرَاَۃً یَھُوْدِیَّۃً اَھْدَتْ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَاۃً مَصْلِیَّۃً بِخَیْبَرَ فَقَالَ مَاھٰذِہٖ قَالَتْ ھَدِیَّۃٌ وَحَذِرْتُ اَنْ تَقُوْلَ مِنَ الصَّدَقَۃِ فَلَا یَاْکُلُ مِنْھَا فَاَکَلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَاَکَلَ الصَّحَابَۃُ ثُمَّ قَالَ اَمْسِکُوْا ثُمَّ قَالَ لِلْمَرْاَۃِ ھَلْ سَمَمْتِ ھٰذِہِ الشَّاۃَ قَالَتْ مَنْ اَخْبَرَکَ بِھٰذَا؟ قَالَ ھٰذَا الْعَظْمُ لِسَاقِھَا وَھُوَ فِیْ یَدِہٖ قَالَتْ نَعَمْ قَالَ لِمَ قَالَتْ اَرَدْتُ اِنْ کُنْتَ کَاذِبًا اَنْ یَسْتَرِیْحَ مِنْکَ النَّاسُ وَاِنْ کُنْتَ نَبِیًّا لَمْ یَضُرَّکَ قَالَ فَاحْتَجَمَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ثَلَاثَۃً عَلَی الْکَاھِلِ وَاَمَرَ اَصْحَابَہٗ اَنْ یَحْتَجِمُوْا فَاحْتَجَمُوْا فَمَاتَ بَعْضُھُمْ۔ ا؎

کہ ایک یہودی عورت نے خیبر میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنی ہوئی بکری بطور ہدیہ پیش کی آپ نے اس عورت سے دریافت کیا کہ یہ کیا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ ہدیہ ہے۔ صدقہ نہیں کہا کہ صدقہ آپ کھاتے نہیں۔ چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھایا۔ اور آپ کے صحابہؓ نے بھی کھایا آپ نے کھاتے وقت ہی صحابہ کرامؓ سے کہا کہ رکو رکو پھر عورت سے پوچھا کہ اس بکری کے گوشت میں تو نے زہر ملایا ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ آپ سے یہ بات کس نے بتائی ہے آپ نے فرمایا اس ساق کی ہڈی نے جو آپ کے ہاتھ میں تھی اس نے اقرار کرلیا، آپ نے اس سے پوچھا کہ اچھا کیوں تم نے کیا اس نے کہا کہ میں نے یہ سوچا کہ اگر آپ اپنی نبوت میں جھوٹے ہوں گے تو لوگوں کو آپ سے نجات مل جائے گی اور اگر آپ سچ مچ نبی ہوں گے تو آپ کو اس سے کوئی نقصان نہ ہو گا۔ صحابی نے بیان کیا کہ آپ نے اپنے شانہ پر تین مرتبہ پچھنا لگوایا اور اپنے اصحاب کو بھی اس کا حکم دیا۔ چنانچہ ان لوگوں نے بھی پچھنا لگوایا مگر ان میں سے کچھ لوگ چل بسے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ا؎ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور یہ حدیث ''مصنف'' میں ۱۹۸۱۴ میں مذکور ہے۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں ۶/ ۱۹۵، ۱۰/ ۲۰۸ میں حدیث ابو ہریرہ سے تخریج کی ہے۔ جس میں یوں مذکور ہے کہ راوی کا بیان ہے کہ جب خیبر فتح ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بکری ہدیہ میں پیش کی گئی (حاشیہ جاری)

یہ روایت ایک دوسرے طریقہ سے یوں مروی ہے۔

وَاحْتَجَمَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی کَاھِلِہٖ مِنْ اَجْلِ الَّذِیْ اَکَلَ مِنَ الشَّاۃِ حَجَمَہٗ اَبُوْ ھِنْدٍ بِالْقَرْنِ وَالشَّفْرَۃِ وَھُوَ مَوْلٰی لِبَنِیْ بَیَاضَۃَ مِنَ الْاَنْصَارِ وَبَقِیَ بَعْدَ ذٰلِکَ ثَلَاثَ سِنِیْنَ حَتّٰی کَانَ وَجْعَہُ الَّذِیْ تُوُفِّیَ فِیْہِ فَقَالَ مَازِلْتُ اَجِدُ مِنَ الْاُکْلَۃِ الَّتِیْ اَکَلْتُ مِنَ الشَّاۃِ یَوْمَ خَیْبَرَ حَتّٰی کَانَ ھٰذَا اَوَانُ انْقِطَاعِ الْاَبْھَرِ مِنِّیْ فَتُوُفِّیَ

رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ شَہِیْدًا قَالَہٗ مُوْسٰی بِنْ عُقْبَۃَ۔ ۱؎

"گذشتہ سے پیوستہ" جس میں زہر کی آمیزش تھی آپ نے فرمایا یہاں جتنے یہود موجود ہیں۔ سب کو بلالو، چنانچہ وہ سب بلائے گئے اور اسی میں ہے کہ پھر آپ نے ان سے پوچھا کہ اگر میں تم لوگوں سے کچھ پوچھوں، تو کیا تم لوگ اسے سچ سچ بتادو گے؟ انہوں نے جواب دیا کہ ضرور، ہم بتائیں گے، آپ نے دریافت کیا کہ کیا تم لوگوں نے اس بکری میں زہر ملایا ہے؟ انہوں نے کہا کہ ہاں ہم نے ایسا کیا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تم کو اس کی کیوں ضرورت پڑی تھی۔ سب نے بیان کیا کہ ہم نے چاہا کہ اگر آپ اپنے دعوئے نبوت میں جھوٹے ہوں گے۔ تو ہم کو آپ سے نجات مل جائے گی۔ اور اگر آپ سچ مچ نبی ہیں تو آپ کو کچھ بھی نقصان نہ پہنچ سکے گا۔ داری ۱ / ۳۲، ۱۳ ملاحظہ کیجئے۔

۱؎ فتح الباری ۸ / ۹۹ میں حافظ ابن حجرؒ نے بیان کیا کہ موسیٰ بن عقبہ نے اس حدیث کو "مغازی" میں زہری سے روایت کیا ہے مگر یہ مرسل ہے اور امام بخاری نے ۸ / ۹۹ میں تعلیقاً تخریج کی ہے۔ عَنْ یُوْنُسَ بِنْ یَزِیْدَ الْاَیْلِی عَنِ الزُّھْرِی قَالَ عُرْوَۃُ قَالَتْ عَائِشَۃُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھَا کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ فِی مَرَضِہِ الَّذِی مَاتَ فِیْہِ یَا عَائِشَۃُ مَا اَزَالُ اَجِدُ اَلَمَ الطَّعَامِ الَّذِی اَکَلْتُ بِخَیْبَرَ فَھٰذَا اَوَانُ انْقِطَاعِ اَبْھَرِی مِنْ ذٰلِکَ السَّمِّ۔ یعنی سند کے بعد حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم اپنے مرض الموت میں فرمارہے تھے اے عائشہؓ میں اس زہر آلود کھانے کے اثرات جسے میں خیبر میں کھالیا تھا، آج تک محسوس کرتا ہوں۔ اس وقت تو اس زہر کی وجہ سے میری رگ جان ہی کٹ رہی ہے۔

حافظ ابن حجر نے بیان کیا کہ اس حدیث کو بزار، حاکم اور اسماعیلی نے عتبہ بن خالد عن یونس کے (حاشیہ جاری)

اور پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے شانے پر پچھنا لگوایا، اس جان لیوا زہر آلود کھانے کی وجہ سے جس کو آپ نے بکری کے گوشت سے کھایا تھا۔ آپ نے ابو ہند نے سینگی اور چھری سے پچھنا لگایا جو انصار کے قبیلہ بنو بناضہ کا ایک مولیٰ تھا، آپ زہر خورانی کے بعد تین سال تک زندہ رہے۔ یہاں تک کہ اسی کے درد ہی میں آپ کی وفات ہوئی۔ آپ نے فرمایا کہ خیبر کے دن بکری کے زہر آلود گوشت کا اثر میں ہمیشہ محسوس کیا کرتا تھا، یہاں تک کہ میری رگ جان کے کٹنے کے وقت بھی یہ تھا۔ چنانچہ آپ کی وفات شہید کی طرح ہوئی یہ موسیٰ بن عقبہ کا قول ہے۔

زہر کا علاج مختلف قسم کے استفراغ کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اور کبھی ان دواؤں کے ذریعہ کرتے ہیں۔ جو اس زہر کے اثرات کے معارض ہوتی ہیں اور ان کو ختم کر دیتی ہیں یا تو ان کا عمل کیفیات سے ہوتا ہے یا خصوصیات سے ہوتا ہے جو دوا نہ پا سکے اسے استفراغ کلی ۱؎

"گذشتہ سے پیوستہ" طریق سے اسی سند کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ امام احمد نے ۶ / ۱۸ میں حدیث زہری کو عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن امہ کے طریق سے روایت کیا ہے۔ کہ ام بشر اس درد کے وقت جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا آپ کے پاس داخل ہوئیں، اور آپ سے کہا کہ اے رسول خدا آپ پر میرے ماں باپ فدا ہوں۔ آپ کو کیا شبہ گذرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی شبہ نہیں صرف اسی زہر آلود کھانے کا اثر ہے۔ جسے میں تمہارے ساتھ خیبر میں کھالیا تھا۔ اسی ضرر سے ان کا لڑکا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے پہلے فوت ہو چکا تھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ اس کے علاوہ مجھے اور کچھ شبہ نہیں ہے۔ اب تو میری رگ جان کٹ رہی ہے۔

اس کو عبدالرزاق نے ۱۹۸۱۵ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ام بشر کے طریق سے روایت کیا اور حاکم نے ۳/۲۱۹ میں حدیث معمر عن الزہری عن عبدالرحمن بن کعب بن مالک عن ابیہ عن ام بشر کی اسناد کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ ذہبی نے بھی ان کی موافقت کی ہے۔

ا غذائی سمیت کا اثر ہو یا کسی زہریلی دوا کا نتیجہ ان کی اہم ترین اعراض میں سے بار بار قے کا آنا ہے۔ اور اس کا سب سے بہتر طریقہ علاج یہ ہے کہ معدہ کو زہریلے مادہ سے صاف کیا جائے۔ (حاشیہ جاری)

ہی سے کام لینا چاہیے، اس استفراغ میں عمدہ طریقہ استفراغ حجامت ہے۔ بالخصوص پچھنا ان لوگوں کے لیے نافع ہے۔ جو گرم ممالک کے باشندے ہوں۔ اور اتفاق سے موسم بھی گرم ہو۔ اس لیے کہ زہر کی ساری توانائی خون میں سرایت کر جاتی ہے۔ اور خون بدن کے عروق ومجاری کے ذریعہ اس زہریلے مادہ کو قلب تک پہنچا دیتا ہے۔ جس کے نتیجہ میں انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ گویا کہ خون ہی نہ زہر کو پورے طور پر قلب اور اعضاء تک پہنچانے والا ہے۔ اس لیے اگر اس زہر آلود خون کی طرف فوراً توجہ دے کر اسے باہر نکال دیا جائے۔ تو زہر کے اثرات بھی اس خون کے ساتھ نکل جائیں گے۔ جو خون میں آمیز ہوں گے، اگر مکمل طور سے خون میں استفراغ کر دیا جائے تو پھر زہر کا اثر نہ رہے گا بلکہ یا تو اس کا اثر بالکل ختم ہو جائے گا۔ یا اس کا اثر اتنا ہلکا ہو جائے گا کہ طبیعت اس پر قابو پا سکے گی، اور اس طرح سے اس کے اثر کو بالکل ختم کر دے گی۔ یا کم از کم اسے کمزور تو کر ہی دے گی۔

آپ نے جب بھی پچھنے لگوائے شانے ہی پر لگوائے اس لیے کہ یہ ان مقامات میں سے سب سے قریب ہے جن کا تعلق براہ راست دل سے ہوتا ہے اس سے زہریلا مادہ خون کے ساتھ نکل جاتا ہے، مگر پورے طور پر نہیں اس کا کچھ نہ کچھ اثر باقی رہ جاتا ہے۔ گو کہ وہ کمزور ہو گیا ہو کیونکہ باری تعالیٰ آپ کے تمام مراتب فضل وکمال کی تکمیل کرنا چاہتا تھا۔ اور آپ کو شہادت کی فضیلت سے بھی نوازنا چاہتا تھا۔ اس لیے اس زہر کے پوشیدہ اثرات بالآخر نمایاں ہو کر رہے۔ تاکہ خدا کی قضا وقدر کا منشا پورا ہو کر رہے اور خدا کے اس قول کا راز آپ کے دشمن یہود پر بالکل عیاں ہو جائے۔

أَوَ كُلَّمَا جَاءَكُمْ رَسُولٌ رَبِّنَا لَا تَهْوَىٰ أَنْفُسُكُمُ اسْتَكْبَرْتُمْ فَفَرِيقًا كَذَّبْتُمْ وَفَرِيقًا تَقْتُلُونَ (بقرہ۔۸۷)

جب پیغمبر کوئی ایسی چیز پیش کرتے جو تمہاری خواہشات کے خلاف ہوتی تو تم اکڑ دکھلاتے ہو اور تمہاری ایک ٹولی نے نبیوں کی تکذیب کی اور ایک گروہ ان کو قتل کرنا چاہتی تھی۔

اس آیت میں کذبتم فعل ماضی لایا جو ان سے سرزد اور متحقق ہو چکا اور تقتلون کا لفظ لایا اس لیے کہ مستقبل

''گذشتہ سے پیوستہ'' اور پاخانہ لایا جائے اس طریقہ سے کہ نیم گرم پانی جس میں نمک آمیز ہو پلایا جائے اور اس سے قے کرائی جائے، اور یہ عمل بار بار کیا جائے تاکہ پانی اصلی حالت میں جیسا اس کو پلایا گیا تھا قے سے خارج ہو اس طرح معدہ زہریلے مادہ سے بالکل خالی اور صاف ہو جائے گا، پھر اس کے بعد ایک مسہل دوا دی جائے۔ اور زہر کا کوئی اثر باقی نہ رہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

میں اس کی توقع کی جارہی ہے۔اور اس کا انتظار کیا جاتا رہا ہے۔
ظ ظ ظ

(۵۰) فصل

یہودیہ کے اس جادو کا طریقہ علاج نبوی

جو آپ ﷺ پر کیا گیا تھا

ایک جماعت نے اس کا انکار کیا اور یہ کہہ بیٹھے کہ پیغمبر خدا کے مسحور ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، ان کے خیال میں پیغمبر پر جادو کا اثر ہونا عیب اور نقص ہے، حالانکہ ان کے خیال کے مطابق بات نہیں ہے۔اس لیے کہ آپ کو امراض اور اسقام سے بھی سابقہ پڑتا تھا، اور یہ بھی ایک مرض ہی ہے۔اور چونکہ آپ بشر ہی تھے،اس لیے آپ پر جادو کا اثر نہ ہونا کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔جب آپ پر زہر کا اثر ہوسکتا ہے۔تو پھر جادو کا اثر نہ ہونا کیا معنی رکھتا ہے۔اور یہ بات صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ثابت ہوچکی ہے۔

اَنَّهَا قَالَتْ سحِرَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰی اِنْ کَانَ لَیُخَیَّلُ اِلَیْهِ اَنَّهُ یَاتِیْ نِسَائَهُ وَلَمْ یَاتِهِنَّ وَ ذٰلِکَ اَشَدُّ مَایَکُوْنُ مِنَ السِّحْرِ۔ ا؎

ا؎ امام بخاری نے ۱۰/۱۹۹ فی الطب میں کیا جادو نکالا جاسکتا ہے۔کے باب کے تحت اور مسلم نے ۲۱۸۹ فی السلام میں باب السحر کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا گیا، جس کا اثر یہ ہوا کہ آپ کو خیال ہوتا کہ آپ اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ ہم بستر نہ ہوتے یہ جادو کا شدید ترین اثر تھا۔

قاضی عیاض نے لکھا ہے کہ جادو ایک بیماری ہے۔اور اس کا تعلق ان بیماریوں سے ہے۔جس میں آپ کا مبتلا ہونا قابل تعجب نہیں، جس طرح دوسری بیماریاں آپ کو ہوتی تھیں ویسے ہی جادو بھی آپ پر اثر کرتا تھا، اور آپ کا یہ خیال کرنا کہ آپ نے یہ کام کیا، حالانکہ آپ سے وہ عمل سرزد نہ ہوتا تھا اس سے کسی کو یہ غلط فہمی نہ ہونی چاہیے کہ آپ کی خبر نبوت کی صداقت میں بھی کسی طرح کی آمیزش ممکن ہے۔

کیونکہ اس کی صداقت پر واضح دلائل شاہد ہیں۔اور آپ کی عصمت پر اجماع امت موجود ہے۔یہ صورت سحر تو آپ کے دنیاوی معاملات میں پیش آتی جس کے لیے آپ کی بعثت نہ تھی۔اور نہ آپ کی برتری ان دنیاوی معاملات پر مبنی تھی' دنیاوی معاملات میں تو دوسرے انسانوں کی طرح آپ پر بھی افتاد آتی

جاتی تھی' پھر اگر دنیاوی معاملات آپ کو ایسی صورت میں پیش کرنے کی جو حقیقت ہے۔ اس کے برعکس آپ کا سوچنا اور خیال کرنا کچھ بعید نہیں پھر تھوڑی دیر کے بعد ہی آپ پر حقیقت آئینہ ہو جاتی تھی۔

الغرض یہاں صرف علاج سحر کی بابت آپ کا طریقہ علاج کا ذکر کرنا ہے۔ جسے آپ نے خود کیا یا دوسروں کو اس کی ہدایت فرمائی، اس سلسلے میں دو طرح کی روایتیں آپ سے بیان کی گئی ہیں۔

پہلی صورت جو سب سے بہتر ہے وہ یہ کہ مادہ سحر کو نکال دیا جائے اور اس کے اثر کو زائل کر دیا جائے۔

جیسا کہ صحیح روایت میں منقول ہے، کہ اس بارے میں آپ نے باری تعالیٰ سے دریافت فرمایا تو خدا نے اس کے مقام اور اداۃ کی طرف رہنمائی کی۔ چنانچہ وہ ایک کنویں سے نکالی گئی یہ سحر ایک کنگھی، چند بالوں اور کھجور کے کھوکھلے خوشوں پر [1] کیا گیا تھا۔ جب اسے کنویں سے نکال دیا گیا تو آپ سے جادو کا اثر جاتا رہا یہاں تک کہ آپ بندش [2] سے آزادی محسوس کرنے لگے کسی مسحور کا علاج اس سے بہتر کیا ہو سکتا ہے۔ کہ جادو کی بنیاد ہی ختم کر دی جائے۔ یہ طریقہ علاج اس طریقہ کے مماثل ہے جس میں بذریعہ استفراغ مادہ خبیثہ کو جسم سے بالکل ختم کر دیا جائے۔

دوسری صورت وہ جس میں سحر کے اس مقام کا استفراغ کیا جاتا ہے۔ جہاں سحر کی تکلیف کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جادو کا طبیعت پر اثر انداز ہونا ایک حقیقت ہے۔ جادو سے طبیعت پر ایک اثر ہوتا ہے، اور اس کے اخلاط میں ہیجان پیدا ہوتا ہے۔ اور مریض کا مزاج مختل ہو کر رہ جاتا ہے۔ جب کسی عضو میں سحر کا اثر نمایاں ہو تو اس عضو سے ردی مادہ کا استفراغ ممکن ہو جاتا ہے۔ اور اس سے غیر معمولی فائدہ پہنچتا ہے۔

ابو عبید نے اپنی کتاب غریب الحدیث میں اپنی سند سے عبد الرحمن بن ابی یعلیٰ کے واسطہ سے ایک حدیث ذکر کی ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ احْتَجَمَ عَلٰی رَأْسِهٖ بِقَرْنٍ حِيْنَ طُبَّ [3] قَالَ اَبُوْ عُبَيْدٍ معنی طُبَّ اَیْ سُحِرَ

کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگیاں کھنچوائیں۔ جب کہ آپ پر جادو کیا گیا۔ ابو عبید نے طب کا معنی بیان کیا یعنی سحر کیا گیا۔

اس طریقہ علاج پر کم عقلوں نے اعتراض کیا اور کہا کہ حجامت اور جادو ان دونوں یعنی مرض اور دوا میں کوئی تعلق نہیں معلوم ہوتا اگر اس طریقہ علاج کو بقراط اور ابو علی سینا نے بیان کیا

---

[1] یہ حدیث حضرت عائشہ ؓ کی مذکورہ حدیث کا اتمام ہے۔ "مشط" سبھی جانتے ہیں۔ مشاطہ ان بالوں کو کہتے ہیں جو سر یا داڑھی سے کنگھی کرتے وقت گرتا ہے۔ "الجف" کھجور کے درخت کا وہ کھوکھلا حصہ جو خوشوں کے پختہ ہونے کے بعد رہ جاتا ہے۔ اور نر و مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے۔ اسی لیے حدیث میں طلعۃ ذکر سے مقید کر دیا۔

[2] دیکھئے فتح الباری ۱۰/۲۰۰ میں

[3] یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔

ہوتا تو یہ اسے فوراً قبول کر کے اسے ہاتھوں ہاتھ لیتے حالانکہ یہ اس عظیم المرتبت کا بتایا ہوا طریقہ علاج ہے۔ جس کی دانائی اور فضل میں کوئی دورائے نہیں۔

آپ اس پر غور کیجئے کہ اس سحر کے مادہ سے پیغمبر خدا کو جو نقصان پہنچا تھا۔ وہ صرف آپ کے دماغ کی ہی ایک قوت کو پہنچا تھا۔ بایں طور کہ آپ جو کام نہ کرتے تھے اس کے کرنے کا گمان ہوتا تھا۔ گویا ساحر نے آپ کی طبیعت اور مادہ مویہ میں تصرف کر دیا تھا۔ چنانچہ اس مادہ کا غلبہ آپ کے بطن مقدم پر ہوگیا جو مقام تخیل ہے۔ اور اس غلبہ کی بنا پر آپ کی طبیعت اصلیہ کا مزاج بدل گیا تھا۔

سحر: ارواح خبیثہ کی تاثیرات کا ایک مرکب ہے۔ جس سے انسان کے مقدم قوائے طبعی متاثر ہوتے ہیں۔ اور یہ جادو کی اعلیٰ ترین تاثیر ہے۔ بالخصوص آپ پر جو سحر کیا گیا تھا اس کا مقام سحر تو سب سے زیادہ خطرناک تھا اور حجامت کا ایسے موقع پر استعمال کرنا جس سے آپ کے افعال کو ضرر پہنچا تھا، سب سے عمدہ طریقہ علاج ہے۔ اگر اسے دستور وقاعدہ کے مطابق استعمال کریں۔

بقراط کا مقولہ ہے کہ جن چیزوں میں استفراغ کرنا ممکن ہے۔ ان میں ایسی جگہ سے استفراغ کرنا چاہیے جہاں مادہ موجود ہو۔ ایسے مناسب طریقہ سے جن سے استفراغ کیا جاتا ہے۔

ایک گروہ کا کہنا ہے۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب یہ بیماری ہوئی۔ جس میں آپ کو یہ خیال ہوتا تھا کہ میں نے فلاں کام کر لیا ہے، حالانکہ آپ نے ایسا نہیں کیا تھا تو یہ مادہ دموی کی وجہ سے ہے۔ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے ایسے مادہ کی بنا پر ہے۔ جو دماغ کی جانب چل پڑا۔ اور بطن مقدم پر غالب آ گیا چنانچہ اس کا طبعی مزاج بدل دیا۔ ایسی صورت میں حجامت کا استعمال سب سے کارگر علاج اور سب سے نافع دوا ہے۔ اس لیے آپ نے پچھنا لگوایا۔ اور یہ طریقہ علاج آپ نے اس وحی سے پہلے کیا تھا۔ جس میں آپ کو اس کے سحر ہونے کی خبر دی گئی۔ جب آپ کو سحر ہونے کی خبر بذریعہ وحی الٰہی ہوئی تو آپ نے علاج حقیقی یعنی اس جادو کو بنیاد سے ختم کرنے کی طرف توجہ فرمائی، آپ نے خدا سے دریافت کیا تو آپ کو وہ جگہ اور چیزیں بتلا دی گئیں جن میں یہ سحر کیا گیا تھا۔ آپ نے انہیں اس جگہ سے نکال پھینکا اس کے بعد آپ بالکل تندرست ہو گئے۔ جیسے کوئی اونٹ جو رسی سے جکڑا ہو رسی کھولنے کے بعد آزاد ہو جاتا ہے۔ اس جادو کا اثر آپ کے جسم، ہاتھ، پیر، تک محدود تھا۔ اس کا آپ کی عقل، اور دل سے کوئی تعلق نہ تھا۔ اسی وجہ سے اس خیال کو جو ازواج کے پاس آنے جانے کے سلسلے میں آپ کو آتا اس کی صحت کا آپ کو یقین نہ ہوتا بلکہ آپ بخوبی جانتے تھے کہ یہ ایک وہم ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں، اسی قسم کی صورت بعض دیگر امراض میں بھی پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

ظظظ

فصل (۵۱)

سحر کا علاج

سحر کا سب سے عمدہ علاج دواء الٰہی ہی ہے۔ اس لیے کہ یہ دوائیں نافع بالذات ہیں چونکہ جادو ارواح خبیثہ سفلیہ کا اثر ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا دفاع اسی جیسے معارض و مقابل اذکار، آیات اور دعاؤں کے ذریعہ کیا جا سکتا ہے۔ جو ان کے اثر اور عمل کو بالکل ختم کر دیں اذکار جتنے شدید اور قوی ہوں گے۔ ان کے ذریعہ سحر کا علاج اتنا ہی مفید اور کارگر ہوگا۔ ا۔ گویا یہ دو مقابل فوجیں ہیں۔ جو انتہائی مسلح اور لاتعداد ہوں۔ اور دونوں ایک دوسرے پر غالب آنے کی سعی کرتی ہیں۔ ان میں سے جو بھی غالب آ جائے گی۔ وہ اپنے مقابل کو مقہور و مجبور کریں گی۔ اور پھر غالب و فاتح کی حکمرانی ہو گی۔ اور جو دل خدا کی یاد سے شاداب ہو گا۔ اور

ا۔ النشرة: حمہ کے ساتھ یہ فسون کاری وکاہن گری کا ایک طریقہ ہے۔ جس کے ذریعہ اس شخص کا علاج کیا جاتا ہے۔ جس کو یہ خیال ہو کہ اس پر جن سوار ہے اسی کا نام نشرۃ ہے۔ نشرا سے اس لیے کہتے ہیں کہ اس سے بیماری کا ضرررساں حصہ دور کیا جاتا ہے۔ یعنی اسے زائل اور ختم کیا جاتا ہے۔

جس میں ذکر۔ توجہ۔ دعوت۔ تعوذ کا ورد ہوگا۔ وہ اس سے خلل پذیر نہ ہوگا۔ بلکہ اس کے دل اور زبان میں یکسانیت ہوگی۔ ایسے شخص پر بہت کم جادو کا اثر ہوتا ہے۔ اور اگر ہو بھی جائے تو اس کا بہترین علاج بھی یہی ہے۔

جادوگروں کا کہنا ہے کہ ان کے جادو کا پورے طور پر اثر ان دلوں پر ہوتا ہے۔ جو جو کمزور اور اثر پذیر ہوتے ہیں۔ یا ان شہوتی نفوس پر ہوتا ہے۔ جن کا تعلق سفلیات سے ہوتا ہے۔ چنانچہ جادو کا اثر عموماً عورتوں، بچوں، جاہلوں اور دیہاتیوں، بے دین و عمل واہمہ پرستوں غافلین توحید پر ہوتا ہے۔ یا ان لوگوں پر ہوتا ہے۔ جن کو اذکار الٰہی، ادعیہ ماثورہ اور تعوذات نبویہ سے کوئی حصہ نہیں ملا ہوتا۔

حاصل کلام یہ کہ جادو کا پورا اثر ان کمزور اور اثر پذیر دلوں پر ہوتا ہے۔ جن کا میلان عام طور سے سفلیات کی جانب ہوتا ہے۔ اہل خرد کا کہنا ہے کہ مسحور وہی ہے۔ جو خود پر اعانت کرتا ہے کہ جادو اثر کرے، چنانچہ ان کے دل مختلف چیزوں کی جانب التفات رکھتے ہیں۔ جن کی جانب التفات نہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ اس کے اوپر ایسی چیزیں مسلط ہو جاتی ہیں کہ جن کی جانب اس کا رجحان یا اس کا لگاؤ ہوتا ہے۔ اور ارواح خبیثہ بھی ان ارواح کی جستجو میں رہتی ہیں جن میں ان خبیث روحوں کے تسلط کو قبول کرنے کی پوری صلاحیت موجود ہوتی ہے۔ چنانچہ ان کا تسلط ان کے مناسب احوال پر ہوتا ہے یا ان کو جس قدر قوت الٰہیہ سے دوری ہوتی ہے۔ ان میں ان سے جنگ کرنے کی صلاحیت کمزور ہو جاتی ہے۔ اور وہ انہیں بیکار سمجھ کر ان کو قابو میں کر لیتی ہیں، اس لیے کہ ان میں خود ہی ان کے ساتھ تعلق و ربطہ کا ایک جذبہ موجود ہوتا ہے۔ اور اس طرح کے لوگوں میں جادو وغیرہ پورے طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔

ظظظ

فصل (۵۲)

قے کے ذریعہ استفراغ مادہ کا طریقہ نبوی

ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں معدان بن ابی طلحہ کی حدیث ابوالدرداء سے روایت کی ہے۔
اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَاءَ فَتَوَضَّأَ فَلَقِیْتُ ثَوْبَانَ فِیْ مَسْجِدِ دِمَشْقَ فَذَکَرْتُ لَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ صَدَقَ اَنَا صَبَبْتُ لَہٗ وَضُوْءَہٗ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قے کیا پھر وضو فرمایا میں نے جامع مسجد دمشق میں ثوبان ؓ سے ملاقات کی اور اس کا ذکر کیا تو انہوں نے کہا کہ بالکل سچی بات ہے میں نے خود آپ کو وضو کرایا۔
قَالَ التِّرْمِذِیُّ وَھٰذَا اَصَحُّ شَیْءٍ فِی الْبَابِ[۱]
ترمذی نے لکھا کہ اس باب میں سب سے زیادہ صحیح یہی حدیث ہے۔
قے: اصول استفراغ خمسہ میں سے قے بھی ایک ہے۔
اصول استفراغات یہ ہیں، قے، اسہال، اخراج دم (خون نکلوانا) بخارات اور پسینہ کا بدن سے خارج کرنا، ان اصول استفراغات کا ذکر احادیث نبویہ میں بھی آیا ہے۔

۱۔ احمد نے ۱/ ۴۴۳ میں ترمذی نے ۸۷ میں ابوداؤد نے ۲۳۸۱ میں دارقطنی نے ۱/ ۸،۵۷ ۲۳ میں طحاوی نے ۱/ ۷ ۳۴، ۸ ۴ ۳ میں حاکم نے ۱/ ۴۲۶ میں ہر ایک نے اس روایت کو "قاء فافطر" کے لفظ کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے اس لفظ کو ذکر نہیں کیا ان کی روایت لفظ "قاء فتوضا" کے ساتھ مروی ہے۔ اور احمد کی ایک روایت ۶/ ۴۴۹ میں جو ابودرداء سے مروی ہے۔ اس میں استقاء رسول اللہ "فافطر فاتی بماء فتوضا" کے لفظ کے ساتھ موجود ہے۔ اس کی تصحیح حاکم ابن مندہ اور ترمذی نے کی ہے۔

اسہال: حدیث میں خیر ماتد اویتم بہ المشی سب سے بہتر دوا اسہال ہے۔ اس کا ذکر موجود ہے اسی طرح حدیث "السنا" میں بھی اس کا ذکر ہے۔
اخراج دم: حجامت وفصد سے متعلق مروی احادیث میں اس کا ذکر آچکا ہے۔
استفراغ انجرہ: اس فصل کے بعد ہی عنقریب اس کا ذکر آئے گا، انشاء اللہ
استفراغ بالعرق: پسینہ کا نکلنا غیر اختیاری ہوتا ہے۔ بلکہ دافع طبیعت کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ جو جسم کے ظاہری حصہ کی جانب لے جاتی ہے۔ اور کھلے ہوئے مسام سے نکرا کر خارج کر دیتی ہے۔

تے استفراغ دہنی ہے۔معدہ کے اوپری حصہ سے بذریعہ دہن استفراغ کو تے کہتے ہیں۔اور اگر یہی استفراغ زیریں جانب مقصد کے سوراخ سے ہوتو اسے حقنہ کہتے ہیں' دوااوپری اور زیریں دونوں حصے سے شکم میں پہنچائی جاتی ہیں۔

تے کی دوقسمیں ہیں۔

ایک غلبہ مادہ اور ہیجان مادہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔

دوسرے ضرورت وتقاضا کی وجہ سے ہوتی ہے۔

پہلی صورت میں تے کا روکنا اور اس کا دفاع مناسب نہیں۔ہاں اگر ہیجان اتنا ہوکہ تے کی زیادتی سے مریض کے جان کا خطرہ ہو۔تو پھر اسے روکا جاسکتا ہے۔اور ایسی دوائیں استعمال کرائی جاسکتی ہیں۔جن سے تے رک جائے۔

دوسری صورت میں تے کرنا اس وقت مناسب ہوتا ہے جب اس کی ضرورت ہو۔مگر اس میں بھی زمانے کی رعایت اور اس کی شرائط کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ کیا جائے گا۔

تے کے اسباب دس ہیں۔

۱۔ صفراء خالص کا غلبہ اور اس کا فم معدہ پر آتے رہنا کہ اس سے مری کی طرف صعود کی بناء پر تے ہونے لگتی ہے۔

۲۔ بلغم لزج کی وجہ سے تے ہوتی ہے۔جس سے معدہ میں تحریک پیدا ہوجائے اور باہر نکلنے کے لیے مجبور ہو۔

۳۔ خود معدہ میں اس قدر ضعف ہو۔جس کی وجہ سے ہضم طعام نہ ہوسکے چونکہ ہضم کے بعد معدہ آنتوں کی طرف غذا کو ڈھکیلتا ہے۔اور ہضم نہ ہونے کی صورت میں اسے بالائی جانب پھینکتا ہے۔

۴۔ کوئی خلط ردی معدہ میں آمیز ہوکر معدہ کے مشتملات میں مل جائے جس سے بدہضمی پیدا ہوجائے اور معدہ کا فعل کمزور پڑجائے۔

۵۔ معدہ کی قوت برداشت سے زیادہ کھانے یا پینے سے معدہ اس کو روک نہیں سکتا بلکہ اس کو دفع کرتا اور باہر نکالنا چاہتا ہے۔

۶۔ ماکول ومشروب معدہ کے موافق نہ ہو بلکہ معدہ اسے ناپسند کرتا ہو اور یہ ناپسندیدگی اس حد تک ہو کہ اسے دفع کرنا اور باہر نکالنا چاہتا ہو۔

۷۔ معدہ میں کسی ایسی چیز کا پایا جانا جو کھانے کی کیفیت وطبیعت کو بگاڑ دے، یا اسے باہر نکالنے پر آمادہ کرے۔

۸۔ اچھوت یعنی ایسے مریضوں سے اختلاط جو متلی اور تے کا باعث ہوں۔

۹۔ اعراض نفسانی جیسے شدید کا رنج وغم' حزن طبیعت کا غیر معمولی اشتغال یا قوی طبعی کا ان ہی اعراض نفسانی کی

طرف پورے طور پر متوجہ ہونا، ان کے انسان پر وارد ہونے کی وجہ سے طبیعت کا تدبیر بدن سے غافل ہو جانا یا اصلاح غذا سے غفلت یا اس کے انضاج وہضم سے بے اعتنائی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے، کہ معدہ اسے باہر پھینک دیتا ہے۔اور کبھی اخلاط میں تیز حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔جبکہ نفس میں جوش پیدا ہو۔اس لیے کہ نفس اور بدن ایک دوسرے سے متاثر ہوتے رہتے ہیں۔

۱۰۔ کسی قے کرنے والے کو دیکھ کر اس کی طرف طبیعت کا منتقل ہونا کہ انسان کسی کو قے کرتے دیکھتا ہے۔تو خود کو سنبھال نہیں پاتا۔اور غیر اختیاری طور پر قے آجاتی ہے اس لیے کہ طبیعت نقال واقع ہوئی ہے۔

بعض ماہرین فن طب کا کہنا ہے کہ میرا ایک خواہر زادہ تھا جس نے کحل میں بڑی دسترس حاصل کر لی، وہ ایک کحال کے پاس بیٹھتا تھا۔جب کحال کسی آشوب زدہ کی آنکھ کھولتا اور آشوب تجویز کرنے پر اسے سرمہ لگاتا تو یہ بھی محض بیٹھنے کی وجہ سے آشوب زدہ ہو جاتا یہ بار بار پیش آیا پھر اس نے اس کے پاس بیٹھنا چھوڑ دیا، میں نے اس سے اس کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ یہ نقل طبیعت کا کرشمہ ہے۔کیونکہ طبیعت نقال ہے، اس نے کہا کہ اس کے علاوہ ایک دوسری بات بھی میں جانتا ہوں۔کہ ایک شخص کو دیکھا کہ اس کے جسم کے کسی حصہ میں ایک پھوڑا ہے۔جسے وہ کھجلا رہا ہے۔اسے دیکھ کر اس نے بھی ٹھیک اسی جگہ کھجلایا نتیجہ یہ ہوا کہ اس جگہ پھوڑا نکل آیا، میں نے اس سے کہا کہ یہ ساری بات طبیعت کے استعداد پر ہے، مادہ غیر متحرک ساکن تھا، ان اسباب میں سے ایک سبب کی وجہ سے وہ حرکت میں آگیا۔یہ مادہ کے تحرک کے اسباب ہیں، اس عارض کے لیے موجب نہیں ہیں۔

ظظظ

فصل (۵۳)

مختلف علاقوں میں استفراغ کے طریقے

چونکہ گرم علاقوں اور گرم موسم میں اخلاط رقیق ہو جاتے ہیں اور ان کا رخ اوپر کی جانب ہوتا ہے۔اس لیے اس میں قے بہت مفید ہوتی ہے۔اور سرد علاقوں اور سرد موسم میں اخلاط غلیظ ہو جاتے ہیں۔ان کا بالائی جانب رخ کرنا۔دشوار ہوتا ہے۔اس لیے ایسے وقت میں اسہال کے ذریعہ استفراغ کرنا زیادہ نافع ہے۔

اخلاط کا ازالہ اور ان کو باہر نکالنا جذب اور استفراغ کے ذریعہ ہوتا ہے۔اور جذب مشکل ترین طریقہ ہے۔اور استفراغ آسان ترین طریقہ۔دونوں کے درمیان فرق یہ ہے کہ مادہ جب انصباب کے رخ پر ہو یا اوپر جا رہا ہو۔جس کا ٹھہراؤ مشکل ہو تو اسے جذب کیا جائے گا۔اور اگر اپنی جگہ پر ہو تو اسے قریب کے راستہ سے باہر نکالا جائے گا۔اسی لیے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مادہ نکالنے کے لیے کبھی اپنے شانے پر کبھی سر پر پچھنا لگوایا۔اور کبھی پشت

قدم پر سینگیاں کھنچوائیں اس طرح سے نبی علیہ السلام تکلیف دہ مادہ کا استفراغ سب سے قریب راستے سے کراتے تھے۔ واللہ اعلم۔

ظظظ

فصل (۵۴)

قے کے ذریعے استفراغ کے فوائد

قے سے معدہ کی صفائی ہوتی ہے۔ اس میں قوت آتی ہے آنکھ کی روشنی تیز ہوتی ہے سر کی گرانی ختم ہو جاتی ہے۔ گردوں اور مثانہ کے زخموں کے لیے بے حد نافع ہے مزمن امراض مثلاً جذام، استسقاء، فالج اور رعشہ کے لیے نفع بخش ہے، اور یرقان کے لیے اکسیر ہے۔

اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ تندرست شخص ہر مہینہ دو بار متواتر قے کرے جس میں کسی خاص دور کا لحاظ نہ ہوتا کہ پہلی قے میں جو کمی رہ گئی ہو۔ دوسری میں پوری ہو جائے، اور ان فضلات کا بالکل خاتمہ ہو جائے، معدہ کو قے کی کثرت نقصان پہنچاتی ہے اور اسے کمزور کر کے فضلات کی آماجگاہ بنا دیتی ہے۔ دانت، آنکھ اور کان کو ضرر پہنچاتی ہے۔ بعض وقت اس سے کوئی رگ پھٹ جاتی ہے۔ اور جس کے حلق میں ورم ہو اسے قے سے پوری طرح پرہیز کرنا چاہیے۔ یا جس کا سینہ کمزور ہو یا گردن پتلی ہو۔ یا نفث دم کی استعداد رکھتا ہے۔ یا اجابت بمشکل ہوتی ہو تو ایسے تمام لوگوں کو قے سے اجتناب ضروری ہے۔

بہت سے بے ترتیب لوگ شکم کو خوب بھر لیتے ہیں۔ جب مکمل طور سے شکم بھر جاتا ہے تو اسے قے کے ذریعہ باہر نکالتے ہیں۔ اس طریقہ میں چند در چند آفات ہیں۔ ایک تو یہ کہ بڑھاپا جلدی آ جاتا ہے۔ دوسرے خراب قسم کے امراض سے مریض دوچار ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ قے ایک عادت بن جاتی ہے، چوتھے کثرت قے کی وجہ سے خشکی پیدا ہوتی ہے۔

پانچویں احشاء جسم انسانی میں ضعف پیدا ہوتا ہے۔ چھٹے مراق ا۔ دبلا ہو جاتا ہے یا قصداً قے کرنے والا کمزور ہوتا ہے۔ ان سب چیزوں کی وجہ سے قے کرنے والوں کو سخت خطرہ لاحق ہوتا ہے۔

قے کا بہترین زمانہ موسم گرم یا موسم بہار ہے موسم سرما یا موسم خزاں میں اس سے پرہیز کرنا چاہیے، اور قے کرنے کے وقت احتیاطی طور پر آنکھوں کے سامنے اور شکم پر پٹی باندھ لی جائے اور فراغت کے بعد ٹھنڈے پانی سے چہرہ دھل لیا جائے اس کے بعد مُسمّی کا شربت پیا جائے جس میں عرق گلاب اور مصطگی ۲۔ کی آمیزش ہو اس سے خاصا نفع ہوتا ہے۔

قے سے معدہ کے بالائی حصہ کا استفراغ ہوتا ہے اور معدہ کے زیریں حصہ کے مواد کو کھینچ کر لاتی ہے اور

اسہال سے اس کے برعکس ہوتا ہے۔

بقراط نے لکھا ہے کہ گرمیوں میں استفراغ بالدرداء سے زیادہ قے کے ذریعہ استفراغ کرایا جائے اور موسم سرما میں اسہال کے ذریعہ استفراغ کیا جائے۔

ظظظ

(۵۵) فصل

ماہرین اطباء سے رجوع کرنے کے بارے میں ہدایات نبوی

امام مالکؒ نے اپنی کتاب ''موطا'' میں زید بن اسلم کی حدیث نقل کی ہے۔

۱۔ مراق البطن۔ شکم کے نرم حصہ کو کہتے ہیں۔

۲۔ مصطگی جسے مسطکا بھی کہتے ہیں، ایک درخت ہے۔ جس میں ایسا پھل ہوتا ہے۔ جس کا ذائقہ مائل بہ تلخی ہوتا ہے۔ اور اس سے لیس دار گوند نکلتا ہے۔

اَنَّ رَجُلًا فِیْ زَمَانِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَصَابَہٗ جُرْحٌ فَاحْتَقَنَ الْجُرْحُ الدَّمَ وَ اَنَّ الرَّجُلَ دَعَا رَجُلَیْنِ مِنْ بَنِیْ أَنْمَارٍ فَنَظَرَ اِلَیْہِ فَزَعَمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَھُمَا اَیُّکُمَا اَطَبُّ؟ فَقَالَ اَوَفِی الطِّبِّ خَیْرٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟ فَقَالَ أَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِیْ أَنْزَلَ الدَّاءَ۔ ۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک دور میں ایک شخص کو زخم آ گیا اور اس زخم سے خون بہنے لگا۔ اس نے بنی انمار کے دو آدمیوں کو بلوایا انہوں نے مریض کو دیکھا تو انہوں نے سمجھا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا ہے۔ کہ ان میں سے فن طب میں کون زیادہ ماہر ہے۔ اس نے دریافت کیا کہ اے رسولِ خداؐ کیا طب میں بھی خیر ہے آپ نے فرمایا کہ جس خدا نے بیماری نازل کی ہے اسی نے اس کی دوا بھی نازل کی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہر علم و صنعت میں اس کے سب سے زیادہ ماہر سے رجوع کرنا چاہیے۔ اور کئی ایک ماہر ہوں تو ان میں جو سب سے زیادہ ماہر ہو اس سے رجوع کیا جائے اس لیے کہ وہ جو کچھ کرے گا مناسب سے مناسب ترین ہوگا۔ اسی طرح مستفتی پر بھی واجب ہے کہ کسی مسئلہ کے دریافت کرنے کے لیے کسی ماہر عالم سے رجوع کرے اگر وہ خود عالم ہو تو اپنے سے بڑے عالم کی جانب رجوع کرے اس لیے کہ وہ صحت جواب میں اپنے علاوہ سے بہتر ہوگا۔

اسی طرح سے جس پر قبلہ کا تعین مشکل ہو تو وہ اپنے سے زیادہ واقف کار کی بات کو تسلیم کرے اور یہی فطرت انسانی ہے۔ جس پر باری تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا دیکھنے میں آتا ہے کہ بحر و بر میں سفر کرنے والے کی طبیعت اور دل کو سب سے زیادہ سکون و اطمینان ماہر

ا۔ مؤطا ۳/ ۳۲۸ میں یہ حدیث مذکور ہے اور زرقانی کی شرح کے مطابق یہ حدیث مرسل ہے۔

رہنما۔ اور بہتر واقف کار ہی سے ذریعہ ہوتا ہے۔ انسان کا مقصد بھی یہی ہے اور اسی پر اسے اعتماد ہوتا ہے۔ اسی پر شریعت، عقل اور فطرت سب کا اتفاق و عمل ہے۔

آپ کا یہ قول "اَنْزَلَ الدَّوَاءَ الَّذِیْ اَنْزَلَ الدَّاءَ" یعنی جس ذات نے بیماری نازل کی اس نے اس کی دوا بھی اتاری اس انداز پر تو آپ سے مروی متعدد احادیث موجود ہیں ان میں ایک حدیث جس کو عمرو بن دینار نے ہلال بن یساف سے روایت کی ہے ملاحظہ کیجئے۔

قَالَ دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی مَرِیْضٍ یَعُوْدُہٗ فَقَالَ اَرْسِلُوْا اِلٰی طَبِیْبٍ فَقَالَ قَائِلٌ وَ اَنْتَ تَقُوْلُ ذٰلِکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ؟

نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک مریض کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے آپ نے فرمایا کہ طبیب کو بلا کر اسے دکھاؤ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے رسول خدا ﷺ: آپ یہ فرماتے ہیں۔

قَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّ وَ جَلَّ لَمْ یُنْزِلْ دَاءً اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ دَوَاءً۔

آپ نے فرمایا ہاں خدا نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کی دوا بھی ساتھ ہی ساتھ نازل فرمائی۔

اور صحیحین میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے۔

مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنْ دَاءٍ اِلَّا اَنْزَلَ لَہٗ دَوَاءً۔

خدا نے کوئی ایسی بیماری نہیں پیدا کی جس کی شفا نہ پیدا کی ہو۔

یہ اور اس جیسی دیگر احادیث پہلے گذر چکی ہیں۔

اَنْزَلَ الدَّاءَ وَ الدَّوَاءَ کے مفہوم کے بارے میں اختلاف رہا ایک جماعت نے کہا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ خدا نے اپنے بندوں کو اس سے روشناس کرایا، یہ مفہوم ذرا درست نہیں معلوم ہوتا کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمومی طور پر دوا اور بیماری کی خبر دی ہے یہ خبر عام ہے لیکن اکثر لوگ اس سے واقف ہیں۔ اسی وجہ سے کہا گیا کہ اہل علم نے اسے جان لیا اور جاہل اس سے ناواقف ہی رہے۔

ایک دوسری جماعت کہتی ہے کہ اَنْزَلَ سے مراد اس کی تخلیق اور اس کے روئے زمین پر اس کا نمو ہے۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کا بیان ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَضَعْ دَاءً اِلَّا وَضَعَ لَہٗ دَوَاءً۔

خدا نے کوئی بیماری نہیں پیدا کی مگر اس کی دوا بھی وہیں رکھ دی۔

یہ مطلب پہلے مطلب سے زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ انزال کا لفظ خلق اور وضع کے لفظ سے زیادہ اخص ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ خصوصیت لفظ کو بغیر سبب کے نظر انداز کر دیا جائے۔

تیسری جماعت کا خیال ہے کہ دوا اور بیماری کا انزال ان فرشتوں کے ذریعہ کیا گیا جو انسان کی بیماری اور شفاء کے انتظام کے لیے متعین ہیں اس لیے کہ فرشتے کو اس عالم کا نظام سپرد کر دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ انسان جو اس عالم ہی کی مخلوق ہے، اس کا معاملہ رحم مادر میں آنے سے لے کر اس کی موت تک پھیلا ہوا ہے۔ وہ بھی انہیں فرشتوں کے سپرد ہو گا اسی طرح بیماری ہو یا اس کی دوا دونوں انہیں فرشتوں کے ذریعے انجام پائے گا۔ جو نوع انسانی کے امور متعلقہ کے لیے موکل ہیں۔ اور یہ دونوں مذکورہ جماعتوں کے مفہوم سے بہتر مفہوم معلوم ہوتا ہے۔

چوتھی جماعت کا قول ہے کہ بیماریاں اور دوائیں عام طور سے بارش کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں۔ جو آسمان سے نازل ہوتی ہے۔ اور جس کی وجہ سے غذائیں، ذریعہ معاش، دوائیں اور بیماریاں اور ان کے تمام آلات واسباب ومکملات اور بلند ترین معاون جو پہاڑوں سے نازل ہوتی ہیں۔ اور وادیاں، نہریں پھل جو پیدا ہوتے ہیں۔ سب کے سب اسی بارش سے پیدا ہوتے ہیں۔ چونکہ کائنات کا اکثر حصہ یہی سمٰوات ہیں۔ اس لیے جن کا تعلق براہِ راست آسمان سے نہیں ہے۔ وہ بھی بطور تغلیب اسی میں شمار ہوتی ہیں۔ اور بطور تغلیب استعمال عربوں کی زبان میں عام ہے چنانچہ بعض اشعار اہل عرب سے اس کی شہادت ملتی ہے۔

جیسے ایک شاعر کا قول ہے۔

وَعَلَفْتُھَا تِبْنًا وَمَاءً بَارِدًا
حَتّٰی غَدَتْ ھَمَّا لَہٗ عَیْنَا ھَا [1]

میں نے اسے گھاس چرایا اور ٹھنڈا پانی پلایا
یہاں تک کہ اس کی آنکھیں برسنے لگیں

ایک دوسرے شاعر کا قول ہے۔

وَرَأَیْتُ زَوْجَکِ قَدْ غَمَا
مُتَقَلِّدًا سَیْفًا وَ رُمْحًا [2]

میں نے تمہارے شوہر کو کل دیکھا کہ وہ
تلوار لٹکائے اور نیزہ تانے ہوئے ہے

دوسرے شاعر کا ایک شعر ہے۔

اِذَا مَا الْغَانِیَاتُ بَرَزْنَ یَوْمًا

وَزِجَجْنَ الْحَوَاجِبَ وَالْعُيُوْنَا ۳؎

ایک دن تمام گانے والیاں نکل پڑیں

اور اپنے ابرو اور آنکھوں کو مٹکانے لگیں

۱؎ یہ شعرذی الرمہ کا ہے۔مقتضب ۴/۲۲۳ خصائص ۲/۴۳۱ امالی المرتضیٰ ۲/۲۵۹۔امالی ابن الشجری ۲/۳۲۱ الانصاف ص ۶۱۳، شرح المفصل ۲/۸ اورخزانۃ ا/۴۹۹ میں موجود ہے۔

۲؎ یہ شعر عبد اللہ زبعری کا ہے۔الکامل ۱۸۹، ۲۰۹ المقتضب ۲/۵۱، الخصائص ۲/۴۳۱، امالی ابن الشجری ۲/۳۲۱ اور امالی المرتضیٰ ۱/۵۴، ۲۶۰، ۳۷۵ میں مذکور ہے۔

۳؎ یہ شعرراعی نمیری کا ہے۔اس کے دیوان ص ۱۵۶ تاویل مشکل القرآن ص ۱۶۵ الخصائص ۲/۴۳۲ اورالانصاف ص ۶۱۰ میں مذکور ہے۔

یہ اوپر بیان کی گئیں تمام صورتوں سے بہتر صورت ہے۔واللہ اعلم

یہ خدائے پاک کی حکمت کاملہ کا مظہر ہے اوراس کی ربوبیت تامہ کا اعلان ہے کہ اس نے جس طرح اپنے بندوں کو بیماری میں مبتلا کیا اسی طرح اس نے ان کی دوا سے اعانت فرما کرانہیں مسرور ہونے کا موقع بھی دیا۔جیسے اس نے بندوں کو گناہ میں مبتلا فرمایا ویسے ہی دوسری طرف انہیں توبہ واستغفار کی دولت سے نوازا اوروہ حسنات عطا فرمائے جوان گناہوں کو مٹادیں اور مصائب وآلام عطا فرمایا جن سے ان کی گناہیں ڈھل جائیں،جس طرح خدا نے شیاطین کی ارواح خبیثہ میں مبتلا کیاان کے مقابل پاکیزہ روحوں کی فوج کے ذریعہ ان کی اعانت فرمائی۔جوملائکہ مقربین کے نام سے معروف ومشہور ہیں،خدا نے اگرانسان کوشہوات کا پتلا بنایا۔تو دوسری جانب ان کی اعانت اس طرح فرمائی کہ انہیں شرعی لذات اورقضائے خواہشات کی دولت سے نوازا خدانے جب کبھی کسی انسان کوکسی اذیت سے دوچار کیا تو فوراً ہی دوسری جانب اس اذیت کے خلاف اعانت فرمائی اوراس سے اس کونجات دلائی ہرجارح قوت کی مدافعت کی بھی پوری قوت عطا فرمائی اورعلم کے اعتبار سے انسان میں تفاوت اورفرق قائم رکھا،اوراللہ نے ان ساری چیزوں کے حصول اوران تک پہنچنے کا علم عطا فرمایا۔ واللہ المستعان

ظظظ

(۵۶) فصل

علاج سے ناواقف سے معالجہ کی مذمت

ابوداؤد،نسائی اورابن ماجہ نے عمروبن شعیبؓ سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ تَطَبَّبَ وَلَمْ یُعْلَمْ مِنْہُ الطِّبُّ قَبْلَ ذٰلِکَ فَھُوَ

ضامن ا

ا ابوداؤد نے حدیث ۴۵۸۶ کو جس نے بلا علم علاج کیا کہ باب کے تحت ذکر کیا ہے۔ اور نسائی نے (حاشیہ جاری)

انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص نے علاج کیا اور اس سے پہلے اس علاج کا علم نہ تھا تو وہ ذمہ دار ہے۔

اس حدیث میں تین مشتملات ہیں۔ لغوی، فقہی، طبی۔

لغوی۔ لغت عرب میں طب لفظ طاء کے کسرہ کے ساتھ ہے۔ جس کے کئی معانی ہیں، ایک معنی اصلاح ہے۔ عربی زبان میں بولتے ہیں۔ طَبَبْتُهُ یعنی میں نے اس کی اصلاح کی اسی طرح طب بالامور بھی کہا جاتا ہے۔ یعنی لطف وسیاسۃ شاعر کا قول ہے۔

إِذَا تَغَيَّرَ مِنْ تَمِيمٍ أَمْرُ هَا
جب تم کے معاملات میں کوئی خرابی پیدا ہوئی
كُنْتَ الطَّبِيبَ لَهَا بِرَأْيٍ ثَاقِبٍ
تو تم ہی اپنی روشن رائے کے ساتھ اس کے سائیں ہوتے

طب کا دوسرا معنی مہارت نامہ، زیرکی بھی ہے۔ چنانچہ جوہری نے لکھا ہے کہ عربوں کے نزدیک ہر چاق و چوبند طبیب ہوتا ہے۔ ابو عبید نے بیان کیا کہ طب کی اصل تمام چیزوں میں مہارت اور واقفیت ہے، کہا جاتا ہے۔ اَلطِّبُ وَ الطَّبِيبُ جب کہ وہ ماہر ہو خواہ مریض کے علاج کا ماہر ہو یا اس کے علاوہ کا ماہر ہو۔ اس کے علاوہ دیگر لوگوں نے بیان کیا کہ کہا جاتا ہے رَجُلٌ طَبِيبٌ یعنی ماہر آدمی۔ طبیب اس کو محض اس کی زیرکی اور عزامت وفطانت کی وجہ سے کہا جاتا ہے۔ علقمہ نے لکھا ہے۔

فَإِن تَسْأَلُونِيْ بِالنِّسَاءِ فَإِنَّنِيْ
اگر تم عورتوں کے بارے میں مجھ سے دریافت کرتے ہو تو میں
خَمِيْرٌ بِأَدْوَاءِ النِّسَاءِ طَبِيْبٌ
عورتوں کے بارے میں پوری طرح واقف اور ان کے امراض کا طبیب ہوں

"گذشتہ سے پیوستہ" ۸ / ۵۳ فی القسامۃ شبہ عمد کی تعریف کے باب کے ذیل میں نقل کیا اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۶ فی الطب فن طب سے واقفیت کے باوجود جس نے علاج کیا کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

إِذَا شَابَ رَأْسُ الْمَرْءِ أَوْقَلَّ مَا لَهُ
جب کسی کا بال سفید ہو جائے یا مال پاس نہ رہے
فَلَيْسَ لَهُ مِنْ وُدِّهِنَّ نَصِيبٌ ا
تو پھر اسے عورتوں کے ساتھ محبت کی پینگ بڑھانا لاحاصل ہے

عشرہ کا شعر ہے۔

اِنْ تُغْدِ فِیْ دُوْنِی الْقِنَاعَ فَاِنَّنِیْ

یعنی تم اگر مجھے دیکھ کر گھونگھٹ لٹکاتی ہو تو یاد رکھو میں

طَبٌّ بِاَخْذِ الْفَارِسِ الْمُسْتَلْئِمِ ۲؎

زرہ پوش سوار کو اپنے پنجے میں لینے کا ماہر ہوں

۱؎ دونوں شعر علقمہ کے مشہور قصیدہ مفضلیہ کے ہیں جس میں اس نے حارث بن جبلہ بن ابوشمر غسانی کی مدح کی ہے، جس کا مطلع ہے۔

طحابک قلب فی الحسان طروب بعید الشباب عصرحان مشیب

یہ مفضلیات ص ۲۹۰ میں دیوان علقمہ ص ۱۳۱، مختار الشعر الجاہلی ۱/۴۱۸، شرح ''المفضلیات'' ۳/۱۵۸۲ للتبریزی میں ہے، اور بالنساء سے مراد عن النساء ہے۔ قرآن میں ہے فاسأل بہ خبیرا اور شاعر کا قول اذا شاب الخ امرؤالقیس کے شعر کی طرح ہے۔

أراهن لَا يحببن مَنْ قَلَّ مَا لُه وَلَا مَنْ رَأيْنَ الشيب فيه و قوسا

علقمہ بن عبدہ دور جاہلی کا شاعر ہے۔ جو امرؤالقیس کا ہم عصر ہے۔ اس کے اور اسلام کے درمیان تقریباً ۸۰ سال کا وقفہ ہے۔

۲؎ یہ بیت امرؤالقیس کے معلقہ کا ہے۔ جو شرح القصائد السبع الطوال میں ص ۳۳۵ پر مرقوم ہے۔ مختار الشعر الجاہلی ص ۴۷، میں مذکور ہے شاعر کا قول تُغْدِفِیْ باب افعال سے ہے، یعنی گھونگھٹ نکالنا چہرہ کو چھپانا، اور مستلئم ای لَابِسُ الأمۃ لامۃ زرہ کو کہتے ہیں۔ یعنی زرہ پوش شاعر کی مراد یہ ہے کہ جب میں بڑے بڑے زرہ پوش شہسواروں کو شکار کر لیتا ہوں، تو تم جیسی کبوتر کو قابو میں لانا کون سا مشکل کام ہے۔

عربی زبان میں طب کا دوسرا معنی عادت کے ہیں۔ کہا جاتا ہے، لَیْسَ ذَالِکَ بِطِبِّیْ یعنی یہ میری عادت نہیں ہے۔ فروہ بن مسیک ۱؎ نے اپنے شعر میں کہا ہے۔

فَمَا اِنْ طِبُّنَا جُبْنٌ وَلٰکِنْ

بزدلی میری عادت نہیں بلکہ ہماری عادت اور

مَنَایَا نَا وَ دَوْلَۃُ اٰخَرِیْنَا

آرزو دوسروں کی سلطنت پر قبضہ کرنا ہے

اور احمد بن حسین متنبی نے شعر میں کہا۔

وَمَا التِّیْہُ طِبِّیْ فِیْھِمْ غَیْرَ اَنِّیْ

لوگوں میں ڈینگ مارنا میری عادت نہیں ہاں اتنا ضرور ہے

بَغِیْضٌ اِلَیَّ الْجَاھِلُ الْتَعَاقِلُ ۲؎

کہ میرے نزدیک خود کو دانا سمجھنے والا نادان قابل نفریں ہے

طب کے معنی جادو کے بھی آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ رجل مطبوب ای مسحور یعنی سحر زدہ شخص اور صحیح بخاری میں حدیث عائشہ سے بھی اس معنی کی تعیین ہو جاتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

قَالَتْ عَائِشَةُ لَمَّا سَحِرَتْ يَهُوْدُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

ا۔ فروہ بن مُسیک بن حارث بن سلمہ مرادی غطیفی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سن ۸ھ سن ۹ھ میں وفد لے کر آئے، اور اسلام قبول کیا، سعد بن عبادہ ؓ کے پاس قیام کیا۔ اور قرآن پڑھا دین اسلام کے فرائض واحکام سے واقفیت حاصل کی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مجاز کیا، اور مراد، مذ، حج اور زبید پر گورنر مقرر کیا، رسول اللہ ؐ کی وفات کے بعد مرتدین سے قتال کیا اور خلافت فاروقی تک زندہ رہے، ملاحظہ ہو۔ "اصابۃ" ت ۶۹۸۳ ان کا یہ شعر مبرد نے اپنی کتاب الکامل ص ۲۹۵ پر ذکر کیا ہے۔ اور "اللسان" میں مادہ طبیب میں ذکر کیا اس سے پہلے یہ شعر مذکور ہے۔

فَإِنْ نَغْلِبْ فَغَلَّابُوْنَ قِدَمًا وَ إِنْ نُغْلَبْ فَغَيْرُ مُغَلَّبِيْنَا

اور اس کے بعد کا شعر یہ ہے۔

كَذَاكَ الدَّهْرُ دَوْلَتُهُ سِجَالٌ تَكُرُّ صُرُوْفُهُ حِيْنًا فَحِيْنَا

۲۔ اس کے دیوان ۳/۷ ۲۳ میں برقوتی کی شرح کے ساتھ یہ مذکور ہے۔

وَجَلَسَ الْمَلَكَانِ عِنْدَ رَاسِهِ وَعِنْدَ رِجْلَيْهِ فَقَالَ اَحَدُهُمَا مَا بَالُ الرَّجُلِ؟ قَالَ الْاٰخَرُ مَطْبُوْبٌ قَالَ مَنْ طَبَّهُ؟ قَالَ فُلَانٌ الْيَهُوْدِيُّ۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ جب یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کیا تو دو فرشتے آپ کے سر کے پاس اور دونوں پیروں کی جانب بیٹھا ان میں سے ایک نے دریافت کیا اس شخص کا کیا حال ہے، دوسرے نے جواب دیا کہ اس پر جادو کیا گیا، پہلے نے دریافت کیا کس نے اس پر جادو کیا، تو دوسرے نے جواب دیا کہ فلاں یہودی نے جادو کیا ہے۔

ابو عبید نے لکھا ہے کہ مسحور کو مطبوب کہتے تھے اس لیے کہ طب کو سحر کے لیے وہ کنایۃً استعمال کرتے تھے جس طرح کہ وہ ملاذع (ڈنک زدہ) کو کنایۃً مطبوب کہتے تھے، اسی طرح سلیم کا استعمال بطور کنایہ خوش فالی کے کرتے تھے، جس طرح کہ مغازہ ان چٹیل میدانوں کو کہتے ہیں۔ جہاں پانی کا دور دور تک پتہ نہ ہو۔ اور اسے بطور فال کے موت سے کامیابی موت سے بچنے میں بھی استعمال کرتے ہیں۔ اور اسی وجہ سے لفظ مغازۃ جان لیوا میدانوں کے لیے بھی بولا جاتا ہے۔ اور کبھی بیماری میں طب کا لفظ استعمال کرتے ہیں، ابن ابی اسلت کا یہ شعر اس کی شہادت میں پیش ہے۔

اَلَا مَنْ مُبْلِغٌ حَسَّانَ عَنِّيْ

کیا کوئی میرا پیغام حسان کو پہنچانے والا ہے

أَسِحْرٌ كَانَ طِبُّكَ أَمْ جُنُوْنُ

کہ تمہارا مرض جادو ہے یا جنون ہے

حماسی کا شعر ہے۔

فَإِنْ كُنْتَ مَطْبُوْبًا فَلَا زِلْتَ هٰكَذَا

اگر تم بیمار ہو تو ہمیشہ اسی طرح رہو گے

وَاِنْ کُنتَ مَسحُوْرًا فَلَا بَرِئَ السِّحْرُ

ا ۔

اور اگر سحر زدہ ہو تو سحر کا اثر جلدی ختم نہیں ہوتا

شاعر نے اس شعر میں مطبوب سے مراد سحر زدہ لیا ہے اور مسحور سے مراد بیمار لیا ہے، جوہری نے لکھا ہے کہ بیمار شخص پر بھی لفظ مسحور کا اطلاق ہوتا ہے۔ شاعر کے اس شعر کا مفہوم یہ ہے کہ اگر اس شخص نے مجھے تجھ سے اور تیری محبت سے جدا کرنے کی کوشش کی ہے۔ تو میں اللہ تعالیٰ سے اس کے برقرار اور ہمیشہ باقی رہنے کی دعا کرتا ہوں، میں اس ازالہ نہیں چاہتا۔ خواہ وہ کوئی جادو ہو یا کوئی مرض ہو۔

ا ۔ یہ شعر دیوان حماسہ کے ۳/ ۷ ۲۳ پر زوقی کی شرح کے ساتھ مرقوم ہے۔ اس کے پہلے کے دو شعر یہ ہیں۔

هَلِ الْوَجْدُ اِلَّا اَنَّ قَلْبِی لَوْدَنَا

میری محبت تو بس یوں سمجھو کہ اگر میرا دل

مِنَ الْجَمْرِ قید الرمح لا حترف الجمر

نیزہ لگانے سے پہلے کوئلہ کے پاس گذار دیا جائے تو وہ کوئلہ انگار بن جائے

أَفِی الْحَقِّ اَنِّی مُغْرَمٌ بِکَ هَائِمٌ

کیا یہ بات صحیح ہے کہ میں تمہارا شیفتہ ہوں تم پر جان دیتا ہوں

وَاَنَّکَ لَاخَلٌّ هَوَاکَ وَلَا خَمْرٌ

مگر عجیب بات ہے کہ تمہاری محبت نہ سرکہ ہے اور نہ شراب

شعر میں "وان کنت مطبوبًا" میں لفظ مطبوب کے بارے میں مرزوقی کا کہنا ہے کہ طب سحر اور علم دونوں پر بولا جاتا ہے۔ بولتے ہیں "ھوطب" یعنی علیم وہ ماہر ہے۔ اور حدیث میں حین طب کا معنی سحر زدہ ہے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو کچھ مجھے ہے۔ میں اسے کھلی بیماری سمجھتا ہوں تو اس کی دوا ممکن ہے مگر میں تو اس سے جدا ہی نہیں ہونا چاہتا بلکہ لذت لیتا ہوں۔ اور اگر مجھے کوئی ایسی چیز ہو کہ اس کا کسی کو علم نہ ہو، اور تمام اطباء اس کی معرفت سے عاجز ہوں، اور علماء اس کی دوا کا پتہ نہ لگا سکیں۔ تو اسے سحر قرار دے دیا جاتا اور اس سے بھی جدا نہیں ہونا چاہتا۔ اور یہ عوام کے انداز میں کہہ گیا ہے۔ اس لیے کہ انھیں بیماریوں اور امراض کے سلسلے میں بھی اعتقاد تھا اس کے معنی مطبوبًا کہنا بھی صحیح نہیں ہے ورنہ صدر و عجز کا معنی ایک ہی ہوگا۔

"الطب" تین حرکت کے ساتھ پڑھا گیا' طاء کے فتحہ کے ساتھ عالم امور معاملات کو کہتے ہیں، اسی طرح طبیب کو بھی کہتے ہیں۔ اور طاء کے کسرہ کے ساتھ فعل طبیب کو کہتے ہیں اور طاء کے ضمہ کے ساتھ ایک گاؤں کا نام ہے۔ ابن سیدہ نے شعر میں اس کو ذکر کیا ہے۔

فَقُلْتُ هَلِ انْهَلْتُمْ بِطُبِّ رِکَابَکُمْ

میں نے کہا کہ کیا طب کے گاؤں میں تمہارے سوار

بِجَائِزَةِ الْمَاءِ الَّتِیْ طَابَ طِیْنُهَا

پانی کے جھیل پر اترے اس گاؤں کا پانی بھی انعام الٰہی اور مٹی بھی عمدہ ہے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے "مَنْ تَطَبَّبَ" اور "مَنْ طَبَّ" کا استعمال نہیں کیا، کیونکہ تفعل میں تکلف اور کسی جگہ بآسانی دخول کا معنی پایا جاتا ہے۔ یعنی وہ بتکلف طبیب بنا حالانکہ وہ اس کا اہل نہیں تھا، جیسے عربی میں تحلّم، تشجّع، تصبّر وغیرہ، میں تکلف کا معنی پایا جاتا ہے۔ اسی وزن پر لوگوں نے تکلف کے معنی لینے کی بنیاد رکھی، شاعر کا قول ہے۔

وَقَیْسَ عَیْلَانَ وَمَنْ تَقَیَّسَا [1]

علان کا قیاس اور اس شخص کا قیاس جس نے بتکلف اسے کیا۔

شرعی حیثیت سے جاہل طبیب پر تاوان واجب ہوگا۔ اس نے جب فن طب اور اس کے عمل کو جانا نہیں، اور نہ اسے پہلے سے اس کی معرفت تھی تو گویا اس نے جہالت و ناواقفیت کے ساتھ علاج کر کے دوسروں کی جان لینے کے لیے اپنے آپ کو آمادہ کیا، اور جس چیز کا اسے علم نہ تھا۔ اس نے جسارت کے ساتھ اس کے لیے قدم اٹھایا گویا اس نے مریض کو دھوکہ دیا، اسی لیے اس پر تاوان دینا لازم ہوگا۔ اس پر تمام اہل علم کا اجماع ہے۔

خطابی نے بیان کیا کہ مجھے اس سلسلے میں کوئی اختلاف روایت نہیں ملی کہ معالج کی تعدی کہ وجہ سے مریض جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ تو اس کا تاوان اسے دینا ہوگا۔ اور جو طبیب علم

---

[1] یہ رجز عجاج کی ہے، اس سے پہلے ہے۔ وَاِنْ دَعَوْتَ مِنْ تَمِیْمٍ اَرْؤُسًا کہ اگر تم نے تمیم کے بدؤں کو بلایا ہوتا اس کے بعد ہے۔ تَقَاعَسَ الْعِزُّ بِنَا فَاقْعَنْسَسَا تقاعس کا معنی ثبوت وقرار کے ہیں، اسی انداز پر اقعنس کا بھی معنی ہے۔

یا عمل کے اعتبار سے ناقص اور ناواقف ہو۔ اسے نہ علم کا پتہ نہ عملی تجربہ حاصل پھر بھی پریکٹس کرتا ہے، تو وہ ظالم ہے۔ ایسا طبیب جب کسی مریض کو ہاتھ لگائے اور اس کے بیجا عمل سے مریض موت کے گھاٹ اتر جائے تو اسے اس کی دیت دینی ہوگی۔ البتہ قصاص اس کے ذمہ نہ ہوگا۔ اس لیے کہ وہ مریض کی اجازت کے بغیر اس کے علاج میں نہیں لگا تھا۔ اور معالج کا گناہ اس کی عقل وفہم کے مطابق ہی ثابت ہوا۔ عام فقہاء کا یہی قول ہے۔

اس کی تفصیل پورے طور پر یوں سمجھئے کہ اس کی کل پانچ قسمیں ہیں۔

پہلی صورت، طبیب ماہر ہے۔ وہ صنعت طب سے بھی پوری طرح باخبر ہے۔ اس کی پریکٹس بے داغ رہی ہے۔ ایسے طبیب کو قانونی اور شرعی طور پر اجازت ہے کہ وہ علاج کرے، اب جس کا وہ علاج کر رہا ہے۔ اتفاقاً اس کا کوئی عضو یا اس کی کوئی صفت ضائع ہوگئی یا بذات خود مریض اس کے علاج کے نتیجہ میں ختم ہوجائے تو ایسے شخص پر بالاتفاق کوئی تاوان نہ ہوگا۔ اس لیے کہ یہ زخموں کی ریزش ہے۔ جس کی اجازت دی گئی ہے۔ اسی طرح اگر اس نے کسی بچہ کا مناسب وقت میں ختنہ کیا جبکہ بچہ کی عمر ختنہ کے قابل تھی اور ختنہ کرنے والے نے پوری مہارت کا مظاہرہ کیا پھر بھی عضو یا خود بچہ اس ختنہ کے صدمہ سے فوت ہوگیا۔ تو کوئی تاوان نہیں، ایسے ہی اگر کسی کا آپریشن کیا، اور آپریشن مناسب وقت اور بہتر

طریقہ پر کیا گیا تھا۔ خواہ آپریشن کرانے والا نہایت سمجھدار ہو یا نہ ہو۔ اس نے آپریشن کا پورا حق ادا کر دیا، مگر مریض آپریشن کی اذیت کو برداشت نہ کر سکا اور مر گیا تو معالج پر کوئی تاوان نہیں ہوگا۔ اسی طرح کسی کا خون بہانا جس کی اجازت ہو، بہانے والے کی اس میں کوئی غلطی نہ ہو۔ اس کا حکم بالاتفاق حدود قصاص میں خون بہانے کی طرح ہے۔ اور حدود قصاص میں خون بہانا سب کے نزدیک درست ہے۔ صرف امام ابوحنیفہ اس کے خلاف ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ایسا شخص ضمان یا تاوان کا مستحق ہے۔

اسی طرح تعزیر کا زخم کاری، یا مرد کا اپنی عورت کو مارنا یا استاد کا کسی بچہ کو مارنا اور کرائے پر لیے گئے جانور کو پیٹنا ان تمام صورتوں میں امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے علاوہ تمام لوگ عدم تاوان کے قائل ہیں۔ امام شافعی نے جانور کی پٹائی کو اس سے مستثنی کر دیا ہے۔

اس باب میں اختلاف واتفاق دونوں طریق سے اصل چیز یہ ہے کہ زخم کاری کا جرم بالاتفاق دیت واجب کرتا ہے۔ اور جس زخم کاری کا عمل میں لانا واجب ہے۔ اس سے پہنچنے والا صدمہ وزخم قانوناً معاف ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان جو صورتیں ہیں ان میں اختلاف ہے۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ نے مطلقاً تاوان واجب کیا۔ امام احمدؒ، مالکؒ۔ نے ضمان معاف کر دیا ہے۔ اور امام شافعیؒ نے مقدر وغیر مقدر کے درمیان فرق کیا ہے کہ اگر مقدر ہو تو معاف ہے۔ اور غیر مقدر ہو تو اس میں تاوان واجب قرار دیا۔ امام ابوحنیفہ نے اس پر نگاہ رکھی کہ اس عمل کی اجازت سلامتی کے ساتھ مشروط تھی۔ امام احمد و مالکؒ نے اجازت ہی کو معافی ضمان کا سبب ٹھہرایا اور امام شافعیؒ نے غیر ارادی طور پر پہنچنے والے ضرر کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ اس لیے کہ نص قرآنی موجود ہے۔ لیکن غیر مقدر میں تعزیرات وتادیبات کی طرح اجتہادی ہے۔ ایسی صورت میں جب کوئی نقصان ہو تو دیت واجب ہوگی کیونکہ اس میں دشمنی کا شبہ ہوسکتا ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۵۷)

جاہل وناواقف طبیب کا حکم

دوسری قسم: ایسا طبیب جو فن طب سے نابلد ہو اور لاعلمی کے باوجود پریکٹس کر رہا ہے۔ ایسے شخص سے اگر نقصان ہو جائے تو ایسی صورت میں دیکھا جائے گا کہ مریض یہ جانتے ہوئے کہ یہ اس فن سے آشنا ہے۔ اس کو علاج کی اجازت دے دی، اور اتلاف جان یا عضو ضائع ہو گیا۔ تو اس کے ذمہ تاوان نہیں ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ صورت حدیث نبوی کے مخالف بھی ہے۔ اس لیے کہ سیاق اور انداز کلام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اس نے مریض کو دھوکہ دیا اور اس کو اس وہم میں مبتلا کیا کہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔ حالانکہ وہ طبیب نہیں تھا۔ اور اگر مریض کو گمان ہو کہ

وہ طبیب ہے۔اور اسے ماہر طبیب سمجھ کر اس نے اس کو اجازت دی تو طبیب اپنی غلطی اور خطا کے جرم کا ضامن ہو گا۔اور اگر اس نے مریض کے لیے کوئی نسخہ تجویز کیا اور مریض نے یہ سمجھ کر کہ یہ ایک ماہر طبیب ہے۔اس کا نسخہ استعمال کیا جس سے وہ مر گیا' تو اسے تاوان دینا ہوگا۔اس سلسلہ میں حدیث کا انداز بیان بالکل واضح اور ظاہر ہے۔

ظظظ

فصل (۵۸)

طبیب کی غلطی

تیسری صورت: طبیب ماہر ہے، اس کو علاج کی بھی پوری طرح اجازت ہے۔اور اس کو فن طب میں بھی پوری دسترس ہے۔لیکن اس سے غلطی ہوگئی۔جس کا اثر مریض کے کسی تندرست عضو تک پہنچ گیا' اور اسے تلف کر دیا۔جیسے کسی ختنہ کرنے والے کا ہاتھ سبقت کر کے غلطی سے صفن تک پہنچ جائے، تو اسے تاوان دینا ہوگا۔اس لیے کہ یہ کھلا جرم ہے اگر کسی عضو یا جسم کا ایک تہائی حصہ یا اس سے زائد تلف ہو تو اس کی آمدنی کے مطابق تاوان عائد ہوگا۔اور اگر آمدنی کا کوئی ذریعہ نہیں ہو تو کیا اس کے مال سے تاوان وصول کیا جائے گا۔یا بیت المال سے تاوان دیا جائے گا۔اس سلسلے میں امام احمد سے دو روایتیں منقول ہیں۔اور اگر طبیب ذمی ہے تو تاوان اس کے مال سے وصول کیا جائے گا۔اور اگر طبیب مسلم ہے تو اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں۔اگر بیت المال نہیں ہے یا بیت المال ہے۔لیکن تاوان برداشت کرنے کی اسے طاقت نہیں کہ اس سے مال لے کر تاوان ادا کر دی جائے۔تو کیا تاوان ساقط ہو جائے گا یا مجرم کے مال سے واجب ہوگا۔اس میں دو صورتیں ہیں مگر مشہور یہی ہے کہ تاوان ساقط ہو جائے گا۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۵۹)

اتفاقات علاج

چوتھی صورت: طبیب ماہر اور اپنے فن میں یکتا ہے، اس نے اپنی فہم وفراست کے مطابق مریض کو نسخہ تجویز کر کے دے دیا۔مریض نے اس کے نسخہ کے مطابق دوا استعمال کی مگر معالجہ صحیح ثابت نہ ہوا، جس کے نتیجہ میں مریض فوت ہو گیا' تو اس سلسلے میں دو روایتیں ہیں، ایک یہ کہ مریض کی دیت بیت المال سے دی جائے گی دوسری یہ کہ

طبیب کی آمدنی کے مطابق تاوان دلایا جائے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے خطأ الامام والحاکم میں اس کا ذکر تفصیل سے کیا ہے۔

ظظظ

(٦٠) فصل

طبیب کی حیثیت

پانچویں صورت: طبیب ماہر فن ہے۔ اور اس کی پریکٹس بھی مکمل ہے۔ اس نے کسی بچہ یا کسی مرد یا کسی پاگل کی رسولی ا کا بغیر اجازت یا اس کے ولی سے اجازت لے کر آپریشن کیا جس سے اس کے عضو کو نقصان پہنچا تو اس سلسلہ میں ہمارے اصحاب کا خیال ہے کہ اسے تاوان دینا ہوگا۔ اس لیے کہ اس نے بلا اجازت یہ عمل کیا اگر بالغ تھا اس نے خود اجازت دی، یا بچے اور مجنون کے ولی نے اجازت دی تو اس صورت میں تاوان واجب نہیں، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس پر مطلقاً تاوان نہ لگایا جائے۔ اس لیے کہ طبیب اس کا خیر خواہ تھا۔ اور محسن لوگوں پر کوئی ذمہ

ا غدود کی طرح جسم میں ایک زیادتی پیدا ہوجاتی ہے۔ جس کو اگر حرکت دیں تو وہ حرکت کرے۔

داری عائد نہیں ہوتی۔ لیکن اگر وہ ظالم ہے تو اس صورت میں ولی کی اجازت کے باوجود بھی اسے تاوان دینا ہوگا۔ اور اگر ظالم نہیں تو تاوان کی کوئی بات نہیں، اگر یہ کہا جائے کہ وہ بلا اجازت کی صورت میں ظالم ہے۔ اور اجازت کے ساتھ اس نے عمل کیا تو ظالم نہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ ظلم وعدم ظلم کا تعلق اس کے عمل ہی سے ہے۔ اس لیے اجازت اور عدم اجازت کا اس میں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ مسئلہ غور طلب ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

(٦١) فصل

طبیب کی تعریف

حدیث میں طبیب کا لفظ ہر ایسے شخص کو شامل ہے۔ جو نسخہ لکھے یا علاج بتلائے جسے فریشین کہتے ہیں۔ اور جو سلائی سے آنکھ کا علاج کرے اسے کحال کہتے ہیں۔ جو نشتر و چاقو اور مرہم کے ذریعہ علاج کرے اسے جراح کہتے ہیں۔ اور استرے کا استعمال کرے تو اسے خاتن کہتے ہیں۔ جو ریز رکا استعمال کرے اسے فاصد کہتے ہیں۔ اور جو سینگی کا استعمال کرے اسے حجام کہتے ہیں۔ اور جو ہڈی بٹھاتا اسے جوڑتا اور پٹی باندھتا ہے، اسے مجبر کہتے ہیں۔ جو داغنے کا

آلہ یا آگ کا استعمال کرتا ہے، اسے کواء کہتے ہیں، اور جو ڈوش کے ذریعہ علاج کرتا ہے۔ اسے حاقن کہتے ہیں۔ خواہ یہ طبیب جانوروں کا ہو یا انسانوں کا ہو غرض طبیب کا اطلاق ان سب پیشوں کے کرنے والوں پر یکساں ہوتا ہے، جیسا کہ اس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اور اس دور میں جو بعض مخصوص کام کرنے والے کو ہی طبیب کہتے ہیں۔ تو یہ اس دور کی اصلاح ہے جیسے کسی عادت کا کسی خاص قوم سے تعلق ہوتا ہے۔

ظظظ

فصل (۶۲)

ماہر فن طبیب

طبیب حاذق اسے کہتے ہیں۔ جو علاج کرنے کے وقت بیس باتوں کی رعایت اپنی نگاہ میں رکھے۔

۱۔ مرض کی نوعیت کی تشخیص وتعیین کہ بیماری کس قسم کی ہے؟

۲۔ اسباب مرض کی جانچ پڑتال کہ بیماری کا سبب کیا ہے۔ اور علت فاعلہ کیا ہے، جس کی وجہ سے یہ بیماری پیدا ہوئی۔

۳۔ مریض کی قوت واستعداد کہ مرض کا مقابلہ کرنے کی اس میں صلاحیت وقوت ہے کہ نہیں اگر مریض میں مرض کو دبا لینے کی صلاحیت موجود ہو، اور اس کا کھلے طور پر اندازہ ہو رہا ہو تو پھر بلا علاج اسے چھوڑ دے، اور دوا دے کر مرض کو خواہ مخواہ ابھارنے اور حرکت میں لانے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔

۴۔ مریض کے بدن کا طبعی مزاج کیا ہے۔

۵۔ مریض کی بیماری کی وجہ سے پیدا ہونے والا غیر طبعی مزاج۔

۶۔ مریض کی عمر کیا ہے؟

۷۔ مریض کی عادت کیا ہے؟

۸۔ مریض کے مرض کے وقت موسم کیسا ہے؟ اور کون سا موسم مریض کے لیے سازگار ہو سکتا ہے۔

۹۔ مریض کی قیام گاہ اور اس کی آب وہوا کیسی ہے۔

۱۰۔ مرض کے وقت ہوا کا کیا حال ہے۔ یعنی کس رخ اور انداز کی ہوا چل رہی ہے۔

۱۱۔ مریض کے علاج کے لیے استعمال ہونے والی دوا کی مخالف دوا کی رعایت۔

۱۲۔ مریض کو استعمال کرائی جانے والی دوا کی قوت اور اس کا درجہ اور اس کے اور مریض کی قوت مرض کا موازنہ۔

۱۳۔ طبیب کے علاج کا مقصد صرف اس علت مرض کا ازالہ نہ ہو، بلکہ اس کا ازالہ ایسے طریقہ پر ہو کہ اس کے بعد کسی دوسرے شدید مرض سے سابقہ نہ پڑے، اگر ایسا ہو کہ مرض کے ازالہ سے کسی دوسرے مرض کے پیدا ہونے کا اندیشہ ہو جو اس سے زیادہ خطرناک ہو تو اس بیماری کو اپنی جگہ پر رہنے دیا جائے البتہ اسے کمزور اور ہلکا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔ جیسے رگوں کے سروں کا مرض اگر اسے کاٹ دیا جائے یا اس کو روک دیا جائے تو اس سے دوسرے کسی شدید اور خطرناک مرض کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۱۴۔ مریض کا علاج آسان سے آسان تر طریقوں سے کرنا چاہیے۔ اس لیے شروع میں غذا کے ذریعہ علاج کی کوشش کی جائے۔ جہاں اس سے کام نہ چلے وہاں دوا کا استعمال کرایا جائے اسی طرح مرکبات ادویہ کی طرف اس وقت تک رخ نہ کیا جائے۔ جب تک کہ مفرد دواؤں سے کام چلتا رہے۔ ماہر طبیب کا کمال یہ ہے کہ وہ دوا کے بجائے غذا سے علاج کرے اور اسی طرح مرکب دوا کے بجائے مفرد دوا سے معالجہ کرے۔

۱۵۔ بیماری پر غور کرے کہ وہ قابل علاج ہے بھی کہ نہیں اگر قابل علاج نہیں ہے تو اس کا علاج کر کے خود کو سوا نہ کرے نہ فن طب کو بدنام کرے۔ اور اگر قابل علاج مرض ہے۔ تو اس پر غور کرے کہ مرض دوا، علاج سے زائل ہو سکتا ہے یا نہیں اگر جان لے کہ اس کا زائل ہونا ممکن نہیں تو غور کرے کہ اس میں تخفیف یا افاقہ ہو سکے گا۔ یا نہیں اگر اس میں کمی یا افاقہ کا امکان نہ ہو تو یہ دیکھے کہ مرض جس حد تک پہنچ گیا ہے۔ اس کو وہیں روکنا ممکن ہے یا نہیں اگر مرض کو روکنے یا زیادتی کو روکنے کا امکان ہو تو علاج کا ارادہ کرے اور مریض کی قوت بڑھائے اور مرض کے مادہ کو کمزور کرے۔

۱۶۔ نضج سے پہلے کسی خلط کو استفراغ کرنے کا ارادہ نہ کرے بلکہ پہلے اس کا نضج کرے مادہ پختہ ہو جائے تو فوراً اس کا استفراغ کرے۔

۱۷۔ معالج کو دل کے امراض اور روح کی بیماریوں اور ان کی دواؤں سے پوری طرح واقفیت ہونی چاہیے۔ یہی بدن کے علاج کے لیے بنیادی چیز ہے۔ اس لیے کہ بدن اور طبیعت کا نفس اور دل سے متاثر ہونا شاہد ہے۔ طبیب جب دل اور روح کی بیماریوں اور ان کے علاج سے پورے طور پر واقف ہوگا' تو درحقیقت وہی کامل طبیب ہے، اور جسے ان باتوں کا علم نہیں اگرچہ اسے طبیعت اور احوال بدن کے علاج میں دسترس حاصل ہو۔ مگر وہ بحیثیت طبیب نیم حکیم ہے۔ ہر ایسا طبیب جو کسی مرض کا علاج کرتا ہو اسے مریض کے دل کی نگرانی اور اس کی اصلاح کرنی چاہیے۔ اور مریض کی روح کی قوت کو صدقہ، بھلائی، اللہ کی طرف توجہ، آخرت سے لگاؤ کے ذریعہ مضبوط کرنا چاہے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو وہ سچ مچ طبیب نہیں ہے۔ بلکہ ایک پیشہ ور معالج ہے جس کا علم بہت محدود ہے۔ مرض کے سلسلے میں سب سے کارگر اور زود اثر علاج خیر و بھلائی ذکر و دعا آہ و زاری، خدا کی طرف توجہ، آخرت کی فکر اور توبہ و استغفار ہے ان چیزوں کا مرض کے دور کرنے میں خاصا اثر ہے۔ ادویہ طبعیہ سے زیادہ ان مذکورہ چیزوں سے شفا حاصل ہوتی ہے۔ لیکن ان چیزوں کا نفع

نفس کی استعداد، قبولیت وعقیدت پر منحصر ہے۔

۱۸۔ مریض کی خیر خواہی، ان کے ساتھ شفقت اور نرم گفتاری سے کام لیا جائے جیسے بچوں کے ساتھ کام لیا جاتا ہے۔

۱۹۔ طبعی اور الٰہی کے مختلف علاجوں میں سے ہر ایک علاج سے کام لینا چاہیے۔ مریض کے خیالات کو بھی مرکوز کرنا ضروری ہے۔ اس لیے کہ مریض کے خیالات وتخیل کو مرض کے ازالہ میں دوا سے کہیں زیادہ تاثیر ہوتی ہے۔ اس لیے ماہر طبیب کی نگاہ ان نفسیاتی امور پر بھی پوری طرح رہنی چاہیے۔ اور ہر وہ راستہ اپنانا چاہیے، جو مریض کے لیے موثر اور کارگر ہو۔

۲۰۔ ہر طبیب کا آئیڈیل یہی ہے کہ وہ علاج اور تدبیر صحت کو چھ باتوں پر مرکوز کر دیا۔

(۱) موجودہ صحت کی حفاظت (۲) فوت شدہ صحت وقوت کی بازیابی امکانی حد تک (۳) اہم فساد کے پیش نظر ادنیٰ فساد کا لحاظ رکھنا (۴) مرض کا ازالہ بحسب الامکان (۵) ادنیٰ مصلحت کے پیش نظر اعلیٰ مصلحت کو ضائع نہ ہونے دینا (۶) حسب الامکان تخفیف مرض ان مذکورہ چھ اصول پر ہی علاج کا مدار ہے۔ جو طبیب ان اصول کی رعایت نہیں کرتا اور ان ذمہ داریوں [ا] کو قبول نہیں کرتا وہ طبیب نہیں۔ "واللہ اعلم"

ظظظ

فصل (۶۳)

مرض کے مختلف درجات

مرض چار دور سے گذرتا ہے۔ ابتدائی، تزائد، انتہائی، انحطاط

طبیب کو ان چاروں دور میں سے ہر ایک دور کی رعایت کرنی ضروری ہے ہر دور کی مناسبت سے اس کے حالات کی رعایت کرتے ہوئے ایسی دوائیں اور تدابیر اختیار کرے جو اس حالت کے لیے درست ہوں چنانچہ جب اسے ابتداء مرض میں محسوس ہو کہ طبیعت فضلات کو حرکت میں لانے اور اس کے نضج کے لیے استفراغ کی محتاج ہے۔ تو فوراً نضج کی تدبیر کرنی چاہیے۔ اور نضج مادہ ہوتے ہی اس کا استفراغ کرنا چاہیے۔ اگر ابتداء مرض اس تحریک کی اجازت کسی خاص وجہ سے نہ دے تو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔ یا مریض کی قوت کمزور ہو اور استفراغ کو برداشت نہ کر سکے یا موسم سرما ہو یا اور کوئی گڑبڑی پیدا ہو گئی ہو تو اسے پوری طرح اس سے بچنا چاہیے۔ بالخصوص ایسی حماقت تزاید مرض کے وقت تو ہرگز نہ کرنی چاہیے۔ اس لیے کہ ایسے موقع پر اگر ایسا کیا گیا تو طبیعت کے لیے دوا میں مشغول ہونے کی وجہ سے الجھن پیدا

[ا] اٰخِیَۃٌ۔ ابیۃ کے وزن پر ہے جس کا معنی ہے حرمت، ذمہ داری یا عود وعروہ کو کہتے ہیں۔ جس سے جانور کو زمین سے باندھتے ہیں۔ کہ وہاں سے نہ

ٹلے، کھوئی رہی۔

ہوجائے گی اور تدبیر اور مقابلہ کر رہا ہو عین اسی وقت دوسری طرف اس کی توجہ بٹ جائے تو پھر اس شہسوار کا کیا حشر ہو گا؟ لیکن یہ ضروری ہے کہ طبیعت کو قوت کی حفاظت میں لگایا جائے ورنہ مریض کی حالت بگڑ جانے کا اندیشہ ہے۔اس لیے امکانی حد تک حفاظت قوت کی جائے۔

جب مرض انتہا کو پہنچ جائے اور اس میں وقوف وسکون پیدا ہو جائے تو اس کے استفراغ کی طرف توجہ کی جائے اور اسباب مرض کو جڑ سے کھودنے کی کوشش کرے اور جب انحطاط کا وقت آ جائے تو یہ اور بھی ضروری ہو جاتا ہے،اس کی مثال اس دشمن کی سی ہے۔جس کی قوت ختم ہو جائے اور وہ بالکل نہتا ہو تو اس کا گرفتار کرنا آسان ہوتا ہے اور جب وہ بھاگ نکلے تو اس وقت گرفتاری اور اسے پکڑنے کے لیے اور بھی آسانی ہوگی کیونکہ ابتداء ہی میں اس کی قوت، حملے کے خطرات اور تیزی کے پیش نظر زیادہ ہوتی ہے۔یہی حال مرض کے استفراغ اور اس کی قوت کا ہے۔

ظظظ

فصل (۶۴)

طریقہ علاج پر ایک بحث

ماہر طبیب تو وہی ہے۔جو آسان ترین طریقہ علاج اختیار کرے کسی مشکل طریقہ علاج کی طرف اس کا رجحان نہ ہو۔ ہلکے علاج سے قوی علاج کی طرف بتدریج چلنا چاہیے۔ جہاں مریض کو قوت ختم ہونے کا اندیشہ ہو۔وہاں علاج کی ابتداء قوی ترین طریقہ سے کرنا چاہیے معالجہ میں ایک ہی انداز پر نہیں رہنا چاہیے۔ کہ کہیں طبیعت دوا کی خوگر نہ ہو جائے۔اور علاج دوا کے طریقہ سے متاثر ہی نہ ہو۔معالج کو موسم کی سختی دیکھتے ہوئے۔قوی ادویہ تجویز نہ کرنی چاہیے۔بلکہ ممکن حد تک علاج بالغذاء سے کام لے شروع میں دوا کو ہاتھ بھی نہ لگائے اگر طبیب کو شک ہے کہ مرض حار ہے۔یا بارد تو جب تک یہ بات طے نہ ہو جائے علاج میں پیش قدمی نہ کرے۔اور جس دوا کا نتیجہ معلوم نہ ہو۔یا اس کے اچھے برے کا اسے تجربہ نہ ہو۔اس کو ہرگز استعمال نہ کرا دے۔اور اگر ضرر کا اندیشہ نہ ہو تو تجربہ کرنے میں کوئی حرج نہیں۔

اگر کئی بیماریاں ایک ساتھ ہوں تو ابتداءً اس کا علاج کرے جس میں حسب ذیل تین باتوں میں سے کوئی خاص طور پر نہ ہو۔اول یہ کہ دوسرے مرض کا اچھا ہونا اس کے اچھے ہونے پر موقوف ہو۔مثلاً ورم وزخم تو اس میں ورم کا علاج پہلے کیا جائے۔

دوسرے یہ کہ ایک مرض دوسرے مرض کا سبب ہو جیسے سدہ اور حمی عفنہ اس میں ازالہ سبب سے علاج شروع کرنا چاہیے۔

تیسرے یہ کہ ایک مرض دوسرے کے مقابلہ میں اہم ہو، جیسے حاد و مزمن تو اس میں حاد کا علاج پہلے کرنا چاہیے۔ مگر اس کے ساتھ ہی دوسرے سے بے خبر نہ ہو اور جب مرض و عرض ایک ساتھ جمع ہوں تو مرض سے ابتدا ہونی چاہیے۔ ہاں اس صورت میں جبکہ عرض مرض سے قوی تر ہو۔ جیسے قولنج ا کہ اس میں درد کو پہلے ختم کیا جائے پھر سدے کا علاج کیا جائے اگر یہ ممکن ہو کہ معالجہ بذریعہ استفراغ کے بجائے مریض کو بھوک روزہ یا نیند سے سکون ہو جائے تو ہرگز استفراغ نہ کیا جائے۔ اور اگر صحت کی حفاظت پیش نظر ہو تو حفاظت بالمثل کی جائے۔ اور اگر انتقال مرض بہتر ہو تو کسی مخالف دوا سے اس کو منتقل کر دیا جائے۔

ظظظ

(۶۵) فصل

متعدی امراض اور متعدی مریضوں سے بچنے کے بارے میں ہدایات نبوی

صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہما سے حدیث مروی ہے۔

اَنَّہٗ کَانَ فِیْ وَفْدِ ثَقِیْفٍ رَجُلٌ مَجْذُوْمٌ فَاَرْسَلَ اِلَیْہِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِرْجِعْ فَقَدْ بَایَعْنَاکَ ا

بنو ثقیف کی طرف سے جو وفد آپ کے پاس آیا تھا اس میں ایک مجذوم شخص تھا آپ نے اس کو کہلا بھیجا اب تم لوٹ جاؤ ہم نے تم سے بیعت کر لی اب رکنے کی ضرورت نہیں۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ کی حدیث تعلیقاً نقل کی ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ فِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ کَمَا تَفِرُّ مِنَ الْاَسَدِ ۲

ا قولنج آنت کی بیماری ہے۔ جس میں نہایت شدید درد ہوتا ہے۔ پاخانہ یا ریاح کا نکلنا اس مرض میں دشوار ہوتا ہے۔

ا امام مسلم نے ۲۲۳۱ فی السلام باب اجتناب المجذوم ونحوہ کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۲ امام بخاری نے ۱۰ / ۱۳۲ فی الطب باب الجذام میں بیان کیا ہے جو یوں ہے "عن عفان عن سلیم بن حیان عن سعید بن میناء قال سمعت اباھریرۃ یقول قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ ولا صفر وفر من المجذوم کما تفر من الأسد ابو ہریرہ کو میں نے کہتے سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، چھوت چھات، فال، مردوں کی روح اور صفر کی نحوست کچھ نہیں ہے، اور مجذوم سے اس طرح دور رہو جیسے شیر سے دور رہتے ہو۔

حافظ ابن حجر نے فرمایا کہ عفان مسلم الصفار کے لڑکے اور امام بخاری کے اساتذہ میں سے ہیں۔لیکن امام بخاری نے ان کی اکثر احادیث بالواسطہ بیان کی ہیں۔اور بخاری کی یہ حدیث ان معلقات میں سے ہے۔جس کا وصل انہوں نے کسی دوسری جگہ نہیں کیا،ابونعیم کا خیال ہے کہ انہوں نے بلا روایت کے تخریج کردی ہے۔یہ حدیث ابن صلاح کے طریق سے موصول ہے۔ابونعیم نے اسے ابوداؤد طیالسی کے طریق سے موصول کیا ہے،اور ابوقتیبہ مسلم بن قتیبہ کے طریق سے اور ان دونوں نے سلیم بن حیان عفان کے شیخ سے لیا ہے۔عمرو بن مرزوق کے طریق سے بھی تخریج کی ہے۔لیکن یہ تخریج بھی سلیم سے موقوف ہے۔اس کی تخریج اسماعیلی نے نہیں کی ہے۔ابن خزیمہ نے بھی اسے موصول قرار دیا ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مجذوم سے دور ہو جیسا کہ تم شیر سے خود کو دور رکھتے ہو۔

سنن ابن ماجہ میں ابن عباس سے روایت ہے کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ لَا تُدِیْمُوا النَّظَرَ اِلَی الْمَجْذُوْمِیْنَ ۱؎

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا مجذومیوں کی طرف ٹکٹکی باندھ کر برابر دیکھتے نہ رہو۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت ابوہریرہ سے حدیث مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُوْرِدَنَّ مُمْرِضٌ عَلٰی مُصِحٍّ ۲؎

ابوہریرہ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی مرض پیدا کرنے والا کسی تندرست کے پاس نہ ٹپک پڑے۔

آپ کے بارے میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ

کَلَّمَ الْمَجْذُوْمَ وَبَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ قِیْدُ رُمْحٍ اَوْ رُمْحَیْنِ ۳؎

۱؎ ابن ماجہ نے ۳۵۴۳ فی الطب میں باب الجذام کے تحت اور احمد نے نمبر ۲۰۷۲ میں نقل کیا ہے۔اس کی سند قوی ہے۔

۲؎ امام بخاری نے ۱۰/۲۰۶ فی الطب کے باب لا ھامۃ و باب لا عدوی میں اس کو ذکر کیا ہے۔اور امام مسلمؒ نے ۲۲۲۱ فی السلام کے باب لا عدوی و لا طیرۃ میں اس کو نقل کیا ہے۔ممرض: ایسا شخص جس کا کوئی اونٹ بیمار ہو۔مصح جس کے اونٹ تندرست ہوں۔

۳؎ اس حدیث کی تخریج عبداللہ امام احمد نے ۱/۷۸ میں حدیث علی کے تحت کیا ہے،اس کی سند میں فرج بن فضالہ نام کا ایک راوی ضعیف ہے۔ہیثمی نے "مجمع" ۵/۱۰۱ میں اس حدیث کو نقل کیا اور فرج بن فضالہ کی وجہ سے اس کو معلل قرار دیا۔اسی باب میں ابویعلیٰ طبرانی کے نزدیک حسین بن علی کی بھی روایت پائی جاتی ہے۔ابویعلیٰ کی سند میں فرج بن فضالہ اور طبرانی کی سند میں یحییٰ حمانی ضعیف راوی ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

آپ نے مجذوم سے گفتگو فرمائی آپ اور اس جذامی کے مابین ایک یا دو نیزہ کا فاصلہ تھا۔

جذام۔ایک خراب بیماری ہے۔جو بدن میں مرۃ سودا کے پھیلنے سے پیدا ہوتی ہے۔جس سے سارا بدن خراب ہو جاتا ہے۔تمام اعضاء کا مزاج اس کی شکل وصورت بگڑ جاتی ہے۔اور جب یہ بیماری عرصہ تک رہ جاتی ہے۔تو اس کے تمام اعضاء سڑ گل جاتے ہیں۔اور ریختہ ہونے لگتے ہیں اسے داء الاسد کہتے ہیں۔۱؎

اطباء اس کے داء الاسد رکھنے کی تین وجہیں بتاتے ہیں۔

اول۔یہ بیماری کثرت سے شیر کو ہوتی ہے۔

دوم۔اس بیماری کی وجہ سے مریض کا چہرہ بگڑ جاتا ہے۔اور اس کی شکل شیر کے رنگ و روپ کی ہو جاتی ہے۔
سوم۔جو اس کے پاس جاتا ہے، اسے پھاڑ کھاتا ہے۔یا جو اس سے قریب ہوتا ہے۔اس کی بیماری کی وجہ سے اس میں شگافتگی ہوتی ہے۔

اطباء کے نزدیک یہ بیماری متعدی اور نسلی طور پر وراثتاً چلنے والی ہے۔اور جو آدمی مجذوم کے قریب رہتا ہے۔یا مسلول کے قریب رہتا ہے۔وہ اس کے سانس کے اثر سے متاثر ہو کر اس بیماری میں مبتلا ہو جاتا ہے۔اسی لیے پیغمبر خدا علیہ السلام نے امت پر کمال شفقت اور غیر معمولی جذبہ خیر خواہی کی وجہ سے امت کے ہر فرد کو ایسے اسباب اختیار کرنے سے منع فرمایا، جن سے امت کا کوئی فرد، فساد و عیب جسمانی و قلبی میں مبتلا ہو جائے، یہ ظاہر بات ہے کہ

ﻫﻰ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ اس بیماری کو داء الاسد بھی کہتے ہیں۔اس لیے کہ اس بیماری کی وجہ سے بیمار کا چہرہ شیر کی طرح ہو جاتا ہے۔کیونکہ اس بیماری کی وجہ سے چہرے پر چھوٹے چھوٹے ورم اور گڑیاں رونما ہوتی ہیں۔اس بیماری میں اطراف کے اعصاب کے ضائع ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔اس طرح مریض کے اطراف بالا و زیریں کی قوت حس ابتداء ختم ہو جاتی ہے، پھر رفتہ رفتہ انگلیاں کٹ کر گرنے لگتی ہیں۔یہ معتدی امراض میں سے ہے۔اس کا تعدیہ سانس کے ذریعہ عرصہ تک ساتھ رہنے کی وجہ سے ہو جاتا ہے۔اور اب تو تمام جذام کے مریضوں کو مخصوص اسپتالوں میں رکھا جاتا ہے۔تاکہ اس مرض کی روک تھام کی جاسکے۔اور مرض زیادہ نہ پھیل سکے۔

کبھی بدن میں اس بیماری کے قبول کرنے کی صلاحیت و استعداد موجود ہوتی ہے۔اور وہ اسی استعداد و آمادگی کی بنیاد پر بیماری کا شکار ہو جاتا ہے۔کبھی ایسا بھی ہوتا ہے طبیعت میں غیر معمولی سرعت انفعال اور اس میں قریب اور متصل رہنے کی وجہ سے جسم کی اچھائی برائی قبول کرنے کی صلاحیت موجود ہوتی ہے۔اس لیے کہ طبیعت نقال واقع ہوئی ہے۔کبھی ذہن پر اسی کا خوف و خطرہ اس طرح مسلط ہو جاتا ہے۔اور ہر وقت واہمہ اس خطرہ کو سامنے لاتا رہتا ہے۔اور یہی واہمہ اس بیماری کا سبب بن جاتا ہے اس لیے کہ وہم اعضاء اور طبیعتوں پر اثر انداز ہوتا ہے۔اور ہمیشہ غالب رہتا ہے۔کبھی بیمار کے سانس کی بو تندرست تک پہنچتی ہے۔تو اسے بیمار کر دیتی ہے۔ہمارا مشاہدہ ہے کہ بعض بیماریاں صرف مریض کی سانس سے تندرست کو مریض بنا دیتی ہیں اور تعدیہ کے اسباب میں سے ہوا بھی ایک سبب ہے۔ان سب کے باوجود بدن میں متاثر و منفعل کرنے والی استعداد اور اس استعداد کے قبول کرنے کی صلاحیت کا ہونا ایک مسلمہ حقیقت ہے۔اس لیے کہ حدیث میں مذکور ہے کہ:

قَدْ تَزَوَّجَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِمْرَأَۃً فَلَمَّا اَرَادَ الدُّخُوْلَ بِهَا وَجَدَ بِکَشْحِهَا بَیَاضًا فَقَالَ اِلْحَقِیْ بِأَهْلِکِ ۱

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عورت سے شادی کی جب آپ نے اس کے ساتھ مباشرت کا ارادہ فرمایا تو آپ نے اس کے پہلو پر ایک سفید داغ دیکھا آپ نے فوراً فرمایا کہ تم اپنے لوگوں میں چلی جاؤ۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ احادیث رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دیگر احادیث کے معارض ہے، جو اس کا

ابطال کرتی ہیں، مثلاً حضرت جابر ۲؎ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث ہے جس کو ترمذی نے روایت کیا ہے۔

۱؎ احمد نے ۳/ ۴۹۳ میں حدیث کعب بن زید یا زید بن کعب کے تحت نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں جمیل بن زائد طائی ہیں جن کو بہتوں نے ضعیف قرار دیا، دیکھئے تعجیل المنفعة

۲؎ درحقیقت حدیث عبداللہ بن عمر غلط ہے۔ سنن ترمذی ۱۸۱۸ فی الاطعمہ کے باب (حاشیہ جاری)

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَخَذَ بِیَدِ مَجْذُوْمٍ فَاَدْخَلَھَا مَعَہٗ فِی الْقَصْعَۃِ وَقَالَ قُلْ بِسْمِ اللّٰہِ ثِقَۃً بِاللّٰہِ وَتَوَکُّلًا عَلَیْہِ۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذوم کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے کھانے کی پلیٹ میں لگا کر فرمایا کہ خدا کا نام لے کر اس پر اعتماد اور بھروسہ کرتے ہوئے کھاؤ۔

دوسری حدیث صحیح بخاری میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ لَا عَدْوٰی وَلَا طِیَرَۃَ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چھوت چھات اور پرند فالی اسلام میں ممنوع ہے۔

ہم کہتے ہیں کہ خدا کے فضل سے احادیث صحیحہ کے درمیان کوئی تعارض ہی نہیں اس لیے کہ اگر تعارض ہوتا تو کہا جائے گا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو حدیثوں میں سے ایک یا تو وہ اللہ کے رسول سے ثابت ہی نہیں لیکن راویوں سے باوجود ثقہ ہونے کی غلطی ہوگئی، اس لیے کہ ثقہ سے بھی تسامح ہوسکتا ہے۔ یا دونوں حدیثوں میں سے ایک حدیث دوسری کی ناسخ ہو اگر نسخ تسلیم کرلیا جائے یا سامع کی فہم وادراک کی بنیاد پر تعارض معلوم ہوتا ہے جو رسول خدا کے خود کلام میں نہ ہو تو ان تینوں صورتوں میں سے کوئی نہ کوئی صورت ضرور ہوگی۔

اس لیے کہ ایسی دو صریح صحیح متناقض حدیثیں جو ایک دوسرے کے لیے ناسخ ومنسوخ نہ ہوں پورے ذخیرۂ احادیث میں نہیں پائی جاتیں، خدانخواستہ اسی نبی صادق ومصدوق کے کلام میں جن کی زبان مبارک سے کبھی حق و صداقت کے علاوہ کوئی دوسری بات نہیں نکلی حقیقت میں سارا قصور منقول کے رتبہ کے نہ سمجھنے اور صحیح ومعلول کے درمیان تمیز نہ ہونے کی ہونے کی

"گزشتہ سے پیوستہ" ماجاء فی الاکل مع المجذوم کے تحت یہ حدیث مذکور ہے۔ ابوداؤد نے ۳۹۲۵ فی الطب کے باب الطیرۃ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۴۲ فی الطب کے باب الجذام میں نقل کیا ہے یہ ساری حدیث جابر بن عبداللہ سے ماخوذ ہیں۔ اس کی سند میں مفضل بن فضالہ راوی ضعیف ہے۔ اس حدیث کو محدثین نے مناکیر میں شمار کیا ہے اور مصنف نے بھی اس کی تضعیف کی ہے۔ جو آگے آئے گی۔

وجہ سے ہے۔ یا رسولِ خدا کے مفہوم ومراد کو نہ سمجھنے کی بنیاد پر ہے، یا پیغمبر کی گفتار کو آپ کے قصد کے علاوہ سے تعبیر کرنے سے ہوا یا یہ دونوں ہی باتیں ہوں اور اسی کی وجہ سے اختلاف وفساد پیدا ہوا ہو۔

ابن قتیبہ نے اپنی کتاب "اختلاف الحدیث" میں دشمنان حدیث اور محدثین کی حکایت بیان کی ہے کہ لوگوں نے کہا تم لوگوں نے پیغمبر خدا سے دو متناقض حدیثیں روایت کی ہیں۔ ایک طرف تو یہ حدیث لا عدویٰ ولا طیرۃ

ہے دوسرے یہ کہ آپ سے کہا گیا کہ حضور والا ابتدائی خارش کے آبلے اونٹ کے ہونٹ پر پڑتے ہیں۔جس سے دوسرے اونٹ کو چھوت لگ جاتی ہے۔اور وہ بھی خارشی ہو جاتا ہے آپ نے فرمایا کہ دنیا میں سب سے پہلا اونٹ جو خارشی تھا اس کو کس کی چھوت لگی تھی [1]۔یہ حدیثیں چھوت چھات، عدویٰ کے غلط ہونے کے سلسلہ میں تھیں، دوسری طرف تم نے روایت کی۔

لَا يُورِدُ ذُوْعَاهَةٍ عَلٰى مُصِحٍّ وَفِرَّ مِنَ الْمَجْذُوْمِ فِرَارَكَ مِنَ الْاَسَدِ۔

کہ تندرست کے پاس بیمار کو نہ پھٹکنے دو۔اور مجذوم سے اس طرح بھاگو جیسے شیر سے دور بھاگتے ہو۔

اور یہ روایت بھی کہ حضور اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس ایک مجذوم بیعت اسلام کے لیے آیا۔آپ نے اسے بیعت کا پروانہ عطا کر کے فرمایا کہ بس اب تمہیں رکنے کی ضرورت نہیں فوراً واپس چلے جاؤ اسے خدمت میں حاضری کی اجازت نہ دی۔دوسری جگہ فرمایا۔

اَلشُّوْمُ فِی الْمَرْاَةِ وَالدَّارِ وَالدَّابَّةِ۔ [2]

نحوست عورت، گھر اور چوپائے میں ہوتی ہے۔

---

[1] امام احمد نے ۲/ ۳۲۷ میں حدیث ابوہریرہ سے اس کی تخریج کی ہے، اس کی اسناد صحیح ہے۔

[2] امام مالک نے اس کی تخریج ۲/ ۹۷۲ میں اور بخاری نے ۹/ ۱۱۸ میں فی النکاح کے باب مایتقی من شوم المرأۃ کے تحت کیا ہے، مسلم نے ۲۲۲۵ فی السلام کے باب الطیرۃ والفال و ما یکون فیہ من الشوم کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔ترمذی نے ۲۸۲۵ میں حدیث عبداللہ بن عمر سے تخریج کی ہے۔بخاری کی تخریج میں (حاشیہ جاری)

یہ ساری احادیث ایک دوسرے کے معارض ومتناقض ہیں۔

ابومحمد نے بیان کیا کہ آیئے سمجھئے اس میں اختلاف نہیں ہے۔اس لیے کہ ان احادیث کے معنی ہیں، وقت اور مقام کی رعایت کی گئی ہے تو جب اس کے مقام ووقت کو مدنظر رکھا جائے گا تو اختلاف خودبخود ختم ہو جائے گا۔

چھوت دو طرح کی ہوتی ہے۔

(۱) جذام کی چھوت مجذوم کی سانس کی بدبو کی شدت سے جو آدمی مجذوم کے ساتھ رہتا ہے، یا وہ عورت جو مجذوم کے نکاح میں ہو۔ایک ہی بستر میں مجذوم کے ساتھ سوتی بیٹھتی ہے تو وہ بیماری اس پر بھی اثر کر جاتی ہے۔بسا اوقات دیکھنے میں آیا کہ اس کے اثر سے اس کو بھی جذام ہو گیا، ایسے ہی اس کے بڑھاپے کے وقت میں ان کی اولاد کو بھی یہ بیماری اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔اسی طرح جس کو سل، دق یا خارش کا مرض لاحق ہو۔اسی لیے اطباء مسلول و مجذوم کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے سے منع کرتے ہیں، اس کو یہ لوگ چھوت نہیں کہتے بلکہ اسے تبدیلی ہوا سے

"گذشتہ سے پیوستہ" الفاظ یوں ہیں۔اِنْ کَانَ الشُّوْمُ فِی شئی ففی الدار و المرأۃ و الفرس کہ اگر نحوست کسی چیز میں ہو سکتی ہے تو گھر، عورت اور گھوڑے میں ہے، بخاری نے اس کی تخریج ۹/ ۱۱۸ میں مالک نے ۲/ ۹۷۲ میں مسلم نے ۲۲۲۶ میں سھل بن سعد ساعدی کی حدیث سے کی ہے جس کے

الفاظ یوں ہیں۔ان کان الشوم فی شیٍ ففی الفرسِ والمراۃِ والمسکن اوراس کی تخریج امام مسلم نے ۲۲۲۷ میں حدیث جابر سے یوں کی ہے۔ان کان فی شی ففِی الرَّبعِ وَالْخَادِمِ وَالْفَرسِ۔ابن جوزی نے لکھا ہے کہ حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ اگر کوئی چیز ڈرنے کی ہوتی جس کی وجہ سے شرادر نحوست ہوتی تو یہ تمام چیزیں ہوتیں اس انداز پر نہیں جو عدوئی اور طیرۃ کے سلسلہ میں جاہلیت کے معتقدات تھے تقدیر اسباب میں تاثیر پیدا کرتی ہے۔خطابی نے لکھا ہے کہ انسان عموماً گھر سے بے نیاز نہیں ہو سکتا نہ معاشرت زوجہ سے الگ رہ سکتا ہے اور نہ گھوڑے کی سواری اور اسے اپنے پاس رکھنے سے بے نیاز ہو سکتا ہے۔ان تینوں پر بعض اوقات ناپسندیدہ باتیں پیش آتی رہتی ہیں۔اس لیے شوم و یمن کی نسبت ان کی طرف کردی گئی ہے۔محل وظرف کے اعتبار سے گو کہ اس کا صدور قضاء الٰہی سے ہوتا ہے۔عبدالرزاق نے اپنی مصنف میں معمر سے نقل کیا کہ میں نے ان سے اس کی تفسیر کرتے ہوئے سنا کہ وہ کہتے تھے، کہ عورت کی نحوست بانجھ ہونا گھوڑے کی نحوست جہاد کے لیے نہ نکلنا اور گھر کی نحوست برا پڑوسی کا ملنا ہے تفصیل کے لیے دیکھئے فتح الباری ۶/ ۴۵، ۴۸۔

تعبیر کرتے ہیں۔اسی لیے جس کے ناک میں اس کی ہوا برابر پہنچتی رہتی ہے۔وہ اس مرض کا شکار ہو جاتا ہے۔اور اطباء برکت ونحوست پر اعتقاد نہیں رکھتے اسی طرح اونٹوں کا خارشی ہونا کہ ان کو جو بیماری ہوتی ہے، وہ تر قسم کی خارش ہے۔ جب ایک اونٹ دوسرے سے ملتا ہے، اور اسے رگڑتا ہے۔یا اونٹ کے باندھنے کی جگہ میں رہتا ہے۔تو تری کی وجہ سے اونٹ کے زخم سے جو رطوبت رستی ہے۔دوسرے اونٹ تک پہنچتی ہے۔اور اس سے وہ آبلہ پیدا ہو جاتا ہے۔جو خارش زدہ اونٹ میں تھا۔آپ کے فرمان کا یہی مقصد ہے۔

لَایُورِدُذُوْعَاھَۃٍعَلٰی مُصِحٍّ۔

کہ بیمار کو صحت مند کے پاس پھٹکنے نہ دو۔

بیمار کا صحت مند کے ساتھ گھل مل کر رہنا آپ کو ناپسند تھا کہ کہیں اس کو اس کی رطوبت متاثر نہ کردے اور خارش یا آبلہ کا شکار نہ ہو جائے۔

چھوت کی دوسری قسم طاعون ہے۔جو کسی آبادی میں پیدا ہوتا ہے تو چھوت کے اندیشہ سے اس شہر کو لوگ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے ہیں۔اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِذَا وَقَعَ بِبَلَدٍ وَّ اَنْتُمْ بِهٖ فَلَا تَخْرُجُوْا مِنْهُ وَ اِذَا کَانَ بِبَلَدٍ فَلَا تَدْخُلُوْهُ۔

جب کسی شہر میں طاعون پھیل جائے اور پہلے سے تم وہاں موجود ہو، تو چھوت کے اندیشہ سے وہاں سے نہ نکل بھاگو اور اگر کہیں طاعون کی وباء سننے میں آئے تو اس جگہ تم نہ جاؤ۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس شہر سے جس پر یہ وبا مسلط ہے بھاگ نکلو تو کیا تم بھاگنے سے تقدیر الٰہی سے نجات پا جاؤ گے اور جس شہر میں یہ ہو اس میں داخل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے جہاں طاعون نہیں ہے۔وہاں تم بڑے سکون واطمینان سے ہو وہاں روزی بھی میسر ہے۔اسی طرح کی حدیث کہ عورت کی نحوست اور گھر کی نحوست بھی ہے کہ آدمی کو اس کے آنے کے بعد اگر کوئی حادثہ پیش آجائے تو فوراً کہہ اٹھتا ہے کہ یہ اسی کی نحوست کا نتیجہ ہے۔آپ کے فرمان ''لاعدوی'' ا۔ سے مراد اسی قسم کا عدوی ہے۔

ایک دوسری جماعت نے کہا کہ آپ کا مجذوم وغیرہ سے بچنے کا حکم بطور استحباب واختیار کے ہے۔اور ان

کے ساتھ آپ کا کھانا جواز کے لیے ہے۔ اور اس بات کو ظاہر کرنے کے لیے کہ یہ کوئی حرام اور ناجائز کام نہیں ہے۔

ایک اور جماعت نے یہ بیان کیا کہ ان دونوں خطاب سے آپ کا مقصد جزئی ہے نہ کہ کلی ان دونوں میں جو جس حکم کے مناسب تھا، اس کو پیغمبر خدا نے اسی حکم کے ساتھ مخاطب فرمایا بعض لوگوں میں ایمان واعتقاد کی قوت غیر معمولی ہوتی ہے۔ اور خدا پر ان کا توکل بھی غیر معمولی ہوتا ہے۔ یہی اعتقادی وتوکلی قوت ان میں قوت دفاع پیدا کرتی ہے۔ جس کی وجہ سے چھوت کا کچھ اثر نہیں ہوتا اسی طرح طبیعت کی غیر معمولی قوت مرض کی طاقت کا مقابلہ کر کے اس کو ختم کر دیتی ہے۔

اس کے برعکس بعض لوگ اس پر قدرت نہیں رکھتے کہ اس کا دفاع کر کے اس کو جڑ سے ختم کر دیں۔ اسی لیے ان دونوں احکام میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے افراد امت کی ہر طرح حفاظت فرمائی ہے، تا کہ امت اپنے لیے آسان طریقہ اور مناسب راستہ اختیار کرے یہ دونوں احکام بالکل صحیح ہیں۔ ایک مومن قوی کے لیے اور دوسرا طریقہ تحفظ کا ضعیف الاعتقاد مومن کے لیے ہے۔ یعنی جو مومن کہ اس کا ایمان واعتقاد مضبوط اور توکل الٰہی کی قوت غیر معمولی ہے۔ اس کے لیے یہ قوت اعتقادی وتوکلی ہی کافی ہے۔ لیکن جس کا اعتقاد کمزور اور توکل کی قوت اس میں معمولی ہو اس کو احتیاط وتحفظ کی راہ اختیار کرنی چاہیے تا کہ ان دونوں گروہوں میں سے ہر ایک کے لیے سنت سے تمسک اور حکم رسول اللہ سے تعلق کی راہ باقی رہے، اس کو یوں سمجھئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے داغ لگوایا اور اس سے اجتناب کرنے والوں کی تعریف کی اس کا چھوڑنا توکل کی بنیاد پر تھا، اسی طرح آپ نے طیرہ کو بھی ناپسند فرمایا اس طرح کی بے شمار

ا۔ تاویل مختلف الحدیث ص ۱۰۲، ۱۰۴۔

مثالیں ملیں گی، یہ ایک عمدہ طریقہ فہمائش ہے۔ جس نے اسے اختیار کر لیا اس کا پورا حق ادا کر دیا اسے خدا کی طرف سے سمجھ عطا ہوئی، اسے خوب سمجھا اور ان تمام تعارضات کو اس کے سامنے آئے سنت صحیحہ کی روشنی میں اس کو دور کیا۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس سے بچنا اور دور بھاگنا انسانی فطرت ہے، ہمیشہ انسان طبعی طور پر ملامست، مخالطت اور سانس کی بدبو کے صحیح وتندرست کی طرف انتقال کرنے کو بیماری تسلیم کرتا ہے جو اکثر باہمی میل جول، ملنے جلنے سے پیدا ہوتی ہے اور آپ کا کچھ دیر معمولی مقدار مجذوم کے ساتھ کھانا کسی ضروری مصلحت کے پیش نظر تھا اس میں کچھ حرج نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ چھوت ایک مرتبہ یا ایک سکنڈ کی مخالطت سے نہیں ہوتی۔

اس لیے کہ آپ کا یہ فرمانا اس کے ذریعہ عدوی کو روکنے اور صحت کی حفاظت کے لیے ہے۔ اور آپ کا میل جول کسی ضرورت ومصلحت کے تقاضے کی بنیاد پر تھا۔ لہٰذا ان دونوں احکام کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔

ایک دوسری جماعت نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے جس مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا ممکن ہے۔ کہ اس کا جذام اس حالت یا اس قسم کا رہا ہو جس کا اثر نہ ہوتا ہو۔ اس لیے کہ تمام جذام ایک جیسے نہیں ہوتے اور نہ ان سے چھوت ہوتی ہے، بلکہ بعض جذامی کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا نقصان دہ نہیں ہوتا ہے، اور نہ اسے چھوت ہوتی ہے یعنی وہ ابتدائی مرحلہ میں ہو، یا اس کا جذام آگے نہ بڑھا ہو۔ بلکہ جہاں جس حال میں ہو اسی پر برقرار رہا اور جسم کے باقی

اجزاء تک سرایت نہ کر سکا ہو، تو جب وہ جسم کے بعض حصوں تک محدود ہو کر رہ گیا ہو، اور اس کا اثر ممتد نہ ہو سکا جو لوگ اس کے ساتھ انھیں بیٹھیں ان پر اس کا اثر کیسے ہو سکتا ہے؟

ایک تیسری جماعت کا خیال ہے کہ دور جاہلیت میں یہ عقیدہ تھا کہ تعدیہ جن امراض میں ہوتا ہے، وہ چھوت بالطبع ہے۔ خالق کائنات سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا اس عمل سے اس غلط اعتقاد کا ابطال مقصود تھا، چنانچہ آپ نے مجذوم کے ساتھ کھانا کھایا تا کہ سب پر یہ بات واضح ہو جائے کہ خدائے پاک ہی مریض کرتا ہے۔ اور وہی شفاء دیتا ہے۔ اور مجذوم سے ملنے جلنے اور قریب ہونے سے جو روکا یہ اس لیے تا کہ واضح ہو جائے کہ اس خیر کو خدا نے ان کے مسببات کی جانب مفضی بنا رکھا ہے، آپ کی اس ممانعت میں اسباب کا اثبات ہے، اور آپ کے اس فعل میں اس بات کی وضاحت ہے کہ یہ چیز کسی کے ساتھ مستقل طور پر نہیں ہوتی بلکہ جب اللہ تعالیٰ چاہے۔ اس کی قوت کو سلب کر لے پھر ساری تاثیر ختم ہو جائے اور جب چاہے تو اس کی تاثیر باقی رکھے جو پورے طور پر اثر انداز ہو۔

ایک اور جماعت نے بیان کیا کہ ان تمام احادیث میں کچھ ناسخ اور کچھ منسوخ ہیں۔ اس لیے ان کی تاریخ پر پہلے نظر کی جائے گی، اگر ایک حدیث دوسری سے متاخر ہو تو یہ تسلیم کر لیں کہ پہلی منسوخ اور دوسری ناسخ ہے۔ ورنہ پھر ہمیں خاموش رہنا پڑے گا۔

ایک دوسری جماعت کا خیال ہے کہ ان احادیث میں سے بعض [illegible] ط اور بعض غیر [illegible] ط ہیں اور ''لا عدوی'' والی حدیث میں کلام کرتے ہوئے کہا کہ اس حدیث کو شروع میں ابو ہریرہ نے روایت کیا مگر انھیں بعد میں کچھ شک ہوا کہ میں نے جو بیان کیا ہے۔ وہ درست ہے یا نہیں، اس لیے آپ نے اس حدیث کو بیان کرنا چھوڑ دیا، لوگوں نے ان کی طرف رجوع کر کے دریافت کیا کہ ہم نے آپ کو یہ حدیث بیان کرتے ہوئے سنا ہے کیا آپ اسے بیان کرتے ہیں؟ انہوں نے اس کے بیان کرنے سے انکار کیا۔

اس لیے ابو سلمہ نے بیان کیا کہ مجھے پتہ نہیں کہ ابو ہریرہ بھول گئے یا دونوں حدیثوں میں سے کوئی ایک حدیث منسوخ اور دوسری ناسخ ہو گئی۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مجذومی کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پلیٹ میں اپنے ساتھ اس کو داخل کیا ایسی حدیث ہے جس کا نہ ثبوت ہے اور صحت ہے اور ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں کہا کہ یہ حدیث غریب ہے۔ اس کی نہ تصحیح کی اور نہ تحسین اور شعبہ وغیرہ نے کہا کہ ان غرائب سے بچنا ضروری ہے، ترمذی نے کہا کہ اس سلسلہ میں حضرت عمر ؓ کا فعل ذکر کیا گیا ہے۔ جو زیادہ ثابت ہے۔ اس سلسلے میں یہ دونوں حدیثیں جن کا احادیث نہی سے معارضہ کیا گیا ہے۔ ان میں سے ایک حدیث جس سے حضرت ابو ہریرہ کا رجوع اور انکار موجود ہے۔ اور دوسرے کی صحت بھی معرض بحث ہے ''کتاب الفتوح'' اھ میں اس مسئلہ پر پورے طور پر تفصیل کے ساتھ بحث کی ہے۔

ظ ظ ظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

(۲۶) فصل

محرمات سے علاج پر پابندی کے بارے میں ہدایت نبوی

ابوداؤد نے اپنی سنن ابوداؤد میں حدیث ابودرداء کا یوں ذکر کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ الدَّاءَ وَالدَّوَاءَ وَجَعَلَ لِکُلِّ دَاءٍ دَوَاءً فَتَدَاوَوْا وَلَا تَدَاوَوْا بِالْمُحَرَّمِ۔ ۲ے

ابودرداء نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ خدا نے بیماری اور اس کی دوا دونوں ہی نازل فرمائی ہیں اور ہر بیماری کے لیے دوا بھیجی اس لیے دوا کرو مگر محرمات سے دوا نہ کرو۔

اے مراد "مفتاح دار السعادۃ" ہے۔ ملاحظہ کیجئے جزء ثانی ص ۲۶۴، ۲۷۳۰۔

۲ے ابوداؤد نے ۳۸۷۴ فی الطب کے باب فی الادویۃ المکروھۃ کے تحت حدیث اسماعیل بن عیاش سے اس کو نقل کیا ہے۔ جس کی سند یوں ہے، عن اسماعیل بن عیاش عن ثعلبۃ بن مسلم الخثعمی الشامی عن ابی عمران الانصاری عن ام الدرداء عن ابی الدرداءؓ۔

اس حدیث کے تمام راوی بجز ثعلبہ بن مسلم کے سب ثقہ ہیں۔ ابن حبان نے اس کی توثیق کی ہے۔ اور ایک بڑی جماعت نے اسے روایت کیا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کی شہادت حدیث ابوہریرہ سے ہوگئی، جس کو ابوداؤد نے اپنی سنن میں نقل کیا ہے، مصنف اس حدیث کو اس کے آگے پیش کریں گے۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں عبداللہ بن مسعود سے مروی حدیث کو ذکر کیا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ لَمْ یَجْعَلْ شِفَاءَ کُمْ فِیْمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمْ۔ اے

آپ نے فرمایا کہ خدا نے تمہارے لیے حرام کردہ چیزوں میں شفاء نہیں رکھی۔

اور سنن میں حضرت ابوہریرہ سے حدیث مروی ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ نَھٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الدَّوَاءِ الْخَبِیْثِ۔ ۲ے

ابوہریرہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خبیث دواء سے منع فرمایا۔

صحیح مسلم میں طارق بن سوید جعفی سے مروی یہ حدیث مذکور ہے۔

اَنَّہٗ سَاَلَ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنِ الْخَمْرِ فَنَھَاہُ اَوْ کَرِہَ اَنْ یَصْنَعَھَا فَقَالَ اِنَّمَا

اَصْنَعُهَا لِلدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّهُ لَيْسَ بِدَوَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ۔ ا

ا بخاری نے ۱۰/ ۶۸ میں تعلیقاً فی الطب کے باب شراب الحلواء والعسل کے تحت نقل کیا ہے۔ قَالَ ابْنُ مسعود فی السکر اِنَّ اللّٰہ لم یجعل شفاءَ کم فیما حرم علیکم، حافظ ابن حجر نے بیان کیا میں نے اس اثر کو فوائد علی بن حرب الطائی عن سفیان بن عیینہ عن منصور عن ابی وائل سے روایت کیا ہے۔ جو یوں ہے کہ ہم میں سے ایک شخص کو جسے خثیم بن عداء کہتے تھے پیٹ کی بیماری ہوئی، جس بیماری کو صفر کہتے ہیں تو اس کے لیے نشہ آور دوا یعنی شراب مفید بتائی گئی۔ آپ نے ابن مسعود کے پاس دریافت کرنے کے لیے ایک آدمی بھیجا اس نے آکر کے کہا تو انہوں نے بیان کیا اس حدیث کو، اس کو ابن ابی شیبہ نے جریر عن منصور کے طریق سے روایت کیا اس کی سند شیخین کی شرط کے مطابق صحیح ہے۔ احمد نے اپنی کتاب ''کتاب الاشربۃ'' رقم ص ۱۳۰ میں اس کو بیان کیا طبرانی نے ''الکبیر'' میں ابو وائل وغیرہ سے نقل کیا ہے۔

۲ ابوداؤد نے ۳۸۷۰ میں ترمذی نے ۲۰۴۶ میں ابن ماجہ ۳۴۵۹ میں اور احمد نے ۲/ ۳۰۵، ۴۴۶ میں، ۴۷۸ میں ذکر کیا اس کی سند قوی ہے۔

۳ مسلم نے ۱۹۸۴ فی الاشربۃ کے باب تحریم التداوی بالخمر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

طارق بن سوید جعفی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے شراب سے متعلق دریافت کیا تو آپ نے اس سے منع کیا، یا اس کے تیار کرنے کو ناپسند فرمایا انہوں نے عرض کیا کہ میں اسے دوا کے لیے تیار کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ وہ دوا نہیں بلکہ بیماری ہے۔

اور سنن میں ہے۔

اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سُئِلَ عَنِ الْخَمْرِ يُجْعَلُ فِي الدَّوَاءِ فَقَالَ اِنَّهَا دَاءٌ وَلَيْسَتْ بِالدَّوَاءِ۔ ا

آپ سے شراب کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں دوا تیار کی جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ وہ بیماری ہے۔ دوا نہیں ہے۔

اس حدیث کو ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔

صحیح مسلم میں طارق بن سوید حضرمی سے روایت منقول ہے۔

قَالَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ اِنَّ بِاَرْضِنَا اَعْنَابًا نَعْتَصِرُهَا فَنَشْرِبُ مِنْهَا فَقَالَ لَا فَرَاجَعْتُهُ قُلْتُ اِنَّا نَسْتَشْفِيْ لِلْمَرِيْضِ قَالَ اِنَّ ذٰلِكَ لَيْسَ بِشِفَاءٍ وَلٰكِنَّهُ دَاءٌ۔ ۲

طارق بن سوید حضرمی نے آپ سے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا، ہمارے یہاں انگور کی کثرت ہے ہم اسے نچوڑ کر شراب بنا لیتے اور پیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں ایسا نہ کرو۔ پھر میں نے دوبارہ کہا کہ ہم مریض کی شفاء کے لیے اسے استعمال کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شفاء نہیں ہے، بلکہ بیماری ہے۔

ا ابوداؤد نے ۳۸۷۳ فی الطب کے باب ماجاء فی الادویۃ المکروہۃ میں ذکر کیا ترمذی نے ۲۰۴۷ میں حدیث طارق بن سوید سے بیان کیا اس کی سند حسن ہے۔ ترمذی نے کہا یہ حدیث حسن صحیح ہے۔ ابن حبان نے ۱۳۷۷ میں اس کی تصحیح کی ہے۔

۲؎ مؤلف کو اس حدیث کو مسلم کی طرف منسوب کرنے میں وہم ہو گیا یہ حدیث مسلم میں نہیں ہے۔ بلکہ وہ مسند احمد ۴/۳۱۱ میں اور ابن ماجہ ۳۵۰۰ میں موجود ہے۔

سنن نسائی میں یہ حدیث مذکور ہے۔

اِنَّ طَبِیْبًا ذَکَرَ ضِفْدعًا فِیْ دَوَاءٍ عِنْدَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَھَاہُ عَنْ قَتْلِھَا۔

ایک طبیب نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس دوا میں مینڈک کا ذکر کیا تو آپ نے اس کے مارنے سے منع فرمایا:

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی روایت ہے۔

اَنَّہٗ قَالَ مَنْ تَدَاوٰی بِالْخَمْرِ فَلَاشَفَاہُ اللّٰہُ۔ ؎۱

آپ نے فرمایا جس نے شراب کے ذریعہ علاج کیا خدا اسے شفا نہ دے۔

حرام کردہ چیزوں کے ذریعہ معالجہ شرعاً اور عقلاً قبیح ہے، شرعی طور پر اس کی قباحت کے سلسلے میں احادیث بیان کر دی گئیں ہیں لیکن عقلاً تو اللہ تعالیٰ نے اسے اس کی خباثت کی بنیاد پر اسے حرام قرار دیا اس امت پر کوئی پاکیزہ چیز بطور سزا حرام نہیں کی گئی، جیسا کہ بنی اسرائیل پر بطور عقوبت حرام قرار کر دیا تھا، قرآن نے بیان کیا۔

فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِیْنَ ھَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَیْھِمْ طَیِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَھُمْ (نسائی۔۱۶۰)

یہودیوں کی بے جا روش پر ہم نے طیبات کو جو ان کے لیے حلال تھیں ان پر حرام کر دیا۔

اس امت محمدیہ پر جو بھی چیز حرام ہوئی اس کی خبث کی وجہ سے حرام ہوئی۔ اور اس کا حرام قرار دینا۔ ان کے حق میں تحفظ اور بچاؤ ہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ امت ان خبیث چیزوں کو

۱؎ علامہ سیوطیؒ نے اپنی کتاب "الجامع الصغیر" میں اس کو ان الفاظ میں بیان کیا "من تداوی بحرام کخمر لم یجعل اللّٰہ لہ فیہ شفاء" اور اس کی نسبت ابو نعیم کی طرف "الطب" میں حدیث ابو ہریرہ سے کی ہے۔ اور اس سے ضعف کی طرف اشارہ ہے۔

کھالے۔ اس لیے ایسی چیزوں کے ذریعہ بیماری سے شفا حاصل کرنا مناسب نہیں ہے کیونکہ حرام چیز سے ازالہ مرض تو ہو جاتا ہے اور اس میں موثر بھی ثابت ہوتی ہے، لیکن اس کے استعمال سے بہت سے امراض دل میں پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو اس کے خبث کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لیے اس مرض سے نجات کے بدلے اس سے بڑا مرض دل میں پیدا ہو جائے، ایسا معالجہ کچھ بہتر نہ ہوگا۔

مزید برآں آپ کا کسی چیز کو حرام قرار دینے کا تقاضا یہ ہے کہ حتی الامکان اس سے بچا جائے، اور اس سے دور ہی رہا جائے اس حرام کردہ چیز کو بطور دوا استعمال کرنا ایک طرح کی ترغیب اور اس سے قربت وتعلق کی دلیل ہے۔ اور یہ چیز شارع علیہ السلام کے مقصود کو نظر انداز کر دینے کے مترادف ہے۔ پھر نص سے بھی ثابت ہو گیا کہ جو چیز شرعاً حرام ہے وہ دوا نہیں ہو سکتی بلکہ وہ بیماری ہے۔ جس کی وضاحت شارع علیہ السلام نے کر دیا ہے، اس لیے اس کو

بطور دوا استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔

نیز اس کا استعمال طبیعت وروح دونوں میں خباثت پیدا کرتا ہے۔ اس لیے کہ طبیعت ہمیشہ دوا کی کیفیات سے متاثر ہوتی ہے۔ جب دوا کی کیفیت خبیث ہوگی تو طبیعت پر بھی اس کی خباثت اثر انداز ہوگی۔ اور جو چیز فی نفسہ خبیث ہو اس سے خبث کا اثر نہ ہو یہ سمجھ میں آنے والی بات نہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر خبیث غذا و مشروب اور خبیث ملابس کو حرام قرار دیا ہے تاکہ ان چیزوں کے استعمال سے کسی میں خباثت کی صفت نہ پیدا ہو جائے۔

مزید برآں محرمات کے ذریعہ علاج کی اجازت واباحت بالخصوص جبکہ انسانی کا میلان محرمات کی جانب ہو شہوت ولذت کا حرام دروازہ کھولتی ہے۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ لوگ جانتے ہوں کہ یہ محرمات نفع بخش ہیں اور ان میں امراض کے ازالہ اور شفا کا نسخہ موجود ہے۔ تو اس سے ان کی استعمال کی خواہشات غیر معمولی طور پر ابھرے گی، اور شارع علیہ السلام ممکن حد تک اس کا سد باب کرنا چاہتے ہیں۔ اور یہ حقیقت ہے کہ محرمات کے استعمال کے سد باب کرنے اور اس کے دروازے کے کھولنے کے درمیان تناقض وتعارض ہے۔

یہ حرام کردہ دوا ہمارے گمان کے مطابق بھی شفاء کا ذریعہ نہیں ہے، بالفرض مان بھی لیں تو آپ دیکھ بھی لیں کہ شراب میں شفا کا کوئی پہلو نظر نہیں آتا اس لیے کہ شراب حرکت عقل و دماغ کے لیے بہت زیادہ ضرر رساں ہے۔ اس پر تمام اطباء کا اتفاق ہے۔ اور فقہاء متکلمین کی ایک بڑی جماعت بھی اس کے شفا ہونے کی منکر ہے۔ بقراط نے امراض حارہ پر بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ شراب کا سب سے زیادہ ضرر دماغ پر پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس کا ارتفاع بخار کی شکل میں دماغ کی طرف سرعت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور اس ارتفاع کی وجہ سے اخلاط جو بدن میں مرتفع رہتے ہیں، وہ مزید مرتفع ہوجاتے ہیں۔ اس طرح دماغ کو نقصان پہنچتا ہے۔

''الکامل'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ شراب کی خاصیت یہ ہے کہ وہ دماغ اور اعصاب دونوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ شراب کے علاوہ دیگر محرم دوائیں دو قسم پر ہوتی ہیں۔

قسم اول۔ جو نفس کو ناپسند ہوتی ہے، اور طبیعت اس کی موافقت کے لیے آمادہ نہیں ہوتی کہ مرض کا دفاع کرے جیسے زہر، سانپ کے گوشت اور اسی طرح کی دوسری ناپسندیدہ چیزیں جو طبیعت پر بار ہوتی ہیں اور استعمال کے بعد مزید گرانی پیدا کرتی ہیں اس طرح انہیں دوا نہیں بلکہ بیماری کی حیثیت حاصل ہے۔

دوسری قسم۔ جس کو نفس ناپسند نہیں کرتا جیسے وہ شراب جو عام طور سے حاملہ عورتیں استعمال کرتیں ہیں۔ اس کا استعمال اس کے نفع سے زیادہ ضرر رساں ہے، اور عقلاً بھی اس کی تحریم مناسب ہے۔ عقل اور فطرت اس سلسلہ میں ہمیشہ شریعت کی ہمنوار ہی ہے۔

اس سے اس نکتہ پر بھی روشنی پڑتی ہے کہ محرمات سے کبھی بھی شفاء حاصل نہیں ہوسکتی اس لیے کہ کسی دوا کے ذریعہ شفا کے حصول کی شرط یہ ہے کہ طبیعت اس کے موافق ہو اور اسے قبول کرتی ہو، اور دل میں اس کی منفعت کا

اعتقاد راسخ ہو اور محرمات میں اللہ تعالیٰ نے شفا کی برکت نہیں رکھی ہے۔اس لیے کہ نافع بابرکت ہوتی ہے۔اور جو چیز سب سے زیادہ نفع بخش ہوتی ہے۔اس میں برکت بھی زیادہ ہوتی ہے۔چنانچہ لوگوں میں جو بابرکت ہوتے ہیں، جہاں بھی جاتے ہیں۔لوگ ان سے نفع حاصل کرتے ہیں۔اور یہ بات بھی سامنے رہنی چاہیے کہ جب مسلمان کسی چیز کے حرام ہونے کا اعتقاد رکھتا ہے۔تو اس کے اعتقاد برکت ومنفعت کے درمیان اس کی حرمت کا اعتقاد حائل ہو جاتا ہے۔اس کا حسن ظن متزلزل ہو جاتا ہے۔اور طبیعت کی قوت قبولیت کو بھی ٹھیس پہنچتی ہے اور جس کا ایمان جتنا مضبوط ہوگا۔محرمات اس کی نظر میں اتنی ہی زیادہ ناپسندیدہ ہوں گی،اور اس بارے میں اس کا اعتقاد اتنا ہی خراب ہوگا،اور اسے طبعی طور پر اس سے بڑی گھٹن ہوگی ایسی حالت میں اگر اس نے اس حرام چیز کا استعمال کرلیا تو یہ اس کے لیے بیماری ہوگی نہ کہ شفاء اور نفع اسی وقت مرتب ہوگا۔جب اس کی خباثت کا اعتقاد دل سے نکل جائے،اور اس کا سوء ظن اور نفرت وناپسندیدگی محبت ورغبت میں بدل جائے۔یہ چیز ایمان کے منافی ہے۔اس لیے جو مومن ہوگا۔اس کو ہاتھ ہی نہیں لگا سکتا،اور بفرض محال اگر اس نے اسے استعمال بھی کیا تو یہ اس کے لیے شفا نہیں بلکہ بیماری ثابت ہوگی۔

ظظظ

فصل (٦٧)

سر کے جوں کے ازالہ اور اس کے علاج کے بارے میں ہدایات نبوی

صحیح بخاری ومسلم میں کعب بن عجرہ سے روایت ہے۔

كَانَ بِیْ أَذیً مِنْ رَأْسِیْ فَحُمِلْتُ اِلیٰ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالْقَمْلُ يَتَنَاثَرُ عَلیٰ وَجْهِیْ فَقَالَ مَا كُنْتُ أَرَی الْجَهْدَ قَدْ بَلَغَ بِکَ مَا أَرَیٰ۔

میرے سر میں تکلیف تھی لوگ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اٹھا کر لے گئے میرے سر میں اتنی جوں تھی کہ چہرے پر رینگتی تھی آپ نے فرمایا واقعی تم بڑی بڑی سختی اور اذیت میں ہو۔

وَفِیْ رِوَايَةٍ فَأَمَرَهُ اَنْ يَحْلِقَ رَأْسَهُ وَاَنْ يُطْعِمَ فَرَقًا بَيْنَ سِتَّةٍ اَوْ يُهْدِیْ شَاةً اَوْ يَصُوْمَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ۔ اہ

دوسری روایت میں ہے کہ آپ نے اس کو سر کے بال منڈانے کا حکم دیا۔ اور فرمایا کہ (اس کے عوض) چھ آدمیوں کی ایک جماعت کو کھانا کھلائے یا ایک بکری ذبح کرے۔ یا تین دن روزے سے رہے۔

بدن میں یا سر میں جوں کے پیدا ہونے کے دو سبب ہیں۔ اس کا سبب خارج بدن سے ہوتا ہے۔ یا داخل بدن سے،

خارج بدن سے ہونے والا سبب میل وکچیل جو تہہ بتہہ جسم کے اوپر جم جائے اور دوسرا سبب خلط ردی اور عفن جس کو طبیعت جلد اور گوشت کے درمیان پھینکتی ہے۔ تو یہ خلط ردی رطوبت دموی سے مل کر مسامات سے نکلنے کے بعد بشرہ میں متعفن ہو جاتی ہے۔ جس سے جوں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور عموماً مریض کی بیماری کے بعد یہ پیدا ہوتی ہیں، اس لیے کہ بیماری کی وجہ سے میل کچیل کی کثرت ہوتی ہے۔ اور بچوں کے سروں میں زیادتی ہوتی ہے، کیونکہ ان میں

---

۱ امام بخاری نے ۴/۱۰، ۱۳ میں کتاب الحج قول اللہ "فَمَنْ كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ بِهِ أَذًى مِّن رَّأْسِهِ فَفِدْيَةٌ" اور باب قول اللہ "أَوْ صَدَقَةٌ" نیز باب الإطعام فی الفدیة نصف صاع اور باب النسک شاۃ کے تحت اس کی تخریج کی ہے اور کتاب المغازی باب غزوۃ الحدیبیۃ اور سورۃ بقرہ کی تفسیر میں "فمن کان مِنكُم مَّرِيضًا" کے تحت اور کتاب المرضیٰ میں باب قول المریض کے ذیل میں "انی وجع أو وا راساہ او اشتدبی الوجع" کو ذکر کیا ہے۔ اور کتاب الطب کے باب الحلق من الأذی اور کتاب الأیمان و النذور میں باب کفارات الأیمان کے تحت اس حدیث کو ذکر کیا ہے۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم (۱۲۰۱) میں کتاب الحج میں باب جواز حلق الراس للمحرم بہ أذی کے ذیل میں اس روایت کو ذکر کیا ہے۔

زیادہ ایسے رطوبات اور اسباب پائے جاتے ہیں۔ جن سے جوں پیدا ہوتی ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بنی جعفر کے سروں کو منڈایا تھا۔

اس کا سب سے بہترین علاج یہ ہے کہ سر منڈا دیا جائے تاکہ مسامات کھل جائیں جس سے بخارات نکلتے ہیں۔ چنانچہ جڑیں کھلنے سے ردی بخارات نکل جائیں گے، اور مادہ خلط کمزور پڑ جائے گا، اور بہتر یہ ہے کہ سر منڈانے کے بعد جوں کو مارنے والی دوائیں اس پر لیپ کی جائیں جس سے سر میں جوں کا وجود نہ رہے۔

سر مونڈنا تین طرح سے ہوتا ہے، پہلی قسم نذر و عبادت ہے اور دوسری قسم بدعت و شرک ہے، اور تیسری قسم ضرورت اور دوا ہے۔

پہلی صورت میں سر مونڈنا حج وعمرہ میں سے کسی ایک میں واجب ہے۔ اور دوسری قسم میں غیر اللہ کے لیے سر منڈایا جائے جو کہ شرک ہے۔ جیسے کہ مریدین اپنے شیوخ کے نام پر سر منڈاتے ہیں۔ چنانچہ منڈانے والا کہتا ہے کہ میں نے فلاں شیخ کے لیے اپنا سر منڈایا اور تم نے فلاں کے لیے سر منڈایا یہ بات بالکل ایسی ہی ہے۔ جیسے کوئی یہ کہے کہ میں نے فلاں کے لیے سجدہ کیا اس لیے کہ سر کا منڈانا خضوع، عبادت اور انکساری ہے۔ اسی وجہ سے اس کو حج کا تتمہ قرار دیا گیا یہاں تک کہ امام شافعی کے نزدیک یہ حج کا ایک رکن ہے جس کے بغیر حج پورا نہیں ہوگا، کیونکہ خدا کے

سامنے سر جھکانا خضوع ہے، اس کی عظمت کا اقرار ہے اور اس کی عزت کے سامنے فروتنی وعاجزی کا اظہار کرنا ہے، اور یہ عبودیت کی اعلیٰ ترین قسم ہے، اسی وجہ سے عرب میں رواج تھا کہ جب وہ کسی قیدی کو ذلیل کرنا چاہتے اور اس کے بعد اس کو آزاد کرنے کا ارادہ رکھتے تو اس کا سر مونڈ کر اس کو رہا کر دیتے انہیں کے بعد کچھ ایسے شیوخ پیدا ہوئے جو گمراہی کے دلال ہیں۔ اور خدا کی ربوبیت کے مخالف ہیں، جن کی مشیخت کی بنیاد ہی شرک و بدعت پر قائم ہے، وہ اپنے مریدوں سے اپنی عبادت کے خواہاں ہوتے ہیں۔ اسی لیے انہوں نے سر مونڈنے کا ڈھونگ رچایا کہ مریدین ان کے نام پر سر منڈائیں جس طرح کہ ان کو سجدہ کرتے ہیں۔ اور سجدہ کا مفہوم بدل کر یہ مفہوم اختیار کیا کہ سجدہ شیخ کے آگے سر جھکانے کا نام ہے۔ اور خدا کی قسم سجدہ صرف خدا کے آگے سر جھکانے کا نام ہے۔ اسی طرح انہوں نے اپنے لیے نذر و نیاز ماننے اور توبہ کرنے اور ان کے نام کی قسمیں کھانے کی رسم ایجاد کی یہ سب درحقیقت خدا کے علاوہ دوسرے کو خدا ماننے اور سجدہ کرنے کی تعلیم ہے، ارشاد باری ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَ بِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَ النَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ۔ (آل عمران۔ ۷۹، ۸۰)

ایسا کوئی انسان نہیں کہ خدا اسے کتاب، احکام خصوصی سے بذریعہ ملائکہ اور نبوت سے نوازے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ تم خدا کو چھوڑ کر میری عبادت کرو، بلکہ وہ کہے گا کہ خدا پرست بن جاؤ اس وجہ سے کہ تم کتاب اللہ کو پڑھتے اور پڑھاتے ہو، نہ یہ (مناسب ہے) کہ وہ تم کو حکم دے کہ تم فرشتوں اور نبیوں کو اپنے (حقیقی) رب بنالو، کیا وہ تم کو مسلمان ہونے کے بعد کفر کی تعلیم دے گا؟

عبادت میں سب سے مہتم بالشان عبادت نماز ہے۔ جسے شیوخ، نام نہاد علماء اور جبابرہ نے الگ الگ تقسیم کر لیا ہے۔ چنانچہ شیوخ نے سب سے اونچی تعظیم سجدوں کو اپنے لیے خاص کر لیا اور نام نہاد علماء نے رکوع پر اکتفا کیا جب ان میں سے ایک دوسرے سے ملتا ہے۔ تو کورنش بجالاتا ہے، اور اس کو رکوع کرتا ہے۔ جیسا کہ خدا کے سامنے رکوع کیا جاتا ہے۔ اور جبابرہ نے صرف کھڑے ہونے کی تعظیم ہی کو سامان آبرو سمجھا اس طرح سے کہ آزاد و غلام دونوں ہی بطور عبادت ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں اور خود جبابرہ اپنی جگہ بیٹھے رہتے ہیں۔ پیغمبر اسلام نے ان تینوں قسم کے افعال سے تفصیل کے ساتھ منع کیا ہے۔ چنانچہ آپ نے کھل کر اس کی مخالفت فرمائی اور غیر اللہ کے سامنے سجدہ کرنے سے منع فرمایا جیسا کہ آپ کا ارشاد ہے۔

لَا يَنْبَغِيْ لِاَحَدٍ اَنْ يَّسْجُدَ لِاَحَدٍ۔

کسی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کسی کو سجدہ کرے۔

اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے جب آپ کو سجدۂ تعظیمی کیا تو بڑی سختی سے اس کا انکار کیا، اور فرمایا کہ ”ہٹو

ہٹو"۔ ا۔

اس سے معلوم ہوجاتا ہے کہ اسلام میں غیر اللہ کا سجدہ کرنا بوقت ضرورت بھی سراسر حرام ہے۔ اور جس نے بھی اسے غیر اللہ کے لیے جائز قرار دیا۔ اس نے خدا اور اس کے رسول کی توہین کی، اس لیے کہ یہ تو خالص قسم کی بندگی ہے اگر کوئی مشرک کسی انسان کے لیے اس کو جائز کہے تو اس نے غیر اللہ کے لیے عبودیت کو روا قرار دیا اور صاف طور سے حدیث میں ہے کہ آپ سے پوچھا گیا کہ ایک

ا۔ احمد نے ۵ / ۲۲۷، ۲۲۸ میں معاذ بن جبل سے روایت کیا کہ جب وہ یمن سے لوٹے تو آپ سے عرض کیا کہ اے رسول خدا، میں نے یمن میں لوگوں کو دیکھا کہ وہ ایک دوسرے کو سجدہ کرتے ہیں تو کیا ہم اس طرح کا سجدہ آپ کا نہیں کر سکتے؟ آپ نے فرمایا کہ اگر میں کسی انسان کو کسی دوسرے کے سامنے سجدہ کرنے کی اجازت دیتا تو میں یقینا عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کا سجدہ کرے۔ لیکن یہ حدیث منقطع ہے۔ اور احمد نے ۴ / ۳۸۱ میں ابن ماجہ نے (۱۸۵۳) میں حدیث عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کیا کہ معاذ یمن آئے یا شام آئے، تو نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور پوپ کو سجدہ کرتے ہیں، ان کے دل میں یہ بات آئی کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اس سجدہ کے زیادہ حقدار ہیں، جب وہ واپس آتے تو عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا میں نے نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں اور پوپ کو سجدہ کرتے ہیں۔ یہ دیکھ کر میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ اس تعظیم کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ آپ نے حضرت معاذ کی یہ بات سن کر فرمایا کہ اگر میں کسی کو کسی غیر اللہ کے سجدے کی اجازت دیتا تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے، اس کی سند حسن ہے۔ ابن حبان نے ۱۳۹۰ میں اس کی تصحیح کی ہے۔ نیز حدیث قیس بن سعد اس کی شاہد بھی ہے۔ جس میں انہوں نے بیان کیا کہ میں حیرہ آیا تو دیکھا کہ وہ لوگ اپنے مرزبان کو سجدہ کرتے ہیں تو میں نے سوچا کہ آپ اس سجدہ کے زیادہ مستحق ہیں۔ جب میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تو میں نے آپ سے عرض کیا کہ میں حیرہ گیا تو وہاں کے نصاریٰ کو دیکھا کہ وہ اپنے پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں۔ اے رسول خدا آپ اس سجدہ کے تو زیادہ مستحق ہیں آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اگر تم میری قبر سے گذرو گے (حاشیہ جاری)

شخص اپنے جیسے کسی دوسرے شخص سے ملتے وقت کورنش بجالا سکتا ہے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر پوچھا گیا کیا ملاقات کے وقت اسے چمٹالے اور اس کا بوسہ لے؟ آپ نے فرمایا نہیں پھر دریافت کیا گیا، کہ کیا اس سے مصافحہ کرے تو آپ نے جواب دیا کہ ہاں مصافحہ کرے۔ ا۔

سلام کرتے ہوئے جھکنا سجدہ ہے۔ خود قرآن مجید میں اس کی صراحت ہے۔ وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا (بقرہ۔۵۸) اور مسجد کے دروازے میں جھک کر داخل ہو جاؤ۔ یعنی بانداز کورنش یا بحالت رکوع داخل ہو جاؤ، اس لیے کہ سجدہ کرتے ہوئے داخل ہونا ممکن نہیں۔ اور تعظیم کے طور پر کھڑے ہونے سے ممانعت آپ سے صحیح طور پر ثابت ہے کہ آدمی خود بیٹھا ہو۔ اور لوگ اس کی تعظیم میں کھڑے رہیں۔ یہ عجمی لوگوں کا طریقہ ہے۔ حتی کہ نماز کی حالت میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے۔ اس لیے آپ نے لوگوں کو حکم دیا کہ اگر امام کسی عذر کی بناء پر بیٹھ کر نماز پڑھے تو مصلی بھی بیٹھ کر ہی نماز ادا کریں۔ جبکہ وہ لوگ تندرست ہوں، اور ان کو کوئی عذر نہ ہوتا کہ اس کے بیٹھتے ہوئے لوگوں کے کھڑے ہونے میں تعظیم کا مفسدہ نہ پیدا ہو، حالانکہ یہاں قیام اللہ کے لیے ہے۔ جب اس کی اجازت نہیں دی گئی تو پھر بندے کی تعظیم کے لیے اور اس کی بندگی کے واسطے کھڑے ہونے کی اجازت کیونکر ہو سکتی ہے۔

"گذشتہ سے پیوستہ" تو کیا اس پر سجدہ کرو گے، میں نے کہا نہیں، تو آپ نے فرمایا کہ ایسا کبھی نہ کرنا اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی دوسرے کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ اس لیے کہ شوہر کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ باب میں ابو ہریرہ سے ترمذی کے نزدیک ۱۱۵۹ میں حسن سند کے ساتھ حدیث مروی ہے۔ اس کو ابن حبان نے ۱۲۹۱ میں صحیح قرار دیا اور عائشہ سے امام احمد کے نزدیک ۱۸۵۲ میں یہ حدیث مذکور ہے۔

اے ترمذی نے ۲۷۲۹ میں کتاب الاستئذان باب ماجاء فی المصافحہ کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۷۰۲ میں کتاب الادب باب المصافحہ کے تحت اس کو نقل کیا ہے اور احمد نے ۳/۱۹۸ میں حضرت انس بن مالک سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں حنظلہ بن ابی صفرہ نے اس کی متابعت کی ہے۔ ضیاء کے نزدیک "مشتی" میں ان کی وہ روایتیں مذکور ہیں، جو انہوں نے مرو میں سن ۲۳ /۱، ۸۷ /۲ اور ابن شاہین نے اپنی رباعیات ۲۷ /۲ میں نقل کیا ہے، اس لیے حدیث حسن ہے، جیسا کہ امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ دین سے ناواقف گمراہ لوگوں نے خدا کی عبادت کا درجہ گھٹا دیا۔ اور اس میں ان مخلوق کو بھی شریک کر دیا جن کی دنیا میں وہ تعظیم کرتے ہیں۔ چنانچہ غیر اللہ کو سجدہ کر بیٹھے، اس کے لیے رکوع کیا اور نمازیوں کی طرح اس کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے اور غیر اللہ کی قسم کھائی اور اس کے لیے نذر و نیاز مانی اور اسی کے نام پر سر منڈایا اور جانور ذبح کیے اور بیت اللہ کے علاوہ کا طواف شروع کر دیا۔ اور اس کی عظمت کا اظہار محبت، خوف و رجاء اور بندگی کے ذریعہ کیا جیسے کہ خالق حقیقی کی تعظیم کی جاتی ہے۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر تعظیم کرتے ہیں، اور جن مخلوق کی یہ لوگ پرستش کرتے ہیں ان کو رب العالمین کے برابر جانتے ہیں، یہی لوگ ہیں جو انبیاء کی دعوت حق کے مخالف ہیں۔ اور یہی لوگ اپنے خود ساختہ خداؤں کو اللہ کا ہم پلہ جانتے ہیں، ایسے ہی لوگ بروز قیامت جہنم میں اپنے خود ساختہ معبودانِ باطل کے ساتھ جھگڑیں گے اور کہیں گے۔

تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (شعراء۔ ۹۸)

خدا گواہ ہے۔ کہ ہم کھلی ہوئی گمراہی میں تھے کہ ہم تم کو رب العالمین کا ہم پلہ جانتے تھے۔

اور انہیں لوگوں کے بارے میں قرآن نے کہا:

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (بقرہ۔ ۱۶۵)

اور بعض لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا اوروں کو معبود بناتے ہیں۔ اور ان (معبودان باطل) سے ایسی محبت کرتے ہیں۔ جیسی خدا سے کرنی چاہیے اور جو لوگ مومن ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ سے سب سے بڑھ کر دل لگاؤ رکھتے ہیں۔

یہ ساری چیزیں اور تمام طریقے شرک ہیں اور اللہ تعالیٰ شرک کو معاف نہیں کرے گا، سر مونڈنے کے متعلق ہدایات نبوی کے بارے میں یہ فصل بیچ میں آ گئی تھی اور اس سلسلے میں گفتگو بھی کرنی ضروری تھی، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

روحانی مفرد و مرکب دواؤں اور طبعی دواؤں کے ذریعہ علاج میں ہدایات نبوی کے بارے میں چند فصلیں

اب بیان کی جارہی ہیں۔

ظظظ

فصل (۶۸)

نظر بد کے علاج کی بابت ہدایات نبوی

امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ "اَلْعَيْنُ حَقٌّ وَلَوْ كَانَ شَيْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَيْنُ" ۱؎

ابن عباس نے بیان کیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر لگنا حق ہے۔ اگر کوئی چیز تقدیر کو کاٹ سکتی ہے۔ تو یہی نظر بد ہی کاٹتی ہے۔

صحیح مسلم میں ہی حضرت انس سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار، نظر بد اور پھوڑے میں جھاڑ پھونک کی رخصت دی۔ ۲؎

صحیح میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے حدیث مروی ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْعَيْنُ حَقٌّ۔ ۳؎

۱؎ امام مسلم نے ۲۱۸۸ میں کتاب السلام باب الطب والرقی کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

۲؎ امام مسلم نے ۲۱۹۶ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اور نظرۃ، حمۃ کو تخفیف کے ساتھ پڑھا گیا، جس کے معنی زہر کے ہوتے ہیں۔ اور قریبی مفہوم کی وجہ سے اس کا اطلاق بچھو کے ڈنک پر بھی ہوتا ہے، کیونکہ ڈنک سے ہی زہر خارج ہوتا ہے۔ اور نملہ پہلو میں نکلنے والے زخم کو کہتے ہیں۔

۳؎ بخاری نے ۱۰/ ۱۷۳ کتاب الطب باب العین حق کے تحت اور مسلم نے ۲۱۸۷ کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نظر لگنا حق ہے۔

سنن ابوداؤد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

كَانَ يُؤْمَرُ الْعَائِنُ فَيَتَوَضَّأُ ثُمَّ يَغْتَسِلُ مِنْهُ الْمَعِيْنُ۔ ۱؎

نظر بد کرنے والے کو وضو کرنے کا حکم دیا جاتا اور نظر زدہ کو اس سے غسل کرنے کا حکم دیا جاتا۔

صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔

قَالَتْ اَمَرَنِي النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَوْ اَمَرَ اَنْ نَسْتَرْقِيَ مِنَ الْعَيْنِ۔ ۲؎

ام المومنین عائشہ ؓ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے یا دوسروں کو نظر بد میں جھاڑ پھونک کرنے کا حکم دیا۔

امام ترمذی نے سفیان بن عینیہ کی حدیث نقل کی ہے۔ جسے سفیان بن عینیہ نے عمرو بن دینار سے انہوں نے عروہ بن عامر سے انہوں نے عبید بن رفاعہ زرقی سے روایت کی روایت ہے کہ اسماء بنت عمیس ؓ نے حضور اکرم سے عرض کیا کہ

یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ بَنِی جَعْفَرَ تُصِیْبُھُمُ الْعَیْنُ اَفَاَسْتَرْقِی لَھُمْ فَقَالَ نَعَمْ فَلَوْ کَانَ شَیْئٌ یَسْبِقُ الْقَضَاءَ لَسَبَقَتْہُ الْعَیْنُ۔ قَالَ التِّرْمِذِیْ حَدِیْثٌ حَسَنٌ صَحِیْحٌ۔ ۳؎

۱؎ ابوداؤد نے ۳۸۸۰ میں کتاب الطب باب ماجاء فی العین کے تحت اس کو نقل کیا، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اور اس کی اسناد بھی صحیح ہے۔

۲؎ بخاری نے ۱۰/ ۱۹۹، ۱۷۰ میں کتاب الطب باب رقیۃ العین کے تحت اور مسلم نے ۲۱۹۵ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ والحمۃ والنظرۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

۳؎ ترمذی نے ۲۰۵۹ میں، امام احمد بن حنبل نے ۶/ ۴۳۸ میں اور ابن ماجہ نے ۳۵۱۰ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! بنو جعفر کے لوگوں کو نظر بد لگ جانے کی بیماری ہوتی ہے۔ تو کیا میں ان کے لیے جھاڑ پھونک کروں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہاں اگر کوئی چیز تقدیر پر سبقت کرتی تو وہ نظر بہ سبقت کرتی۔ ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ابن شہاب سے اور انہوں نے ابو امامہ بن سہل بن حنیف سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ

رَاٰی عَامِرُ بْنُ رَبِیْعَۃَ سَھْلَ بْنَ حُنَیْفٍ یَغْتَسِلُ فَقَالَ وَاللّٰہِ مَا رَاَیْتُ کَالْیَوْمِ وَلَا جِلْدَ مُخَبَّاۃٍ قَالَ فَلُبِطَ سَھْلٌ فَاَتٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَامِرًا فَتَغَیَّظَ عَلَیْہِ وَقَالَ عَلَامَ یَقْتُلُ اَحَدُکُمْ اَخَاہُ اَلَا بَرَّکْتَ اِغْتَسِلْ لَہٗ فَغَسَلَ لَہٗ عَامِرٌ وَجْھَہٗ وَیَدَیْہِ وَمِرْفَقَیْہِ وَرُکْبَتَیْہِ وَاَطْرَافَ رِجْلَیْہِ وَدَاخِلَۃَ اِزَارِہٖ فِیْ قَدَحٍ ثُمَّ صَبَّ عَلَیْہِ فَرَاحَ مَعَ النَّاسِ۔

۱؎

عامر بن ربیعہ نے سہل بن حنیف کو غسل کرتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ خدا کی قسم آج سے زیادہ کوئی عمدہ دن اور چمکتی جلد نہیں دیکھی اتنے میں سہل تڑپنے لگے، حضرت عامر کے پاس حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور یہ دیکھ کر اس پر غضبناک ہو گئے۔ اور فرمایا کہ کس بنیاد پر تم سے کوئی اپنے بھائی کی جان لے لیتا ہے، تم کو برکت نہ دی جائے، اسے غسل دو۔ چنانچہ حضرت عامر نے ان کے چہرے، دونوں ہاتھ دونوں کہنیاں اور دونوں

گھٹنے اور پیر کے اطراف اور شرمگاہ کو ایک پیالے میں دھلا اور اسے ان کے اوپر بہایا تو سہل کو افاقہ ہو گیا اور چین کی سانس لی۔

ا۔ امام مالک نے مؤطا ۲/ ۹۳۸ کے کتاب العین کے شروع میں اس کو بیان کیا ہے۔اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔

اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو بھی محمد بن ابوامامہ بن سہل سے وہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔

جس میں فرمایا کہ

اِنَّ الْعَیْنَ حَقٌّ تَوَضَّأْلَهُ۔

نظر بد کا لگنا حق ہے تو اس سے وضو کرو۔

عبدالرزاق نے عن معمر عن ابن طاؤس عن ابیہ کے واسطے سے ایک مرفوع حدیث بیان کی ہے۔

اَلْعَیْنُ حَقٌّ وَلَوْ کَانَ شَیْءٌ سَابَقَ الْقَدَرَ لَسَبَقَتْهُ الْعَیْنُ وَاِذَا اسْتُغْسِلَ اَحَدُکُمْ فَلْیَغْتَسِلْهُ وَوَصْلُهُ صَحِیْحٌ ا۔

نظر بد لگنا حق ہے اگر کوئی چیز تقدیر پر قابو پاتی تو نظر بد ہی قابو پاتی اگر تم میں سے کسی کو غسل کرنے کے لیے کہا جائے تو اسے غسل کرا دو۔اس حدیث کا موصول ہونا ہی صحیح ہے۔

امام زہریؒ نے فرمایا کہ نظر بد لگانے والے کو ایک پیالہ پانی لانے کو کہا جائے گا، اس میں اس کی ہتھیلی داخل کی جائے اور اس میں کلی کرائی جائے اور اس کلی کے پانی کو پیالہ میں ڈالنے کو کہا جائے، اور اس کا چہرہ پیالہ میں دھلایا جائے پھر اس کا بایاں ہاتھ برتن میں داخل کرایا جائے اور پانی کو اس کے دائیں گھٹنے پر بہایا جائے اس کے بعد دایاں ہاتھ داخل کرائیں اور اس کا پانی بائیں گھٹنے پر بہائیں پھر اس کی شرم گاہ دھلائی جائے اور پیالہ اب زمین پر نہ رکھا جائے، اس کے بعد نظر زدہ شخص کے پیچھے کی جانب سے اس کے سر پر یکبارگی پانی بہایا جائے۔ ۲؎

نظر بد دو قسم کی ہوتی ہے، ایک نظر بد انسانی، اور دوسرے نظر بد شیطانی

ا۔ عبدالرزاق ''مصنف'' ۱۹۷۰۰ میں اس کو بیان کیا اس کی اسناد صحیح ہے، لیکن یہ مرسل ہے۔اور امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم ۲۱۸۸ میں وہیب عن ابن طاؤس عن ابیہ عن ابن عباس کی سند کے ساتھ موصولاً روایت کیا ہے۔

۲۔ اس کو بیہقی نے اپنی سنن ۹/ ۳۵۲ میں سہل کی حدیث کے بیان کرنے کے بعد نقل کیا ہے۔

چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے گھر میں ایک لونڈی کو دیکھا جس کے چہرے پر سیاہ دھبہ تھا آپ نے فرمایا کہ اس پر جھاڑ پھونک کر دو کیونکہ اس کو نظر بد لگ گئی ہے۔ ا؎

حسین بن مسعود فراء نے کہا کہ ''سفعۃ'' یہ شیطانی نظر بد ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ اس کو جو نظر بد لگی ہے۔وہ شیطانی ہے۔یہ نیزے کی انیوں سے بھی زیادہ تیز اثر دکھاتی ہے۔ ۲؎

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کی جاتی ہے۔

اِنَّ الْعَیْنَ لَتُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَ الْجَمَلَ الْقِدْرَ ۳؎

نظر بد انسان کو قبر تک اور اونٹ کو ہانڈی تک پہنچا دیتی ہے یعنی بالکل فنا کر دیتی ہے۔

ابو سعید سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم شیطان اور انسان کی نظر بد سے پناہ مانگتے تھے۔ ۴؎

۱؎ بخاری نے ۱۰/ ۱۷۱، ۱۷۲، میں کتاب الطب باب رقیۃ العین اور مسلم نے ۲۱۹۷ میں کتاب السلام باب رقیۃ العین والسفعۃ بفتح السین کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ سفعۃ کی سین کو ضمہ اور فاء کے سکون کے ساتھ پڑھنا بھی جائز ہے۔ اس کا معنی ہے چہرے کی سیاہی اور اسی سے سفعۃ الفرس ہے، گھوڑے کی پیشانی کی سیاہی اور اصمعی نے لکھا ہے کہ ایسی سیاہی جس میں سرخی کی جھلک ہو، بعضوں نے زردی مراد لی ہے اور بعضے نے کسی اور رنگ کے ساتھ سیاہی مراد لی ہے۔ اور ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ یہ ایسا رنگ ہے۔ جس سے چہرے کا حقیقی رنگ بدل جائے سبھی معنی قریب قریب ہیں۔

۲؎ دیکھئے شرح السنۃ ۱۳/ ۱۶۳، ہماری تحقیق کے ساتھ۔

۳؎ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کو ابو نعیم نے "حلیہ" ۷/ ۹۰ میں اور ابن عدی خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ۹/ ۲۴۴ میں حدیث جابر بن عبد اللہ سے اس لفظ کے ساتھ بیان کیا ہے۔ اَلْعَیْنُ تُدْخِلُ الرَّجُلَ الْقَبْرَ وَ تُدْخِلُ الْجَمَلَ الْقِدْرَ، اور شعیب بن ایوب عن معاویہ عن ہشام کے واسطہ سے اس کو روایت کرنے میں منفرد ہیں۔ صابونی نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات پہنچی کہ جو اس روایت سے تمسک پسند کرے تو وہ کر لے، ذہبی نے میزان میں شعیب کے حالات کے متعلق بیان کرتے ہوئے لکھا کہ ان کی ایک حدیث منکر ہے۔ جس کو خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں نقل کیا ہے، ان کی مراد یہی حدیث ہے۔

۴؎ ترمذی نے ۲۰۵۹ میں اور نسائی نے ۸/ ۲۷۱ میں ابن ماجہ نے ۳۵۱۱ میں اس کو ذکر کیا، اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا، اور پوری حدیث یوں ہے، فلما نزلت المعوذتان أخذ بهما و ترک ماسوی ذلک۔

ایک جماعت نے جس کو عقل و خرد کا بہت کم حصہ ملا ہے نظر بد کا انکار و ابطال کیا ہے۔ انہوں نے اسے ادھام قرار دیا جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو عقل و خرد سے عاری ہیں۔ ان کی عقلوں پر دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں، اور ان کی طبیعتیں غیر معمولی طور پر ٹھوس اور بھدی ہیں، اور معرفت روح و نفس سے کوسوں دور ہیں۔ اور روحانی و نفسانی صفات و خصوصیات اور اثرات سے نا آشنا ہیں۔ دنیا کے ہر مذہب و ملت کے باہوش اور دانا لوگوں نے نظر بد کے قائلین کی ہمنوائی کی، اور اس کا انکار و ابطال نہ کیا یہ الگ بات ہے کہ اس کے اسباب اور انداز تاثیرات کے سلسلے میں ان کا نقطہ نظر جدا جدا رہا۔

چنانچہ ایک گروہ کا یہ خیال ہے کہ بد نظری کرنے والا جب خود کو کیفیات رویہ سے پوری طرح متکیف کر لیتا ہے۔ تب آنکھ سے زہریلے مادے کو چھوڑتا ہے۔ جو نظر زدہ تک پہنچتا ہے۔ تو اس کو ضرر کا احساس ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا کہ یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ جس طرح سانپ کا اثر جسم انسانی میں سرایت کر جاتا ہے۔

اسی طرح اس کے زہریلے اثرات سے متاثر ہو کر انسان مر جاتا ہے یہ بھی مشہور ہے کہ سانپ کی بعض قسمیں ایسی ہوتی ہے۔ جن کی طرف صرف دیکھنے سے اس کا اثر جسم انسانی میں سرایت کر جاتا ہے۔ اور انسان ہلاک ہو جاتا ہے۔ بالکل یہی صورت نظر بد لگانے والے کی ہے۔

ایک دوسری جماعت نے کہا کہ بعض لوگوں کی نگاہوں میں ایسا غیر مرئی جوہر لطیف ہوتا ہے۔ جو مریض کی

طرف ہو کر اس کے جسم کے مسامات میں سرایت کر جاتا ہے۔ جس سے اس کو ضرر پہنچتا ہے۔
ایک تیسری جماعت کا خیال ہے کہ مخلوق کے ساتھ باری تعالیٰ کی عادت جاریہ یہ ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے کہ ضرر پہنچائے تو اسے ضرر پہنچا دیتا ہے۔ خواہ مخواہ کے لیے نظر بد والے شخص کی آنکھ پر اس تہمت کے عائد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ یہ وہ لوگ کہتے ہیں جو اسباب قوی اور تاثیرات عالم کے منکر ہیں، انہوں نے اپنے اوپر تاثیرات کے اسباب کے دروازے بند کر لیے ہیں۔ بلکہ انہوں نے ساری دنیا کے عقلاء کی مخالفت کی ہے۔
یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ باری تعالیٰ نے اجسام و ارواح میں مختلف طبیعتیں اور مختلف قوتیں ودیعت فرمائی ہے۔ اور ان میں سے بہت کو کیفیات وخصوصیات موثرہ عطا فرمائی ہے۔ دنیا کا کوئی بھی دانشمند اجسام میں روح کی تاثیرات کا منکر نہیں ہے۔ اس لیے کہ یہ ایک محسوس ومشاہد چیز ہے۔ آپ شب وروز مشاہدہ کرتے ہیں کہ کسی باحشمت کو دیکھ کر یا ندامت کے وقت چہرے پر غیر معمولی سرخی دوڑ جاتی ہے۔ اور خوفناک چیز کو دیکھ کر چہرہ زرد پڑ جاتا ہے۔ لوگوں نے نظر بد کے مریض کا کمزور قوی شخص کے اندر اسی چیز کا مشاہدہ کیا، یہ سب تو صرف تاثیر روح ہی کا تو نتیجہ ہوتی ہیں، اور چونکہ روح کا آنکھ سے غیر معمولی تعلق ہوتا ہے، اسی لیے اس فعل کو نظر یا عین کہتے ہیں۔ حالانکہ اس میں نگاہ کا کیا قصور بلکہ یہ محض روح کی تاثیر ہوتی ہے۔ اور روحیں، طبیعت، قوت اور کیفیات وخصوصیات کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ چنانچہ حاسد کی روح سے حسد زدہ کو ضرر نہیں پہنچتا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو حکم دیا کہ وہ حاسد کے شر سے پناہ مانگا کریں۔
محسود کی ضرر رسانی میں نظر حاسد کی تاثیر ایک ایسی حقیقت ہے۔ جس کا کوئی انکار نہیں کر سکتا اس کا منکر وہی ہو سکتا ہے جو لباس انسانیت سے عاری ہوگا، یہی نظر بد کی تاثیر کی حقیقت ہے۔ اس لیے کہ حاسد کا نفس خبیث بدترین کیفیات کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔ اور حسد زدہ کے مقابل آتا ہے۔ اور اس میں اسی خبیث کیفیت کی وجہ سے اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی مثال کے لیے سانپ کو پیش کرنا سب سے مناسب ہے۔ اس لیے کہ سانپ میں زہریلا مادہ بالقوۃ پوشیدہ رہتا ہے۔ جب وہ اپنے دشمن کے مقابلہ میں آتا ہے، تو اس کی قوت غضب شدید ہو جاتی ہے۔ اور ایک ضرر رساں خبیث کیفیت کے ساتھ یہ قوت پورے طور پر ابھر آتی ہے۔ اور بعض اوقات یہ قوت اتنی شدید ہو جاتی ہے کہ اس کے اثر سے جنین ساقط ہو جاتا ہے۔ اور کبھی کبھی قوت بصارت زائل ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دم بریدہ اور پھن دار سانپ کے متعلق فرمایا، کہ یہ دونوں سانپ قوت بصارت کو زائل کر دیتے اور حمل کو ساقط کر دیتے ہیں۔ ا۔
اسی طرح سے یہ کیفیت انسان میں صرف دیکھنے ہی سے اثر کر جاتی ہے، چہ جائیکہ اس کو چھوئے، اس لیے کہ ان نفوس میں خبث غیر معمولی طور سے ہوتا ہے اور ان کی کیفیات موثرہ اور تاثیرات خبیثہ محتاج مساس نہیں ہوتیں کہ جسم تک پہنچیں جیسا کہ بعض لوگ جن کو طبیعت وشریعت دونوں ہی میں دسترس نہیں ہوتی ایسا سمجھتے ہیں۔ بلکہ تاثیر نفس کبھی اتصال سے کبھی محض سامنا ہونے کبھی نگاہ پڑنے کبھی روح کی اثر پذیری کی طرف متوجہ ہونے سے جھاڑ، پھونک، دعا

اور تعوذ سے اور کبھی وہم وتخیل کی بنیاد پر ہوتا ہے۔ نظر بد لگانے والے کا اثر صرف رویت ہی پر موقوف نہیں بلکہ بہت سے نظر بد لگانے والے نابینا ہوتے ہیں۔ جو بلا دیکھے ہی نگاہ ڈالتے ہی جس شخص پر نظر بد کرنا ہوتا ہے اثر انداز ہوتے ہیں۔ خود خدا نے اپنے نبی کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَاِنۡ یَّکَادُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَیُزۡلِقُوۡنَکَ بِاَبۡصَارِہِمۡ لَمَّا سَمِعُوا الذِّکۡرَ (قلم۔۵۱)

اگر کافروں کا بس چلے تو یہ کوشش کریں گے کہ وہ آپ کو اپنی نگاہوں کی تاثیر سے گرادیں، جب وہ قرآن سنتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:

ا۔ بخاری نے ۶/۲۴۸ میں کتاب بدء الخلق باب قول اللہ "وبث فیھما من کل دابۃ" کے تحت اور امام مسلم نے ۲۲۳۳ میں کتاب السلام باب قتل الحیات وغیرھا کے تحت حدیث ابن عمر سے نقل کیا ہے "والطفیتان" سانپ کی پشت پر دو سفید دھاریوں کو کہتے ہیں۔ "الابتر" دُم بریدہ۔ رسول خدا کا فرمان "یلتمسان البصر" یہ دونوں آنکھ کو اچک لیتے ہیں۔ خطابی نے کہا کہ اس قول کی دو طرح سے تاویل کی گئی ہے۔ پہلی تاویل یہ کی گئی کہ اس قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں نگاہ کی روشنی اچک لے جاتے ہیں، اور ان کو بے نور کر دیتے ہیں، یہ صرف ان کی طرف دیکھنے کے اثر سے ہوتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کی آنکھوں میں ایسی خاصیت رکھی ہے۔ کہ وہ انسان کی نگاہ پر پڑتے ہی اسے بے نور کر دیتی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ نگاہوں میں ڈنک مار کر یا خراش لگا کر آنکھ کو بے نور کر دینے کا دونوں ارادہ کرتے ہیں، لیکن پہلا معنی زیادہ صحیح اور مشہور ہے۔

قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ الۡفَلَقِ ۝ۙ مِنۡ شَرِّ مَا خَلَقَ ۝ۙ وَمِنۡ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۝ۙ وَمِنۡ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الۡعُقَدِ ۝ۙ وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۝ ع (سورہ فلق)

اے رسول (ﷺ) کہہ کہ میں سفیدہ صبح کے مالک کی پناہ میں آیا ہوں ہر اس چیز کے شر سے جو اس نے پیدا کی ہے۔ اور اندھیرے کے شر سے جب وہ چھا جائے اور گرہوں پر پھونکنے والوں کے شر سے بھی پناہ مانگتا ہوں، اور حاسد کے حسد سے جب وہ حسد کرے۔

ہر نظر بد والا شخص حاسد ہوتا ہے، لیکن ہر حاسد بدنگاہ نہیں ہوتا چونکہ جب ثابت ہو گیا کہ حاسد بدنگاہ سے زیادہ عام ہوتا ہے۔ تو اس سے بھی پناہ طلب کرنا اسی طرح ہوگا، جیسے بدنگاہ سے استعاذہ کیا جاتا ہے۔ کیونکہ نظر بد ایک تیر ہوتا ہے۔ جو حاسد اور عائن کے نفس سے نکلتا ہے، جو حسد زدہ اور نظر زدہ کی جانب چلتا ہے۔ کبھی نشانے پر لگتا ہے، اور کبھی خطا کر جاتا ہے۔ اس لیے اگر یہ تیر کسی ایسے شخص کو پہنچا جو بالکل سامنے ہو اس کے آگے کوئی چیز حائل نہ ہو تو اس پر اثر کر جاتا ہے۔ اور اثر کرنا ضروری بھی ہے اور اگر یہ کسی ایسے شخص کی طرف جاتا ہے، جو انتہائی محتاط ہو اور خود زرہ پوش ہو۔ جس میں تیر کے پیوست ہونے کی کوئی گنجائش نہ ہو تو اس شخص پر یہ اثر نہیں کرتا۔ بلکہ بعض اوقات یہ تیر الٹا مارنے والے کی جانب لوٹ جاتا ہے یہ ایسا ہی ہے جیسے کہ کوئی ہوا میں تیر پھینکے اس لیے کہ اس کا تعلق ارواح ونفوس سے ہوتا ہے۔ اور یہ اجسام وابدان سے متعلق ہوتی ہے۔ اس کی حقیقت یہ ہوتی ہے کہ نظر بد لگانے والے شخص کو جب

کوئی چیز عمدہ لگتی ہے، تو وہ اپنے نفس کی کیفیت خبیثہ کو اس کے پیچھے لگا کر اپنے تیر نظر کی سمیت کو نظر زدہ تک پہنچانے کی کوشش کرتا ہے۔ اور کبھی آدمی خود کو ہی نظر لگا دیتا ہے۔ اور کبھی غیر ارادی طور پر نظر بد لگ جاتی ہے۔ بلکہ فطری اور طبعی طور پر ایسا ہو جاتا ہے، اور یہ نظر بد نوع انسانی کی جانب سے نظر بد میں سب سے بری ہے، اسی لیے ہمارے فقہاء کرام نے یہ رائے دی ہے کہ اگر کوئی شخص اس طرح کا معلوم ہو تو اسے چاہیے کہ امام وقت اس کو جیل میں بند کر دے، اور ایسی صورتیں پیدا کرے جس سے اس کی موت ہو جائے یہی رائے قطعی طور پر بہت مناسب معلوم ہوتی ہے۔

ظظظ

(۶۹) فصل

نظر بد کا طب نبوی سے علاج

نظر بد کے علاج کے سلسلہ میں پیغمبر خدا سے کئی طریقے منقول ہیں۔ چنانچہ ابو داؤد نے اپنی سنن میں سہل بن حنیف سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہمارا گذر ایک سیلاب زدہ ندی سے ہوا۔ میں نے اس میں داخل ہو کر غسل کر لیا' جب باہر نکلا تو بخار زدہ تھا، یہ خبر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی تو آپ نے فرمایا کہ ابو ثابت سے کہو کہ تعوذ کریں میں نے عرض کیا کہ اے میرے آقا جھاڑ پھونک کرنا بہتر ہوگا، آپ نے فرمایا کہ نظر بد، بخار اور ڈنک مارنے کے علاوہ کسی چیز کے لیے جھاڑ پھونک کرنا جائز نہیں ہے۔ ا

حدیث میں مذکور لفظ نفس سے مراد نظر بد ہے۔ چنانچہ عربی محاورہ میں کہتے ہیں۔ اَصابتْ فلَانًا نفس یعنی فلاں کو نظر بد پہنچی، اس طرح کہتے ہیں الناحس یعنی نظر بد لگانے والا، لدغہ، بچھو وغیرہ کے ڈنک مارنے کو کہتے ہیں۔

ہمارے یہاں، تعوذ اور جھاڑ پھونک معوذتین، سورہ فاتحہ اور آیت الکرسی کے بکثرت پڑھنے کے ذریعہ ہوتا ہے، اس کے علاوہ معوذات نبوی بھی منقول ہیں، جو حسب ذیل ہیں۔

ا۔ ابو داؤد نے ۳۸۸۸ میں کتاب الطب باب ماجاء فی الرقی کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راویہ رباب ہیں جو عثمان بن حکیم کی دادی ہیں۔ ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ان کو ثقہ نہیں کہا ان کے علاوہ اس حدیث کے بقیہ رواۃ ثقہ ہیں۔

۱۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ۔

میں خدا کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے اس کی پناہ چاہتا ہوں۔

۲۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ کُلِّ شَیْطَانٍ وَّ ھَامَّۃٍ وَمِنْ کُلِّ عَیْنٍ لَامَّۃٍ۔

میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ ہر وہم میں ڈالنے والے شیطان اور ہر نظر بد سے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

۳۔ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ الَّتِیْ لَا یُجَاوِزُھُنَّ بَرٌّ وَّ لَا فَاجِرٌ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَ ذَرَأَ

وَبَرَأَ وَ مِنْ شَرِّ مَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَ مِنْ شَرِّ مَا يَعْرُجُ فِيهَا وَ مِنْ شَرِّ مَا ذَرَأَ فِي الْاَرْضِ وَمِنْ شَرِّ مَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمِنْ شَرِّ فِتَنِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَ مِنْ شَرِّ طَوَارِقِ اللَّيْلِ اِلَّا طَارِقًا يَطْرُقُ بِخَيْرٍ يَارَحْمٰنُ۔

میں اللہ کے ان کلمات تامہ کے ذریعہ جن سے کسی بھی نیک و بد کو رہائی نہیں مخلوق کے تمام ظاہری و پوشیدہ شر سے اس کی پناہ چاہتا ہوں۔ اور اس شر سے جو آسمان سے نازل ہوتا ہے۔ اور اس شر سے جو آسمان کی طرف رخ کرتا ہے۔ پناہ چاہتا ہوں، اور اس چیز کے شر سے پناہ چاہتا ہوں جو زمین میں گھس جاتی ہے۔ اور جو زمین سے نکلتی ہے۔ اس کے شر سے پناہ چاہتا ہوں، اور رات و دن کے فتنوں اور رات کو آنے والی مصیبتوں سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں، مگر یہ کہ کوئی خیر کا طارق بن کر آئے۔

۴۔ اَعُوْذُ بِكَلِمَاتِ اللّٰهِ التَّامَّةِ مِنْ غَضَبِهٖ وَعِقَابِهٖ وَمِنْ شَرِّ عِبَادِهٖ وَمِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِيْنِ وَاَنْ يَّحْضُرُوْنِ۔

غضب، عذاب، اور اس کے بندوں کے شر سے اور شیطانی قریب سے اور موت کے وقت حاضر ہونے سے میں اس کی پناہ چاہتا ہوں۔

۵۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ بِوَجْهِكَ الْكَرِيْمِ وَ كَلِمَاتِكَ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ، اَللّٰهُمَّ اَنْتَ تَكْشِفُ الْمَاْثَمَ وَ الْمَغْرَمَ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ لَا يُهْزَمُ جُنْدُكَ وَلَا يُخْلَفُ وَعْدُكَ سُبْحَانَكَ وَبِحَمْدِكَ۔

اے اللہ میں تیری برتر و بالا ذات اور تیرے کلمات تامہ کے ذریعہ تیری گرفت میں رہنے والی ہر چیز کے شر سے تیری پناہ مانگتا ہوں، اے اللہ تو ہی قرض اور گناہ کو دور کرتا ہے، اے خدا تیرے لشکر کو کبھی ہزیمت نہیں ہوئی۔ اور تیرا وعدہ پورا ہونے والا ہے تو پاک ہے، تیری ہی تعریف مناسب ہے۔

۶۔ اَعُوْذُ بِوَجْهِ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ الَّذِيْ لَا شَيْءَ اَعْظَمُ مِنْهُ وَبِكَلِمَاتِهِ التَّامَّاتِ الَّتِيْ لَا يُجَاوِزُهُنَّ بَرٌّ وَّلَا فَاجِرٌ وَ اَسْمَاءِ اللّٰهِ الْحُسْنٰى مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ وَذَرَاَ وَبَرَاَ وَمِنْ شَرِّ كُلِّ ذِيْ شَرٍّ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِيَتِهٖ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔

خدائے برتر کے چہرے کے ذریعہ جس سے بڑی کوئی چیز نہیں ہو سکتی اور اس کے کلمات تامہ کے ذریعہ جن سے کوئی اچھا اور برا شخص تجاوز نہیں کر سکتا اور خدا کے عمدہ ناموں کے واسطے سے میں ان تمام مخلوق کی ظاہری و پوشیدہ برائیوں سے پناہ چاہتا ہوں، جو مجھے معلوم

ہیں، اور جو مجھے معلوم نہیں اور ہر شریر کی شرارت سے جن کی برائی کی میں طاقت نہیں رکھتا، اور ہر برے کی برائی سے پناہ چاہتا ہوں، جس کا تو ہی مالک ہے، بے شک میرا رب مجھے راہ راست پر لگائے۔

۷۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ مَاشَاءَ اللّٰہُ کَانَ وَمَالَمْ یَشَأْ لَمْ یَکُنْ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ اَعْلَمُ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا وَاَحْصٰی کُلَّ شَیْءٍ عَدَدًا، اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَشَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْکِہٖ وَمِنْ شَرِّ کُلِّ دَآبَّۃٍ اَنْتَ اٰخِذٌ بِنَاصِیَتِھَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

اے خدا تو ہی میرا پروردگار ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ ہی پر میں نے بھروسہ کیا اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے۔ جو خدا نے چاہا ہوا۔ اور جو نہیں چاہا نہیں ہوا، اللہ کے علاوہ کسی کی طاقت وقوت نہیں، مجھے معلوم ہے کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور علم الٰہی ہر چیز کو محیط ہے۔ اور ہر چیز کی تعداد اس کے پاس ہے، اے خدا میں اپنے نفس کے شر اور شیطان کے شر سے اور اس کے شرک سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور ہر جاندار کی برائی سے جس کی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے۔ تیری پناہ چاہتا ہوں، میرا خدا ہی سیدھی راہ پر ہے۔

یا اگر چاہے تو یوں کہے۔

تَحَصَّنْتُ بِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلٰھِیْ وَاِلٰہُ کُلِّ شَیْءٍ وَاعْتَصَمْتُ بِرَبِّیْ وَرَبِّ کُلِّ شَیْءٍ وَتَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ وَاسْتَدْفَعْتُ الشَّرَّ بِلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ حَسْبِیَ الرَّبُّ مِنَ الْعِبَادِ حَسْبِیَ الْخَالِقُ مِنَ الْمَخْلُوْقِ حَسْبِیَ الرَّزَّاقُ مِنَ الْمَرْزُوْقِ حَسْبِیَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَھُوَ یُجِیْرُ وَلَا یُجَارُ عَلَیْہِ حَسْبِیَ اللّٰہُ وَکَفٰی سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ دَعَا لَیْسَ وَرَاءَ اللّٰہِ مَرَامِیْ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ۔

میں نے لا الہ الا ھو کو قلعہ بنالیا وہی خدا میرا اور ہر چیز کا معبود ہے۔ میں نے اپنے رب اور ہر چیز کے رب سے بچاؤ طلب کیا، اور اس زندہ ذات پر توکل کیا جو کبھی مرے گا نہیں، اور میں نے شر کو لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے ذریعہ دفع کیا خدا میرے لیے کافی ہے۔ اور وہی بہتر کار ساز ہے۔ خدا بندوں کے مقابلہ میں میرے لیے کافی ہے۔ اور خالق میرے لیے مخلوق کے بہ نسبت کافی ہے۔ اور رزاق مرزوق کی طرف سے میرے لیے کافی ہے۔ میرے لیے وہ ذات کافی ہے جس کے قبضہ قدرت میں ہر چیز کی ملکیت ہے۔ وہ سزا دے سکتا ہے کوئی اس کو

سزا نہیں دے سکتا، مجھے وہ اللہ کافی ہے۔ جس نے پکارنے والے کی پکار سنی، اور خدا کے علاوہ میرا مقصد نہیں، اللہ میرے لیے کافی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اس پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔

جس نے ان دعاؤں اور معوذات کا تجربہ کیا اس نے اس کی منفعت کو جان لیا اور اس کی اہمیت وضرورت اس کی نگاہ میں بڑھ گئی اس سے نظر بد کے اثرات دور ہوتے ہیں۔ اور جس کی قوت ایمانی جتنی مضبوط ہوگی اس کا پڑھنے والا اسی قدر اس سے منفعت حاصل کرے گا، یہ چیز خود اس کی قوت نفس، اس کی استعداد وصلاحیت اور قوت توکل اور دلجمعی پر موقوف ہے اس لیے کہ یہ ایک ہتھیار ہے، اور ہتھیار کے لیے ہتھیار چلانے کی قوت وطاقت ضروری ہے۔

ظظظ

فصل (۷۰)

نظر بد کا فوری تدارک

اگر کسی نظر بد لگانے والے شخص کو خود اپنی نظر لگنے کا خدشہ ہو تو اسے فوراً یہ دعا پڑھ کر اس کا شر دفع کرنا چاہیے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلَیْہِ۔

اے خدا تو اس پر برکت نازل فرما۔

جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عامر بن ربیعہ سے فرمایا جن کی نظر بد کا شکار سہل بن حنیف ہو گئے تھے، کہ کیوں نہ تم نے دیکھ کر برکت کی دعا کی اور اللھم بارک علیہ کہا؟

اسی طرح سے نظر بد کا اثر "مَاشَاءَ اللّٰہُ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ" سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ ہشام بن عروہ سے روایت ہے۔ وہ اپنے باپ عروہ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ جب وہ کوئی ایسی چیز دیکھتے جو ان کو بھلی لگتی یا اپنے باغات میں سے کسی شاداب باغ میں داخل ہوتے تو پڑھتے۔ مَاشَاءَ اللّٰہُ، لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

اسی طرح حضرت جبریل علیہ السلام سے منقول وہ دعا ہے۔ جس سے آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر دم کیا تھا اور جسے امام مسلمؒ نے اپنی صحیح مسلم میں ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ یُؤْذِیْکَ مِنْ شَرِّ کُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَیْنِ حَاسِدٍ اَللّٰہُ یَشْفِیْکَ بِسْمِ اللّٰہِ اَرْقِیْکَ۔ ا

خدا کے نام سے میں تجھ پر دم کرتا ہوں۔ ہر اس چیز سے جو تجھے اذیت دے اور ہر نظر بد

کے شر اور حاسد کی نظر بد سے، خدا تجھے شفا عطا فرمائے، میں اللہ کے نام کے ساتھ تجھ پر دم کرتا ہوں۔

سلف کی ایک جماعت نے آیات قرآنی کو لکھ کر اس کو پانی میں گھول کر مریض کو پلانے کی اجازت دی ہے۔ مجاہد کا کہنا ہے کہ قرآن کو لکھ کر پانی سے دھونے کے بعد اس کا پانی پلانا قابل اعتراض نہیں ہے۔ اسی جیسی بات حضرت ابو قلابہ سے بھی منقول ہے اور حضرت ابن عباس سے مروی ہے۔ کہ آپ نے ایک عورت کو جس کو زچگی کی تکلیف تھی، قرآن کی آیت لکھ کر اسے دھو کر پلانے کا حکم دیا، ابو ایوب نے بیان کیا کہ میں نے ابو قلابہ کو دیکھا کہ انہوں نے قرآن کا کچھ حصہ لکھا پھر پانی سے دھو کر اس کا پانی ایسے شخص کو پلایا جو درد سے بیقرار تھا۔

ا۔ امام مسلم نے ۲۱۸۵ میں کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

Nafse Islam

فصل (۱۷)

طریقہ علاج کی حکمتیں

اس کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ عائن اپنے کنج ران بغل، اپنے ہاتھ پیر اور اپنے ازار کے اندرونی حصہ کو دھوئے داخل ازار کے بارے میں دو قول ہیں۔ ایک یہ کہ شرم گاہ مراد ہے۔ دوسرا قول یہ کہ اس سے مراد اس کے ازار کا وہ اندرونی کنارہ جو دائیں جانب سے اس کے بدن سے متصل رہتا ہے۔ پھر اس پانی سے نظر زدہ کے اوپر اس کے پیچھے سے یکبارگی بہایا جائے، یہ علاج ایسا نادر ہے، جس تک اطباء کی رسائی نہیں اور جس نے اس کا انکار کیا یا اس کا مذاق اڑایا یا اس میں شک وشبہ کیا یا اس کو عقیدہ کے طور پر نہیں بلکہ بطور تجربہ کیا تو یہ علاج ایسے شخص کو کچھ بھی فائدہ نہ دے گا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

جبکہ طبیعت میں ایسے خواص پائے جاتے ہیں۔ جن کے اسباب وعلل سے اطباء کبھی بھی واقف نہیں ہو سکتے بلکہ یہ ان کے نزدیک قیاس سے بھی خارج ہے، اور بالخاصیۃ اثر انداز ہونے والی چیز ہے۔ تو پھر زنادقہ اور ناواقف لوگ شریعت کے خواص کا انکار کریں تو اس میں کوئی تعجب نہیں، حالانکہ اس غسل کے علاج کے منافع پر تمام باہوش لوگ گواہی دیتے ہیں۔ اور اس کا اقرار بھی کرتے ہیں کہ یہ ایک مناسب اور بہتر طریقہ علاج ہے یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ سانپ کے زہر کا تریاق اس کے گوشت میں ہوتا ہے، اور غضبناک نفس کی تاثیر کا علاج غصہ کو ٹھنڈا کرنے میں ہے۔ اور آگ پر ہاتھ رکھ دینے یا اس کو چھونے سے وہ بجھ جاتی ہے۔ اسی طرح غصہ کو ٹھنڈا کرنے سے اس کی تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ جیسے کوئی آدمی ایسا ہو۔ جس کے ہاتھ میں آگ کا ایک شعلہ ہو اور وہ تم پر اسے پھینکنا چاہتا ہے۔ تو تم اس پر پانی ڈال دو، تو یہ شعلہ اس کے ہاتھ ہی میں بجھ جائے گا۔ اسی لیے عائن کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ اللھم بارک علیہ کہے اے خدا اس پر برکت نازل کر، تا کہ یہ کیفیت خبیثہ اس دعا کے ذریعہ جو نظر زدہ کے لیے احسان ہے ختم ہو جائے اس لیے کہ

اضداد ہی سے علاج کیا جاتا ہے۔اور چونکہ یہ کیفیت خبیثہ جسم انسانی کے رقیق حصوں سے نکلتی ہے، اس لیے اس میں قوت نافذہ بھی ہوتی ہے، چنانچہ آپ کو کنج ران بغل اور داخل ازار سے جب کہ اس سے مراد فرج ہو تو اس سے رقیق حصہ کہاں ملے گا' جب اسے پانی سے دھویا جائے تو ان رقیق جگہوں سے نکلنے والی کیفیات ردیہ کی تاثیر ختم ہو جائے گی، مزید برآں یہ مقامات شیطانی ارواح کے لیے بھی مخصوص ہوتے ہیں۔

مقصد یہ کہ ان جگہوں کو پانی سے دھونے سے ناریت بجھ جاتی ہے، اور اس کا زہریلا مادہ ختم ہو جاتا ہے۔مزید برآں غسل کا اثر جب قلب تک پہنچتا ہے۔جو بدن کا سب سے رقیق ترین حصہ ہے۔اور وہاں تک نفوذ بھی بسرعت ہوتا ہے تو پانی سے ناریت وسمیت دونوں ختم ہو جاتی ہیں، اور نظر زدہ بالکل شفایاب ہو جاتا ہے۔جیسا کہ دیکھنے میں آتا ہے کہ ڈنک مارنے کے بعد اگر زہریلا جانور مار ڈالا جاتا ہے، تو ڈنک زدہ پر اس زہر کا اثر بھی کمزور ہو جاتا ہے، اور مریض کو آرام مل جاتا ہے، اور اگر ڈنک مارنے کے بعد ڈنک مارنے والا جانور زندہ رہ جائے تو زہر اپنا اثر پورے طور پر دکھاتا ہے۔اور اس کا غیر معمولی اثر ڈنک زدہ تک پہنچتا ہے۔جب تک کہ اسے مار نہ ڈالا جائے مریض کو سکون نہیں ملتا، یہ مشاہد ہے، اگرچہ اس کا سبب بظاہر وہ مسرت ہے، جو دشمن کے مارے جانے پر ڈنک زدہ مریض کو حاصل ہوتی ہے۔اور مریض کے نفس کو یکلو نہ سکون واطمینان حاصل ہوتا ہے۔اس طرح طبیعت میں اس تکلیف کو برداشت کرنے کی قوت آجاتی ہے۔اور مریض اس کا دفاع کر لیتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ نظر بد والے شخص کے غسل سے اس کی بدنظری سے ظاہر ہونے والی یہ کیفیت ختم ہو جاتی ہے، اور اس کا اس وقت غسل کرنا جب کہ وہ اس کیفیت میں بذات خود مبتلا ہو۔غیر معمولی طور پر نافع ثابت ہوتا ہے۔

خیر یہ بات تو سمجھ میں آگئی کہ غسل کرنے سے یہ نفع حاصل ہوتا ہے، مگر نظر زدہ پر اس پانی کے بہانے میں کیا مناسبت ہے یہ چیز سمجھ میں نہیں آتی؟ اس بات کو آپ یوں سمجھئے کہ اس میں پورے طور پر مناسبت پائی جاتی ہے، اس لیے کہ یہ پانی ہی ایسی مائیت ہے۔جس سے یہ ناریت ختم ہوئی، اور جس کے ذریعہ عائن کی کیفیت ردیہ دور ہوگئی، تو جیسے یہ آگ بجھی اسی طرح سے ادھر کی بھی آگ بجھ گئی، اور اثر پذیر مقام کے اثرات اثر انداز عائن سے مختلط ہونے کے بعد ختم ہو گئے۔اور جس پانی سے لوہا بجھایا جاتا ہے۔اس کو متعدد طبی دواؤں میں شامل کر کے اس کے اثرات حاصل کیے جاتے ہیں۔یہ بات اطباء کے نزدیک معروف ومشہور ہے۔پھر یہ پانی جس سے نظر بد لگانے والے کی ناریت بجھائی گئی ہے، اسے کسی مناسب دوا میں استعمال کیا جائے تو کون سی چیز مانع ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ طبائع کا علاج اور اس کا تدارک علاج نبوی کے طریقہ کے اعتبار سے بالکل ایسا ہی ہے، جیسے فسوں کاروں کا طریقہ علاج اپنے فن طب کے اعتبار سے ہوتا ہے۔بلکہ اس سے بھی کمتر ہے اس لیے کہ ان میں اور انبیاء میں جو فرق ہے۔وہ غیر معمولی ہے۔بلکہ اس تفاوت سے بھی بڑھا ہوا ہے۔جو انبیاء اور فسوں کاروں کے طریقہء علاج کے درمیان ہے۔اس لیے کہ عام انسان کی رسائی، اس کی حقیقت تک ممکن نہیں ہوتی، اسی سے آپ کے سامنے حکمت اور شریعت کے درمیان کا تعلق پوری طرح واضح ہو گیا اور یہ بھی واضح ہو گیا کہ شریعت وحکمت میں

کوئی تضاد اور باہمی تناقض نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ جسے چاہے صحیح راستے پر لگا دیتا ہے۔ اور جو شخص اس کی توفیق کے دروازے پر دستک دیتا ہے اس کے لیے ہر دروازہ کھل ہی جاتا ہے، اور اسی کے لیے پوری نعمت اور بلند دلیل ہے۔

ظظظ

فصل (۷۲)

نظر بد کا دوسرا طریقۂ علاج نبوی

اس کا ایک دوسرا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ جس کو بدنظری کا اندیشہ لاحق ہو، اس کی خوبیاں اور محاسن کو پوشیدہ رکھا جائے اور اس انداز پر رکھا جائے کہ نظر بد کا دفاع ہو سکے، جیسا کہ علامہ بغوی نے اپنی کتاب ''شرح السنۃ'' میں تحریر کیا ہے کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ایک خوبصورت وجاذب نظر بچے کو دیکھا تو فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگاؤ، کہیں اسے نظر بد نہ لگ جائے۔ ''نونیۃ'' چھوٹے بچے کی ٹھوڑی کے گڈھے کو کہتے ہیں۔ [۱]

اور خطابی نے ''غریب الحدیث'' میں ایک حدیث حضرت عثمان ہی سے بیان کی ہے۔ کہ انہوں نے ایک بچے کو دیکھا جو نظر بد کا شکار ہو گیا تھا آپ نے فرمایا کہ اس کی ٹھوڑی پر سیاہ نشان لگا دو۔ ابو عمرو نے بیان کیا کہ میں نے احمد بن یحییٰ سے تونۃ کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے فرمایا کہ اس سے چاہ ذقن مراد ہے۔ یعنی بچے کی ٹھوڑی کا گڈھا مراد ہے۔ کہ چاہ ذقن کو سیاہ کرنے سے نظر بد نہ لگ پائے گی، اس لیے اس جگہ پر سیاہ نشان لگا دو کہ نظر بد کا دفاع ہو سکے۔

اور اسی سے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے یہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا، اور آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ [۲] تھا، تدسیم بمعنی سیاہ کرنے کے استشہاد کے لیے یہ حدیث یہاں بیان کی ہے۔ اور شاعر نے بھی اس معنی کو اختیار کرتے ہوئے یہ شعر پیش کیا ہے۔

مَا كَانَ أَحْوَجَ ذَا الْكَمَالِ إِلَى عَيْبٍ يُوَقِّيهِ مِنَ الْعَيْنِ

کسی باکمال شخص کو سب سے زیادہ ضرورت ایسے عیب کی ہوتی ہے، جو اسے نظر بد سے بچا سکے۔

ظظظ

---

[۱] دیکھئے شرح السنۃ ص ۱۱۶ ج ۱۳ ہماری تحقیق کے ساتھ۔

[۲] اس حدیث کو ہم نے مسند عائشہ میں نہیں پایا جیسا کہ مصنف نے خطابی کے واسطہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ بلکہ امام بخاری'' نے ۷ / ۹۲ مناقب الانصار میں حدیث ابن عباس سے اس کو نقل کیا ہے۔ وہ یوں ہے کہ ابن عباس نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے، آپ کے اوپر ایک چادر پڑی ہوئی تھی، جس سے آپ کے دونوں مونڈھے ڈھکے ہوئے تھے آپ کے سر پر ایک سیاہ رنگ کی پٹی تھی، آپ منبر پر تشریف لائے اور اللہ کی حمد وثنا بیان کی اس

کے بعد فرمایا، امابعد اے لوگو! لوگ زیادہ ہوتے جائیں گے مگر انصار کم ہوتے جائیں گے، حتی کہ کھانے (حاشیہ جاری)

فصل (۷۳)

نظر بد سے متعلق ایک واقعہ

وہ جھاڑ پھونک جس سے نظر بد دور ہو جائے یہ ہے کہ ابوعبداللہ الساجی سے بیان کیا جاتا ہے کہ وہ اپنے کسی حج یا غزوہ کے سفر میں ایک خوبصورت دلکش اونٹنی پر سوار تھے، اور ان کی معیت میں ایک بدنگاہ شخص تھا جب بھی وہ کسی چیز پر نگاہ ڈالتا تو وہ برباد ہو جاتی لوگوں نے ابوعبداللہ سے کہا کہ اپنی اونٹنی کو اس بدنگاہ شخص سے بچاؤ تو انہوں نے کہا کہ بھائی اس بدنگاہ کو میری اونٹنی سے کیا لینا دینا، اس بدنگاہ شخص کو جب اس کی اطلاع ہوئی۔ تو وہ ابو عبداللہ کی غیر موجودگی کا انتظار کرتا رہا، چنانچہ موقع پا کر وہ ان کے کجادہ کے پاس آیا اور اونٹنی پر اپنی نظر بد ڈالی ہی تھی کہ اونٹنی گر پڑی اور تڑپنے لگی، اتنے میں ابوعبداللہ آ گئے تو ان کو اطلاع دی گئی کہ بدنگاہ نے اس پر نظر بد ڈالی ہے۔ اور انہوں نے بچشم خود اسے دیکھا تو فرمایا کہ مجھے اس بدنگاہ شخص کو دکھا دو، جب اسے دکھا دیا گیا تو آپ نے وہاں کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھنی شروع کی۔

"گذشتہ سے پیوستہ" میں نمک کی طرح ہو جائیں گے، تو جو کوئی تم میں سے حاکم بنایا جائے، اور ممکن ہے اس سے کسی کو نفع یا ضرر پہنچے تو ان کی اچھی باتوں کو لے لینا، اور ان کی برائیوں سے درگذر کرنا، امام مسلم" نے ۱۳۸۵ میں حضرت جابر سے روایت نقل کی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے دن مکہ میں داخل ہوئے آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا یہی حدیث سنن ابی داؤد ۴۰۷۶ میں، ترمذی ۱۷۳۵، نسائی ۵/ ۲۰۰، ۲۰۱، ابن ماجہ ۲۸۲۲، ۵۸۳۵ میں مذکور ہے۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ۱۳۵۹ میں، ابوداؤد نے ۴۰۷۷ میں نسائی نے ۸/ ۲۱۲ میں ابن ماجہ نے ۲۲۸۱ میں عمرو بن حریث کی حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو منبر پر دیکھا آپ کے سر مبارک پر سیاہ عمامہ تھا، جس کے دونوں کنارے آپ کے دونوں کندھوں کے درمیان لٹکتے تھے۔

بِسْمِ اللّٰهِ حَبْسٌ حَابِسٌ وَحَجَرٌ يَابِسٌ وَ شِهَابٌ قَابِسٌ رَدَدْتُ عَيْنَ الْعَائِنِ عَلَيْهِ وَعَلٰى اَحَبِّ النَّاسِ اِلَيْهِ فَارْجِعِ الْبَصَرَ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّهُوَ حَسِيْرٌ۔

خدا کے نام سے وہ روکنے والا روک ہے۔ خشک پتھر اور جلتا ہوا شہاب ہے۔ میں بدنگاہ کی نظر بد کو اس پر اور اس کے نزدیک لوگوں میں سب سے محبوب ترین چیز کی طرف پھیر دیا۔ (ذرا) اپنی نظر لوٹاؤ اور دیکھو کیا تمہیں کچھ فتور نظر آتا ہے۔ پھر نظر بار بار لوٹاؤ نظر تمہاری طرف تھکی ماندہ واپس آئے گی۔

اس دعا کے پڑھنے کا یہ اثر ہوا کہ بدنگاہ کی آنکھ کے دونوں پپوٹے باہر نکل پڑے اور اونٹنی بھلی چنگی ہو کر

کھڑی ہوگئی۔

ظظظ

فصل (۷۴)

طب نبوی میں ہر بیماری کے لیے عام روحانی علاج

ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابودرداء سے یہ حدیث روایت کی ہے۔

قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنِ اشْتَكٰى مِنْكُمْ شَيْئًا أَوِ اشْتَكَاهُ اَخٌ لَهُ فَلْيَقُلْ رَبَّنَا اللهُ الَّذِىْ فِى السَّمَآءِ تَقَدَّسَ اسْمُكَ، اَمْرُكَ فِى السَّمَآءِ وَالْأَرْضِ كَمَا رَحْمَتُكَ فِى السَّمَآءِ فَاجْعَلْ رَحْمَتَكَ فِى الْأَرْضِ وَاغْفِرْ لَنَا حُوْبَنَا وَخَطَايَانَا اَنْتَ رَبُّ الطَّيِّبِيْنَ اَنْزِلْ رَحْمَةً مِنْ رَحْمَتِكَ وَشِفَاءً مِنْ شِفَائِكَ عَلٰى هٰذَا الْوَجْعِ فَيَبْرَأُ بِاِذْنِ اللهِ۔ ۱

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسولِ خدا ؐ کو فرماتے ہوئے سنا کہ اگر تم میں سے کوئی بیمار ہو۔ یا اس کا کوئی بھائی بیمار ہو تو یہ کہے اے میرے پروردگار اے خدا جو آسمان میں ہے۔ تیرا نام مقدس ہے۔ تیرا حکم آسمان و زمین میں جاری ہے جس طرح تیری رحمت آسمان میں ہے۔ اسی طرح اپنی رحمت زمین پر بھی نازل کر، اور ہمارے گناہ اور ہماری خطاؤں کو معاف فرما تو ہی پاکیزہ لوگوں کا پروردگار ہے۔ اپنی جانب سے رحمت نازل فرما، اور اس درد سے شفاء کلی عطا فرما۔ جب مریض یہ دعا پڑھے گا تو شفایاب ہوجائے گا۔

اور صحیح مسلم میں ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ حضرت جبریل علیہ السلام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا۔

يَا مُحَمَّدُ! اِشْتَكَيْتَ؟ فَقَالَ "نَعَمْ" فَقَالَ جِبْرَيْلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِاسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ يُؤْذِيْكَ مِنْ شَرِّ كُلِّ نَفْسٍ اَوْ عَيْنِ حَاسِدٍ اَللّٰهُ يَشْفِيْكَ بِاسْمِ اللهِ اَرْقِيْكَ۔ ۲

اے محمد ﷺ! کیا آپ (ﷺ) کو کوئی تکلیف ہے؟ آپ (ﷺ) نے فرمایا ہاں تو جبریل علیہ السلام نے کہا میں خدا کے نام سے تجھ پر دم کرتا ہوں، ہر تکلیف دہ چیز سے اور ہر نگاہ بد سے اور حاسد کی بری نظر سے، اللہ تجھے شفاء کلی عطا فرمانے میں اللہ تعالیٰ ہی کے نام سے تجھ پر دم کرتا ہوں۔

۱۔ ابوداؤد نے ۳۸۹۲ میں کتاب الطب باب کیف الرقی کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔اس کی سند میں زیاد بن محمد نامی ایک راوی منکر الحدیث ہے، اس کے علاوہ دیگر تمام رواۃ ثقہ ہیں۔اور اس کو امام احمد نے ۶/ ۲۱ میں دوسرے طریق سے روایت کیا ہے۔اس کی سند میں ایک راوی ابوبکر ابن ابی مریم غسانی شافی نامی راوی ضعیف ہے۔دارقطنی نے بیان کیا کہ وہ متروک ہے۔ابن عدی نے لکھا ہے کہ یہ حدیث غرائب میں سے ہے۔ثقات نے اس کی بہت کم ہمنوائی کی ہے۔

۲۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۱۸۶ میں کتاب السلام باب الطب والمرض والرقی کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ آپ اس حدیث کے بارے میں کیا کہیں گے، جس کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے کہ جھاڑ پھونک صرف نظر بد اور ڈنک مارنے سے ہی جائز ہوتا ہے، اور ''حمۃ'' تمام زہریلے قسم کے جانور کو کہتے ہیں، جیسے سانپ بچھو وغیرہ۔

اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث سے نظر بد اور ڈنک مارنے کے علاوہ میں جھاڑ پھونک کی نفی کہاں ثابت ہوتی ہے۔ بلکہ اس کا حقیقی مفہوم تو یہ ہے کہ ڈنک مارنے اور نظر بد ہی میں جھاڑ پھونک سب سے زیادہ موثر اور نافع ہوتا ہے۔اور اسی پر حدیث کا سیاق وسباق دلالت کرتا ہے، اس لیے کہ سہل بن حنیف ؓ نے نبی اکرم ؐ سے عرض کیا، جبکہ یہ نظر بد کے شکار ہو گئے تھے کہ کیا جھاڑ پھونک میں بھی خیر ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ نظر بد اور ڈنک مارنے ہی میں جھاڑ پھونک ہے۔اسی پر وہ تمام احادیث دلالت کرتی ہیں۔ جو جھاڑ پھونک سے متعلق وارد ہیں۔خواہ جھاڑ پھونک عام ہو، یا خاص۔

ابوداؤد نے حضرت انس سے ایک دوسری روایت بایں طور روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا:

لَا رُقْيَةَ اِلَّا مِنْ عَيْنٍ أَوْ حُمَةٍ أَوْ دَمٍ يَرْقَأُ۔ ۱

جھاڑ پھونک صرف نظر بد یا زہریلے ڈنک کے لیے یا فساد دموی کے لیے ہی ہے۔

صحیح مسلم میں انس رضی اللہ عنہ ہی سے روایت ہے۔

رَخَّصَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الرُّقْيَةِ مِنَ الْعَيْنِ وَالْحُمَةِ وَالنَّمْلَةِ۔ ۲

۱۔ ابوداؤد نے ۳۸۸۹ میں اس کو بیان کیا اس کی سند میں شریک قاضی نامی راوی سئی الحفظ ہے، لیکن بقیہ رواۃ ثقہ ہیں، امام مسلم رحمۃ اللہ نے ۲۲۰ میں بریرہ بن حصیب سے بایں طور ''لا رقیۃ الا من عین او حمۃ'' اس کی تخریج کی ہے۔ابن ماجہ نے ۳۵۱۳ میں مرفوع سند کے ساتھ اس کو ذکر کیا لیکن اس کی سند میں ضعف ہے۔اور اس باب میں عمران بن حصین کے واسطہ سے امام احمد بن حنبل نے اور ابوداؤد نے ۳۸۸۴ میں، ترمذی نے ۲۰۵۸ میں اس لفظ کے ساتھ اس کی تخریج کی ہے۔لا رقیۃ الا من عین أو حُمَۃٍ۔اس کی اسناد صحیح ہے۔

۲۔ اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نظر بد، ڈنک مارنے اور پہلو کے پھوڑے کے لیے جھاڑ پھونک کرنے کی رخصت دی ہے۔

ظظظ

فصل (۷۵)

ڈنک زدہ کو سورہ فاتحہ کے ذریعہ

جھاڑ پھونک کی بابت ہدایات نبوی

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے صحیحین میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا۔

اِنْطَلَقَ نَفَرٌ مِّنْ اَصْحَابِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فِیْ سَفْرَۃٍ سَافَرُوْھَا حَتّٰی نَزَلُوْا عَلٰی حَیٍّ مِّنْ اَحْیَاءِ الْعَرَبِ فَاسْتَضَافُوْھُمْ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْھُمْ فَلُدِغَ سَیِّدُ ذٰلِکَ الْحَیِّ فَسَعَوْا لَہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَا یَنْفَعُہٗ شَیْءٌ فَقَالَ بَعْضُھُمْ لَوْ اَتَیْتُمْ ھٰؤُلَاءِ الرَّھْطَ الَّذِیْنَ نَزَلُوْا لَعَلَّھُمْ اَنْ یَّکُوْنَ عِنْدَ بَعْضِھِمْ شَیْءٌ فَاَتَوْھُمْ فَقَالُوْا یَا اَیُّھَا الرَّھْطُ! اِنَّ سَیِّدَنَا لُدِغَ وَسَعَیْنَا لَہٗ بِکُلِّ شَیْءٍ لَا یَنْفَعُہٗ فَھَلْ عِنْدَ اَحَدٍ مِّنْکُمْ مِّنْ شَیْءٍ؟ فَقَالَ بَعْضُھُمْ نَعَمْ وَاللّٰہِ اِنِّیْ لَاَرْقِیْ وَلٰکِنِ اسْتَضَفْنَاکُمْ فَلَمْ تُضَیِّفُوْنَا فَمَا اَنَا بِرَاقٍ حَتّٰی تَجْعَلُوْا لَنَا جُعْلًا فَصَالَحُوْھُمْ عَلٰی قَطِیْعٍ مِّنَ الْغَنَمِ فَانْطَلَقَ یَتْفُلُ عَلَیْہِ وَیَقْرَاُ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ فَکَاَنَّمَا اُنْشِطَ مِنْ عِقَالٍ فَانْطَلَقَ یَمْشِیْ وَمَا بِہٖ قَلَبَۃٌ قَالَ فَاَوْفُوْھُمْ جُعْلَھُمُ الَّذِیْ صَالَحُوْھُمْ عَلَیْہِ فَقَالَ بَعْضُھُمُ اقْتَسِمُوْا فَقَالَ الَّذِیْ رَقٰی لَا تَفْعَلُوْا حَتّٰی نَاْتِیَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَنَذْکُرَ لَہُ الَّذِیْ کَانَ فَنَنْظُرَ مَا یَاْمُرُنَا فَقَدِمُوْا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَذَکَرُوْا لَہٗ ذٰلِکَ فَقَالَ وَمَا یُدْرِیْکَ اَنَّھَا رُقْیَۃٌ؟ ثُمَّ قَالَ قَدْ اَصَبْتُمْ اقْسِمُوْا وَاضْرِبُوْا لِیْ مَعَکُمْ سَھْمًا۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کا ایک گروہ ایک سفر میں نکل پڑا سفر کرتے کرتے عرب کے ایک قبیلہ میں اترے اور ان سے میزبانی قبول کرنے کی درخواست کی انہوں نے میزبانی قبول کرنے سے انکار کردیا۔ اتنے میں ان کے سردار کو ڈنک لگا، انہوں نے ہر ممکن تدبیر کرڈالی، مگر کوئی تدبیر کارگر ثابت نہ ہوئی۔ اس قبیلہ کے بعض لوگوں نے کہا، کہ یہ قافلہ جو تمہارے یہاں آیا ہے۔ ان کے پاس چلو شاید ان میں سے کسی کے پاس کوئی تدبیر ہو، چنانچہ وہ اصحاب رسول کے پاس آئے۔ اور ان سے کہا اے قافلہ کے لوگو! ہمارے

سردار کو ڈنک لگ گیا اور ہر ممکن تدبیر ہم نے کر ڈالی، مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ کیا تم میں سے کسی کے پاس اس کا علاج ہے؟ ان میں سے بعض نے کہا کہ ہاں بخدا میں جھاڑ پھونک کرتا ہوں، مگر ذرا سوچو کہ ہم نے تم سے مہمان داری کرنے کی درخواست کی تو تم لوگوں نے ہماری اس درخواست کو ٹھکرا دیا۔ اور ہماری میزبانی نہ کی میں اس پر دم اسی وقت کر سکتا ہوں، جب تم اس پر کچھ اجرت مقرر کرو گے، چنانچہ بھیڑ کے ایک حصہ پر معاملہ طے ہو گیا۔ انہوں نے اس پر الحمد للہ رب العلمین پڑھتے ہوئے دم کرنا شروع کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ ایسا چنگا ہو گیا گویا کہ اسے کسی بندش سے رہائی ملی ہو۔ اور وہ چلنے پھرنے لگا۔ اسے کوئی تکلیف نہ تھی پھر اس نے کہا کہ ان لوگوں کو ان کی طے شدہ پوری اجرت دے دو، چنانچہ انہوں نے اجرت دے دی، اس میں بعض صحابہ نے کہا کہ باہم اسے بانٹ لو، اس پر دم کرنے والے شخص نے کہا کہ جب تک ہم رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ پہنچ جائیں۔ اس وقت تک کچھ نہ کرو۔ اور ہم آپ کے حکم کے معلوم ہو جانے تک اس سے توقف کریں گے۔ چنانچہ سب لوگ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ اور انہوں نے پورا واقعہ بیان کیا، یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ تم کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کام رقیہ (جھاڑ پھونک) سے ہوا پھر آپ نے فرمایا کہ تم نے ٹھیک ہی کیا اب اسے باہم بانٹ لو، اور اس میں میرا بھی ایک حصہ لگانا۔[1]

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت علی سے روایت کی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَیْرُ الدَّوَاءِ الْقُرآنُ۔[2]

کہ سب سے مؤثر دوا قرآن مجید ہے۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح معلوم رہنی چاہیے کہ بعض کلام میں معلوم خواص اور مجرب منافع ہوتے ہیں۔ پھر رب العالمین کے کلام میں یہ چیز کیوں نہ مان لی جائے، جبکہ اس کے کلام کی فضیلت تمام کلاموں پر ایسی ہی ہے، جیسی رب العالمین کی فضیلت تمام مخلوقات پر، اس میں کامل شفا ہے۔ اور پورا بچاؤ اور حفاظت ہے، نیز اس میں رہنمائی کرنے والی روشنی اور رحمت عمومی بھی ہے۔ جس کے بارے میں خود قرآن ناطق ہے۔ کہ اگر اس کو کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا

---

[1] بخاری نے ۱۰/ ۵۷۸ا میں کتاب الطب باب النفث فی الرقیۃ کے تحت اور مسلم نے ۲۲۰۱ میں کتاب السلام باب جواز اخذ الاجرۃ علی الرقیۃ کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۵۰۱ میں کتاب الطب باب الاستشفاء بالقرآن کے تحت اس حدیث کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں حارث الاعور ایک راوی ضعیف

ہے۔

تو اس کی شدت تاثیر عظمت وجلالت کی بنیاد پر پہاڑ شگافتہ ہو جاتا' دوسری جگہ فرمایا۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرآنِ مَاهُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ (اسرائی۔ ۸۲)

ہم قرآن سے اس حصہ کو اتارتے ہیں، جو جملہ مومنین کے لیے شفاء اور سراپا رحمت ہے۔

اس آیت میں مِن جنس کے لیے ہے۔تبعیضیہ نہیں ہے، مفسرین کا صحیح ترین قول یہی ہے جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِینَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصّٰلِحَاتِ مِنْھُمْ مَغْفِرَۃً وَّ اَجْرًا عَظِیمًا۔ (فتح: ۲۹)

اللہ نے ان لوگوں سے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیئے، سبھی سے مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا ہے۔

پھر سورہ فاتحہ کے بارے میں کیا خیال ہے، جس کی کوئی مثال نہیں، قرآن، تورات، انجیل اور زبور کسی میں بھی اس شان وعظمت کی سورہ نازل نہیں ہوئی جو تمام ادیان سماویہ کے معانی کو شامل ہے، اسماء خداوندی میں بنیادی اسماء کا ذکر ہے۔اس کی صفات کا اکٹھا بیان ہے۔جو اللہ، رب، رحمن اور رحیم ہے، اس کی آیت میں معاد کا ثبوت ہے توحید ربوبیت اور توحید الٰہیت دونوں ہی کا اس میں ذکر ہے۔اور اس عاجزی کا بیان ہے۔جس میں انسان اعانت وہدایت کی طلب میں پوری طرح اپنے رب کا محتاج ہے۔اپنی ان خصوصیات میں وہ یگانہ ہے۔اس میں سب سے عمدہ سب سے نافع اور ضروری دعا کا بھی ذکر ہے۔اور انسان کو سب سے زیادہ صحیح اور سیدھے راستے کی ضرورت ہوتی ہے اس میں کمال معرفت الٰہی کمال توحید اور کمال عبادت سبھی چیزیں بدرجہ اتم موجود ہیں۔اللہ نے جو کرنے کا حکم دیا اس کی تعمیل اور جس سے روکا اس سے اجتناب اور موت کی گھڑی تک اسی پر برقرار رہنا، اور اس میں وہ مضامین بھی شامل ہیں جن میں خلائق کی تقسیم اور ان کی اپنے منعم حقیقی کی جانب سے معرفت حق اور اس پر عمل، اس کی محبت وایثار کے مطابق موجود ہے۔اور جو معرفت حق کے بعد بھی پھر گئے ان کے مغضوب ہونے کا ذکر ہے اور جو پہچان نہ سکے ان کے گمراہ ہونے کا بیان ہے۔اور خلائق کی تقسیم تو یہی ہو سکتی ہے، اگر تقدیر کو سامنے رکھیں شریعت کو مانیں، اسماء الٰہی، صفات خداوندی، معاد نبوت نفوس کی پاکیزگی دلوں کی اصلاح، عدل واحسان الٰہی کا ذکر اور اہل بدعت اور باطل پرستوں کی تردید موجود ہے۔اس کا تفصیلی ذکر تو ہم نے اپنی کتاب "مدارج السالکین" میں وضاحت کے ساتھ کیا ہے۔وہیں ہم نے یہ بھی بتایا کہ اس سورہ مبارکہ کی کیا شان وعظمت ہے، اور اس سے شفاء کلی حاصل کی جا سکتی ہے۔اور ڈنک زدہ کو اس کے ذریعہ جھاڑ پھونک کیا جا سکتا ہے۔

بہرحال سورۂ فاتحہ میں اخلاص عبودیت خدا کی برتری تمام امور اسی کے سپرد کرنے اسی سے استعانت اور اسی پر توکل کرنے اور اسی سے ایسی نعمت کی طلب جو تمام نعمتوں کی خیر ہے۔یعنی ہدایت ہے جو تمام نعمتوں کو بندے کی طرف کھینچ کر لاتی ہے۔اور ہر قسم کے ضرر کو دفع کرتی ہے۔یہ دواؤں میں سب سے اعلیٰ اور نفع بخش اور مفید دوا ہے جس سے

علاج کیا جاتا ہے۔

بعض لوگوں نے بیان کیا کہ دم کرنے کے لیے سب سے اہم ترین یہ آیت اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ ہے۔

بلاشبہ ان دونوں کلموں میں اس دوا کے قوی ترین اجزاء موجود ہیں، کیونکہ ان دونوں میں عموم تفویض وتوکل اور التجاء واعانت طلبی اور محتاجی وضرورت کا بیان موجود ہے۔اور سب سے اعلیٰ نشانی کا پتہ ہے، وہ ہے صرف ایک خدا کی عبادت اور سب سے بہتر ذریعہ وہ استعانت ہے۔ جو باری تعالیٰ کی عبادت پر معاون ہو اور اس کا تجربہ بھی ہے۔ کہ ایک وقت مجھ پر ایسا آیا کہ میں مکہ میں بیمار پڑ گیا، وہاں میرے پاس نہ کوئی دوا تھی اور نہ کوئی طبیب ہی تھا، چنانچہ میں نے اپنا علاج اسی سورہ کے ذریعہ کرنا شروع کیا، میں زمزم کا پانی لے کر اس پر متعدد بار سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرتا پھر اسے پی لیتا اس سے مجھے کامل شفاء ہوئی پھر اس کا تجربہ میں نے مختلف دردوں میں کیا تو مجھے اس سے غیر معمولی نفع پہنچا۔

ظظظ

فصل (۷۶)

فاتحۃ الکتاب کے اسرار ورموز

زہریلے جانوروں کا علاج سورۂ فاتحہ وغیرہ کے ذریعہ دم کرنے کی تاثیر میں ایک نادر بھید ہے،اس لیے کہ تمام زہریلے جانوروں کی کیفیات کے اثرات ان کے خبث نفس کی بنیاد پر ہوتے ہیں، اس کو ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں۔اس کا ہتھیار وہ آتشیں غصہ ہوتا ہے۔جس کی وجہ سے وہ ڈنک مارتا ہے، اور یہ ایک حقیقت ہے کہ زہریلے جانور بغیر غصہ کے کبھی ڈنک نہیں مارتے جب جانور غضبناک ہوتا ہے۔تو اس میں زہر پورے طور پر اتر آتا ہے، جس کو وہ اپنے ڈنک کے ذریعہ خارج کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے ہر بیماری کے لیے دوا بنائی ہے۔اور ہر چیز کے لیے اس کا مقابل پیدا کیا ہے، دم کرنے والے کا دم جھاڑ پھونک کئے جانے والے مریض کی سانس میں اثر کرتا ہے، اور ان دونوں سانسوں کے درمیان اثر اندازی اور اثر پذیری پیدا ہوتی ہے۔جیسا کہ بیماری و دوا میں فعل وانفعال ہوتا ہے۔چنانچہ دم کرنے والے کی قوت اس جھاڑ پھونک سے اس بیماری پر غالب ہوجاتی ہے۔اور اسی قوت کے غلبہ کے اثر سے بحکم الٰہی وہ مرض دور ہوجاتا ہے۔اور یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ دواؤں اور بیماریوں کی تاثیر کا تمام تر مدار فعل وانفعال ہی پر ہوتا ہے۔اور یہ جس طرح ظاہری بیماری اور دوا میں صادق آتا ہے، بالکل اسی طرح روحانی علاج کرنے والوں کی بیماری اور دوا پر بھی صادق آتا ہے، دم کرنے میں تھوکنا اور پھونکنا اس رطوبت ہوا کے ساتھ معاونت کرتا ہے۔دم کے ساتھ ہی ساتھ چلنے والی سانس میں ذکر ودعا کے ہمراہ ہونے کی وجہ سے غیر معمولی تاثیر پیدا ہوتی ہے اس لیے کہ

دم تو دم کرنے والے کے منہ اور دل سے خارج ہوتی ہے۔ پھر اس کے اجزاء باطنی کے ساتھ تھوک ہے اور سانس کی مدد بھی ساتھ ہی ہوتی ہے۔ تو اس کی تاثیر میں یکلخت اضافہ ہو جاتا ہے۔ اس کا اثر اور نفوذ بڑھ جاتا ہے۔ اور ان کے امتزاج سے ایک جاندار مؤثر کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ مرکب دواؤں کے تیار کرتے وقت دواؤں کے باہمی امتزاج سے دوا کی تاثیر غیر معمولی طور پر بڑھ جاتی ہے۔

اس کا حاصل یہ ہے کہ دم کرنے والے کا دم ان نفوس خبیثہ کے مقابل ہو جاتا ہے اور اس پھونک سے اس کیفیت میں اضافہ ہو جاتا ہے، دم اور پھونک دونوں اس اثر کے زائل کرنے میں مدد دیتے ہیں۔ اگر دم کرنے والے کی کیفیت زیادہ جاندار ہو تو دم کا اثر بھی مکمل ہوتا ہے۔ اور وہ اپنی پھونک سے وہی کام لیتا ہے، جو ڈنک مارنے والا جانور کا خبث اپنے ڈنک سے ڈنک زدہ کو پہنچاتا ہے۔

اور پھونک مارنے میں ایک اور راز ہے۔ اس پھونک سے پاک اور ناپاک روحیں مدد چاہتی ہیں، اسی وجہ سے یہ کام جادوگر بھی اسی طرح کرتے ہیں۔ جس طرح ایمان والے کرتے ہیں۔ خود قرآن میں ہے کہ گرہوں پر پھونک مارنے والوں سے خدا کی پناہ اس لیے کہ سانس میں کیفیت غضب و محاربہ پیوست ہو جاتی ہے۔ پھر اسی پھونک کے ذریعہ وہ تیر چلاتا ہے۔ جو نشانہ پر صحیح لگتا ہے۔ اسی جھاڑ پھونک کے ساتھ کسی قدر تھوک آمیز ہوتا ہے۔ اور یہ کیفیت موثرہ سے لیس ہوتا ہے۔ اور جادوگروں کا پھونک سے مدد چاہنا تو کھلی ہوئی بات ہے۔ اگرچہ یہ پھونک مسحور کے جسم سے چپکتی نہیں بلکہ یہ پھونک گرہ پر ہوتی ہے۔ جو گرہ لگاتے وقت جادوگر پھونکتا ہے، اور جادو کے کلمات اس کی زبان پر ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کا اثر وہ مسحور تک ارواح خبیثہ کی وساطت سے پہنچاتا ہے، اب اس کا مقابلہ پاک اور ستھری روح دفاعی کیفیت سے آراستہ ہو کر اور دم کو زبان سے ادائیگی کے ساتھ کرتی ہے۔

اس میں پھونک سے بھی مدد ملتی ہے۔ اب ان میں سے جو قوی ہوتی ہے۔ اسی کے ہاتھ بازی ہوتی ہے۔ اور بعض روحوں کا دوسری روحوں سے مقابلہ و محاربہ اور اس کا ہتھیار بعینہٖ اجسام پر برائیوں کے مقابلہ میں جیسا دیکھنے میں آتا ہے۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ مقابلہ و محاربہ ایسا ہی ہے۔ جیسا کہ ارواح و اجسام اور ان کے ہتھیاروں فوجیوں کے باہمی مقابلہ میں عمل آتا ہے، لیکن جو محسوسات کا قائل ہے۔ اس کو ارواح کی تاثیرات اور ان کے افعال و انفعال کا بالکل احساس نہیں ہو پاتا، کیونکہ اس پر حسی و مادی چیزوں کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے۔ نیز وہ عالم ارواح ان کے احکام و تاثیرات سے بھی [illegible]طار رہتا ہے۔

خلاصہء کلام یہ کہ جب روح قوی ہوتی ہے۔ اور فاتحہ کے معانی کی کیفیت اس پر طاری ہوتی ہے۔ اور دم کرنے اور جھاڑ پھونک کرنے کے ذریعہ اس کو مدد حاصل ہوتی ہے۔ تو اس کا اثر پورے طور پر مقابلہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے جو نفوس خبیثہ کی جانب سے ہوتی ہے۔ اور بالآخر ان تاثیرات کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے۔

واللہ اعلم

ظظظ

فصل (۷۷)

بچھو کے ڈنک مارے ہوئے کا دم کرنے کے ذریعہ علاج کرنے میں ہدایت نبوی

ابن ابی شیبہ نے اپنی مسند میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قَالَ بَيْنَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي إِذْ سَجَدَ فَلَدَغَتْهُ عَقْرَبٌ فِي اُصْبِعِهِ فَانْصَرَفَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَقَالَ لَعَنَ اللّٰهُ الْعَقْرَبَ مَا تَدَعُ نَبِيًّا وَلَا غَيْرَهُ قَالَ ثُمَّ دَعَا بِإِنَاءٍ فِيْهِ مَاءٌ وَمِلْحٌ فَفَعَلَ يَضَعُ مَوْضَعَ اللَّدْغَةِ فِي الْمَاءِ وَالْمِلْحِ وَيَقْرَأُ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ وَالْمُعَوِّذَتَيْنِ حَتّٰى سَكَنَتْ۔ [1]

---

[1] ترمذی نے ۲۹۰۵ میں کتاب ثواب القرآن باب ماجاء فی المعوذتین کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے، اس کی سند میں ایک راوی ابن لھیعہ نامی سیئی الحفظ ہے۔

حضرت ابن مسعود ؓ نے بیان کیا کہ ہماری موجودگی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نماز ادا فرما رہے تھے، جونہی آپ نے سجدہ کیا ایک بچھو نے آپ کی انگلی میں ڈنک لگا دیا، آپ نماز سے فارغ ہوئے۔ تو فرمایا کہ خدا بچھو پر لعنت کرے جو نبی کو نہ کسی دوسرے کو چھوڑتا ہے، پھر آپ نے پانی سے بھرا ہوا ایک برتن طلب فرمایا جس میں نمک آمیز کیا ہوا تھا، اور آپ اس ڈنک زدہ جگہ کو نمک آمیز پانی میں برابر ڈبوتے رہے۔ اور قل ھو اللہ احد اور معوذتین پڑھ کر اس پر دم کرتے رہے، یہاں تک کہ بالکل سکون ہو گیا۔

اس حدیث شریف میں ایسی دوا سے علاج کا گر موجود ہے۔ جو دو چیزوں سے مرکب ہے۔ ایک طبعی اور دوسری روحانی اس لیے کہ سورہ اخلاص کمال توحید علمی واعتقادی کا مظہر ہے۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ کی وحدت ثابت کی گئی ہے۔ جس سے ہر قسم کی شرکت کی نفی ہو جاتی ہے۔ نیز اس میں صمدیت کا بھی اثبات ہے۔ جو خدا کے لیے ہر کمال کو ثابت کرتی ہے کہ باوجود اس صمدیت کے تمام مخلوقات اپنی ضرورتوں کو پوری کرنے کے لیے اسی کی طرف ہی رخ کرتی ہیں۔ خواہ وہ مخلوق علوی ہو یا سفلی سبھی کی مراد اللہ تعالیٰ ہی ہے، پھر اس میں خدا کے باپ اور لڑکے ہونے کی نفی بھی ہے نہ اس کا کوئی مماثل و ہمتا ہے۔ اسی سے اصل کی یگانگت و وحدت کا بھی پتہ چلتا ہے۔ اسی طرح فرع و نظیر اور ایسی خصوصیات جو اس کی مماثلت کی حامل ہیں۔ ان کی بھی پورے طور پر نفی ہو جاتی ہے، پھر یہ سورۂ اخلاص قرآن مجید

کا ایک تہائی حصہ ہے۔اس کے اسم میں حمد بھی شامل ہے۔جس سے ہر کمال کا اثبات اور مماثل کی نفی اور مشابہت و مماثلت سے تنزیہ مقصود ہے۔اور اسم احد میں ہر ذوالجلال شریک کی نفی ہے یہی تین بنیادی پتھر ہیں جن پر توحید کی پوری عمارت کھڑی ہے۔

پھر معوذتین کو لیجئے کہ اس میں ہر مکروہ و ناپسند چیز سے اجمالی و تفصیلی طور پر استعاذہ کا سامان موجود ہے۔اس لیے کہ لفظ استعاذہ "مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ" ہر اس شر کو عمومی طور پر شامل ہے،جس سے پناہ طلب کی جاتی ہے،خواہ وہ اجسام سے متعلق ہو یا ارواح سے متعلق ہو۔اور استعاذہ "شَرِّ غَاسِقٍ" سے رات اور اس کی علامت مراد ہے،یعنی جب چاندنی غائب ہو جائے۔اور مکمل طور پر تاریکی چھا جائے تو اس میں ارواح خبیثہ کے شر سے استعاذہ شامل ہوتا ہے۔جو اس میں پھیلتی ہیں۔اور دن کی روشنی ان ارواح اور ان کی آزادانہ گردش کے درمیان حائل رہتی ہے،جب مکمل طور پر رات میں تاریکی چھا جاتی ہے۔بالخصوص جب چاند بھی غائب ہو تو اس وقت ان ارواح کو چلنے پھرنے کا پورا پورا موقعہ ہاتھ آ جاتا ہے۔

اور لفظ استعاذہ "مِنْ شَرِّ النَّفَّاثَاتِ فِي الْعُقَدِ" جادوگروں اور ان کے جادو کے شر سے استعاذہ کو مشتمل ہے۔

اور استعاذہ "مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ" کے مضمون سے ان تمام ارواح خبیثہ سے استعاذہ کرنا معلوم ہوتا ہے جو اپنے حسد اور نظر بد کے ذریعہ لوگوں کو اذیت پہنچاتی ہیں۔

اور دوسری سورہ میں انسانی اور جنی تمام شیاطین کے شر سے تعوذ کا بیان ہے،غرض ان دونوں سورتوں میں ہر طرح کے شر سے استعاذہ کا گر موجود ہے،اور ان دونوں میں تمام شیطانی و جنی شرور سے تحفظ اور قلعہ بندی کے لیے ایک عظیم شان موجود ہے۔کہ اس کا حملہ ہی کارگر نہ ہو سکے،اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کو یہ وصیت فرمائی کہ ہر نماز کے بعد ان دونوں سورتوں کو ضرور پڑھا کرو،اس کو ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں نقل کیا ہے۔ [1]

اس حدیث میں ایک نماز سے دوسری نماز تک پائے جانے والے وقفہ میں تمام شرور کے حملہ سے مدافعت اور بچاؤ کی ایک عجیب و غریب تعلیم موجود ہے،آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اب تک شرور سے پناہ مانگنے والوں کو ان دونوں سورتوں سے کامل تعوذ نصیب نہیں ہوا اور پیغمبر خدا کے بارے میں مذکور ہے کہ آپ پر گیارہ گرہوں پر دم کر کے جادو کیا گیا تو حضرت جبرئیل علیہ السلام ان دونوں سورتوں کو لے کر آئے،اور جب آپ ان سورتوں میں سے ایک آیت پڑھتے تو ایک گرہ کھل جاتی،یہاں تک کہ اسی طرح تمام گرہیں کھل گئیں اور ایک زبردست بندش سے اپنے آپ کو آزاد محسوس کرنے لگے۔

---

[1] امام احمد نے ۴/۱۵۵ میں ترمذی نے ۲۹۰۵ میں ابوداؤد نے ۱۵۲۳ میں اور نسائی نے ۳/۶۸ میں۔متعدد طرق سے علی بن رباح لخمی عن عقبہ بن عامر کے واسطہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔اس کی سند صحیح ہے۔

آیئے علاج طبعی کو ذرا دیکھیں نمک بہت سے سموم کے لیے علاج ہے، بالخصوص بچھو کے ڈنک مارنے میں یہ تریاق کا کام کرتا ہے۔ابو علی سینا نے جو"القانون" کے مصنف ہیں، لکھا ہے کہ بچھو کے ڈنک میں نمک اور السی کا لیپ بہت مفید ہے۔ ان کے علاوہ دوسرے اطباء نے بھی اس کو ذکر کیا ہے۔ نمک میں قوت جاذبہ کے ساتھ قوت محللہ بھی ہوتی ہے چنانچہ نمک کے استعمال سے زہر کھنچ جاتا ہے۔اور تحلیل ہو جاتا ہے۔ چونکہ بچھو کے ڈنک میں سوزش ہوتی ہے۔جس کی وجہ سے تبرید وجذب مادہ اور اخراج مادہ کی قوت ہوتی ہے، پھر اس سے سہل اور آسان ترین علاج کیا ہو سکتا ہے؟ نیز اس میں یہ بھی تنبیہ موجود ہے کہ اس قسم کے زہر کا علاج تبرید، جذب و اخراج مادہ ہی سے ممکن ہے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔

قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا لَقِیْتُ مِنْ عَقْرَبٍ لَدَغَتْنِیْ الْبَارِحَۃَ فَقَالَ اَمَا لَوْ قُلْتَ حِیْنَ اَمْسَیْتَ اَعُوْذُ بِکَلِمٰتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ تَضُرَّکَ۔ [۱]

انہوں نے بیان کیا کہ ایک آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، اور کہا، اے رسولِ خدا! مجھے کل شام ایک بچھو نے ڈنک مار دیا، آپ نے فرمایا کہ اے کاش تو نے یہ کلمات شام ہوتے کہہ لیتے، **اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ** یعنی خدا کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے مانگتا ہوں، تو تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوتی۔

یہ بات بھی ذہن نشین رہے کہ طبعی روحانی دوائیں بیماری کے ہوتے ہوئے نافع ہوتی ہیں اور اس کے وقوع کو روک دیتی ہیں، اگر بیماری ہو بھی جائے تو اس سے ضرر نہیں ہوگا، اگر چہ یہ تکلیف دہ ہو، مگر دوائے طبعی صرف بیماری کے وقوع کے بعد ہی نافع ہوتی ہے، تعوذات، اور ذکر واذکار ان اسباب کے وقوع کو روک دیتی ہے۔ یا صرف اس کے کمال تاثیر کو

۱۔ امام مسلم نے ۲۷۰۹ میں کتاب السلام باب الذکر والدعاء کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

روک دیتی ہے، تعوذ کی قوت اور اس کا اثر جتنا قوی یا کمزور ہوگا اسی حیثیت کام کرے گا۔ اسی لیے جھاڑ پھونک اور تعوذ کا استعمال حفظان صحت اور ازالہ مرض کے لیے کیا جاتا ہے۔ حفظان صحت کے لیے تعوذ جھاڑ پھونک کا ثبوت صحیحین میں مذکور حضرت عائشہ کی اس حدیث سے ہوتا ہے۔

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوٰی اِلٰی فِرَاشِہٖ نَفَثَ فِیْ کَفَّیْہِ "قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ" وَ الْمُعَوِّذَتَیْنِ ثُمَّ یَمْسَحُ بِھِمَا وَجْھَہٗ وَمَا بَلَغَتْ یَدُہٗ مِنْ جَسَدِہٖ [۱]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے بستر پر سونے کے لیے تشریف لے جاتے تو دونوں ہتھیلیوں پر سورۂ اخلاص اور معوذتین پڑھ کر دم کرتے، پھر اپنے چہرہ مبارک اور جسد اطہر پر جہاں تک ہاتھ کی رسائی ہوتی مسح فرماتے۔

اسی طرح دوسری حدیث بسلسلہ تعوذ ابوالدرداء سے مرفوعاً روایت ہے، جو اس طرح مذکور ہے۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ رَبِّیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ عَلَیْکَ تَوَکَّلْتُ وَ اَنْتَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ ◦

اے اللہ تو ہی میرا رب ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں تجھ ہی پر میں نے توکل کیا، اور تو ہی عرش عظیم کا رب ہے۔

اور اس حدیث کا ذکر پہلے آ چکا ہے، جس میں مذکور ہے کہ جو شخص ان کلمات کو دن کے ابتدائی حصہ میں پڑھے گا، اسے شام تک کوئی مصیبت نہ پہنچے گی، اور جو اسے دن کے آخری حصہ میں پڑھے گا اسے صبح تک کوئی مصیبت نہ گھیرے گی، ۲؎ اسی طرح صحیحین میں مروی ہے۔

ا؎ بخاری نے اس کو ۱۱/ ۱۰۷ میں کتاب الدعوات باب التعوذ والقراۃ عند النوم کے ذیل میں نقل کیا، اور مسلم نے ۲۱۹۲ میں کتاب السلام باب رقیۃ المریض بالمعوذات کے تحت اسے ذکر کیا ہے۔

۲؎ ابن سنی نے ''عمل الیوم واللیلہ ص ۲۰، ۲۱، میں اس کی تخریج کی اس کی اسناد ضعیف ہے۔ پھر (حاشیہ جاری)

مَنْ قَرَأَ الْاٰیَتَیْنِ مِنْ آخِرِ سُوْرَۃِ الْبَقَرَۃِ فِیْ لَیْلَۃٍ کَفَتَاہُ۔ ا؎

جس نے سورۂ بقرہ کی اخیر کی دو آیتیں رات میں پڑھ لیں، پوری رات کے لیے اس کو یہ کافی ہوں گی۔

صحیح مسلم میں بھی یوں مذکور ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ نَزَلَ مَنْزِلًا فَقَالَ اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ لَمْ یَضُرَّہُ شَیْءٌ حَتّٰی یَرْتَحِلَ مِنْ مَنْزِلِہٖ ذٰلِکَ۔ ۲؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی جگہ پڑاؤ ڈالے اور کہے کہ میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ مخلوق کے شر سے پناہ چاہتا ہوں، تو اس جگہ سے کوچ کرنے تک اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

اور ایسی ہی ایک حدیث سنن ابوداؤد میں مروی ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ فِی السَّفَرِ یَقُوْلُ بِالَّیْلِ یَا اَرْضُ رَبِّیْ وَ رَبُّکِ اللّٰہُ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شَرِّکِ وَ شَرِّ مَا فِیْکِ وَ شَرِّ مَا یَدِبُّ عَلَیْکِ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ اَسَدٍ وَ اَسْوَدٍ وَ مِنَ الْحَیَّۃِ وَ الْعَقْرَبِ وَ مِنْ سَاکِنِ الْبَلَدِ وَ مِنْ وَالِدٍ وَ مَا وَلَدَ۔ ۳؎

''گذشتہ سے پیوستہ'' ایک دوسرے طریق سے بھی اسے روایت کیا ہے مگر یہ بھی ضعیف ہے، اور عراقی نے اس کی تخریج کی نسبت ایک ضعیف سند کے حوالہ سے طبرانی کی طرف کی ہے۔

ا؎ بخاری نے ۹/ ۵۰ میں کتاب فضائل القرآن باب فضل سورۃ البقرۃ کے تحت اور مسلم نے ۸۰۸ میں کتاب المسافرین باب فضل الفاتحۃ وخواتیم سورۃ البقرۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

۲۔ مسلم نے ۲۷۰۸ میں کتاب الذکر والدعاء باب التعوذ من سوء القضاء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۳۔ ابوداؤد نے ۲۶۰۳ میں، احمد نے ۲/۱۳۲ میں اس کی تخریج کی، اس کی سند میں زبیر بن ولید شامی ایک راوی ہے۔ جس کی توثیق ابن حبان کے علاوہ کسی نے نہیں کی، اور اس کے باقی رواۃ ثقہ ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں رات کے وقت کہتے تھے، کہ اے زمین میرا اور تیرا رب اللہ ہی ہے۔ میں تیرے شر اور تیرے اندر کے شر اور اس چیز کے شر سے جو تیری پشت پر رینگتا ہے۔ خدا کی پناہ چاہتا ہوں' اور میں شیر، چیتا، سانپ، بچھو، شہر کے باشندوں اور والد اور لڑکے کے شر سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔

دوسرے علاج کا بیان سورہ فاتحہ کے دم کرنے بچھو کے لیے جھاڑ پھونک میں مذکور ہے جیسا کہ گذر چکا ہے، اور اس کے علاوہ چیزوں کے سلسلہ میں جھاڑ پھونک کا بیان آگے آرہا ہے۔

ظظظ

فصل (۷۸)

پہلو کی پھنسیوں کے جھاڑ پھونک میں ہدایات نبوی

پہلے حدیث انس میں جو صحیح مسلم کی روایت ہے یہ بات گذر چکی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بخار، نظر بد، اور پہلو کی پھنسیوں میں دم کرنے کی رخصت دی ہے۔

سنن ابوداؤد میں شفاء بنت عبداللہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا۔

دَخَلَ عَلَيَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاَنَا عِنْدَ حَفْصَةَ فَقَالَ اَلَا تُعَلِّمِيْنَ هٰذِهِ رُقْيَةَ النَّمْلَةِ كَمَا عَلَّمْتِيْهَا الْكِتَابَةَ۔ ۱

میرے پاس رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور میں حفصہ ؓ کے پاس تھی۔ آپ نے فرمایا کہ کیوں نہیں پہلو کی پھنسیوں کے دم کرنے کا طریقہ اسے سکھا دیتی جیسا کہ اسے فن کتابت سکھایا۔

"لملة" دونوں پہلو میں نکلنے والے پھوڑوں کو کہتے ہیں، اور یہ ایک مشہور بیماری ہے۔ اس کا نملہ نام اس لیے رکھا گیا کہ مریض یہ محسوس کرتا ہے کہ اس کے اوپر چیونٹی رینگ رہی

۱۔ ابوداؤد نے ۳۸۸۷ میں، احمد نے ۶/۳۷۲ میں اس کی تخریج کی ہے، اور اس کی سند صحیح ہے۔

ہے، اور اسے کاٹ رہی ہے۔ اس پھوڑے کی تین قسمیں ہیں۔

ابن قتیبہ وغیرہ نے بیان کیا کہ مجوس کا خیال تھا کہ بھانجا اگر اس پھوڑے پر پاؤں رکھ کر گذر جائے تو مریض

شفایاب ہوجائے گا، اسی معنی پر شاعر کا یہ شعر بھی ہے۔

لَا عَیبَ فِینَا غَیرَ عُرفٍ بَعشَرٍ
کِرَامٍ وَ اَنَا نَخطُ عَلَی النَّمل ا؎

ہمارے اندر کوئی عیب نہیں ہے، عیب ہے تو صرف یہ کہ ہم شریف گھرانے کے ہیں اور ہم نمل (پہلو کے پھوڑوں) پر پیر رکھ کر گذرا نہیں کرتے۔

خلال نے روایت کیا کہ شفاء بنت عبد اللہ دور جاہلیت میں پہلو کے پھوڑے پر جھاڑ پھونک کیا کرتی تھیں، جب ہجرت کر کے پیغمبر خدا کے پاس آئیں اور مکہ میں آپ سے بیعت توبہ کی تو عرض کیا کہ اے رسول خدا ؐ میں دور جاہلیت میں نملہ (پہلو کے پھوڑے) پر جھاڑ پھونک کیا کرتی تھی، اور چاہتی ہوں کہ اسے آپ کے سامنے پیش کروں، چنانچہ انہوں نے پیش کیا۔

بِسمِ اللہِ ضَلَّت حَتّٰی تَعُودَ مِن اَفوَاھِھَا وَ لَا تَضُرُّ اَحَدًا اَللّٰھُمَّ اکشِفِ البَأسَ رَبَّ النَّاسِ۔

خدا کے نام سے بھول کر اس کی زبانوں میں آگیا، اور یہ کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اے اللہ مصیبت کو دور کردے، اے لوگوں کے رب!

آپ نے فرمایا اس کو ایک لکڑی پر سات مرتبہ دم کرو، اور ایک صاف ستھری جگہ بیٹھو، اور پرانی شراب کے سرکہ کے ساتھ پتھر پر اسے گھسو اور اسے نملہ (پہلو کے پھوڑے) پر ضماد کردو۔ اور حدیث میں عورتوں کو فن کتابت کی تعلیم دینے کے جواز پر دلیل ملتی ہے۔

☆☆☆

ا؎ ابن ماجہ نے ۳۵۱۷ میں کتاب الطب باب رقیۃ الحیۃ والعقرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، امام بخاری نے ۱۰/ ۱۷۵ میں کتاب الطب باب رقیۃ الحیۃ والعقرب کے ذیل میں اس کو ذکر کیا، اور امام مسلم نے ۲۱۹۳ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ کے تحت عائشہ سے اس کی تخریج ان الفاظ میں کی ہے۔ کہ حضرت عائشہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر زہریلے جانور کے ڈسنے پر جھاڑ پھونک کی رخصت دی ہے۔ "حمۃ" حاء کے ضمہ اور میم کے تخفیف کے ساتھ اس کا معنی زہر ہے اور اس سے مراد زہریلے جانور ہیں۔

فصل (۷۹)

مار گزیدہ پر دم کرنے میں ہدایات نبوی

آپ کا یہ قول پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ نظر بد اور زہریلے جانوروں ہی میں جھاڑ پھونک کرنا جائز ہے، یعنی ان کے کاٹنے اور ڈنک مارنے کی صورت میں جھاڑ پھونک کرنا چاہیے۔ "حمۃ" حاء کے ضمہ اور میم کے فتحہ کے ساتھ مشدد اور غیر مشدد دونوں طور پر پڑھا جاتا ہے۔ اس سے مراد زہریلے جانور کے تمام اقسام ہیں۔

سنن ابن ماجہ میں حدیث عائشہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سانپ اور بچھو کے کاٹنے میں جھاڑ پھونک کرنے کی رخصت دی ہے۔ ا؎

ابن شہاب زہری سے مروی ہے کہ ایک صحابی رسول کو سانپ نے ڈس لیا، آپ نے فرمایا کہ کوئی دم کرنے والا موجود ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اے رسول خدا ﷺ! آل حزم سانپ کے ڈسنے پر جھاڑ پھونک کیا کرتے تھے، جب آپ نے جھاڑ پھونک سے منع کیا تو انہوں نے اسے چھوڑ دیا آپ نے فرمایا کہ عمارہ بن حزم کو بلالاؤ۔ لوگوں نے اسے بلایا وہ آئے اور آپ پر اپنے دم کرنے کے طریقہ کو پیش کیا تو آپ نے فرمایا کہ کوئی مضائقہ نہیں، آپ کی اجازت پر انہوں نے جھاڑ پھونک کیا۔

ظظظ

ا؎ حافظ نے اسے "اصابہ" ۴/ ۲۷۵ میں عمارہ کے ترجمہ کے سلسلہ میں ذکر کیا، اور کہا کہ اس کو امام بخاری نے تاریخ صغیر میں عمدہ سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۱۹۹، ۶۳ میں حضرت جابر سے روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جھاڑ پھونک سے روکا تو آل عمرو بن حزم حضور کے پاس آئے، اور آپ سے عرض کیا کہ اے رسول خدا ہم جھاڑ پھونک جانتے ہیں، جس سے بچھو کے ڈنک مارنے پر دم کرتے ہیں اور آپ نے اس سے منع فرمایا ہے، راوی نے کہا کہ جھاڑ پھونک کے الفاظ پیش کیا، تو آپ نے فرمایا میرے خیال سے اس میں کوئی مضائقہ نہیں تم میں سے جو اپنے بھائی کو نفع پہنچانا چاہے، وہ نفع پہنچائے۔

فصل (۸۰)

زخموں اور جراحتوں پر دم کرنے کی بابت ہدایات نبوی

امام بخاری و امام مسلم نے صحیحین میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

قَالَتْ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اشْتَكَى الْاِنْسَانُ أَوْ كَانَتْ بِهٖ قَرْحَةٌ أَوْ جُرْحٌ قَالَ بِأُصْبَعِهٖ هٰكَذَا وَوَضَعَ سُفْيَانُ سَبَّابَتَهٗ بِالْأَرْضِ ثُمَّ رَفَعَهَا وَقَالَ بِسْمِ اللهِ تُرْبَةُ اَرْضِنَا بِرِيْقَةِ بَعْضِنَا يُشْفٰى سَقِيْمُنَا بِاِذْنِ رَبِّنَا۔ ا؎

حضرت عائشہ نے فرمایا جب کسی شخص کو بیماری لاحق ہوتی، یا کوئی پھوڑا یا کوئی زخم ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی انگلی سے اس طرح کرتے اور (راوی) سفیان نے اپنی انگشت سبابہ کو زمین پر رکھا پھر اسے اٹھالیا اور یہ دعا پڑھی، بسم اللہ تربۃ الخ، یعنی ہماری زمین کی مٹی اور ہم میں سے کسی کا لعابِ دہن ہمارے بیمار کو بحکم الٰہی شفا دیتا ہے۔

یہ علاج آسان کے ساتھ ہی مفید اور مرکب بھی ہے، اور یہ ایک لطیف طریقہ علاج ہے جس کے ذریعہ

پھوڑوں اور رِستے زخموں کا علاج کیا جاتا ہے۔ بالخصوص جب کہ علاج کے لیے کوئی دوسری دوا میسر نہ ہو اس لیے کہ زمین تو ہر جگہ موجود ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہے کہ خالص مٹی کا مزاج بارد یابس ہوتا ہے۔ جو رِستے ہوئے پھوڑوں اور زخموں کے خشک کرنے کے لیے

ا؎ اس حدیث کو امام بخاری نے ۱۰ / ۱۷۶، ۱۷۷ میں کتاب الطب باب رقیۃ النبیؐ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۱۹۴ میں کتاب السلام باب استحباب الرقیۃ من العین والنملۃ کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔

مفید ہے، جبکہ طبیعت اس رطوبت کو ختم کرنے اور زخم کو مندمل کرنے میں پوری طرح کام نہ کر رہی ہو، بالخصوص گرم علاقوں میں اور گرم مزاج انسانوں میں یہ بے حد مؤثر ہے، اس لیے کہ زخم اور پھوڑے عموماً سوءِ مزاج حار کے نتیجہ میں نکلتے ہیں۔ اس طرح مریض میں علاقے اور مزاج اور زخم کی گرمی یکجا ہو جاتی ہے۔ اور خالص مٹی کی طبیعت میں برودت یبوست تمام دوسری مفرد بارد دواؤں سے زیادہ ہوتی ہے۔ اس طرح سے مٹی کی برودت مرض کی حرارت کا مقابلہ کرتی ہے۔ خصوصاً جبکہ مٹی کو دھل کر اسے خشک کر دیا جائے۔ اور زخم میں ساتھ ہی ساتھ رطوبات ردیہ کی کثرت اور ریزش ہوتی ہے۔ اور مٹی اس کو جذب کرتی ہے۔ اور یبوست اور قوت تجفیف کے سبب سے رطوبات ردیہ کو جو شفاء کے آڑے آتی ہے ختم کر دیتی ہے اس سے مریض کے عضو کے مزاج میں اعتدال پیدا ہو جاتا ہے، اور جب مریض کے عضو کا مزاج معتدل ہو جاتا ہے۔ تو اس کی قوت مدبرہ میں جان آ جاتی ہے، اور مریض عضو کی اذیت بحکم خداوندی ختم ہو جاتی ہے۔

حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ لعابِ دہن اپنی انگشت سبابہ پر لگانے کے بعد اسے مٹی پر رکھ دے اس طرح مٹی کا تھوڑا سا حصہ انگلی سے چمٹ جاتا ہے۔ پھر اس کو زخم پر پھیر دے، اور زبان سے ایسا کلام نکالے جس میں ذکر اسم الٰہی کی برکت ہوتی ہے۔ اور شفاء کا معاملہ خدا کے سپرد کرتے ہوئے۔ اسی پر کامل بھروسہ کرے، پھر یہ دونوں علاج ایک ساتھ کرنے سے تاثیر علاج قوی ہو جاتی ہے۔

آپ کے قول "تُرْبَۃُ اَرْضِنَا" سے کیا مراد ہے۔ پوری دنیا کی زمین یا صرف زمین مدینہ مراد ہے؟

اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ مٹی میں بلاشبہ یہ خاصیت ہے، اور اپنی اسی خاصیت کی بناء پر بہت سے امراض میں نافع ہے، اور اسی سے بہت سی خطرناک بیماریوں سے شفا حاصل کی جاتی ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ میں نے اسکندریہ میں بہت سے طحال کے مریضوں اور استسقاء کے روگیوں کو دیکھا کہ وہ بکثرت مصری مٹی کا استعمال کرتے ہیں، اور اس کا ضماد اپنی پنڈلیوں، رانوں، کلائیوں، اور پیٹھوں اور پہلو پر کرتے ہیں۔ جس سے ان کو غیر معمولی نفع ہوتا ہے۔ اور اسی ضماد سے متعفن ورموں اور ڈھیلے ڈھالے جسموں کو نفع پہنچتا ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے، جس کا پورا جسم لاغر ہو گیا تھا اس لیے کہ ان کے زیریں حصے سے خون کی کافی مقدار ضائع ہو گئی تھی، انھوں نے جب اس مٹی کو استعمال کیا تو ان کو پوری طرح فائدہ پہنچا، اور ایک دوسری جماعت کو دیکھا کہ وہ درد مزمن (ہمیشہ اٹھنے والا درد) میں مبتلا تھے اور یہ درد ان کے اعصاب میں رچ

بس گیا تھا، کہ اس کا ادھر سے اُدھر کرنا مشکل تھا، اس مٹی سے وہ اس مرض موذی سے نجات پا گئے اور کتاب مسیحی کے مصنف نے بیان کیا کہ کنوس یعنی جزیرۂ مصطگی سے حاصل کی گئی مٹی میں جلا اور تغسیل مادہ کی زبردست قوت ہوتی ہے، جس سے زخموں میں نیا گوشت آجاتا ہے اور زخم پوری طرح مندمل ہوجاتے ہیں۔

جب عام مٹی کا یہ حال ہے اور اس میں یہ زبردست تاثیر ہے۔ تو پھر روئے زمین کی اعلیٰ ترین اور مبارک ترین اور پاک مٹی میں کس درجہ کی افادیت ہوگی، اور جس مٹی کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا لعاب دہن ملا ہو اور اس کے ساتھ ہی ساتھ اس کا جھاڑ پھونک خدا کے نام سے ہو، اور شفاء کا معاملہ خدا کے سپرد ہو تو پھر ایسی مٹی ایسے لعاب دہن اور ایسے رقیہ کی افادیت کا کیا پوچھنا۔ ہم اس سے پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ جھاڑ پھونک کی تاثیر میں دم کرنے والے کی حیثیت کا بڑا دخل ہے۔ اور اسی طرح اس کے جھاڑ پھونک سے مریض کا تاثر بھی اسی حیثیت کا ہوگا، یہ ایک ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار دنیا کا کوئی فاضل اور عاقل طبیب نہیں کرسکتا اگر ان صفات میں سے کوئی ایک صفت نہ پائی جائے تو پھر جو چاہو کہو۔

ظظظ

فصل (۸۱)

جھاڑ پھونک کے ذریعہ درد کے علاج کے متعلق ہدایات نبوی

امام مسلم نے صحیح مسلم میں عثمان بن ابی العاص سے روایت کی ہے کہ

اَنَّهٗ شَكٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَجَعًا يَجِدُهٗ فِىْ جَسَدِهٖ مُنْذُ اَسْلَمَ فَقَالَ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ضَعْ يَدَكَ عَلَى الَّذِىْ تَاَلَّمَ مِنْ جَسَدِكَ وَقُلْ بِسْمِ اللّٰهِ ثَلَاثًا وَقُلْ سَبْعَ مَرَّاتٍ اَعُوْذُ بِعِزَّةِ اللّٰهِ وَقُدْرَتِهٖ مِنْ شَرِّ مَا اَجِدُ وَاُحَاذِرُ۔ اھ

انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے درد کی شکایت کی۔ جوان کے بدن میں اسلام لانے کے بعد سے پیدا ہوگیا تھا، پیغمبر خدا ﷺ نے ان سے فرمایا کہ اپنا ہاتھ بدن کے اس حصہ پر رکھو جہاں تکلیف ہے۔ پھر تین مرتبہ بسم اللہ کہو، اور سات مرتبہ اعوذ بعزۃ اللہ الخ

کے ذریعہ تعوذ کرے کہ میں اللہ تعالیٰ کی عزت وقدرت کے طفیل اس شر سے پناہ چاہتا ہوں، جو میں اپنے بدن میں پا رہا ہوں اور جس سے میں خطرہ محسوس کرتا ہوں۔

اس تعوذ میں علاج ذکر الٰہی کے ساتھ ہے اور شفاء کا معاملہ خدا کے سپرد کرنے کی بنیاد پر ہے۔ اور اللہ کی عزت وقدرت کے طفیل اس شر سے استعاذہ ہے، جو اس کو ختم کر دیتا ہے، اور اس کا تکرار اور زیادہ نافع اور مفید ہے۔ جیسے کہ مرض کے اخراج کے لیے دوا بار بار دی جاتی

ا مسلم نے ۲۲۰۲ میں کتاب السلام باب استحباب وضع یدہ علی موضع الالم کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

ہے۔ اور سات میں ایسی خصوصیت ہے جو کسی دوسری عدد میں نہیں پائی جاتی۔

صحیحین میں روایت ہے کہ

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یُعَوِّذُ بَعْضَ اَھْلِہٖ یَمْسَحُ بِیَدِہِ الْیُمْنٰی وَ یَقُوْلُ اَللّٰھُمَّ رَبَّ النَّاسِ اَذْھِبِ الْبَاْسَ وَاشْفِ اَنْتَ الشَّافِیْ لَا شِفَاءَ اِلَّا شِفَاءُکَ شِفَاءً لَا یُغَادِرُ سَقَمًا۔ ا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھر کے کسی شخص کے لیے تعوذ فرماتے، تو اپنا دایاں ہاتھ اس کے بدن پر پھیرتے ہوئے یہ دعا پڑھتے کہ اے اللہ اے لوگوں کے رب تو اس تکلیف کو دور کر اور شفاء عطا فرما۔ تو ہی شفا عطا کرنے والا ہے۔ تمہاری شفاء کے سوا کوئی شفاء نہیں یہ ایسی شفاء ہے جو کسی بیماری کو باقی نہیں رہنے دیتی۔

اس رقیہ میں کمال درجہ ربوبیت کے ذریعہ اللہ سے توسل کیا گیا ہے، اور اس کی کمال رحمت کے طفیل شفاء کی درخواست کی گئی ہے، اور اس کا اقرار ہے کہ صرف وہی تن تنہا شفاء دینے والا ہے۔ اس شفاء میں کوئی دوسرا شافی شریک نہیں اسی طرح یہ رقیہ خدا کی توحید، اس کی ربوبیت اور اس کے احسان تینوں پر مشتمل ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۸۲)

مصیبت زدہ اور غم زدہ کا علاج نبوی

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ا بخاری نے ۱۰/ ۱۷۸ میں کتاب الطب باب النفث فی الرقیۃ کے تحت اور مسلم نے ۲۱۹۱ میں کتاب السلام باب استحباب رقیۃ المریض کے ذیل میں اسے ذکر کیا ہے۔

وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالُوْٓا اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ۔

(بقرہ۔۱۵۵،۱۵۷)

اے رسول ﷺ، آپ ان لوگوں کو خوشخبری دے دیجئے، جن پر جب کوئی مصیبت آتی ہے، تو کہتے ہیں، کہ ہم خدا ہی کے لیے ہیں، اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں، یہی لوگ ہیں، جن پر ان کے رب کی خاص رحمتیں اور عام رحمت ہے اور یہی لوگ درحقیقت ہدایت یافتہ ہیں۔

مسند میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا:

مَا مِنْ اَحَدٍ تُصِيْبُهُ مُصِيْبَةٌ فَيَقُوْلُ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ اَللّٰهُمَّ اَجُرْنِيْ فِيْ مُصِيْبَتِيْ وَاَخْلِفْ لِيْ خَيْرًا مِنْهَا اِلَّا اَجَارَهُ اللّٰهُ فِيْ مُصِيْبَتِهٖ وَاَخْلَفَ لَهٗ خَيْرًا مِنْهَا۔ [۱]

جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے اور وہ کہے کہ ہم خدا ہی کے ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اے اللہ میری مصیبت میں مجھے پناہ دے، اور مجھے اس سے بہتر اس کے بعد دے تو خدا اس کی مصیبت میں اسے پناہ دے گا، اور اس کے بعد اس مصیبت کے بدلے اسے نیکی عطا کرے گا۔

یہ کلمہ مصیبت زدہ کا اعلیٰ ترین علاج ہے، جو اس کے لیے فوری اور آئندہ دونوں موقعوں پر نفع بخش ہے۔ اس لیے کہ یہ جملہ دو عظیم بنیادوں پر مشتمل ہے، جب بندہ کو ان دونوں کی معرفت حاصل ہو جاتی ہے۔ تو اس کی مصیبت ہلکی ہو جاتی ہے۔

۱۔ امام احمد نے ۴/۲۷ میں حدیث ام سلمہ کو ابو سلمہ سے روایت کیا ہے۔ اور یہی حدیث صحیح مسلم (۹۱۸) (۴) میں کتاب الجنائز باب مایقال عند المصیبۃ کے تحت حدیث ام سلمہ سے مذکور ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

پہلی بنیاد یہ کہ بندہ اس کے اہل وعیال اور اس کا مال ساری چیزیں درحقیقت خدا کی ملکیت ہیں۔ اور خدا نے یہ ساری چیزیں عاریۃً بندہ کو دی ہیں۔ اب اگر اس نے اس کو لے لیا تو اس کا معاملہ بالکل ویسا ہی ہے، جیسے کہ عاریت دینے والا اپنا سامان مستعیر سے واپس لے لیتا ہے۔ اور اس کے ساتھ دو عدم لگا ہوا ہے۔ ایک عدم تو ملنے سے پہلے اور دوسرا عدم ملنے کے بعد ہوتا ہے۔ اور بندہ کی اس پر ملکیت کچھ دنوں کے لیے عاریۃً تھی، نیز بندہ نے اس کو عدم سے وجود نہیں بخشا کہ وہ درحقیقت اس کی ملکیت ہوتی، اور نہ اس کے وجود کے وہ تمام آفتوں سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اور نہ اس کے اوپر اس کے وجود کو برقرار رکھنے کی ذمہ داری ہے، اس لیے اس کی اس میں کوئی تاثیر نہیں اور نہ ملک حقیقی ہے۔

اس میں جو اسے تھوڑا بہت حق تصرف حاصل ہے۔ وہ آقا کے حکم سے ہے کہ اس نے ایک حد تک پابندی لگا کر تصرف کی اجازت دی ہے۔ مالکانہ تصرف اسے حاصل نہیں اسی وجہ سے تصرفات کا بھی اسے حق نہیں بجز اس کے کہ مالک حقیقی کی اجازت ہو تو تصرفات بھی ممکن ہے۔

دوسری بنیاد یہ کہ بندہ ساری تگ و دو اپنے مولائے حقیقی ہی تک ہے، اس لیے ضروری ہے کہ وہ دنیا میں اپنے پیچھے اپنا نائب چھوڑ کر اپنے رب کے پاس تن تنہا آئے جیسا کہ اسے اللہ نے پہلی بار تنہا پیدا کیا تھا، اس کے پاس اس وقت اہل وعیال، خاندان اور مال نہ تھا، صرف اس کے پاس نیکیاں اور برائیاں ہوں گی، جب انسان کی ابتدا یوں ہے۔ اور اس کی انتہا یہ ہے۔ تو اسے کسی موجود چیز سے مسرت اور گم شدہ سامان پر نا امیدی اور مایوسی کیوں ہوتی ہے۔ چنانچہ مبدا و معاد کی فکر اس بیماری کا سب سے بڑھ کر علاج ہے۔ اور اس کو یقینی علم ہو جائے کہ اس کو یہ مصیبت اس لیے نہیں پہنچی کہ وہ گناہ کرے، اور اس کی گناہ کی پاداش میں یہ مصیبت نہیں پہنچی چنانچہ ارشاد باری ہے۔

مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِیْبَةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ یَسِیْرٌ لِّكَیْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا یُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ۔ (حدید ۲۲، ۲۳)

کوئی مصیبت نہ دنیا میں آتی ہے اور خاص تمہاری جانوں میں مگر وہ ایک کتاب (لوح محفوظ) میں لکھی دی گئی، قبل اس کے کہ ہم ان جانوں کو پیدا کریں، یہ اللہ کے نزدیک آسان کام ہے، تا کہ تم اس چیز پر جو تم سے فوت ہو گئی، زنجیدہ نہ ہو جاؤ، اور جو چیز تم کو عطا کی ہے۔ اس پر اترانے نہ لگو، اور اللہ تعالیٰ کسی اترانے والے شیخی باز کو پسند نہیں کرتا۔

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ دیکھے کہ اسے کیوں یہ مصیبت پہنچی تو وہ دیکھے گا کہ خدا نے اس جیسے بہتوں کو باقی رکھا یا جو اس سے افضل تھا، اگر اس نے مصیبت پر صبر و رضا سے کام لیا، تو اس کے لیے پونجی جمع کر دی جو اس مصیبت کی افتاد سے کئی گنا بڑھی چڑھی ہے، کیونکہ اگر خدا چاہتا تو اس سے بھی بڑی افتاد میں گرفتار کر سکتا تھا۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ اپنی آتش مصیبت کو اہل مصائب پر ہمدردی کا اظہار کر کے ٹھنڈی کر لے، اور یہ بخوبی جان لے، کہ ہر وادی میں بنو سعد ہیں، ۱ے پھر دائیں جانب نظر ڈالے تو دیکھے گا کہ محنت و کاوش ہے۔ اور بائیں رخ کر کے دیکھے تو اسے حسرت ہی حسرت نظر آئے گی۔ ۲ے

اور اگر پوری دنیا کی تفتیش کرے تو اسے ہر طرف مبتلائے درد و الم نظر آئیں گے یہ ابتلاء کسی محبوب کی جدائی کی وجہ سے ہو گا یا کسی مشکل سے دوچار ہو گا، دنیا کے شرور خواب کے مانند ہیں یا ڈھلتے سائے کی طرح ہیں، اگر کبھی ہنس پڑے تو عرصہ دراز تک روتے رہے اور اگر ایک دن کی خوشی ملی تو عرصہ تک رنج و غم سے پالا رہا اگر تھوڑی پونجی ہاتھ آئی تو زمانے تک محرومی رہی، کسی گھر کے لوگ پھلتے پھولتے نظر آئے تو کچھ دنوں کے بعد وہی گھر اجڑا ہوا جائے

ا۔ یہ مثل اضبط بن قریع کے اس ضرب المثل نی کل واد سعد بن زید سے لی گئی ہے۔ یعنی ہر طرف مصیبت ہی مصیبت ہے۔

۲۔ یہ بدیع الزماں ہمدانی کے ایک خط کا اقتباس ہے۔ جسے انہوں نے ابو عامر جنی کے پاس اس کے بعض اقارب کی مدت پر تعزیت کے طور پر لکھا تھا دیکھئے رسائل ص ۹۳ (مطبوعہ پریس)

دکھائی پڑا اگر کبھی ہنس خوشی کا موقعہ ہاتھ آ گیا تو دوسرے ہی دن شر در فتن سے سابقہ پڑا، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہر مسرت کی آغوش میں ایک غم ہے۔ کسی گھر میں آج ہر طرف اگر خوشی ہے تو کل ماتم کدہ دکھائی دے گا، ابن سیرین نے فرمایا کہ تمہاری ہر خوشی میں گریہ وزاری مضمر ہے۔

ہند بنت نعمان نے کہا کہ ہم نے بچشم خود دیکھا کہ ہم لوگوں میں سب سے معزز اور بڑے طاقتور بادشاہ تھے، مگر ابھی سورج پورے طور پر غروب بھی نہیں ہوا تھا کہ ہم نے اپنے آپ کو سب سے کم تر درجہ کا پایا اور خدا کو اس کا پورا حق ہے کہ جس گھر میں جہاں دولت کی ریل پیل ہو، اس طرح برباد کر دے کہ وہ مقام عبرت بن کر رہ جائے۔

ایک شخص نے ہند بنت نعمان سے کہا کہ اپنی داستان سناؤ، تو اس نے جواب دیا، کہ ابھی صبح کی بات ہے، کہ سارا عرب ہمارا دست نگر تھا، پھر شام اس طرح سے آئی کہ عرب کا ہر شخص ہم پر دست کرم وشفقت رکھے ہوئے تھا۔

ایک دن ہند کی بہن حرقہ بنت نعمان رو پڑی حالانکہ یہ بڑی شان وشوکت کی مالک تھی، کسی نے اس سے اس کے رونے کا سبب دریافت کیا کہ رونے کی کیا بات ہے، کیا کسی نے تم کو اذیت دی ہے؟ اس نے جواب دیا کہ نہیں بلکہ میں نے گھر میں دولت کی ریل پیل ا۔ دیکھی اور حقیقت یہ ہے کہ کوئی ایسا گھر دیکھنے میں نہیں آیا، جہاں مسرت کی لہر دوڑ رہی ہو کہ اچانک غم کی آندھی نہ چلی ہو۔

اَلَا اِنَّمَا الدُّنْیَا غَضَارَۃٌ اَیْکَۃٍ
اِذَا اخْضَرَّ مِنْھَا جَانِبٌ جَفَّ جَانِبُ

بے شک دنیا ایک گنجان درخت ہے، جس کا ایک حصہ شاداب رہتا ہے، تو دوسرا جانب خشک ہو جاتا ہے۔

اسحق بن طلحہ نے بیان کیا کہ ایک دن میں اس لڑکی کے پاس حاضر ہوا اور اس سے کہا

ا۔ غضارۃ۔ فارغ البالی، مرفہ الحالی "عقد" کے مصنف ابن عبدربہ نے کیا ہی خوب لکھا ہے۔

کہ تم نے بادشاہوں کی رفتار زندگی کیسی دیکھی؟ اس نے جواب دیا ہم آج کے اس خیر سے آشنا نہیں جس سے کل کے دن تھے، کتابوں میں منقول یہ بات ہم دیکھتے ہیں کہ کوئی گھرانہ ایسا نہیں جو فارغ البال زندگی بسر کرتا ہو مگر چند ہی دنوں کے بعد وہ لوگوں کے لیے نمونہ عبرت بن جاتا ہے زمانہ بڑا ہی عجیب ہے کہ وہ کسی قوم کے عیش وعشرت کے شب وروز کو مصیبت درنج وغم کے شب وروز میں بدل دیتا ہے، پھر اس کے بعد یہ دو شعر انہوں نے سنایا۔

فَبَیْنَا نَسُوْسُ النَّاسَ وَالْاَمْرُ اَمْرُنَا
اِذَا نَحْنُ فِیْھِمْ سُوْقَۃٌ نَتَنَصَّفُ

فَاُفٍ لِّدُنْیَا لَا یَدُوْمُ نَعِیْمُهَا
تَقَلَّبُ تَارَاتٍ بِنَا وَ تَصَرَّفُ [ا]

ابھی ہم لوگ لوگوں پر حکمرانی کرتے تھے، اور ہمارے اوپر کسی کی بالادستی نہ تھی کہ اچانک ہم میں تبدیلی آ گئی ہم ماتحت ہو گئے اور انصاف کے بھکاری بن گئے۔

برا ہو دنیا کا کہ اس کی نعمت پائیدار نہیں، رہ رہ کے تبدیلیاں رہ رہ کے انقلابات رونما ہوتے ہیں۔

اس کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ یہ یقین کر لے کہ نالہ وشیون سے کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے غم دوگنا ہو جاتا ہے، اور حقیقت میں یہ مرض کو بڑھاتا ہے۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ یقین کر لے کہ صبر وتسلیم کا ثواب فوت ہونا یہ وہی برکت ورحمت اور ہدایت ہے جس کی خدا نے صبر کے نتیجہ میں ذمہ داری لی ہے، درحقیقت استرجاع غم مصیبت سے بھی بڑی چیز ہوتی ہے۔

اس کا علاج یہ بھی ہے کہ انسان اس بات کو بخوبی جان لے کہ نالہ وشیون سے دشمن خوش ہوتا

ا۔ یہ دونوں شعر المؤتلف والمختلف ص ۱۴۵ اور حماسہ ص ۱۲۰۳ پر مرزوقی کی شرح کے ساتھ اور خزانۃ الادب ص ۱۷۸ پر موجود ہے شاعر کا یہ قول الامر امرنا کا مفہوم یہ ہے کہ ہمارے اوپر کسی کی بالادستی نہیں "سوقۃ" بادشاہ کا ماتحت، نتنصف ہم خدمت کرتے ہیں، اور ناصف بمعنی خادم ہوتا ہے۔

ہے۔ دوست ناراض ہوتا اور خدا ناراض ہوتا ہے۔ اور شیطان کو اس سے خوشی حاصل ہوتی ہے۔ ساتھ ہی ساتھ اس کا ثواب بھی ضائع ہوتا ہے۔

اور نالہ وشیون کرنا خود اپنے آپ کو کمزور کرنے کے مترادف ہے۔ اور جب اس نے صبر وشکیب سے کام لیا تو شیطان کو اس نے خستہ کر دیا، اور اسے نامراد لوٹا دیا، اور اپنے رب کو راضی اور اپنے دوست کو خوش کر لیا، اور دشمن کو تکلیف پہنچائی اور اپنے بھائیوں کا بار ہلکا کر دیا، اور اس نے ان کو ایسے موقع پر تسلی دی جبکہ لوگ اسے تسلی دیتے اسی کو ثبات کہتے ہیں۔ اور یہی انتہائی کمال ہے، جس میں رخساروں پر طمانچہ مارنا اور چاک گریبانی اور چیخ و پکار کے ساتھ دعا اور تقدیر پر غصہ ورنج کا اظہار نہیں ہے۔

اس کا علاج ایک یہ ہے وہ یقین کر لے کہ صبر وشکیب سے کتنی لذت اور مسرت ملتی ہے، اگر یہ مصیبت باقی رہ جاتی تو نہ جانے کس قدر لذتوں اور مسرتوں کے دروازے کھلتے اور اس کے لیے صرف وہی بیت الحمد ہی کافی ہے۔ جو اس کو مصیبت پہنچنے اور اس پر حمد الٰہی کرنے اور انا للہ وانا الیہ راجعون کہنے کے نتیجے میں جنت میں تعمیر ہوتا ہے، دیکھنا چاہیے کہ ان دو مصیبتوں میں سے کون سی مصیبت بڑی ہے۔ یہ فوری طور پر پیش آنے والی مصیبت یا بیت الحمد کھو دینے کی مصیبت جو جنت خلد میں ہی تعمیر ہوتا ہے، چنانچہ جامع ترمذی میں مرفوعاً روایت مذکور ہے۔

یَوَدُّ نَاسٌ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اَنَّ جُلُوْدَهُمْ کَانَتْ تُقْرَضُ بِالْمَقَارِیْضِ فِی الدُّنْیَا لِمَا یَرَوْنَ مِنْ ثَوَابِ اَهْلِ الْبَلَاءِ۔ [ا]

قیامت کے دن لوگ خواہش کریں گے کہ کاش ان کے چمڑے دنیا میں قینچیوں سے کاٹ

دیئے جاتے، جب وہ مصیبت زدوں کے ثواب کو دیکھیں گے۔

ا۔ ترمذی نے ۲۴۰۲ میں کتاب الزہد باب مایود أهل العافیة فی الجنة کے تحت اس کو ذکر کیا ہے، حدیث عبدالرحمن بن مغراء سے اس طرح مروی ہے، عن الأعمش عن ابی الزبیر عن جابر، مگر عبدالرحمن بن مغراء ضعیف ہیں، اعمش سے ان کی احادیث کا محدثین نے انکار کیا ہے۔ اور ثقات ان کی متابعت و موافقت بھی نہیں کرتے، اس میں اعمش اور ابوالزبیر کا عنعنہ بھی موجود ہے۔

بعض سلف نے بیان کیا کہ اگر دنیا کے مصائب وآلام نہ ہوتے تو ہم قیامت میں مفلس بن کر حاضر ہوتے۔

اس کا علاج یہ ہے کہ مریض اپنے دل کو خدا کی طرف سے پہنچنے والی راحت سے تسکین دے جو کہ مصائب کے بعد انسان کو حاصل ہوتی ہے۔ اس لیے کہ ہر چیز کا بدل ہے سوائے خدا کے کیوں کہ اس کا کوئی بدل ہو ہی نہیں سکتا بقول شاعر

مِنْ كُلِّ شَيْئٍ إِذَا ضَيَّعْتَهُ عِوَضٌ
وَمَا مِنَ اللّٰهِ إِنْ ضَيَّعْتَهُ عِوَضٌ
ہر چیز کا جس کو تم نے کھو دیا بدل ہے
اور اللہ کو اگر کھو دیا تو اس کا کوئی بدل نہیں

اس کا ایک طریقہء علاج یہ بھی ہے کہ وہ یہ یقین کر لے کہ اس کا حظ مصیبت اس کے عمل کا نتیجہ ہوتا ہے، چنانچہ جو اس پر راضی ہو اس کے لیے مسرت ہے اور جو اس پر غضب وغصہ کا اظہار کرے اس کے لیے غصہ ہے۔ تمہارا حصہ مصیبت سے وہی ہے، جس کو مصیبت نے تمہارے لیے ظاہر کیا، تو اب تجھے اختیار ہے کہ تو اچھا حصہ لے یا برا، اگر مصیبت اس کے غضب وغصہ اور کفر کا سبب بنی تو ہلاک ہونے والوں کے دفتر میں اس کا نام درج ہوگا، اور اگر نالہ وشیون، واجبات کے ترک کرنے میں یا حرام کام کے ارتکاب میں کوتاہی کا اظہار کیا تو کوتاہی کرنے والوں کے رجسٹر میں اس کا نام درج ہوگا، اور اگر مصیبت پر اس نے زبان شکایت دراز کی اور بے صبری کا اظہار کیا تو بیوقوفوں کے دفتر میں نام لکھا جائے گا، اور اگر اس نے اللہ اور اس کی حکمت بالغہ پر اعتراض کیا، تو گویا اس نے زندیقیت کے دروازے پر دستک دی، اور اس میں داخل ہو گیا، اور اگر مصیبت پر صبر وثبات کا اظہار خدا کے سامنے کیا تو صابروں میں شمار ہوگا، اور اگر رضائے الٰہی کا اظہار کیا تو پسندیدہ لوگوں میں شمار ہوگا، اور اگر مصیبت پر حمد الٰہی اور شکر کیا تو شکر گذاروں کے دفتر میں نام لکھا جائے گا، اور حمد الٰہی کے جھنڈے کے نیچے حمد کناں کے ساتھ ہوگا، اور اگر مصیبت کے نتیجہ میں خدا سے ملاقات کا شوق اور اس کی محبت دل میں پیدا ہوا تو خدا کے مخلص اور محبت کرنے والوں میں اس کا شمار ہوگا۔

مسند احمد، اور ترمذی میں محمود بن لبید کی حدیث مرفوعاً روایت ہے۔

إِنَّ اللّٰهَ إِذَا أَحَبَّ قَوْمًا إِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِيَ فَلَهُ الرِّضَى وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ زَادَ أَحْمَدُ وَمَنْ جَزِعَ فَلَهُ الْجَزَعُ۔ ا۔

خدا جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے، تو اس کو آزماتا ہے۔ اگر آزمائش پر وہ راضی رہی تو رضائے الٰہی اس کے ساتھ ہے، اور اگر وہ رنجیدہ غصہ ہوئی تو غضب الٰہی اس کے ہمراہ ہے، امام احمد نے یہ زیادہ کیا کہ جس نے نالہ وشیون کیا اس کے لیے نالہ وشیون ہی ہے۔

مصیبت کا علاج یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ یہ یقین رکھے کہ اگرچہ وہ نالہ وشیون کی آخری منزل پر پہنچ جائے، مگر پھر بھی مجبوراً صبر ہی کرنا پڑے گا، اور یہ ناپسندیدہ بھی ہے، اور بلا مقصد بھی اس لیے کہ اس سے ثواب نہیں ملے گا، بعض دانشوروں کا یہ قول ہے کہ دانش مند شخص ابتدائے مصیبت ہی میں وہ کام کر گذرتا ہے، جسے بیوقوف بہت دنوں کے بعد کرتا ہے، اور جس نے شریفوں کی طرح صبر سے کام نہیں لیا، وہ چوپایوں کی طرح بے غم ہو گیا۔

اور صحیح بخاری میں مرفوعاً روایت ہے۔

اَلصَّبرُ عِندَ صَدمَةِ الأُولٰی۔ ۲

ا حدیث صحیح ہے، اس کو امام احمد نے مسند ۵ / ۴۲۷، ۴۲۹ میں دو طریق سے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ اِبتَلَاھُم فَمَن صَبَرَ فَلَہُ الصَّبرُ وَاِنَّ اَعظَمَ الجَزَاءِ مِن عَظَمِ البَلَاءِ کہ ثواب کی زیادتی مصیبت کی بڑائی پر ہوتی ہے، وَاِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ قَومًا اِبتَلَاھُم فَمَن رَضِیَ فَلَہُ الرِّضٰی وَمَن سَخِطَ فَلَہُ السُّخطُ، اور اللہ جب کسی قوم سے محبت کرتا ہے، تو اسے آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔ اگر اس پر رضا کا اظہار کیا تو رضائے الٰہی کا مستحق ہے، اور اگر غصہ کا اظہار کیا تو غضب الٰہی اس کے لیے ہے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

۲ بخاری نے ۳ / ۱۳۸ میں کتاب الجنائز باب الصبر عند الصدمۃ الاولیٰ کے تحت اور مسلم نے ۹۲۶ میں کتاب الجنائز باب فی الصبر فی المصیبۃ عند الصدمۃ الاولیٰ کے تحت حدیث انس بن مالک کو بیان کیا ہے۔

صبر تو پہلی چوٹ کے وقت ہے۔

اشعث بن قیس نے بیان کیا کہ اگر تو نے ایمان واحتساب کے طور پر صبر کیا تو بہتر ورنہ چوپایوں کی طرح تم فراموش کر دیے جاؤ گے۔

اس کا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ یہ جان لے کہ اس کے لیے سب سے نفع بخش دوا اس کے رب کی موافقت اور اس کی رضا ہے۔ جو اس کے حق میں پسند کرے اور ہمیشہ سے محبت کی یہ ریت چلی آرہی ہے کہ ہر بات میں محبوب کی موافقت کی جائے جس نے کسی سے محبت کرنے کا دعویٰ کیا، پھر محبوب کے پسندیدہ امر کو ناپسند کرے اور ایسا کام کرے جس سے محبوب ناراض ہو جائے تو اس نے خود اپنے آپ کو جھوٹا ثابت کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی اور محبوب کے نزدیک وہ ناپسندیدہ شمار ہو گا۔

ابو الدرداء نے بیان کیا کہ اللہ جب کوئی فیصلہ کرتا ہے۔ تو وہ چاہتا ہے کہ جس کے حق میں جو فیصلہ ہو، اس پر راضی برضا رہے، اور عمران بن حصین نے اس کا سبب بیان کیا کہ مجھے سب سے زیادہ وہ شخص محبوب ہے، جو سب سے زیادہ خدا کو محبوب ہے، ابو العالیہ سے بھی ایسا ہی قول منقول ہے۔

یہ دواء شافی اور طریقہء علاج صرف عشاق لوگوں کے لیے ہے ہر ایک کے بس کی بات نہیں کہ وہ اس

طریقہء علاج کو اختیار کرے۔

اور یہ بھی ایک طریقہء علاج ہے کہ دونوں لذتوں اور منفعتوں کے درمیان موازنہ کرے اور دونوں کی پائیداری اور ثبات کو دیکھے، ایک لذت تو اس منفعت کی ہوتی ہے جو مصیبت پہنچنے کے طفیل حاصل ہوتی ہے۔ اور دوسری لذت ثواب الٰہی سے منفعت اندوزی کے سبب حاصل ہوتی ہے جس طرف رجحان ہو، اسی راجح کو اختیار کرو، اور اس کی توفیق پر اللہ کی حمد بیان کرو، اور اگر ہر جانب سے مرجوح کو قبول کیا تو یہ سمجھ لو کہ اس کی مصیبت اس کی عقل، قلب، اور دین میں اس مصیبت سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے، جو اسے دنیا میں پہنچی۔

اس کا علاج مؤثر یہ بھی ہے کہ مصیبت زدہ اس امر پر یقین رکھے کہ جس ذات نے اس کو اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے، وہ احکم الحاکمین اور ارحم الراحمین ہے۔ اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس کی ہلاکت کی غرض سے اس پر یہ مصیبت نہیں نازل کی ہے۔ اور نہ اس لیے کہ وہ اس کے ذریعہ عذاب دے، اور نہ اس کے ذریعہ اس کی بربادی مقصود ہے، بلکہ اس نے مصیبت میں اس کو اس لیے مبتلا کیا تا کہ اس کے صبر وایمان اور رضائے الٰہی کو آزمائے اور اس کی تفرع وعاجزی اور گریہ وزاری سننا چاہتا ہے۔ اور اسے اپنے دروازے پر گرا ہوا دیکھنا پسند کرتا ہے، اور اپنے دربار میں پناہ گزین بنانا چاہتا ہے، اور اپنے سامنے اسے شکستہ دل دیکھنا چاہتا ہے، اور اس کی شکایت و درد کی اپیل سننا چاہتا ہے۔

شیخ عبدالقادر نے فرمایا، اے میرے بیٹے! مصیبت تم کو برباد کرنے کے لیے تجھ پر نہیں آتی، بلکہ تمہارے صبر و ایمان کی آزمائش کرنے کے لیے آتی ہے، اے میرے بیٹے! تقدیر ایک درندہ ہے، اور درندہ مردہ نہیں کھاتا، خلاصہ کلام یہ کہ مصیبت بندہ کے لیے ایک بھٹی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس میں وہ اپنی زندگی کو تپا کر اپنے موافق کرلے پھر یا تو اس سے سرخ سونا نکالے یا زنگ آلود چیز، شاعر نے خوب کہا ہے۔

سَبَکْنَاهُ وَ نَحْسِبُهٗ لُجَيْنًا
فَأَبْدَى الْكِيْرُ عَنْ خَبْثِ الْحَدِيْدِ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہم نے اسے خالص چاند سمجھتے ہوئے پگھلایا لیکن بھٹی نے اسے زنگ آلود لوہا ظاہر کیا۔

اگر دنیا میں یہ بھٹی اسے فائدہ نہ دے تو اس سے بھی بڑی بھٹی سامنے ہے، اگر بندے نے یہ سمجھ لیا کہ یہ دنیا کی بھٹی اور کسوٹی آخرت کی بھٹی اور کسوٹی سے بہتر ہے، اور اسے دونوں میں سے کسی بھٹی کی نذر ہونا پڑے گا، تا کہ اپنے اوپر نعمت خداوندی کی قدر واہمیت کرے جو اس نے موجودہ بھٹی میں پگھلا کر آزاد کر دیا۔

ایک علاج یہ بھی ہے کہ بندہ یہ سمجھ لے کہ اگر دنیاوی مصائب وآلام نہ ہوتے تو بندہ دوسری بڑی بیماریوں مثلاً تکبر، خود پسندی، جھکڑی، اور سنگدلی میں مبتلا ہو جاتا، جو اس کی دنیاوی اور اخروی ہلاکت کا سبب بنتی ہے، اور یہ تو رحمت خداوندی ہے کہ اس نے مصائب کی مختلف دواؤں کے ذریعہ بندے کے مرض کی خبر گیری کی اور مہلک ردی فاسد مواد کا استفراغ کیا، وہ ذات انتہائی پاک مقدس ہے، جو اپنی آزمائش کے ذریعہ رحم کی راہیں ہموار کر دیتا

ہے، اور اپنی نعمتوں کے ذریعہ آزماتا ہے، جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے۔

قَدْ یُنْعِمُ اللّٰہُ بِالْبَلْوٰی وَ اِنْ عَظُمَتْ

وَ یَبْتَلِی اللّٰہُ بَعْضَ الْقَوْمِ بِالنِّعَمِ

اللہ تعالیٰ مصیبت کے ذریعہ انعام کرتا ہے، اگر چہ وہ بڑی ہو، اور کبھی بعض لوگوں کو خدا نعمتوں کے ذریعہ آزمائش میں مبتلا کرتا ہے۔

اگر اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا علاج مصائب وابتلاء کی دواؤں سے نہ کرتا تو وہ سرکش ہو جاتے اور بغاوت کر بیٹھتے اور اکڑ جاتے اور اللہ تعالیٰ جب کسی بندے کے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہتا ہے، تو اسے ابتلاء وآزمائش کی دوا پلا کر اس کے مناسب حال علاج کرتا ہے، اور مہلک بیماریوں سے اس کا استفراغ کرتا ہے۔ یہاں تک کہ جب اچھی طرح اس کو مہذب بنا دیتا ہے۔ اور پورے طور پر اس کا تنقیہ وتصفیہ فرما دیتا ہے، تو اسے دنیاوی مراتب میں سے اعلیٰ ترین منصب کے لائق بنا دیتا ہے۔ اور یہی منصب عبودیت الٰہی ہے، پھر اسے ثواب آخرت کا سب سے بلند حصہ عطا کرتا ہے، جسے رویتِ الٰہی اور قربت خداوندی کے نام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

اس کا طریقہ علاج یہ بھی ہے کہ بندہ بخوبی سمجھ لے کہ دنیا کی تلخی ہی بعینہٖ آخرت کی شیرینی ہے۔ اور باری تعالیٰ اپنی قدرت سے تلخی کو شیرینی میں تبدیل کرتا رہتا ہے، اور دنیا کی شیرینی درحقیقت آخرت کی تلخی ہے، اس لیے تھوڑی دیر کی تلخی اگر دائمی حلاوت میں تبدیل ہو کر مل جائے تو اس کے لیے اس سے بہتر ہے، کہ اس کے برعکس معاملہ ہو، اگر تم اسے ابھی تک نہ سمجھ سکے تو صادق مصدوق نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قول کو سمجھو جس میں آپ نے فرمایا۔

حُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ وَحُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ۔[1]

---

[1] امام مسلم نے ۲۸۲۲ میں کتاب الجنۃ باب صفۃ الجنۃ ونعیمھا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

جنت ناپسندیدہ چیزوں سے گھیر دی گئی ہے، اور جہنم لذائذ وشہوات سے گھیر دی گئی ہے۔

اسی مقام پر پہنچ کر مخلوق کی عقلوں کا اختلاف نمایاں ہو جاتا ہے۔ اور انسانیت کے حقائق سامنے آتے ہیں، چنانچہ ان میں سے اکثر لوگ چند روزہ رہنے والی حلاوت کو دائمی حلاوت پر ترجیح دیتے ہیں، حالانکہ وہ لازوال ہے، اور انہوں نے چند ساعت کی تلخی کو دوامی حلاوت کے مقابل برداشت نہ کیا اور ذرا سی دیر کی بے آبروئی دائمی آبرو کے حصول کے لیے قبول نہ کی اور نہ تھوڑی سی تکلیف دائمی عیش وعشرت کے لیے قبول کیا، اس کے جو سامنے ہے وہی سب کچھ ہے، اور جس کا انتظار ہے وہ آنکھوں سے اوجھل ہے، ایمان انتہائی کمزور اور شہوت کا بادشاہ حاکم ہے، اور یہی دنیا کو ترجیح دینے اور آخرت کو ترک کرنے کا سبب ہے۔ اور یہی حال ظاہر بینوں کا ہے، جو ظواہر امور اور ان کے اوائل ومبادی پر نگاہ رکھتے ہیں۔ لیکن وہ گہری نگاہ جو دنیاوی پردوں کو چاک کر کے اس کی آخری حد اور نتائج تک پہنچ جاتی ہے، اس کی کچھ اور ہی شان ہے۔

چنانچہ اپنے آپ کو اس نعمت کے حصول کے لیے آمادہ کرو جسے خدا نے اپنے اولیاء اور اطاعت گذار بندوں کے لیے دائمی عیش کے نام سے تیار کر رکھی ہے، اور ابدی سعادت اور عظیم کامرانی کو ان کے حصے میں لکھا یا اس رسوائی سزا اور دائمی حسرتوں کی طرف اپنے نفس کو مائل کرو، جسے خدا نے غافلوں اور بیکار لوگوں کے لیے تیار کر رکھا ہے۔اب یہ تمہارے اختیار کی چیز ہے، کہ ان دونوں قسموں میں سے کون تمہارے لیے مناسب ہے۔ ہر ایک اپنے انداز پر کام کرتا ہے، اور ہر ایک اپنے مناسب حال تگ و دو کرتا ہے۔ جسے وہ بہتر جانتا ہے، یہ علاج زیادہ طویل نہیں، چونکہ طبیب اور مریض دونوں ہی کو اس علاج کی ضرورت تھی، اس لیے ذرا تفصیل سے کام لیا گیا۔ وباللہ التوفیق

ظظظ

فصل (۸۳)

"رنج وغم" بے قراری اور بے چینی کا علاج نبوی

امام بخاری و امام مسلم رحمہا اللہ نے صحیحین میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ عِنْدَ الْکَرَبِ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ، لَا اِلٰہَ اِلَّا رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمُ لَا اِلٰہَ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوَاتِ السَّبعِ وَ رَبُّ الْاَرْضِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْکَرِیْمُ۔ ا؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بے چینی کے وقت فرماتے تھے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو انتہائی بردبار اور عظیم ہے، اس اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو عرش کا عظیم رب ہے، اور اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں جو ساتوں آسمانوں اور زمین کا رب ہے۔ اور عرش کا رب کریم ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا حَزَبَہٗ اَمْرٌ قَالَ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ۔ ۲؎

ا؎ امام بخاری نے ۱۱/ ۱۲۲، ۱۲۳، میں کتاب الدعوات باب الدعاء عند الکرب کے تحت اور امام مسلم نے ۲۷۳۰ میں کتاب الذکر والدعاء باب دعاء الکرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲؎ امام ترمذی نے جامع ترمذی کے ۳۵۲۲ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں یزید بن أبان رقاشی نامی ایک راوی ضعیف ہے۔

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جب کوئی بڑا معاملہ پیش آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ دعا پڑھتے کہ اے ہمیشہ زندہ رہنے والے ہمیشہ قائم رہنے والے میں تیری رحمت کے ذریعہ مدد چاہتا ہوں۔

اور جامع ترمذی ہی میں حضرت ابوہریرہ سے روایت منقول ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اَھَمَّہُ الْاَمْرُ رَفَعَ طَرْفَہُ اِلَی السَّمَآءِ فَقَالَ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَاِذَا اجْتَھَدَ فِی الدُّعَاءِ قَالَ یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ۔ ا؎

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی اہم معاملہ ہوتا تو آپ اپنی نگاہ آسمان کی جانب اٹھاتے اور فرماتے پاک ہے۔ وہ خدا جو عظیم ہے اور جب پورے لگن سے دعا کرتے تو فرماتے، اے سدا زندہ رہنے والے اور ہمیشہ قائم رہنے والے۔

سنن ابوداؤد میں ابوبکرہ سے روایت منقول ہے۔

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ دَعْوَاتُ الْمَکْرُوْبِ اَللّٰھُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَۃَ عَیْنٍ وَاَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنْتَ۔ ۲؎

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مصیبت زدہ کی یہ دعا ہے، اے اللہ

ا؎ ترمذی نے اپنی جامع ترمذی کے ۳۴۳۲ میں کتاب الدعوات باب مایقول عند الکرب کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے، اس کی سند میں ابراہیم بن فضل مخزومی ایک راوی ہے، جو متروک الحدیث ہے۔

۲؎ ابوداؤد نے ۵۰۹۰ میں باب مایقول اذا اصبح کے تحت، امام احمد نے ۵ / ۴۲ میں، بخاری نے الادب المفرد کے ص ۷۰۱ میں اس کو بیان کیا، اس کی سند حسن ہے، ابن حبان نے ۲۳۷۰ میں اس کی تصحیح کی ہے، اور مصنفؒ سے یہ سہو ہو گیا کہ انہوں نے اس حدیث کو مسند ابی بکر الصدیق کی حدیث قرار دیا ہے۔

میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، مجھے ایک لمحہ کے لیے بھی خود کے سپرد نہ کر اور میری سبھی حالت کو درست فرما، تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔

اسی سلسلہ میں اسماء بنت عمیس سے روایت ہے، وہ فرماتی ہیں کہ مجھ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں چند ایسے کلمے نہ سکھا دوں، جنہیں تو مصیبت کے موقعہ پر ورد زبان رکھے، یا مصیبت کی حالت میں اسے کہے، یہ وہ ہیں۔

اَللّٰہُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِہٖ شَیْئًا ا؎ وَفِیْ رِوَایَۃٍ اَنَّھَا تُقَالُ سَبْعَ مَرَّاتٍ۔ ۲؎

اللہ میرا رب ہے، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بناتا، اور ایک روایت میں ہے کہ ان کلمات کو سات مرتبہ کہا جائے۔

مسند امام احمد میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت

کی آپ نے فرمایا۔

ا۔ ابوداؤد نے ۱۵۲۵ میں کتاب الصلوۃ باب فی الاستغفار کے تحت، ابن ماجہ نے ۳۸۸۲ میں حدیث حلال ابوطعمہ موٰلی عمر بن عبداللہ کو عن عمر بن عبد العزیز عن عبداللہ بن جعفر عن اسماء بنت عمیس کے طریق سے روایت کیا ہے، اس کی سند حسن ہے، اس کی شاہد حدیث عائشہ ہے، جسے ابن حبان نے ۲۳۶۹ میں ذکر کیا ہے۔ شیخ ناصر الدین البانی نے اپنی تعلیق کلم طیب ص ۷۳ میں وہم کی بنیاد پر یہ دعویٰ کر دیا کہ ہلال ابوطعمہ موٰلی عمر بن عبدالعزیز کے سلسلے میں ہر مصنف کی نگاہ سے اوجھل رہی، جس نے صحاح ستہ کے رجال کے تراجم کے بارے میں تحریر کیا ہے۔ جیسے تہذیب وتقریب اور خلاصہ کے مصنفین' حالانکہ ان سب کے نزدیک اس کا ترجمہ کنیت کے ساتھ ہے، تہذیب میں مذکور ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ابوطعمہ اموی موٰلی عمر بن عبدالعزیز کا نام ہلال ہے، وہ شامی ہے جو مصر میں رہا، اس نے اپنے آقا سے روایت کی اور عبداللہ بن عمر سے اور ان سے عمر بن عبدالعزیز، عبدالرحمن بن یزید بن جابر اور عبداللہ بن لہیعہ نے روایت کی، ابوحاتم نے بیان کیا کہ ابوطعمہ قاری مصر ہے، اس سے یزید بن جابر کے دونوں بیٹوں نے روایت کی ہے، اور ابن یونس نے کہا کہ ہلال موٰلی عمر بن عبدالعزیز کی کنیت ابوطعمہ ہے۔ وہ مصر میں قرآن پڑھتا تھا، ابن عمار موصلی نے کہا ابوطعمہ ثقہ ہے۔

۲۔ ہم کو اس روایت کے بارے میں واقفیت نہیں، البتہ طبرانی نے دعاء میں ذکر کیا کہ اسے تین بار کہا جائے گا۔

مَا اَصَابَ عَبْدًا هَمٌّ وَلَا حُزْنٌ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ اِنِّی عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ اِبْنُ اَمَتِکَ نَاصِیَتِی بِیَدِکَ مَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ اَسْئَالُکَ بِکُلِّ اِسْمٍ هُوَ لَکَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَکَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ کِتَابِکَ اَوْعَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِنْ خَلْقِکَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِی عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَکَ اَنْ تَجْعَلَ الْقُرآنَ الْعَظِیْمَ رَبِیْعَ قَلْبِیْ وَنُوْرَ صَدْرِیْ وَجِلَاءَ حُزْنِیْ وَ ذَهَابَ هَمِّیْ اِلَّا اَذْهَبَ اللّٰهُ حُزْنَهٗ وَ هَمَّهٗ وَ اَبْدَ لَهٗ مَکَانَهٗ فَرَحًا۔ ا۔

جس بندہ کو کوئی رنج یا غم پہنچے اور وہ یہ دعا پڑھے، اے خدا میں تیرا بندہ اور بندے کا لڑکا اور تیری باندی کا لڑکا ہوں، میری پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے، میرے بارے میں تیرا حکم جاری ہے اور میرے بارے میں تیرا فیصلہ سراپا عدل ہے میں تیرے ہر نام کے ذریعہ جس کو تو نے اپنے لیے منتخب کیا یا اپنی کتاب میں جسے نازل کیا، یا مخلوق میں سے کسی کو سکھایا یا جس کو تو اپنے علم غیب میں باا ثر قابل قبول بنایا اس کے طفیل میں تم سے درخواست کرتا ہوں کہ قرآن مجید کو میرے دل کی بہار، میرے سینے کی روشنی اور میرے غم سے نجات اور میرے رنج وافتاد سے رہائی کا سامان بنادے تو اللہ تعالیٰ ان کلمات کے کہنے کے طفیل میں اس کے رنج وغم کو دور کر کے اس کی جگہ خوشی ومسرت عطا کرے گا۔

ترمذی میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

دَعْوَةُ ذِی النُّوْنِ اِذَا دَعَا رَبَّهٗ وَهُوَ فِی بَطْنِ الْحُوْتِ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَکَ اِنِّی

كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ وَلَمْ يَدْعُ بِهَا رَجُلٌ مُسْلِمٌ فِيْ

ا۔ احمد نے مسند ا/ ۱۷۰ میں اس کو ذکر کیا، اس کی سند صحیح ہے، ابن حبان نے ۲۳۷۰ میں اس کو صحیح قرار دیا جیسا کہ گذرا۔

شَيئٍ قَطُّ اِلَّا اسْتُجِيْبَ لَهٗ۔ ا۔

حضرت یونس ذوالنون کی دعا جبکہ انہوں نے مچھلی کے بطن میں اپنے رب کو پکارا یہ ہے تیرے سوا کوئی معبود نہیں تو پاک ہے میں یقیناً ظالموں میں سے تھا، جو مسلمان شخص کسی بھی ضرورت میں اس دعا کے ساتھ خدا کو پکارے گا اس کی دعا ضرور قبول کی جائے گی۔

اور دوسری روایت میں ہے۔

اِنِّي لَاَعْلَمُ كَلِمَةً لَا يَقُوْلُهَا مَكْرُوْبٌ اِلَّا فَرَّجَ اللّٰهُ عَنْهُ كَلِمَةَ اَخِيْ يُوْنُسَ۔

میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں کہ جب کبھی کوئی مصیبت زدہ اسے کہے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کی مصیبت دور کر دے گا وہ میرے بھائی یونس کا کلمہ ہے۔

سنن ابوداؤد میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا۔

دَخَلَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ الْمَسْجِدَ فَاِذَا هُوَ بِرَجُلٍ مِنَ الْاَنْصَارِ يُقَالُ لَهٗ اَبُوْ اُمَامَةَ فَقَالَ يَا اَبَا اُمَامَةَ مَالِيْ اَرَاكَ فِي الْمَسْجِدِ فِيْ غَيْرِ وَقْتِ الصَّلٰوةِ فَقَالَ هُمُوْمٌ لَزِمَتْنِيْ وَدُيُوْنٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ فَقَالَ اَلَا اُعَلِّمُكَ كَلَامًا اِذَا اَنْتَ قُلْتَهٗ اَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمَّكَ وَقَضٰى دَيْنَكَ؟ قَالَ قُلْتُ بَلٰى يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ قُلْ اِذَا اَصْبَحْتَ وَ اِذَا اَمْسَيْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْهَمِّ

ا۔ ترمذی نے ۳۵۰۰ میں کتاب الدعوات باب دعوۃ ذی النون فی بطن الحوت کے تحت اور احمد نے ا/ ۱۷۰ میں اس کو ذکر کیا حاکم نے ا/ ۵۰۵ میں اس کی تصحیح کی ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے، یہ حدیث ان دونوں کے کہنے کے مطابق ہی ہے، دوسری روایت کو ابن سنی نے ص ۱۱۱ میں بیان کیا اس کی سند میں ضعف ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

وَالْحُزْنِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْعَجْزِ وَالْكَسَلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنَ الْجُبْنِ وَالْبُخْلِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ غَلَبَةِ الدَّيْنِ وَقَهْرِ الرِّجَالِ، قَالَ فَفَعَلْتُ ذٰلِكَ فَاَذْهَبَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ هَمِّيْ وَقَضٰى عَنِّيْ دَيْنِيْ۔ ا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک دن مسجد میں تشریف لائے، تو آپ نے انصار میں سے ایک شخص کو جسے ابوامامہ کہتے تھے دیکھا تو فرمایا کہ ابوامامہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں نماز کے علاوہ وقت میں مسجد میں دیکھ رہا ہوں تو انہوں نے جواب دیا۔ کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم مجھے غموں اور قرضوں کی کثرت نے جکڑ رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ تمہیں چند ایسے کلمات نہ سکھا دوں، جسے تم اپنی زبان سے ادا کرو گے، تو اللہ تعالیٰ

تمہارے غم کو دور اور تمہارے قرض کو ادا کردے گا، راوی کا بیان ہے کہ میں نے کہا جی ہاں ضرور اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے فرمایا کہ تم صبح وشام یہ کلمات کہا کرو، کہ اے خدا میں رنج وغم سے تیری پناہ چاہتا ہوں، اور عاجزی اور سستی سے تیری پناہ کا طلب ہوں، بزدلی اور بخیلی، قرض کے بوجھ اور لوگوں کے قہر سے تیری پناہ چاہتا ہوں، ابوامامہ نے بیان کیا کہ میں نے آپ کے حکم کے مطابق کیا تو اللہ تعالیٰ نے میرے غم کو دور کردیا، اور میرا قرض بھی ادا کردیا۔

اور سنن ابوداؤد میں حضرت عبداللہ بن عباس سے حدیث مروی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ لَزِمَ الْاِسْتِغْفَارَ جَعَلَ اللّٰہُ لَہٗ مِنْ کُلِّ ھَمٍّ فَرَجًا وَمِنْ کُلِّ ضِیْقٍ

ا۔ ابوداؤد نے ۱۵۵۵ میں کتاب الصلوٰۃ باب الاستغفار کے تحت اس کو ذکر کیا ہے، اس کی سند میں غسان بن عوف بصری نامی ایک راوی لین الحدیث ہے۔

مُخْرَجًا وَرَزَقَہٗ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ ا۔

جس نے استغفار کو اپنے اوپر لازم کرلیا تو خدا اسے ہر رنج سے رہائی اور ہر تنگی سے کشادگی عطا فرمائے گا، اور ایسے ذریعہ سے روزی پہنچائے گا، جسے وہ تصور بھی نہیں کرسکتا۔

مسند میں مذکور ہے کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا، تو آپ نماز کی طرف پناہ لیتے۔ ۲۔

اور خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃِ۔ (بقرہ:۴۵)

نماز اور صبر کے ذریعہ مدد طلب کرو۔

اور سنن میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم پر جہاد فرض ہے، اس لیے کہ وہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے، اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ لوگوں کے رنج وغم کو دور فرماتا ہے۔ ۳۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت کی جاتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کَثُرَتْ ھُمُوْمُہٗ وَغُمُوْمُہٗ فَلْیُکْثِرْ مِنْ قَوْلِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

جو بہت سے مصائب و آلام کا شکار ہو اسے لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ

ا۔ ابوداؤد نے ۱۵۱۸ میں کتاب الصلوٰۃ باب الاستغفار کے تحت اور امام احمد نے ۲۲۳/۱ اور ابن ماجہ نے ۳۸۱۹ میں اس کو ذکر کیا ہے، اس کی سند میں حکم بن مصعب نامی راوی مجہول ہے۔

۲۔ امام احمد نے ۳۸۸/۵ میں اسے ذکر کیا اس کی سند میں محمد بن عبداللہ دؤلی اور عبدالعزیز بن ابوحذیفہ کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے۔

۳۔ حدیث صحیح ہے، اس کو طبرانی نے اوسط میں حدیث ابوامامہ سے اور احمد نے مسند ۵/ ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۶، ۳۳۰ میں حدیث عبادہ بن صامت سے اس کو نقل کیا، حاکم نے ۲/ ۴۷، ۵۰۷ میں اس کو صحیح قرار دیا، اور ذہبی نے اس کی تائید کی ہے۔

بکثرت کہنا چاہیے یعنی اللہ کے سوا کوئی طاقت وقوت نہیں ہے۔

اور صحیح بخاری ومسلم سے یہ ثابت ہے کہ لاحول ولاقوۃ الا باللہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

ا۔

اور ترمذی میں مذکور ہے کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ ۲۔

یہ دوائیں پندرہ قسم کی دواؤں پر مشتمل ہیں، اگر ان کے ذریعہ بھی رنج وغم وحزن کی بیماری ختم نہ ہوتو سمجھ لو کہ بیماری بہت پرانی اور جڑ پکڑے ہوئے ہے اور اس کے اسباب گہرے ہیں، اس لیے مکمل استفراغ کی ضرورت ہے۔

پہلی دوا — توحید ربوبیت کا یقین

دوسری دوا — اللہ کے الٰہ ہونے میں توحید ویکتائی کا اقرار

تیسری دوا — توحید علمی واعتقادی

چوتھی دوا — اللہ تعالیٰ کو اس بات سے مبرا وپاک سمجھنا کہ وہ بندہ پر ظلم کرتا ہے، یا بلا سبب بندہ سے مواخذہ کرتا ہے۔

پانچویں دوا — بندہ کا یہ اعتراف کرنا کہ وہ خود ظالم ہے۔

چھٹی دوا — خدا کی محبوب ترین چیز کے ذریعہ وسیلہ کرنا جو اس کے اسماء وصفات ہیں، اور ان اسماء وصفات میں سے سب سے مکمل طور پر معانی کا جامع اسم ''اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ'' ہے۔

ساتویں دوا — صرف اللہ تعالیٰ ہی سے مدد طلب کرنا۔

آٹھویں دوا — بندے کا پر امید انداز میں اس کا اقرار۔

ا۔ امام بخاری نے ۱۱/ ۱۸۰ میں کتاب الدعوات باب قول لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللہ کے ذیل میں اور امام مسلم نے ۲۷۰۴ میں کتاب الذکر والدعاء کے باب استحباب خفض الصوت بالذکر کے تحت حدیث ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے۔

۲۔ امام ترمذی نے ۳۵۷۶ میں کتاب الدعوات کے باب فضل لاحول ولاقوۃ الا باللہ کے تحت حدیث سعد بن عبادہ سے اس کو ذکر کیا ہے، اس کی سند حسن ہے۔

نویں دوا — خدا پر پورا بھروسہ اور اسی کے سپرد تمام معاملات اور اس بات کا اعتراف کہ اس کی پیشانی خدا کے قبضہ قدرت میں ہے۔ وہ جسے جس سمت چاہے پھیر دے، اور یہ کہ حکم الٰہی اس پر جاری ہے، اور قضائے الٰہی سراپا عدل وانصاف ہے۔

دسویں دوا — اپنے دل کو قرآن کے باغات میں چرنے دے اور قرآن کو اپنے دل کے لیے ایسی بہار سمجھے جیسی بہار جانوروں کے لیے خوشگوار ہوتی ہے، اور قرآن کے ذریعہ شبہات وخواہشات نفسانی کی تاریکیوں کو

روشن کرے اور اس کے ذریعہ ہر قوت شدہ چیز سے تسلی حاصل کرے اور ہر مصیبت کا مداوا قرآن پاک کو سمجھے اور سینے کی تمام بیماریوں سے شفا قرآن پاک کے ذریعہ حاصل کرے تو اس کا غم جاتا رہے گا، رنج وغم سے رہائی نصیب ہو گی۔

گیارہویں استغفار

دوا

بارہویں دوا	توبہ وندامت
تیرہویں دوا	خدا کی راہ میں سرفروشی
چودہویں دوا	نماز کی پابندی اوقات کے ساتھ ادائیگی
پندرہویں دوا	طاقت وقوت سے برات اور ان دونوں کو اس ذات کے سپرد کرنا جس کے قبضہ قدرت میں یہ دونوں ہیں۔

ظظظ

فصل (۸۴)

ان امراض میں مذکورہ دواؤں کی افادیت کی توجیہ کا بیان

اللہ تعالیٰ نے بنی آدم کو اور اس کے تمام اعضاء کو پیدا فرمایا اور ہر عضو کو ایک کمال سے نوازا اگر وہ عضو ضائع ہو جائے تو انسان کو صدمہ پہنچتا ہے، ان اعضاء کے بادشاہ دل کو بھی کمال سے نوازا جب اس کا یہ کمال ضائع ہو جاتا ہے تو اسے مختلف بیماریاں اور مصائب وآلام، رنج وغم، افسردگی گھیر لیتی ہے۔

جب آنکھ قوت بصارت کھو بیٹھے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے، اور کان قوت سماعت کو ضائع کر دے اور زبان قوت گویائی سے بے بہرہ ہو جائے جو اس کی پیدائش کا حقیقی مقصد ہے۔ تو پھر اس کے کمالات ضائع ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ نے دل کو اپنی معرفت ومحبت اور اپنی توحید کا اقرار کرانے نیز رضائے الٰہی کے حصول کے لیے پیدا کیا ہے۔ تاکہ اس کی محبت ورضامندی سے شاداں رہے اسی پر بھروسہ کرے اور اسی کے لیے کسی سے دوستی اور دشمنی کرے۔

اور اسی کے لیے باہم دوستی وتعلق اور باہم دشمنی کرے، اور ہمہ وقت اس کے ذکر واذکار کو جاری رکھے اور

قلب کو زندگی بخشنے کا سبب یہ ہے کہ تمام دنیا سے زیادہ لگاؤ، اس کا خدائے کردگار سے ہو، اور اسی سے ہر قسم کی امید رکھے نہ کہ غیر سے، اور اگر اس کے دل میں خدا کے سوا کوئی دوسری بات ہوگی، تو اس دل کی موت ہے، اسے کوئی نعمت و لذت اور فرحت و مسرت حاصل نہیں اور ظاہر ہے کہ زندگی انہیں چیزوں سے برقرار رہتی ہے، اور یہ چیزیں دل کے لیے غذا، صحت، اور زندگی کی حیثیت رکھتی ہیں، جب غذا، صحت نہ ملے اور زندگی اجیرن ہو جائے تو پھر رنج وغم اور افسردگی ہر چہار جانب سے قلب کو گھیر لیتی ہے، اور ایک طرح وہ مضبوط بندش میں جکڑ جاتا ہے۔

سب سے بڑی دل کی بیماری شرک، گناہ، اور خدا کی پسندیدہ اور محبوب چیزوں سے غفلت دلا پرواہی تمام معاملات کو سپرد خدا کرنے سے گریز اور اس پر اعتماد کی کمی اور خدا کے سوا دوسروں کی طرف میلان، تقدیر الٰہی پر غضب و ناراضگی کا اظہار اور اس کے وعدہ و وعید میں شک وشبہ کرنا ہے۔

جب آپ دل کی بیماریوں پر غور کریں گے، تو ان مذکورہ چیزوں اور ان جیسی چیزوں کو آپ ان کے حقیقی اسباب و وجوہات سمجھیں گے، اس کے علاوہ ان چیزوں کا کوئی دوسرا سبب نہیں ہے۔ اس لیے اس کی دوا بھی وہی ہو گی، جس کے سوا کوئی دوسری دوا ہو ہی نہیں سکتی، یعنی ان معالجات نبویہ کے ساتھ ان امور کا علاج کیا جائے جو ان بیماریوں کے متضاد ہوں، اس لیے کہ مرض تو مقابل دوا ہی سے دور کیا جاتا ہے، اور حفظان صحت اسی جیسی دوا سے کی جاتی ہے، لہٰذا دل کی صحت ان ہی امور نبوی سے ممکن ہے۔ اور دل کے امراض کو اس کی مقابل دواؤں سے ہی دور کیا جا سکتا ہے۔

توحید الٰہی سے بندہ کے لیے بھلائی، لذت، مسرت و فرحت اور شادمانی کا دروازہ کھل جاتا ہے۔ اور توبہ کے ذریعہ ان تمام فاسد اخلاط اور مواد کاسدہ کا استفراغ ہو جاتا ہے، جن سے دل کی بیماریاں پیدا ہوتی ہے، اور اختلاط سے دل کو بچانے سے ہی شرور کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ توحید سے سعادت و بھلائی کے دروازے کھول جاتے ہیں۔ اور توبہ و استغفار سے برائیوں کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔

بعض ائمہ متقدمین فن طب نے یہ بات لکھی ہے کہ جو جسم کی عافیت چاہتا ہو تو اسے کم کھانا پینا چاہیے، اور جو دل کی حفاظت کا خواہاں ہے اسے گناہوں سے باز آ جانا چاہیے۔ ثابت بن قرہ نے فرمایا کہ جسم کو سکون کم کھانے میں ہے، اور روح کی راحت کم گناہوں میں ہے، اور زبان کی حفاظت کم گفتاری میں ہے۔

گناہ دل کے لیے زہر کا کام کرتا ہے، اگر ہلاک نہیں کرتا تو کم از کم اسے کمزور تو کر ہی دیتا ہے۔ اور یہ ضروری ہے کہ دل کی قوت جب کمزور پڑ جائے گی، تو امراض کا مقابلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ امراض قلب کے ماہر طبیب عبد اللہ بن مبارک نے کیا خوب عمدہ بات کہی ہے۔

رَأَیْتُ الذُّنُوْبَ تُمِیْتُ الْقُلُوْبَ
وَقَدْ یُوْرِثُ الذُّلَ اِدْمَانُھَا

میری نگاہ میں گناہ دلوں کو مردہ کر دیتا ہے، اور گناہوں پر اصرار کرنے سے ذلت و پستی ملتی

ہے۔

وَ تَرْکُ الذُّنُوْبِ حَیَاۃُ الْقُلُوْبِ

وَ خَیْرٌ لِنَفْسِکَ عِصْیَانُھَا

اور گناہوں کا چھوڑنا دلوں کے لیے زندگی ہے۔ اور تمہارے نفس کے لیے بہتر ہے کہ تم اس کی نافرمانی کرو۔

خواہشات نفسانی تمام بیماریوں کی جڑ ہے، اور اس کی مخالفت بہترین علاج ہے۔ اور نفس درحقیقت فطری طور پر ناواقف اور ظلم وزیادتی پر رکھا گیا ہے، اس کی اس فطرت ہی کی وجہ سے اسے اپنی خواہشات کی پیروی میں شفا نظر آتی ہے، جبکہ اس اتباع نفس میں اس کی ہلاکت وبربادی ہوتی ہے۔ اور اپنی اس بے راہ روفطرت کی وجہ سے خیر خواہ معالج کی بات نہیں مانتا، بلکہ بیماری کو دواسمجھ کر اسی پر بھروسہ کر لیتا ہے، اور دوا کو بیماری سمجھ کر اس سے پرہیز کرنے لگتا ہے، تو اس خلاف واقع بیماری کو ترجیح دینے اور دوا سے گریز کرنے سے مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ جن کے علاج کرنے پر ڈاکٹر بھی قدرت نہیں رکھتا، اور ان بیماریوں سے شفایابی بہت مشکل نظر آنے لگتی ہے، اور سب سے بڑی خام خیال یہ ہے کہ وہ اسے تقدیر الٰہی سمجھنے لگتا ہے۔ اور خود کو اس سے بری سمجھ کر زبان حال سے پروردگار کو ہمہ وقت ملامت کرتا ہے، اور یہ ملامت وبیزاری تدریجی طور پر بڑھتے بڑھتے کھل کر زبان پر آجاتی ہے۔

جب کوئی بیمار اس حد تک گر جائے تو پھر اسے صحت یاب ہونے کی توقع نہیں رکھنی چاہیے، ہاں یہ دوسری بات ہے کہ رحمت خداوندی بڑھ کر اس کا تدارک کر دے، اور اسے نئی زندگی عطا کرے، اور کوئی عمدہ راستہ ہموار کر دے، اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی حدیث میں مصیبت زدہ کے لیے جو دعا بتائی گئی ہے، وہ توحید الوہیت توحید ربوبیت دونوں کو شامل ہے، اور آپ نے اللہ سبحانہ وتعالیٰ کو عظمت وحلم کی صفت سے متصف فرمایا، اور یہی دوصفات ایسے ہیں، جو کمال قدرت کمال رحمت دونوں کو مستلزم ہیں اور احسان اور درگذر اس کے ہمراہ ہے، اور آپ کی توصیف کمال ربوبیت الٰہی عالم علوی وسفلی اور اس عرش کو جو مخلوقات کے لیے چھت ہے، اور مخلوقات میں سب سے بڑی ہے۔ مستلزم ہے، اور ربوبیت تامہ کے ساتھ توحید ربوبیت بھی لگی ہوئی ہے اور اس کو بھی مستلزم ہے کہ خدا ہی کی ذات ایسی ذات ہے۔ جس کے لیے ہر طرح کی عبادت ومحبت، خوف، ورجاء اور عظمت وجلالت اور طاعت لائق ہے۔ اور اس کی عظمت مطلق کا تقاضا ہے کہ ہر کمال کا اثبات اسی کے لیے کیا جائے اور ہر قسم کے نقص وعیب اور مماثلت کی نفی اس سے کی جائی اور اس کی حلم وبردباری اس کی کمال رحمت اور احسان خلق خداوندی کو مستلزم ہے۔

اس طرح قلب کے علم ومعرفت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی محبت وجلالت وعظمت اور توحید کا اظہار ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے اسے رنج وغم والم کے صدمات کے ختم ہونے کے بعد لذت وسرور اور شادمانی حاصل ہوتی ہے آپ دیکھتے ہیں کہ جب مریض پر مسرت وشادمانی کی کیفیت طاری ہوتی ہے۔ تو اس کے نفس کو تقویت ملتی ہے، تو اس سے طبیعت حسی مرض کے دفع کرنے پر قوی ہو جاتی ہے، پھر باطنی امراض کے لیے قلب میں اس سے قوت پیدا ہو کر صحت یاب ہونا

ایک کھلی حقیقت ہے۔

پھر جب مصیبت وغم کی تنگی اور ان اوصاف کی کشایش کے درمیان جو اس دعائے کرب میں پوشیدہ ہے۔ موازنہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ دعا اس تنگی مصیبت کو دور کرنے کے لیے کتنی عمدہ تدبیر ہے، اور دل کو اس قید و بند سے رہائی دلا کر مسرت و شادمانی کے ایک کشادہ میدان میں لا کھڑا کرتی ہے۔ ان باتوں کی تصدیق اور اس حقیقت کو وہی تسلیم کرسکتا ہے، جو ان کی روشن کرنوں سے فیضیاب ہوا ہوگا، یا جس کا دل ان حقائق کا ہمنوا ہوگا۔

اور آپ کا یہ قول "یا حیُّ یا قیوم برحمتک استغیث" تاثیر کے اعتبار سے اس بیماری کو دور کرنے میں ایک اچھوتی مناسبت کا حامل ہے، اس لیے کہ صفت حیات تمام صفات کمالیہ کو شامل اور مستلزم ہے، اور قیوم ہونے کی صفت تمام صفات افعال کو متضمن ہے، اسی لیے یہ اسم اعظم شمار کیا جاتا ہے، جو دعا بھی ان اسماء کے ساتھ کی جائے گی، ضرور قبول ہوگی، اور جس چیز کا سوال کیا جائے گا، وہ ضرور ملے گی، اور وہ اسم "الحی القیوم" ہے۔

اور پائیدار زندگی، تمام امراض و تکالیف کے متضاد ہے، اسی لیے اہل جنت کو کوئی غم رنج، تکلیف نہ ہوگی اور نہ کسی آفت سے ان کو سابقہ پڑے گا، کیونکہ ان کو حیات کاملہ مل چکی ہوگی، اور حیات میں جس قدر نقص ہوگا، افعال میں اسی قدر کمی آئے گی، اور یہ قیومیت کے منافی ہے، چنانچہ کمال قیومیت کمال حیات کے ساتھ ہے، لہٰذا حی مطلق جو حیات کاملہ والی ذات ہوگی اس میں کسی صفت کمال کا فقدان نہ ہوگا، اور قیوم پر کوئی فعل ممکن مشکل نہیں ہوتا، اس لیے صفت حیات و قیومیت کے ذریعہ توسل ایک ایسی تاثیر رکھتا ہے جو حیات کے منافی چیزوں اور افعال میں نقص پیدا کرنے والی چیزوں کو پوری طرح زائل کرسکے۔

اس کی بہترین مثال جناب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اپنے رب کے سامنے اس کی ربوبیت سے توسل کرنا ہے، جس کا تعلق، جبریل، میکائیل اور اسرافیل علیہم السلام سے ہے کہ جب حق کے تعیین کے بارے میں اختلاف ہو تو بحکم الٰہی وہ صحیح راہ کھلا دیں، اس لیے کہ وہ دل کی زندگی تو ہدایت ہی سے برقرار ہے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تینوں مذکورہ فرشتوں کو حیات کا وکیل مقرر کیا ہے، چنانچہ حضرت جبریل علیہ السلام کے سپرد وحی کی گئی جو دلوں کی زندگی ہے، اور حضرت میکائیل علیہ السلام کے سپرد قطرۂ آب (بارش) ہے، جو اجسام وحیوان کے لیے زندگی ہے، اور حضرت اسرافیل علیہ السلام اس نفخ صور پر متعین ہیں، جو دنیا کی دوبارہ زندگی اور ارواح کی دوبارہ اجسام کی جانب واپسی سے تعلق رکھتا ہے، اس لیے باری تعالیٰ کی جانب ان ارواح عظیمہ کے ساتھ توسل جو زندگی کے لیے متعین ہیں، مطلوب کے حصول میں غیر معمولی تاثیر رکھتا ہے۔

حاصل یہ کہ یا حی قیوم کو دعاؤں کی قبولیت اور مصیبتوں کے دور کرنے میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

سنن اور صحیح ابو حاتم میں مرفوعاً روایت مذکور ہے۔

اِسمُ اللّٰہِ الْاَعْظَمِ فِی ھَاتَیْنِ الْاٰیَتَیْنِ وَاِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ۔

(بقرہ۔ ۱۶۳)

کہ اسم اعظم باری تعالیٰ ان دونوں آیتوں میں ہے۔ تمہارا معبود ایک ہے، اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ رحمن اور رحیم ہے۔

اور سورۂ آل عمران کے شروع کی آیت

الٓمّٓ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ۔

الٓمّٓ۔ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حی اور قیوم ہے۔

ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح ہے۔ [1]

صحیح ابن حبان اور سنن میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مذکور ہے، کہ ایک شخص نے دعا کی جس میں کہا۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْئَلُکَ بِاَنَّ لَکَ الْحَمْدَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الْمَنَّانُ، بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَقَدْ دَعَا بِاسْمِهِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ وَاِذَا سُئِلَ بِهٖ اَعْطٰی۔ [2]

---

[1] ترمذی ۳۴۷۸ میں کتاب الدعوات باب مَاجَاءَ فِی جَامِعِ الدَّعَوَاتِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کے تحت ذکر کیا، ابن ماجہ نے کتاب الدعاء کے باب اسم اللہ الاعظم کے تحت اور ابوداؤد نے ۱۴۹۶ میں کتاب الصلوٰۃ کے باب الدعاء کے تحت اور احمد نے ۶/ ۴۶۱ میں اور داری نے ۲/ ۴۵۰ میں حدیث عبید اللہ بن ابی زیاد سے عن شہر بن حوشب عن اسماء بنت یزید کے واسطہ سے ذکر کیا ہے، اور عبید اللہ قوی نہیں، اور شہر بن حوشب کے بارے میں بہت سے محدثین نے کلام کیا ہے، لیکن اس کی ایک شاہد حدیث ہے جس سے اس کو تقویت ہوتی ہے، وہ ابوامامہ کی مرفوع حدیث ان الفاظ کے ساتھ ہے، اِسْمُ اللّٰهِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا دُعِیَ بِهٖ اَجَابَ فِیْ سُوَرٍ ثَلَاثٍ اَلْبَقَرَةِ وَ آلِ عمران وطٰہٰ اس کو ابن ماجہ نے ۳۸۵۶ میں اور طحاوی نے مشکل الآثار ۱/ ۶۳ میں اور حاکم نے ۱/ ۵۰۶ میں اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند حسن ہے۔

[2] ابوداؤد نے ۱۴۹۵ میں کتاب الصلوٰۃ کے باب الدعاء کے تحت اور نسائی نے ۳/ ۵۲ میں کتاب السہو باب الدعاء بعد الذکر کے ذیل میں اور ابن ماجہ نے ۳۸۵۸ میں اس کو ذکر کیا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے، ابن حبان نے ۲۳۸۲ میں اور حاکم نے ۱/ ۵۰۳، ۵۰۴ میں اس کو صحیح قرار دیا، اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔

اے خدا میں تم سے سوال کرتا ہوں، اس کے ذریعہ کہ تیرے لیے ہی حمد وثنا ہے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو منان ہے، آسمانوں اور زمینوں کو وجود میں لانے والا ہے، اے جلال و اکرام والے، اے ہمیشہ زندہ رہنے والا اے قیوم، یہ سن کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس نے اسم اعظم باری تعالیٰ کے ذریعہ دعا کی ہے، کہ جس کے ذریعہ جب بھی دعا کی جائے قبول ہوگی، اور جب اس کے ذریعہ کوئی چیز کا سوال کیا جائے تو وہ عطا فرمائے گا۔

اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب دعا میں کوشش کرتے تو یہ فرماتے۔

یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ۔

اے سدا زندہ رہنے والے، ہمیشہ قائم رہنے والے۔

اور آپ کا قول ہے۔

اَللّٰهُمَّ رَحْمَتَکَ اَرْجُوْ فَلَا تَكِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَيْنٍ وَ اَصْلِحْ لِیْ شَأْنِیْ كُلَّهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ۔

اے خدا میں تیری رحمت کا امیدوار ہوں، لہٰذا تو ایک لمحہ بھی مجھے میرے سپرد نہ کر اور میری تمام حالت کو سنوار دے، تیرے سوا کوئی معبود نہیں ہے۔

آپ کی اس دعا میں اس ذات سے امید کی وابستگی ہے، جس کے قبضہ قدرت میں تمام خیر ہے، اور صرف اسی ایک ذات پر اعتماد منحصر ہے، اور اسی کے سپرد تمام معاملات ہیں اور اسی سے التجاء وزاری ہے کہ وہ اس کی حالت سنوارنے کی طرف توجہ فرمائے اور اسے خود اس کے حوالے نہ چھوڑ دے، اور توحید الٰہی کے ذریعہ توسل میں اس بیماری کو دور کرنے کی بڑی زبردست تاثیر ہے۔ اسی طرح آپ کی دعاء اَللّٰهُ رَبِّیْ لَا اُشْرِکُ بِهٖ شَيْئًا کا بھی حال ہے۔

اور ابن مسعود کی اس مذکورہ دعا "اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ عَبْدُکَ اِبْنُ عَبْدِکَ" میں معارف الٰہیہ اور عبودیت کے ایسے اسرار و رموز مضمر ہیں، جس کے لیے دفتر کافی نہیں، اس لیے کہ اس میں صرف اپنی بندگی کا اظہار نہیں ہے، بلکہ ساتھ ہی آباء وامہات (مادر و پدر) کی بندگی کا بھی اقرار ہے اور یہ کہ اس کی پیشانی اسی کے ہاتھ میں ہے۔ وہ جس طرح چاہے اسے پھیر دے اس لیے کہ بندہ خود اپنے ضرر و نفع موت و حیات کا مالک نہیں، اور نہ حیات بعد الممات کا اسے اختیار ہے، بلکہ تمام اختیار صرف اللہ تعالیٰ کو حاصل ہے، اس لیے کہ جس کی پیشانی دوسرے کے ہاتھ میں ہو پھر اسے کسی چیز کا اختیار کیسے ہو سکتا ہے بلکہ وہ تو خدمت گذار اور اس کی دسترس و قبضہ میں ہے، اور اس کی زبردست طاقت وقدرت کے ماتحت ذلیل ہے۔

اور آپ کے اس قول "مَاضٍ فِیَّ حُكْمُکَ عَدْلٌ فِیَّ قَضَاءُکَ" میں دو عظیم بنیادی باتیں ہیں، جن پر توحید کی پوری عمارت قائم ہے۔

پہلی اصل: اثبات تقدیر ہے کہ خدا کا حکم اس کے بندے پر نافذ ہے، اور اسی کا حکم جاری ہے، اس سے ایک منٹ کے لیے بھی بندے کو چھٹکارا نہیں اور نہ اس کے دفاع کے لیے کوئی تدبیر کارگر ہے۔

دوسری اصل: یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے ان تمام احکام میں سراسر انصاف پر ہے، اور اپنے بندہ پر ذرا بھی ظلم نہیں کرتا، بلکہ ان احکام میں عدل واحسان کے اسباب سے اپنے آپ کو الگ نہیں کر سکتا، اس لیے کہ ظلم کا حقیقی سبب ظالم کی ذاتی ضرورت یا اس کی جہالت و نادانی ہوتی ہے، چنانچہ ان تینوں چیزوں کا صدور ایسی ذات سے محال ہے، جو ہر چیز کو بخوبی جانتا ہے اور ہر چیز سے بے نیاز ہے، ہر چیز اسی کی محتاج ہے، اور وہ احکم الحاکمین ہے، اس لیے ایک ذرا بھی اس کی حکمت اور حمد کے حدود سے باہر نہیں ہو سکتا، جیسا کہ اس کی قدرت و مشیت کی حد سے نہیں نکل سکتا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اس لیے اس کا حکم اس کی مشیت وقدرت کے مطابق نافذ ہے، اسی لیے نبی خدا ھود علیہ السلام نے فرمایا جب ان کی قوم نے ان کو اپنے خودساختہ معبودوں سے ڈرایا، اور دھمکایا۔

اِنِّیْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّیْ بَرِیْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِیْدُوْنِیْ جَمِیْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ اِنِّیْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّیْ وَرَبِّكُمْ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔ (ھود، ۵۴، ۵۶)

میں اللہ کو گواہ بناتا ہوں، اور تم لوگ بھی اس بات پر شاہد بن جاؤ کہ میں ان معبودان باطل سے الگ ہوں، جن کو تم خدا کو چھوڑ کر اس کا شریک ٹھہراتے ہو، تم سب مل کر میرے خلاف سازش کرو پھر مجھے کچھ بھی مہلت نہ دو میں نے تو اپنے خدا پر جو میرا اور تمہارا رب ہے بھروسہ کیا دنیا میں کوئی جاندار نہیں جس کی پیشانی خدا کے ہاتھ نہ ہو، بے شک میرا رب سیدھے راستے پر ہے۔

باوجودیکہ تمام مخلوقات کی پیشانیاں اس کے ہاتھ میں ہیں، اور وہ اس پر تصرف کا اختیار رکھتا ہے، مگر بایں ہمہ ظلم وتعدی اس کا طریقہ نہیں بلکہ انصاف وعدل حکمت ورحمت اور احسان کے ساتھ ان میں تصرف کرتا ہے، اور یہی سیدھا راستہ ہے، آپ کا قول کَاضٍ فِیَّ حُکْمُکَ بالکل ارشاد خداوندی مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِیَتِهَا کا ترجمان ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول عَدْلٌ فِیَّ قَضَاؤُکَ ارشاد باری اِنَّ رَبِّیْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ کا نقیب ہے۔

پھر یہ توسل اللہ کے ان اسماء کے ذریعہ ہے۔ جن کو خدا نے اپنے طور پر اختیار فرمایا جن میں سے کچھ اسماء تو بندوں کو معلوم ہو گئے، اور کچھ اسماء سے ابھی تک ناآشنا ہیں، اور بعض اسماء ایسے ہیں، جو صرف خدا ہی کے علم میں ہیں اس نے کسی مقرب فرشتہ اور کسی نبی مرسل کو اس سے آگاہ نہیں فرمایا، یہی وسیلہ تمام وسائل سے بڑھ کر ہے، اور خدا کے نزدیک بہت محبوب ہے، اور مطلوب کے حصول کے لیے اقرب بھی ہے۔

پھر آگے خدا سے یہ درخواست کیا کہ قرآن پاک کو میرے دل کے لیے ایسا لہلہاتا شاداب لشت زار موسم بہار بنادے، جس میں جانور بلا روک ٹوک چرتے ہیں، اور اسی طرح قرآن مجید دلوں کے لیے موسم بہار کی حیثیت رکھتا ہے، اور قرآن کو میرے غم ورنج کا مداوا بنادے، چنانچہ قرآن مجید رنج وغم کے لیے ایسے مداوا کا مقام رکھتا ہے، جو بیماری کو جڑ سے ختم کردے، اور جسمانی صحت اور اعتدال بازیاب ہو جائے، اور اے خدا اس قرآن کو میرے غم کے لیے ایسی جلاء بنادے، جو طبیعتوں اور دماغ وغیرہ کو نور بخشتا ہے، پھر اس علاج کی خوبی کا کیا کہنا کہ خود مریض پکار اٹھے کہ اس دوا کے استعمال سے اس کی بیماری جاتی رہی، اور بعد ازاں شفائے کلی حاصل ہوئی، اور صحت وعافیت نصیب ہوئی، اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

رہ گئی حضرت یونس کی دعا تو اس میں کمال توحید اور باری تعالیٰ کے لیے کمال تنزیہہ ہے، اور بندہ کا اپنے ظلم و زیادتی اور گناہ کا اعتراف ہے، جو درد رنج وغم کی سب سے مؤثر دوا ہے، اور حاجت روائی کے لیے خدا تک رسائی کا بہترین

ذریعہ ہے اس لیے کہ توحید اور تنزیہہ سے ہر کمال خدا کے لیے ثابت ہوتا ہے، اور اس سے ہر نقص وعیب اور ہر تمثیل کی نفی ہوجاتی ہے، اور بندہ کا اپنے ظلم کے اعتراف سے شریعت، ثواب وعقاب پر اس کا ایمان ثابت ہوتا ہے، اور اس کے انکسار وعجز کا یہ سبب بھی ہے، اور اس کے خدا کی طرف رخ کرنے کا اظہار ہوتا ہے، اور اپنی لغزش سے خود کو الگ کرنے اور بندگی اور پروردگار کے احتیاج کا اعتراف ہوتا ہے، گویا ان چار چیزوں سے یہاں توسل کرنا ثابت ہوتا ہے، توحیدٗ تنزیہہ، عبودیت اور اعتراف۔

لیکن حضرت ابوامامہؓ کی یہ حدیث "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنَ الْھَمِّ وَالْحَزَنِ میں آٹھ چیزوں سے پناہ طلب کی گئی ہے، ان میں سے ہر دو ایک دوسرے کے لازم و متصل ہیں چنانچہ رنج وغم دونوں لازم وملزم ہیں، عجز وکسل دونوں بھائی بھائی ہیں، اور بخیلی اور بزدلی کا چولی دامن کا ساتھ ہے، اور قرض کا بوجھ اور لوگوں کا غلبہ دونوں ہم جنس ہیں، اس لیے کہ جو ناپسندیدہ تکلیف دہ چیز دل پر وارد ہوتی ہے، اس کا سبب کوئی گذشتہ امر ہوتا ہے، جس سے انسان کو رنج وغم پہنچتا ہے۔ یا اس کا سبب آئندہ پیش آنے والا کوئی متوقع امر ہو تو غم وفکر لاحق ہوتی ہے، اور بندہ کے اپنے مصالح سے پیچھے رہ جانے یا اس کے فوت ہوجانے کا سبب بندہ کی عدم قدرت اور اس کی عاجزی ہوتی ہے، یا ارادہ کی صفت نہ ہونے کی وجہ سے ہوتا ہے، جسے کسل کہتے ہیں، اور بندہ کسی اپنے خیر یا نفع کو خود سے یا اپنے ہم جنس سے روک لیتا ہے، اس کی دو وجہیں ہوتی ہیں، ایک تو یہ کہ بندہ اپنے بدن سے اس نفع کو روک لیتا ہے، اسے بزدلی کہتے ہیں، دوسری وجہ یہ کہ بندہ اسے اپنے مال سے روکتا ہے، اسے بخیلی کہتے ہیں، اور بندہ پر لوگوں کا غلبہ کسی حق کی بنیاد پر ہوتا ہے اسے قرض کے بوجھ سے تعبیر کرتے ہیں، یا غلبہ باطل طور پر ہوتا ہے، تو اسے غلبۃ الرجال کہتے ہیں۔

غرض حدیث میں ہر شر سے پناہ طلب کی گئی ہے، اور رنج وغم اور تنگی کے دفعیہ میں استغفار کی تاثیر کے متعلق ہر ملت ومذہب کے لوگوں نے اور ہر امت کے عقلاء نے یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ معاصی وفساد رنج وغم، خوف، تنگدلی اور قلبی امراض کا باعث ہوتے ہیں، چنانچہ جن لوگوں کے اندر یہ بیماری پائی جاتی ہے، جب یہ اپنی حاجت وخواہش پوری کرلیتے ہیں، اور ان کے نفوس ان سے اکتا جاتے ہیں، تو یہ بیماریاں اچانک ان چیزوں کی شکار ہوجاتی ہیں، جب ان کے سینوں میں پائی جانے والی تنگی، رنج وغم کا دفاع اور خاتمہ ہوتا ہے۔

جیسا کہ ایک فاسق ا۔ شاعر نے کہا۔ ؎

وَکَاسٍ شَرِبْتُ عَلٰی لَذَّۃٍ
وَ اُخْرٰی تَدَاوَیْتُ مِنْھَا بِھَا

بہت سے جام میں نے لذت وسرور کے طور پر پیا، پھر اسی سے ہی میں نے اپنی اس بیماری کا علاج کیا۔

دَعْ عَنْکَ لَوْمِیْ فَاِنَّ اللَّوْمَ اِغْرَاءٌ
وَ دَاوِنِیْ بِالَّتِیْ کَانَتْ ھِیَ الدَّاءُ

ملامت چھوڑ دے، کیونکہ ملامت سے طبیعت اور ابھر آتی ہے، اور میری دوا تو بیماری ہی میں ہے، اسی سے شفا ملتی ہے۔

جب دلوں پر گناہوں کی تاثیر اس طرح راسخ ہو جائے تو پھر توبہ و استغفار کے سوا اس کا کوئی دوسرا علاج نہیں، نماز کی شان دل کو فرحت و شگفتگی بخشنے اور اسے تقویت پہنچانے اور اسے کشادہ و شاداب کرنے اور اس کو لذت پہنچانے میں عجیب و غریب ہے، نماز سے دل اور روح دونوں اللہ سے قریب ہو جاتے ہیں اس کا قرب نصیب ہوتا ہے، اس کے ذکر کی نعمت کے حصول

ا۔ یہ شاعر اعشیٰ میمون بن قیس ہے، یہ شعر اس کے دیوان کے ص ۱۲۱ میں موجود ہے، اسی کے مفہوم کو اپنے اس شعر میں ابونواس نے ادا کیا ہے۔

سے دل کھل جاتا ہے۔ اس کی مناجات سے مسرت حاصل ہوتی ہے، اس کے سامنے کھڑے ہونے کا تصور اور اس کی عبودیت میں اپنے تمام بدن اور اعضاء اور تمام قوتوں کو استعمال کرنے میں ہر عضو کو بندگی کا پورا پورا لطف حاصل ہوتا ہے، وہ مخلوق کے تعلق، باہم میل جول اور ملنے جلنے سے بے نیاز ہو جاتا ہے، اور اس کے دل کی ساری قوتیں اور اس کے سارے اعضاء اپنے رب فاطر کی جانب کھنچ جاتے ہیں، اور بحالت نماز وہ اپنے دشمن سے بے پروا ہو کر آرام پا جاتا ہے، اور نماز اس کے لیے سب سے بڑا علاج بن جاتی ہے، مفرحات قلب میں سب سے زیادہ نماز ہی کو اہمیت حاصل ہو جاتی ہے، اور اسے ایسی غذائیں میسر آتی ہیں جو صحت مند قلوب کے لیے اور بھی زیادہ مفید ہیں، لیکن بیمار دلوں کا معاملہ ان بیمار اجسام کا جیسا ہوتا ہے، جن کے لیے صرف عمدہ غذائیں ہی نفع بخش ہوتی ہیں۔

اس لیے نماز دنیا و آخرت کے مصالح کے حصول اور دنیا و آخرت کے مفاسد کو دفع کرنے میں سب سے عمدہ معاون مددگار ہے، نماز گناہ سے روکتی ہے، اور قلوب کے امراض کو دفع کرتی ہے، اور جسم سے بیماری کو دور کر دیتی ہے، دل کو روشن چہرہ کو تابندہ کرتی ہے، نفس اور اعضاء کو نشاط بخشتی ہے، روزی کو کھینچ کر لاتی ہے، ظلم کا دفعیہ کرتی ہے، اور مظلوم کے لیے مددگار ہے، خواہشات نفسانی کے اخلاط کو جڑ سے اکھیڑ پھینکتی ہے نعمت کی محافظ اور عذاب کو دور کرنے والی اور رحمت کے نزول کا باعث ہے، اور غم و بے چینی کو دور کرنے والی ہے، اور شکم کی بہت سی بیماریوں کے لیے دوا ہے، ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیث مجاہد کو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے، انہوں نے بیان کیا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا میں سویا ہوا تھا، اور درد شکم سے بیقرار تھا، آپ نے فرمایا کہ اے ابو ہریرہ تجھے درد شکم ہے کیا؟ میں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسول آپ نے فرمایا کہ اٹھو نماز ادا کرو، اس لیے کہ نماز میں شفاء ہے۔ ا۔

یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً بھی روایت کی گئی ہے، اور مجاہد سے جو ذکر ہوا وہ اسی کے قریب ہے، اور اس فارسی لفظ کا ترجمہ ہے، کہ کیا تمہارے شکم میں درد ہے؟

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۴۵۸ میں کتاب الطب کے باب الصلوٰۃ شفاء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی اسناد ضعیف ہے۔

اگر زندیق اطباء کا دل اس طریقہ علاج سے مطمئن نہ ہو تو انہیں صنعت طب سے سمجھانا چاہیے کہ نماز نفس

اور بدن دونوں کے لیے ریاضت ہے، اس لیے کہ اس میں قیام وقعود، سجدہ ورکوع اور قعدہ کی مختلف حرکتیں ہوتی ہیں، اور آدمی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف منتقل ہوتا رہتا ہے، اس کی وضع بدلتی رہتی ہے، اور نماز میں جسم کے اکثر جوڑ جنبش کرتے رہتے ہیں، اور اسی کے ساتھ اکثر باطنی اعضاء معدہ، آنتیں، آلات تنفس اور قناۃ غذا ان سب کی وضع حرکات میں تغیر آجاتا ہے، پھر ایسی صورت میں کون سی بات مانع ہے کہ ان حرکات سے بعض اعضاء توانا اور بعض مواد غیر ضروریہ تحلیل نہ ہوجائیں گے، بالخصوص جبکہ نماز میں قوت نفس اور انشراح میں اضافہ ہو۔

جس سے طبیعت قوی ہوکر الم کا پورے طور پر دفاع کر لیتی ہے، لیکن ملحدین وزنادقہ کی بیماری تو ان حقائق کا انکار ہے، جو انبیاء ورسل لے کر آئے اور اس کے بجائے اس کے قائم مقام ان کا وہ الحاد ہے جو موت کی طرح لاعلاج مرض ہے، اس کا علاج صرف وہ بھڑکتی آگ ہے، جس میں ان منکرین کو داخل کیا جائے گا، جن کی زندگی انکار حق اور الحاد کے لیے وقف تھی۔

رہ گئی رنج وغم کو دور کرنے میں جہاد کی تاثیر تو اس کی قوت تاثیر وجدانی طور پر معلوم ہوچکی ہے، اس لیے کہ نفس جب باطل کے غلبہ وصولت اور قبضہ کو چھوڑنے پر مجبور ہوتا ہے، تو اسے شدید رنج وغم پہنچتا ہے، اور اس کی بے قراری اور خوف میں غیر معمولی اضافہ ہوجاتا ہے، لیکن جب وہ خدا کے لیے جہاد پر آمادہ ہوجاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس رنج وغم کو فرحت ومسرت اور نشاط وقوت میں بدل دیتا ہے، جیسا کہ خود فرمایا۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِأَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ۔ (توبہ۔ ۱۴،۱۵)

ان سے مقاتلہ کرو خدا ان کو تمہارے ہاتھوں عذاب دینا چاہتا ہے، اور ان کو ذلیل کرنا چاہتا ہے، اور ان پر تمہیں مظفر ومنصور کرنا چاہتا ہے، اور مومنوں کے سینوں کو بیماریوں سے پاک کرنا چاہتا ہے، اور ان کے دلوں سے غیظ کو ختم کرنا چاہتا ہے۔

چنانچہ دل کے درد والم، رنج وغم دور کرنے کے لیے جہاد سے بڑھ کر کوئی مفید دوا نہیں۔

اور "لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" کی تاثیر اس بیماری کے دفاع میں اس لیے ہے، کہ اس میں اعلیٰ ترین خود سپردگی کا اظہار اور ہر طرح کی قوت وطاقت سے عاجزی کا اعتراف ہے، اور اس کا اثبات ایک ہی ذات کے لیے ہے، اور پورے طور پر اپنے تمام معاملات کو خدا کے حوالے کردینا ہے، اور کسی بھی معاملہ میں اس کی مخالفت نہ کرنا ہے، اور ایک حال سے دوسرے حال پر جانا خواہ وہ عالم علوی میں ہو، سفلی میں خدا کے سوا کسی کے لیے اسے تسلیم نہ کرنا ہے، اور یہ اقرار کرنا کہ اس تحول کی ساری طاقت واختیار صرف خدا کو ہی حاصل ہے، لہٰذا اس کلمہ سے بڑھ کر کوئی دوسرا کلمہ ہو ہی نہیں سکتا۔

بعض آثار میں ہے کہ کسی فرشتہ کا آسمان سے زمین پر نزول اور پھر زمین سے آسمان پر صعود لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کی علوی طاقت ہی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ اور اسی لیے شیطان کو بھگانے میں اس کے اندر غیر معمولی تاثیر ہے۔

ظ ظ ظ

(۸۵) فصل

بے خوابی اور گھبراہٹ کی بیماری کا علاج نبوی

ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ
شَکیٰ خَالِدٌ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا اَنَامُ اللَّیْلَ مِنَ الْاَرَقِ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَوَیْتَ اِلٰی فِرَاشِکَ فَقُلِ اللّٰھُمَّ رَبَّ الْاَرْضِیْنَ وَمَا اَقَلَّتْ وَرَبَّ الشَّیَاطِیْنِ وَمَا اَضَلَّتْ کُنْ لِیْ جَارًا مِنْ شَرِّ خَلْقِکَ کُلِّھِمْ جَمِیْعًا اَنْ یَفْرُطَ عَلَیَّ اَحَدٌ مِنْھُمْ اَوْ یَبْغِیَ عَلَیَّ عَزَّ جَارُکَ وَجَلَّ ثَنَاءُکَ وَلَا اِلٰہَ غَیْرُکَ۔ [1]

حضرت خالد نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی اور کہا کہ اے رسول خدا ﷺ! میں بے خوابی کی بیماری کی وجہ سے رات میں سو نہیں پاتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عرض کیا کہ جب تم اپنے بستر پر جاؤ تو یہ دعا پڑھ لیا کرو، اے ساتوں آسمانوں اوران کے اندر رہنے والی تمام چیزوں کا رب، اور اے زمینوں اور جو چیز بھی اس کے اوپر ہے، ان کے رب اور شیطانوں اور جس کو انہوں نے گمراہ کیا ان کے رب تو میرے لیے اپنی تمام مخلوق کے شر سے پناہ بن جا کہ ان میں سے کوئی مجھ پر زیادتی نہ کرے، یا میرے خلاف اٹھ کھڑا ہو، آپ کی پناہ بلند ہے، اور آپ کی تعریف اعلیٰ ہے۔اور آپ کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔

اور ترمذی ہی میں عمرو بن شعیب سے روایت ہے وہ اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خوف کے وقت یہ دعا سکھاتے تھے۔

اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَّۃِ مِنْ غَضَبِہٖ وَعِقَابِہٖ وَشَرِّ عِبَادِہٖ وَمِنْ ھَمَزَاتِ الشَّیٰطِیْنِ وَاَعُوْذُ بِکَ رَبِّ اَنْ یَّحْضُرُوْنِ۔

میں اللہ کے کلمات تامہ کے ذریعہ اس کے غضب، اس کے عذاب اور اس کے بندوں کے شر اور شیاطین کے وسوسے سے پناہ مانگتا ہوں اور اے میرے پروردگار میں تیری پناہ مانگتا ہوں، اس بات سے کہ وہ (شیاطین) بوقت موت میرے پاس حاضر ہوں۔

---

[1] ترمذی نے ۳۵۱۸ میں کتاب الدعوات میں اس کو ذکر کیا اس کی سند میں حکم بن ظہیر نامی ایک راوی متروک ہے، ترمذی نے کہا کہ اس حدیث کی سند قوی

نہیں ہے، اور حکم بن ظہیر کی حدیث کو بعض محدثین نے متروک قرار دیا ہے۔

راوی کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اپنے سمجھ دار لڑکے کو یہ کلمات سکھاتے تھے، اور جو نا سمجھ ہوتے تو ان کلمات کو لکھ کر ان کے گردن میں لٹکا دیتے [1]

اس تعوذ و علاج میں جو مناسبت ہے، وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے۔

ظظظ

فصل (۸۶)

آتش زدگی اور اس کو بجھانے کا طریقہ نبوی

حضرت عمرو بن شعیبؓ سے مروی ہے، وہ اپنے باپ سے اور یہ ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الْحَرِيقَ فَكَبِّرُوا فَإِنَّ التَّكْبِيرَ يُطْفِئُهُ۔ [2]

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب تم آگ لگی ہوئی دیکھو تو باواز بلند تکبیر کہو اس لیے کہ تکبیر آگ کو بجھا دیتی ہے۔

چونکہ آتش زنی کا سبب آگ ہوتی ہے، اور آگ یہی وہ مادہ ہے، جس سے شیطان کی تخلیق میں آئی، اور اس میں عمومی فساد ہوتا ہے، جو شیطان کے مادے اور اس کے فعل کے عین

---

[1] ابوداؤد نے ۳۸۹۳ میں کتاب الطب کے باب کیف الرقی کے تحت اور ترمذی نے ۳۵۱۹ میں، احمد نے "مسند" ۶۶۹۶ میں اور حاکم نے ۵۴۸/۱ میں اس کو ذکر کیا ہے، اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں، اور اس کی تائید میں ابن السنی کی ایک مرسل حدیث بھی ہے۔

[2] ابن سنی نے "عمل الیوم واللیلۃ" ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲ میں اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں قاسم بن عبداللہ بن عمر بن حفص بن عاصم عمری ایک راوی متروک ہے، اس پر امام احمد بن حنبل نے جھوٹ کا الزام لگایا ہے۔

مطابق ہے، اس لیے کہ شیطان کی پوری مدد اس کے ساتھ ہوتی ہے، اور اس کے ارادہ کا نفاذ اسی کے ذریعہ ہوتا ہے۔ آگ کی طبیعت میں رفعت پسندی اور فساد ہے، اور یہ دونوں چیزیں زمین میں رفعت پسندی اور شیطانی فساد کی سوغات ہیں، اور شیطان اسی کی دعوت دیتا ہے، اور اسی کے ذریعہ بنی آدم کو ہلاک و برباد کرتا ہے اس طرح آگ اور شیطان دونوں ہی زمین میں رفعت اور فساد کے خواہاں ہیں، اور خدا کی کبریائی شیطان اور آگ دونوں کا توڑ ہے۔

اسی بنا پر خدا کی کبریائی کا اعلان آگ بجھانے میں خاص اثر رکھتا ہے، اس لیے کہ خدائے عزوجل کی کبریائی کے سامنے کوئی نہیں ٹھہر سکتا، چنانچہ جب ایک مسلمان اپنے رب کی کبریائی کرتا ہے، تو اس کی تکبیر آگ بجھانے اور

شیطانی منصوبوں کی آتش فشانی کو بجھانے میں جو شیطان کا مادہ ہے، پوری طرح اثر دکھاتی ہے، اور آگ بجھ جاتی ہے، اور ہم نے اور دوسروں نے اس کا جب بھی تجربہ کیا، تو اسی طرح ہم نے اس کو پایا۔

ظظظ

فصل (۸۷)

حفظان صحت کی بابت ہدایات نبوی

چونکہ جسم انسانی کی صحت واعتدال اس رطوبت کی وجہ سے برقرار ہے جو حرارت کا مقابلہ کرتی رہتی ہے، اس لیے رطوبت ہی مادۂ انسانیت ہے، اور حرارت سے اس میں پختگی پیدا ہوتی ہے، اور جو فضلات ہوتے ہیں، اسے خارج کردیتی ہے، اور اس میں اصلاح ولطافت پیدا کرتی ہے، اگر ایسا نہ ہوتو بدن فاسد ہوجائے، اور اس کا بقاممکن نہ رہے، اسی طرح رطوبت حرارت کی غذا بھی ہے، اگر یہ رطوبت نہ رہے تو بدن جل کر خشک ہوجائے، اور اس میں فساد پیدا ہوجائے، اس طرح دونوں کا چولی دامن کا ساتھ ہے، ہر ایک دوسرے کا محتاج ہے، اور ایک دوسرے کے بغیر کسی کا قوام وقیام ممکن ہی نہیں، اور بدن کا قوام بھی ان ہی دونوں کا مرہون منت ہے، ان میں سے ہر ایک دوسرے کے لیے مادہ کی حیثیت رکھتا ہے، چنانچہ حرارت رطوبت کے لیے ایک ایسا مادہ ہے، جو اس حرارت سے اس کی حفاظت کرتا ہے، اور یہی حرارت رطوبت کو فساد واستحالہ غیر ضروریہ سے روکتی ہے، اور رطوبت حرارت کے لیے مادہ ہے، جو اسے غذا فراہم کرتا ہے، اور اسے لے کر چلنا رطوبت ہی کا کام ہے، ان میں سے کوئی اگر دوسرے سے زیادہ ہوجائے تو بدن کے مزاج میں اسی کمی وزیادتی کے تناسب سے انحراف پیدا ہوجائے گا، چنانچہ حرارت برابر رطوبت کو تحلیل کرتی رہتی ہے، اور بدن کو برابر اس چیز کی ضرورت رہتی ہے، جو حرارت کی تحلیل سے کم ہوکر لوٹتی ہے، اس لیے کہ بدن انسانی کو اسے باقی رکھنا ہوتا ہے، اس لیے اس ضرورت کی تلافی بھی ضروری ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ تلافی طعام وشراب ہی سے ہوسکتی ہے، اسی طرح اگر تحلیل ہونے کی مقدار اپنے تناسب سے بڑھ جائے تو حرارت میں کمی آجائے گی، اور وہ بدن کے فضلات کو تحلیل نہ کرپائے گی۔

پھر اس تحلیل سے موادردیہ کی افزائش ہوگی، جس سے بدن میں خرابی اور فساد پیدا ہوگا، پھر اس موادردیہ اور اعضاء کے قبول مواد اور استعداد وقبولیت کی بنا پر مختلف قسم کے امراض پیدا ہوں گے اس پوری تفصیل کے لیے قرآن مجید کا یہ ایک ٹکڑا کافی ہے ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا۔ (اعراف۔۳۱)

کھاؤ پیو اور اسراف نہ کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ ہدایت فرمائی کہ بدن میں کھانے پینے کی اس قسم کو داخل کرو جو

بدل ما تحلل ہو سکے اور کھانے پینے کی مقدار و کیفیت ایسی ہو، جو بدن کو نفع پہنچا سکے، اس سے جہاں آگے بڑھا تو اسراف کا شکار ہوا اور یہی دونوں چیزیں صحت کے لیے مضر اور بیماری کا باعث ہیں یعنی بالکل نہ کھانا نہ پینا یا کھانے پینے میں زیادتی اور اسراف۔

اس سے معلوم ہوا کہ حفظان صحت کے لیے قرآن مجید کے یہ دو کلمے کتنی اہمیت رکھتے ہیں، اس میں کوئی شک نہیں کہ بدن ہمیشہ تحلل اور مکافات تحلل میں لگا رہتا ہے، اور جب یہ تحلل زیادہ ہوگا تو اس کے مادہ رطوبت کے ختم ہونے کی وجہ سے حرارت میں ضعف پیدا ہو جائے گا، کیونکہ کثرت تحلل سے رطوبت ختم ہو جاتی ہے جو حرارت کا مادہ ہے، اور جب حرارت میں ضعف پیدا ہوگا تو ہضم میں کمزوری پیدا ہوگی اور یہ سلسلہ برابر آگے بڑھتا رہتا ہے، یہاں تک کہ رطوبت بالکل ختم ہو جاتی ہے جس سے حرارت کلیۃً بجھ جاتی ہے، پھر انسان کی مقررہ مدت آ جاتی ہے۔ جسے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ وہ وہاں تک ضرور پہنچے گا۔

انسان کا اپنا علاج اور کسی غیر کا علاج صرف بدن کی اس حد تک حفاظت کرنا ہے، کہ وہ کبھی اس حالت تک نہ پہنچ جائے، اس علاج کا ہرگز یہ مقصد نہیں ہے، کہ حرارت و رطوبت جن پر صحت و جوانی کی بقاء اور ان کی قوت کا انحصار ہے، ہمیشہ برقرار رہیں گے، اس لیے کہ یہ چیز تو پوری انسانی برادری میں کسی کو بھی نصیب نہیں، بلکہ ڈاکٹر اور طبیب کا مطمع نظر یہ ہوتا ہے کہ وہ رطوبت کو مفسدات مثلاً عفونت وغیرہ سے رکھے اور حرارت کو ایسی چیزوں سے بچائے جو اس کو کمزور کر دیتی ہیں، اور ان دونوں میں کسی ایسی تدبیر سے توازن قائم کر دے، جس سے انسانی بدن برقرار رہے کیونکہ اسی توازن سے آسمان و زمین اور تمام مخلوقات قائم ہیں، اگر توازن نہ ہو تو سب برباد ہو جائیں اور جس نے بھی ہدایات نبوی پر بنظر عمیق غور کیا تو اسے یہی ہدایت سب سے افضل و اعلیٰ معلوم ہوگی، جس کے ذریعہ حفظان صحت ممکن ہے، اس لیے کہ حفظان صحت کا سارا دارو مدار کھانے پینے، رہنے، سہنے، پہننے، ہوا، نیند، بیداری، حرکت و سکون جماع، استفراغ اور احتباس کی عمدہ تدبیر پر ہوتا ہے، اگر انسان کو یہ تمام چیزیں بدن، جائے قیام عمر اور عادت کے مناسب و مطابق ملتی رہیں، تو وہ ہمیشہ صحتمند رہے گا، یا صحت کا غلبہ اس پر رہے گا، یہاں تک کہ موت کا مقررہ وقت آ پہنچے۔

چونکہ صحت و عافیت اللہ تعالیٰ کی اپنے بندہ پر سب سے بڑی اور اہم نعمت ہے اور اس کے عطیات و انعامات میں سب سے عمدہ ترین اور کامل ترین ہے، بلکہ مطلق عافیت ہی اس کی سب سے بڑی اور اعلیٰ نعمت ہے، لہٰذا اس شخص کے لیے ضروری ہے، جسے توفیق الٰہی کا کوئی مصر ملا ہو، کہ وہ اپنی صحت و عافیت کی حفاظت و مراعات اور اس کی نگہبانی اور نگرانی ان تمام چیزوں سے کرے، جو صحت کے منافی ہیں، اور جس سے صحت کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے، امام بخاریؒ نے اپنی بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ حدیث روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نِعْمَتَانِ مَغْبُوْنٌ فِیْہِمَا کَثِیْرٌ مِنَ النَّاسِ اَلصِّحَّۃُ وَالْفَرَاغُ۔ اہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

پیغمبر خداؐ نے فرمایا کہ دو نعمتیں انسان پر ایسی ہیں، جن میں اکثر لوگ غفلت کر جاتے ہیں، ایک صحت اور دوسرے فارغ البالی۔

ترمذی وغیرہ نے عبید اللہ بن محصن انصاری سے یہ حدیث روایت کی ہے، انہوں نے بیان کیا کہ

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ اَصْبَحَ مُعَافًی فِیْ جَسَدِہٖ اٰمِنًا فِی سِرْبِہٖ عِنْدَہٗ قُوْتُ یَوْمِہٖ فَکَاَنَّمَا حِیْزَتْ لَہُ الدُّنْیَا۔ ۲؎

پیغمبر اسلامؐ نے فرمایا کہ جس نے صبح کیا اور اس کا جسم بہ عافیت رہا وہ اپنے خاندان میں مامون ہوگا، اس کے پاس اس دن کی روزی ہوگی، گویا پوری دنیا اس کے سامنے لاکر رکھ دی گئی ہے۔

ترمذی ہی میں حدیث ابوہریرہ منقول ہے۔

عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنَّہٗ قَالَ اَوَّلُ مَا یُسْاَلُ عَنْہُ الْعَبْدُ یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ مِنَ النَّعِیْمِ اَنْ یُّقَالَ لَہٗ اَلَمْ نُصِحَّ لَکَ جِسْمَکَ وَ نُرْوِکَ

۱؎ بخاری نے ۱۱/۱۹۶ کتاب الرقاق میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۲؎ ترمذی نے ۲۳۴۷ میں، ابن ماجہ نے ۴۱۴۱ میں ہر دو نے کتاب الزہد کے تحت اس کو نقل کیا ہے، اور امام بخاری نے "الادب المفرد" ۳۰۰ میں اور حمیدی نے اپنی مسند کے صفحہ ۴۳۹ میں اس کو بیان کیا ہے، اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے، لیکن اس کی تائید ابودرداء کی اس حدیث سے ہوئی، جسے ابن حبان نے ۲۵۰۳ میں ذکر کیا ہے، اور اس کا دوسرا شاہد ابن عمر کی حدیث ہے، جسے ابن ابی الدنیا نے روایت کی ہے لہٰذا یہ حدیث ان دونوں شواہد سے قوی ہو جاتی ہے۔

مِنَ الْمَاءِ الْبَارِدِ۔ ۱؎

نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن بندے سے سب سے پہلے عطا کردہ نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اور یوں کہا جائے گا کہ ہم نے تمہارے جسم کو تندرست نہیں بنایا تھا، اور تمہیں آب سرد سے ہم نے سیراب نہیں کیا تھا؟

اسی قسم سے وہ قول بھی ہے، جو ہمارے اسلاف نے اس آیت کے بارے میں فرمایا ہے۔

ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ۔ (تکاثر۔ ۸)

پھر اس دن نعمت کے بارے میں تم سے سوال کیا جائے گا، یعنی صحت کے متعلق تم سے پوچھا جائے گا۔

مسند امام احمد میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عباس سے فرمایا:

اے عباس اے رسول خدا کے چچا! دنیا اور آخرت دونوں میں اللہ سے عافیت مانگئے، ۲؎

مسند احمد ہی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ یَقُوْلُ سَلُوا اللّٰہَ الْیَقِیْنَ وَ الْمُعَافَاۃَ فَمَا اُوْتِیَ اَحَدٌ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِنَ الْعَافِیَۃِ۔ ۳؎

۱؎ ترمذی نے ۳۵۵۵ میں کتاب التفسیر کے باب ومن سورۃ الھاکم التکاثر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے، اس کی اسناد صحیح ہے، ابن حبان نے ۲۵۸۵ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲؎ امام احمد نے ۱۷۸۳ میں اور ترمذی نے ۳۵۰۹ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کی تخریج کی ہے، اس کی سند میں یزید بن ابی زیاد کوفی نامی راوی ضعیف ہے۔

۳؎ احمد نے ۵،۱۷ میں ابن ماجہ نے ۳۸۴۹ میں اس کو ذکر کیا ہے، یہ حدیث صحیح ہے، اور ہماری تعلیق علی مسند ابی بکر الصدیق میں اس کی تخریج کی گئی ہے۔

میں نے پیغمبر خدا کو فرماتے ہوئے سنا کہ خدا سے یقین اور عافیت طلب کرو، اس لیے کہ کسی کو یقین کے بعد جو سب سے بڑی دولت ملی ہے، وہ عافیت ہے۔

اس حدیث میں دنیا و آخرت دونوں کی عافیت کو یکجا کر دیا کیوں کہ دنیا و آخرت میں بندہ کی پوری طور پر اصلاح یقین و عافیت کے بعد حاصل نہیں ہوسکتی چنانچہ یقین کے ذریعہ آخرت کے عذاب کا دفاع ہوتا ہے، اور عافیت سے دنیا کے تمام قلبی و جسمانی امراض دور ہوتے ہیں۔

سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
سَلُوا اللّٰہَ الْعَفْوَ وَ الْعَافِیَۃَ وَ الْمُعَافَاۃَ فَمَا اُوْتِیَ اَحَدٌ بَعْدَ یَقِیْنٍ خَیْرًا مِنْ مُعَافَاۃٍ۔ ۱؎
اللہ تعالیٰ سے تم فضل و عافیت اور صحت طلب کرو، اس لیے کہ کسی کو یقین کے بعد صحتمندی سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں عطا کی گئی ہے۔

انہیں تین کے ذریعہ ہر طرح کے شروں سے بچنا ممکن ہے، شرور ماضیہ کا ازالہ فضل کے ذریعہ اور موجود شرور کا دفاع عافیت کے ذریعہ اور آئندہ کے متوقع شرور سے بچاؤ صحت کے ذریعہ ممکن ہے، اگر یہ تینوں حاصل ہو جائیں تو دائمی اور دوامی عافیت نصیب ہو جائے۔

ترمذی میں مرفوعاً روایت ہے۔
مَا سُئِلَ اللّٰہُ شَیْئًا اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنَ الْعَافِیَۃِ۔ ۲؎
خدا سے جس چیز کا سوال کیا جاتا ہے، اس میں سب سے اس کے نزدیک پسندیدہ عافیت کا سوال ہے۔

۱؎ نسائی نے "عمل الیوم واللیلۃ" میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۲؎ امام ترمذی نے ۳۵۱۰ میں کتاب الدعوات کے تحت اس کو نقل کیا ہے، اس کی سند میں عبدالرحمن بن ابی بکر ملیکی ایک راوی ہے، جو ضعیف ہے۔

عبدالرحمن بن ابی لیلیٰ نے ابودرداء سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم

سے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول مجھے صحت و عافیت دی جائے اور میں اس پر شکر ادا کروں، یہ بہتر ہے اس سے کہ مجھے آزمائش میں مبتلا کیا جائے اور اس پر میں صبر کروں یہ سن کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پیغمبر خدا بھی تمہارے ساتھ عافیت ہی کو بہتر سمجھتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اعرابی آیا اور آپ سے عرض کیا کہ پنجگانہ نماز کی ادائیگی کے بعد میں خدا سے کس چیز کا سوال کروں؟ آپ نے فرمایا کہ خدا سے عافیت طلب کرو، اس کو آپ نے دو بار کہا اور تیسری مرتبہ فرمایا کہ دنیا اور آخرت دونوں میں عافیت طلب کرو۔

جب صحت و عافیت کا یہ مقام ہے، تو اس کی مناسبت و رعایت سے ہم یہاں ہدایات نبوی اور سنن کا ذکر کریں گے، جو شخص ان میں غور و فکر کرے گا، اسے یہ بات اچھی طرح سمجھ میں آ جائے گی، کہ مطلقاً یہ کامل ترین ہدایات ہیں، جن سے جسمانی و قلبی صحت کی حفاظت کلی طور پر کی جا سکتی ہے، اس کے ساتھ دنیاوی و اخروی زندگی کی حفاظت ہو سکتی ہے، اللہ ہی مددگار ہے، اور اسی پر بھروسہ ہے، اس کے سوا کوئی طاقت و قوت نہیں۔

ظظظ

فصل (۸۸)

پیغمبر خدا کے کھانے پینے کے عادات

کھانے پینے کے سلسلے میں آپ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ آپ خود کو کسی خاص غذا کا پابند نہ بناتے کہ اس کے علاوہ کسی دوسری غذا کا استعمال آپ کے لیے دشوار ہو، اس لیے کہ یہ طبیعت کے لیے مضر ہے، اور کبھی کبھی اس سے طبیعت پر بڑی گرانی ہوتی ہے، اگر عادت کے خلاف غذا کا استعمال نہ کرے تو پھر نہ کھانے کے سبب کمزوری کا اندیشہ ہے۔ یا ہلاکت کا خطرہ ہے، اور اگر خلاف عادت کوئی غذا استعمال کرتا ہے، تو طبیعت اسے قبول نہیں کرتی، بلکہ اس کو اس سے نقصان ہوتا ہے۔ اس لیے کسی ایک انداز کے کھانے کا معمول خواہ وہ عمدہ ترین غذا کیوں نہ ہو، ایک زبردست خطرہ ہے۔

بلکہ آپ اپنے شہر کے باشندوں کے مزاج کے مطابق ہی غذا استعمال کرتے، خواہ وہ از قسم گوشت ہو، پھل ہو، یا روٹی ہو، کھجوریں ہوں، ان تمام چیزوں کا ذکر ہم آپ کے ماکولات کی بابت ہدایات کے بیان کر چکے ہیں، اس لیے ان کی طرف آپ مراجعت کر لیں۔

اگر ماکول و مشروب میں سے کسی ایک میں ایسی کیفیت ہو جس کے توازن و اصلاح کی ضرورت ہوتی تو آپ اس کی اصلاح اس کے ضد سے کرتے اور امکانی حد تک توازن کرتے، اور اگر دشوار ہوتا تو پھر اسی انداز سے تناول فرما لیتے مثال کے طور پر آپ کھجور کے استعمال کے وقت تربوز کو بھی ملا لیتے تا کہ کھجور کی حرارت اور تربوز کی برودت سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

توازن پیدا ہو جائے، اگر یہ چیز دستیاب نہ ہوتی تو آپ اپنی خواہش کے مطابق اور حسب ضرورت غذا استعمال کرتے اس میں تکلف نہ فرماتے کہ اس سے طبیعت کو کوئی ضرر پہنچے۔

اگر کھانے سے طبیعت گریز کرتی تو آپ نہ کھاتے اور طبیعت کو کھانے پر زبردستی آمادہ نہ کرتے، یہی حفظان صحت کا بنیادی اصول ہے، اس لیے کہ جب انسان طبیعت کی گریز کے باوجود اور خواہش نہ ہونے پر بھی کھانا کھالیتا ہے، تو اس سے نفع سے کہیں زیادہ نقصان ہوتا ہے، چنانچہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں۔ ا؎

مَاعَابَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ طَعَامًا قَطُّ اِنِ اشْتَهَاهُ اَكَلَهُ وَاِلَّا تَرَكَهُ وَلَمْ يَأْكُلْ مِنْهُ وَلَمَّا قُدِّمَ اِلَيْهِ الضَّبُّ الْمَشْوِيُّ

ا؎ حقیقت یہ ہے کہ یہ حدیث انس کی ہے، مصنف کو یہاں وہم ہوگیا، چنانچہ یہ حدیث ابو ہریرہ ہی سے مشہور ہے، امام بخاری نے ۹/ ۷۷۴ میں مسلم نے ۲۰۶۴ میں ابو داؤد نے ۳۷۶۳ میں ترمذی نے ۲۰۳۲ میں ابن ماجہ نے ۳۲۵۹ میں اور احمد نے ۲/ ۴۷۴، ۴۷۴، ۴۸۱، ۴۹۵، میں اور ابو الشیخ نے "اخلاق النبی" ص ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱ میں اور ترمذی نے "الشمائل" میں اس کو ذکر کیا ہے۔

لَمْ يَاْكُلْ مِنْهُ فَقِيْلَ لَهٗ اَهُوَ حَرَامٌ! قَالَ لَا،، وَلٰكِنْ لَمْ يَكُنْ بِاَرْضِ قَوْمِي فَاَجِدُنِيْ اَعَافُهٗ۔ ا؎

پیغمبر خدا نے کبھی بھی کسی کھانے کو برا نہیں کہا، اگر کھانے کی خواہش ہوتی تو تناول فرماتے وگرنہ چھوڑ دیتے، اور اسے تناول نہ فرماتے، چنانچہ جب گوہ کا بھُنا ہوا گوشت آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے اسے نہیں کھایا آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں، لیکن ہمارے سرزمین عرب کا یہ جانور نہیں، اس لیے میری طبیعت اس سے گریز کرتی ہے۔

اس میں آپ نے اپنی عادت اور خواہش کی رعایت فرمائی چونکہ عرب میں اس کے کھانے کا رواج نہ تھا، اور آپ کی خواہش بھی نہ تھی اس لیے آپ خود اس سے رک گئے اور جس کو اسے کھانے کی خواہش تھی، اسے منع بھی نہ کیا، اور حکم دیا کہ جو عادی ہو اسے کھائے۔

آپ کو گوشت بہت پسند تھا، اور دست کا گوشت تو بہت زیادہ پسند فرماتے تھے، بالخصوص بکری کے اگلے دست کا، اسی لیے اسی میں زہر ملا کر آپ کو کھلایا گیا تھا، صحیحین میں روایت ہے کہ:

اُتِيَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِلَحْمٍ فَرُفِعَ اِلَيْهِ الذِّرَاعُ وَكَانَتْ تُعْجِبُهٗ۔ ۲؎

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھانے میں گوشت پیش کیا گیا، اور دست کا گوشت آپ کی طرف بڑھایا گیا، اور آپ کو دست کا گوشت بہت پسند تھا۔

ا؎ بخاری نے ۹/ ۵۷۲، ۵۷۴ میں کتاب الاطعمۃ باب الضب کے تحت اور مسلم نے ۱۹۴۶ میں، کتاب الصید باب اباحۃ الضب کے تحت حدیث خالد بن ولید سے اس کو ذکر کیا ہے۔

۲۔ بخاری تے ۶/ ۲۶۴، ۲۶۵، میں کتاب الانبیاء کے باب قول اللہ عزوجل ولقد ارسلنا نوحا الی قومہ کے تحت اور مسلم نے ۱۹۴ میں کتاب الایمان باب ادنی اھل الجنۃ منزلۃ کے ذیل میں حدیث ابوہریرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

حضرت ابوعبیدہ وغیرہ نے ضباعہ بنت زبیر کا واقعہ نقل کیا ہے، کہ انہوں نے اپنے گھر میں ایک بکری ذبح کی آپ نے ان کو کہلا بھیجا کہ اپنی بکری میں سے ہمیں بھی کھلانا انہوں نے قاصد سے کہا کہ اب تو صرف گردن ہی باقی رہ گئی ہے، اور مجھے شرم آتی ہے کہ میں اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجوں، قاصد نے واپس جا کر جب آپ کو یہ خبر دی تو آپ نے اس سے فرمایا کہ جاؤ اور اس سے کہو کہ وہی بھیج دے، اس لیے کہ وہ بکری کا اگلا حصہ ہے، اور بکری کی گردن کا گوشت خیر کے زیادہ قریب اور اذیت سے دور ہوتا ہے۔ ۱۔

اور یہ حقیقت ہے کہ بکری کے گوشت میں سب سے لطیف حصہ گردن، پہلو یا دست کا گوشت ہوتا ہے، اس کے کھانے سے معدہ پر گرانی نہیں ہوتی اور زود ہضم بھی ہوتا ہے اور غذا کے سلسلے میں ایک اصولی بات ہے کہ جس غذا میں یہ تین اوصاف پائے جائیں۔ وہی اعلیٰ درجہ کی غذا ہوگی۔

پہلا وصف	یہ کہ غذا کثیر النفع ہو اور اعضاء پر پوری طرح اثر انداز ہو۔
دوسرا وصف	غذا لطیف ہو تا کہ معدہ گرانی نہ محسوس کر سکے بلکہ معدہ پر ہلکی ہو۔
تیسرا وصف	غذا زود ہضم ہو۔

غذا کی بہترین قسم ان خوبیوں کی حامل ہوتی ہے، اگر اس غذا کا تھوڑا حصہ بھی استعمال کر لیا جائے تو وہ کثیر مقدار کی غذا سے کہیں زیادہ نفع بخش ثابت ہوگی۔

آپ حلوا اور شہد پسند فرماتے تھے، اور یہ تینوں چیزیں یعنی گوشت، شہد اور حلوا سب سے عمدہ ترین غذا ہے، اور یہ بدن، اور جگر اور اعضاء کے لیے بے حد مفید ہے، اگر کوئی ان چیزوں کو بطور غذا استعمال کرے تو اس سے صحت وقوت کی حفاظت میں غیر معمولی فائدہ ہوگا، اور ان چیزوں کو وہی شخص ناپسند کر سکتا ہے۔ جس کو کوئی مرض لاحق ہو گا یا کسی افتاد کا شکار ہوگا۔

آپ روٹی سالن کے ساتھ استعمال فرماتے اگر سالن میسر آتا اور آپ کبھی سالن میں

۱۔ امام احمد نے ۶/ ۳۶۰، ۳۶۱ میں اور نسائی نے اس کو بیان کیا ہے، اس کی سند میں فضل بن فضل مدنی ایک راوی ہے، جس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے، اس کے بقیہ رواۃ سب ثقہ ہیں۔

گوشت لیتے اور فرماتے، کہ یہ دنیا اور آخرت دونوں جگہوں کے کھانے کا سردار ہے، اس کو ابن ماجہ وغیرہ نے نقل کیا ہے، ۱۔ اور کبھی آپ تربوز اور کبھی کھجور کے ساتھ روٹی تناول فرماتے۔ چنانچہ ایک مرتبہ آپ نے جو کی روٹی کے ایک ٹکڑے پر کھجور رکھ کر فرمایا، کہ یہ کھجور اس روٹی کا سالن ہے، ۲۔ اور یہ بہترین غذا کی صورت ہے، اس لیے کہ جو

کی روٹی یابس بارد ہوتی ہے، اور کھجور اطباء کے دوقول میں سے اصح قول کے مطابق حار رطب ہے، چنانچہ جو کی روٹی اس سالن کے ساتھ عمدہ ترین غذا ہے، بالخصوص ان لوگوں کے لیے جو اس کے عادی ہوں جیسے اہل مدینہ اس کے عادی ہوتے ہیں، اور کبھی آپ روٹی سرکہ کے ساتھ تناول فرماتے اور یہ فرماتے کہ سرکہ بہترین سالن ہے، سرکہ کی یہ تعریف حالات کے مقتضی کے مطابق ہے، اس سے کوئی شخص دوسرے سالنوں پر سرکہ کی فضیلت نہ سمجھ بیٹھے، جیسا کہ بعض نادانوں نے اس سے سرکہ کی فضیلت سمجھ لی ہے، حدیث کا موقف سمجھنے کے لیے یہ سمجھیں کہ ایک روز آپ گھر میں تشریف لائے تو گھر والوں نے آپ کے سامنے روٹی پیش کی تو آپ نے فرمایا کیا شوربہ بھی ہے؟ لوگوں نے کہا کہ ہمارے یہاں اس وقت سرکہ کے سوا کچھ بھی نہیں ہے، اس موقعہ پر آپ نے فرمایا کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔ ۳

مقصود کلام یہ ہے کہ سالن کے ساتھ روٹی کھانا حفظان صحت کے اصول میں سے ہے صرف ان میں سے کسی ایک کے استعمال سے بہتر ہے کہ دونوں کا ایک ساتھ استعمال کیا

۱۔ ابن ماجہ نے ۳۳۰۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب اللحم کے تحت اس کو بیان کیا ہے، اس کی سند میں سلیمان بن عطاء جزری نامی راوی منکر الحدیث ہے، اور مسلمہ بن عبداللہ جہنی اور ابومشجعہ یہ دونوں مجہول ہیں۔

۲۔ ابوداؤد نے ۳۲۵۹ میں حدیث یوسف بن عبداللہ بن سلام سے اس کو نقل کیا ہے، اس کے تمام راوی ثقہ ہیں، لیکن یہ حدیث منقطع ہے، اس کو ابوداؤد نے ۲۲۶۰ میں اور ترمذی نے "الشمائل" ۱۸۴ میں ذکر کیا اس کی سند مجہول ہے۔

۳۔ مسلم نے ۲۰۵۲ میں کتاب الاشربۃ باب فضیلۃ الخل کے تحت اور ابوداؤد نے ۳۸۲۰ میں ترمذی نے ۱۸۴۰ میں ابن ماجہ نے ۳۳۱۷ میں، نسائی نے ۷/۱۴ میں کتاب ال ایمان کے باب اذا حلف الایاکل الادم فاکل خبزاً بخل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

جائے، ادام کا لغوی معنی اصلاح کے ہیں، گویا سالن سے روٹی کی اصلاح ہوتی ہے۔ اور وہ حفظان صحت کے لیے مناسب معلوم ہوتی ہے، آپ کا یہ قول بالکل ایسا ہی ہے، جیسے آپ نے پیغام دینے والے سے فرمایا کہ مخطوبہ کو دیکھ لینا مستحب ہے۔ اس لیے کہ اس سے باہمی موافقت و ملائمت کی راہ ہموار ہوتی ہے، جب شوہر بیوی کو دیکھ کر شادی کرتا ہے، تو ایک دوسرے سے مانوس ہوتے ہیں، اور شرمندگی سے دوچار ہونا نہیں پڑتا۔

آپ اپنے علاقے کے پھلوں کا استعمال اس کے موسم میں فرماتے تھے، اور اس سے پرہیز نہ کرتے، یہ بھی حفظان صحت کے اسباب میں سے ایک اہم سبب ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے ذریعہ ہر علاقہ میں پھل پیدا کیے جو اس علاقہ کے باشندوں کے لیے موسم میں سودمند ہوتا ہے، اور لوگ اس کے بہتات کے وقت استعمال کر کے آسودہ ہو جاتے ہیں اس سے ان کی صحت و توانائی میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے، اور یہ پھل انھیں کتنی ہی دواؤں سے بے نیاز کر دیتے ہیں، اور بہت کم ایسے لوگ ہیں جو اپنے علاقے کے پھلوں سے بیماری کے خوف سے پرہیز کرتے ہیں، ہاں ایسے شخص کو پرہیز کرنا مناسب ہے، جو بہت زیادہ بیمار رہتا ہے، اور اس کی صحت وقوت کی بازیابی کی کوئی توقع بھی نہ ہو۔

ان پھلوں میں جو رطوبت کی کثرت ہوتی ہے، وہ موسم اور زمین موافق ہوتی ہے اور معدہ کی حرارت پکا کر

اس کے مضرت کو ختم کر دیتی ہے، مگر اس کے کھانے میں بد احتیاطی نہ کی جائے، اور پھل کا استعمال طبیعت کی قوت برداشت سے زیادہ بھی نہ ہو، کہ اسے برداشت نہ کر سکے۔ اور نہ اتنا کھالے کہ غذا کو ہضم ہونے سے پہلے ہی فاسد کر دے، اور نہ اس کے استعمال کے بعد مزید پانی استعمال کر کے اسے فاسد کیا جائے، اور نہ غذا کا استعمال پانی کے استعمال کے بعد کیا جائے، اس لیے کہ عموماً قولنج کی بیماری اسی سے پیدا ہوتی ہے، جو شخص پھلوں کی اتنی مقدار اس وقت استعمال کرلے، جو وقت اس کے استعمال کے لیے مناسب تھا، اور اسی انداز پر استعمال کرلے جس طرح کرنا چاہیے تھا، تو یہ پھل اس کے لیے اکسیر کا کام کرے گا۔

ظ ظ ظ

فصل (۸۹)

کھانے کی نشست کا طریقۂ نبوی

صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ میں ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔ ۱؎

بلکہ میں بیٹھ کر کھاتا ہوں، اور نوکر کی طرح میں بیٹھتا ہوں، اور نوکر جس طرح کھاتا ہے۔ اسی طرح میں کھانا کھاتا ہوں، ۲؎

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ آپ نے ایک شخص کو منہ کے بل لیٹ کر کھانے سے منع فرمایا۔ ۳؎

اتکاء کا ترجمہ پالتی مار کر بیٹھنے سے کیا گیا اور بعض نے کسی ایسی چیز پر ٹیک لگانے سے

۱؎ امام بخاری نے ۹/ ۴۷۲ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الاکل متکئا کے تحت حدیث ابو جحیفہ رضی اللہ عنہ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

۲؎ ابو الشیخ نے اس کو حدیث عائشہ سے نقل کیا ہے، اس کی سند میں عبید اللہ بن ولید وصافی راوی ضعیف ہے، لیکن ابن سعد ۱/ ۳۸۱ کے نزدیک یہ حدیث دوسرے طریقوں سے مروی ہے، اس کی شاہد حسن کی ایک مرسل حدیث ہے، جسے امام احمد نے کتاب الزہد ص ۵، ۶ میں روایت کیا ہے، اس کی سند صحیح ہے، چنانچہ یہ حدیث اس طرح قوی ہو جاتی ہے، اور صحیح قرار پاتی ہے۔

۳؎ ابن ماجہ نے ۳۳۷۰ میں کتاب الاطعمہ باب النھی عن الاکل منبطحا کے تحت اس کو ذکر کیا ہے، اور ابوداؤد نے ۳۷۷۵ میں حدیث جعفر بن برقان کو عن الزہری عن سالم عن ابیہ کے واسطے سے ذکر کیا ہے، اور فرمایا کہ اس حدیث کو جعفر نے زہری سے نہیں سنا ہے، وہ منکر الحدیث بھی ہے،

چنانچہ حدیث یوں مروی ہے حدثنا ھارون بن زید بن ابی الزرقاء حدثنا ابی حدثنا جعفر أنہ بلغہ عن الزہری بھذا الحدیث۔

کیا کہ اگر وہ چیز ہٹالی جائے تو ٹیک لگانے والا گر جائے، اور کسی نے اس کا مفہوم پہلو پر ٹیک لگانے سے ادا کیا ہے، ٹیک لگانے کی یہ تین صورتیں ہیں، ان تینوں صورتوں میں سے پہلو پر ٹیک لگا کر کھانے کی صورت ضرر رساں

ہے، اس لیے کہ مجری طعام اس سے اپنی طبعی حالت پر نہیں رہ جاتا جس کی وجہ سے کھانا معدہ کی طرف تیزی سے نہیں پہنچ پاتا، بلکہ معدہ دبا رہتا ہے، اس لیے غذا لینے کے لیے پوری طرح نہیں کھل پاتا، اس کے علاوہ ایک طرف کو ڈھلکا ہوا رہتا ہے، اور وہ اپنے انداز انتصاب پر برقرار نہیں رہتا، لہٰذا غذا بآسانی معدہ تک نہیں پہنچ پاتی۔

اور بقیہ دونوں صورتیں تو متکبرین کی نشست کا انداز ہے، جو عبودیت کے منافی ہے اس لیے آپ نے فرمایا کہ میں غلام کی طرح کھانا کھاتا ہوں، آپ کھانا کھاتے وقت اقعاء (اکڑوں) کے انداز پر ہوتے۔[1] یہ بھی آتا ہے کہ آپ کھانے کے وقت سرین اور زانو پر بیٹھتے بایں طور کہ بائیں پیر کی کف پا دائیں پیر کی پشت پر رکھتے کہ اس انداز نشست میں خدائے تعالیٰ کے لیے فروتنی کا اظہار ہے، اور اس کا کمال ادب ہے، اور کھانے اور کھلانے والے کا احترام بھی ہے، اور یہی انداز نشست کھانے کی تمام نشستوں سے بہتر ہے، اس لیے کہ اس انداز میں تمام اعضاء اپنی طبعی حالت پر رہتے ہیں، جس انداز اور ادب پر اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا کیا ہے، اور جب انسان کے اعضاء اپنی حالت پر ہوں، تو غذا بھی ہضم کا پورا لطف اٹھاتی ہے، اور یہ صورت صرف اسی انداز پر پیدا ہوسکتی ہے، جب انسان طبعی حالت پر کھڑا ہو، کھانے کی بدترین صورت پہلو پر ٹیک لگا کر کھانے کی ہے، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے، کہ مری اور نگلنے والے دوسرے حصہ قناۃ غذا اس وقت تنگ ہوجاتے ہیں، اور معدہ بھی طبعی انداز پر نہیں رہ جاتا اس لیے کہ وہ زمین سے متصل شکم کی وجہ سے انچوڑ کھاتا ہے، اور پشت اس حجاب سے متصل ہوتی ہے، جو آلات غذا اور آلات تنفس میں فاصل کی حیثیت رکھتا ہے۔

---

[1] امام مسلم نے ۲۰۴۴ میں حدیث انس بن مالک کو یوں روایت کیا کہ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو اکڑوں بیٹھ کر کھجور کھاتے ہوئے دیکھا "اقعاء" کا معنی ہے کہ آدمی اپنی سرین کے دونوں حصوں پر اپنی دونوں پنڈلیوں کو کھڑا رکھتے ہوئے بیٹھے (اکڑوں بیٹھنا)۔

اگر اتکاء سے مراد گاؤ تکیہ اور نرم گدا پر ٹیک لگانا ہو جو بیٹھنے والے کے نیچے ہوتا ہے، تو اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کا معنی یہ ہوگا کہ میں نرم گدوں اور گاؤ تکیوں پر ٹیک لگا کر کھانا نہیں کھاتا جیسا کہ متکبرین اور زیادہ کھانے والے لوگ کرتے ہیں، بلکہ میں بقدر کفاف کھاتا ہوں، جتنے پر گذارہ ہوجائے، اور نوکر بھی بقدر کفاف ہی کھاتا ہے۔

ظظظ

(۹۰) فصل

نبی ﷺ کے کھانے کی ترکیب

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے تھے، اور یہی کھانے کے طریقوں میں

سے سب سے نافع طریقہ ہے، اس لیے کہ ایک یا دو انگلی سے کھانے سے کھانے والے کو لذت نہیں ملتی اور نہ خوشگوار معلوم ہوتا ہے، اور نہ آسودگی ہی ہوتی ہے، مگر جب اس طور پر دیر تک کھایا جائے، اور غذا کا لقمہ بھرپور نہ ہونے کی وجہ سے قناۃ ہضم معدہ کو فرحت نہیں ہوتی، بلکہ وقفہ وقفہ سے غذا معدہ میں پہنچتی ہے، جیسے کوئی دانہ چن کر اٹھائے اور کھائے تو اس طرح کھانا نہ مزہ دیتا ہے، اور نہ خوشگوار ہوتا ہے اور پانچوں انگلیوں اور ہتھیلی تک کھانے میں آلودہ کر لینے سے آلات ہضم و معدہ پر غذا کا بار پڑتا ہے، اور بعض اوقات کثرت غذا سے کھانا اٹک جاتا ہے۔ اور موت ہو جاتی ہے، اور بعض وقت آلات غذا کو اچھو لگنے کی وجہ سے وہ غذا کو باہر کر دیتے ہیں، معدہ اس کی قوت برداشت نہیں رکھتا، اور نہ کھانے میں لذت حاصل ہوتی ہے، اور نہ فرحت ملتی ہے، اس لیے آپ کے کھانے کا طریقہ سب سے زیادہ نافع ہے، اور جو آپ کے کھانے کا طریقہ اختیار کرتے ہوئے تین انگلی سے کھائے وہ بھی اسی نفع سے متمتع ہو سکتا ہے۔

ظظظ

فصل (۹۱)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کھانوں کا بیان

جس نے پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غذاؤں پر غور کیا اور آپ کے ماکولات کے بارے میں تحقیق کی اسے معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ نے دودھ اور مچھلی کبھی ایک ساتھ استعمال نہیں کی اور نہ دودھ کے ساتھ ترشی استعمال کی نہ آپ نے کبھی دو گرم غذاؤں کے ساتھ ساتھ لیا۔ نہ دو ٹھنڈی غذا کو ایک ساتھ کھایا نہ دو لیسدار چیزوں کو اکٹھا کیا نہ دو قابض چیزیں ساتھ تناول فرمائیں نہ دو مسہل غذا اور نہ دو غلیظ کو یکجا کیا نہ دو نرم کرنے والی غذا کو لیا اور نہ دو ایسی غذاؤں کو ہمراہ لیا۔ جو کسی ایک خلط میں تبدیل ہو جائیں۔ نہ دو متضاد و مختلف چیزوں کو جیسے ایک قابض اور دوسری مسہل کو یکجا استعمال فرمایا یا زود ہضم اور دیر ہضم غذا ایک ساتھ کھائی۔ اور نہ بھنی ہوئی اور پکائی ہوئی چیز کو اور انڈا۔ گوشت اور دودھ ایک ساتھ تناول فرمایا اور یہ بھی آپ کا معمول تھا کہ بہت زیادہ گرم کھانا نہ کھاتے اور نہ کوئی جس میں سڑاند آ گئی ہو، یا وہ نمکین ہو گیا ہو۔ جیسے سالن یا سڑا سرکہ یا سرکہ کی طرح سڑا ہوا نمکین گوشت اس طرح کی تمام چیزیں آپ کبھی استعمال نہ فرماتے۔ اس لئے کہ یہ ساری چیزیں نقصان دِن صحت کو برباد کرنے والی اور بے اعتدال پیدا کرنے والی ہیں۔ آپ بعض غذا کو دوسری غذاؤں کے ذریعہ درست کر لیتے اگر اس کی کوئی صورت آپ کو سمجھ میں آتی۔ چنانچہ آپ ایک کھانے کی حرارت کو دوسرے کی برودت۔ ایک غذا کی خشکی کو دوسرے کی تری سے درست فرما لیتے اسی طرح آپ لکڑی کو تر کھجور کے ساتھ کبھی کھاتے اور کبھی چھوہارے کو گھی کے ہمراہ استعمال فرماتے۔ اسی کھانے کو عرب میں حیس کہا جاتا تھا۔ اور کبھی آپ بھگوئے ہوئے چھوہارے کا شربت نوش فرماتے تھے۔ جس سے سخت غذاؤں کے کیموس کو لطیف بنانے میں مدد ملتی ہے۔

شام کے کھانے کا آپ حکم فرماتے خواہ ایک مشت چھوہارا ہی کیوں نہ ہو، آپ نے فرمایا کہ شام کے وقت کا کھانا چھوڑ دینا بڑھاپے کو دعوت دینا ہے۔

ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں اے اس کو بیان کیا ہے اور ابو نعیم نے آپ سے یہ روایت کی ہے کہ آپ کھانا کھا کر فوراً سونے سے منع فرماتے تھے اور فرماتے تھے کہ اس سے دل کو تکلیف پہنچتی ہے۔ اسی وجہ سے اطباء نے اپنے وصیت ناموں میں تحریر کیا ہے کہ۔ جو حفظان صحت کا خواہاں ہو اسے چاہیے کہ وہ کھانے کے بعد چند قدم پیدل چلے گو کہ سو ہی قدم پیدل کیوں نہ چلے اور کھانے کے بعد فوراً سو وے اس لئے کہ یہ چیز بہت زیادہ نقصان دہ ہے اور مسلمان اطباء نے لکھا کہ شام کے کھانے کے بعد چند رکعت نماز ادا کر لے تا کہ غذا قعر معدہ تک پہنچ جائے اور ب آسانی ہضم ہو جائے اور اس طرح غذا اچھی طرح ہضم ہو جائے گی۔

آپ کی ہدایت یہ نہیں کہ کھانا کھانے کے بعد پانی پی لے کہ اس سے کھانا فاسد ہو جاتا ہے۔ بالخصوص جبکہ پانی بہت زیادہ گرم یا زیادہ ٹھنڈا ہو تو بہت زیادہ نقصان دہ ہے۔ کسی شاعر نے کیا کہا ہے۔

وَلاَ تَكُنْ عِنْدَ اَكْلِ سُخْنٍ وَ بَرْدٍ
وَدُخُوْلِ الحمَّامِ تَشْرَبُ مَاءً

گرم سرد کھانے کے وقت اور حمام میں داخل ہونے کے وقت پانی پینے سے پرہیز کرو۔

فَاِذَا مَا اجْتَنَبْتَ ذٰلِکَ حَقًّا
لَمْ تَخَفْ مَا حُيِّيْتَ فِي الْجَوْفِ دَاءً

اے ترمذی نے ۱۸۵۷ میں کتاب الاطعمۃ کے باب ماجاء فی فضل العشاء کے تحت حدیث انس بن مالک سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی ضعیف اور مجہول ہے۔ اور ابن ماجہ نے ۳۳۵۵ میں کتاب الاطعمۃ باب ترک العشاء کے ذیل میں حدیث جابر سے اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم بن عبدالسلام بن عبداللہ بن باباہ مخزومی نامی راوی ضعیف ہے۔

اگر تم نے اس سے صحیح معنوں میں پرہیز کر لیا۔ تو جب تک تم زندہ رہو گے بیماری کا کوئی خطرہ نہیں۔

اسی طرح ورزش، تھکن اور جماع کے بعد فوراً پانی کا استعمال کرنا اچھا نہیں اسی طرح کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد اور پھل کے استعمال کے بعد بھی پانی استعمال نہ کرنا چاہیے اگرچہ پانی پینے کی ترغیب میں بعض کمتر درجہ اور بعض بہت زیادہ سہولت کی حامل ہو اور جماع کے بعد اور سو کر بیدار ہونے کے بعد پانی پینا حفظان صحت کے اصول بالکل منافی ہے، اس لئے کہ طبائع الگ الگ ہوتے ہیں۔

ظظظ

(۹۲) فصل

WWW.NAFSEISLAM.COM

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے استعمال مشروبات کا انداز

پانی پینے میں آپ کا طریقہ سب سے کامل ترین ہے اگر ان طریقوں کی رعایت کی جائے تو حفظان صحت کے اعلیٰ ترین اصول ہاتھ آ جائیں۔ آپ شہد میں ٹھنڈا پانی ملا کر پیتے تھے۔ اس میں حفظان صحت کا وہ باریک نکتہ پنہاں ہے۔ جہاں تک رسائی بجز فاضل اطباء کے کسی کی نہیں ہو سکتی اس لئے کہ شہد نہار منہ چاٹنے اور پینے سے بلغم پگھل کر خارج ہوتا ہے۔ خمل معدہ صاف ہو جاتا ہے اور اس کی لزوجت (چیک) ختم ہو جاتی ہے اور فضلات دور ہو جاتے ہیں اور معدہ میں معتدل گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس کے سدے کھل جاتے ہیں اور جو بات معدہ میں اس کے لئے یہ ہر شیریں چیز سے زیادہ مفید ہے۔ البتہ معمولی طور پر جن لوگوں میں صفراء کا غلبہ ہوتا ہے۔ انہیں اس سے ضرر پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی حدت سے حدت صفراء دوگنی ہو جاتی ہے اور کبھی صفراء ہے بے جان پیدا ہو جاتا ہے اور اس کی مضرت کو دور کرنے کے لئے اس کو سرکہ کے ساتھ استعمال کیا جاتا ہے۔ جس سے غیر معمولی فائدہ حاصل ہوتا ہے اور شہد کا پینا شکر وغیرہ کے دیگر مشروبات کے مقابل بہت زیادہ نافع ہے۔ بالخصوص جن کو ان مشروبات کی عادت نہ ہو اور نہ ان کی طبیعت اس کی خوگر ہو۔ اس لئے کہ اگر وہ اس کو پیتا ہے۔ تو اس سے وہ بات نہیں پیدا ہو گی۔ جو شہد کے پینے سے ظاہر ہوتی ہے۔ اس سلسلہ میں اصل چیز عادت ہے۔ اس لئے کہ عادت ہی اصول کو منہدم کر کے نئے اصول مرتب کرتی ہے۔

اور جب کسی مشروب میں حلاوت و برودت دونوں ہی موجود ہوں تو اس سے بدن کو غیر معمولی نفع پہنچتا ہے اور حفظان صحت کی سب سے اعلیٰ تدبیر ہے۔ اس سے ارداح و اعضاء میں بالیدگی آتی ہے۔ اور جگر اور دل کو اس سے بے حد لگاؤ ہے اور اس سے بڑی مدد حاصل ہوتی ہے اور اس میں جب دونوں وصف ہوں تو اس سے غذائیت بھی حاصل ہوتی ہے اور غذا کو اعضاء تک پہنچانے کا کام بھی ہو جاتا ہے اور جب غذا اعضاء تک پہنچ جائے تو کام پورا ہو جاتا ہے۔

آب سرد تر ہے۔ یہ حرارت کو توڑتا ہے اور جسم کی رطوبت اصلی کی حفاظت کرتا ہے اور انسانی بدن کے بلبل ماتحلیل کو پیش کرتا ہے اور غذا کو لطیف بنا کر رگوں میں پہنچاتا ہے۔

اطباء کا اس بارے میں اختلاف ہے کہ آب سرد سے بدن کو غذائیت حاصل ہوتی ہے یا نہیں۔ اس سلسلے میں اطباء کے دو قول منقول ہیں۔ ایک جماعت کا خیال ہے کہ اس میں تغذیہ ہے۔ اس لئے کہ مشاہدہ ہے کہ آب سرد کے استعمال کے بعد طبیعت میں جان آ جاتی ہے اور جسمانی نمو ہوتا ہے۔ خاص طور پر شدید ضرورت کے وقت پانی پینے سے غیر معمولی توانائی آ جاتی ہے۔

لوگوں نے بیان کیا کہ حیوانات و نباتات کے درمیان چند چیزوں میں قدر مشترک ہے۔ پہلی چیز نمو دوسری غذائیت اور تیسری چیز اعتدال ہے اور نباتات میں حسی قوت موجود ہے۔ جو اس میں اس کی حیثیت سے پائی جاتی

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے۔ اس لئے نباتات کا تغذیہ پانی سے ہوتا ہے۔ پھر حیوان کے لئے پانی میں کوئی تغذیہ نہ ہو۔ سمجھ سے بالاتر چیز ہے۔ بلکہ پانی کو حیوان کی کامل غذا کا ایک حصہ ہونا چاہیے۔

لوگوں نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ ہم تو یہ نہیں کہتے کہ پانی کا غذائیت میں کوئی حصہ نہیں بلکہ ہم تو صرف اس کا انکار کرتے ہیں کہ پانی سے تغذیہ نہیں ہوتا۔ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ کھانے میں غذائیت پانی ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہوتی تو کھانے سے غذائیت ہی حاصل نہ ہوتی۔

لوگوں نے یہ بات بھی بیان کی ہے کہ حیوانات ونباتات کا مادہ پانی ہے اور جو چیز کسی شے کے مادہ سے قریب ہوتی ہے۔ اس سے تغذیہ حاصل ہوتا ہے۔ تو ایسی صورت میں جب پانی ہی مادہ اصل ہو۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (انبیاء ۳۰۰) ہم نے پانی سے ہر زندہ چیز کو زندگی بخشی۔

تو پھر اس چیز کے تغذیہ سے کیسے ہم انکار کر سکتے ہیں۔ جو مطلقاً مادہ حیات ہو۔

مزید برآں ہم پیاساوں کو دیکھتے ہیں کہ جہاں ٹھنڈے پانی ان کی تشنگی بجھی ان میں دوبارہ جان آ گئی اور اس کی قوت ونشاط اور حرکت تینوں باز یاب ہو گئے۔ اگر کھانا نہ بھی ملے تو صبر کر لیتے ہیں۔ بلکہ تھوڑے کھانے پر اکتفا کر لیتے ہیں۔ اسی طرح ہم نے پیاسے کو دیکھا کہ کھانے کی زیادہ مقدار کھا کر بھی اس کی تشنگی نہیں جاتی اور نہ اس کے بعد اس قوت کا احساس ہوتا ہے۔ نہ غذائیت کا شعور ہوتا ہے۔ ہمیں اس سے انکار نہیں کہ پانی غذا کو اجزائے بدن تک پہنچاتا ہے اور غذائیت کی تکمیل پانی ہی کے ذریعہ ہوتی ہے۔ بلکہ ہم تو اس شخص کی بات بھی تسلیم نہیں کرتے۔ جو پانی کے اندر قوت تغذیہ بالکل نہیں مانتا اور غالباً ہمارے نزدیک اس کی یہ بات امور وجدانی کے ہم پلہ ہے۔

ایک جماعت نے پانی سے تغذیہ کے حصول کا انکار کیا ہے اور انہوں نے ایسی چیزوں سے استدلال کیا ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ صرف پانی پر اکتفا نہیں کیا جا سکتا اور پانی کھانے کے قائم مقام نہیں ہو سکتا اس سے اعضاء کا نمو نہیں ہوتا اور نہ وہ بدل ماتحلل ہونے کی صلاحیت رکھتا ہے۔ اسی طرح کی باتیں استدلال میں پیش کرتے ہیں۔ جن کا قائلین تغذیہ نے بھی انکار نہیں کیا وہ تو کہتے ہیں کہ پانی میں غذائیت اس کے جوہر اس کی لطافت ورقت کے مطابق ہوتی ہے اور ہر چیز اپنی حیثیت ہی سے مفید تغذیہ ہو سکتی ہے۔ چنانچہ مشاہدہ ہے آہستہ خرام ٹھنڈی تازہ ہوا بدن کو بھلی لگتی ہے اور اپنی حیثیت سے وہ ہوا تغذیہ بدن کرتی ہے۔ اسی طرح عمدہ خوشبو سے بھی ایک قسم کا تغذیہ ہوتا ہے۔ اس بیان سے پانی کی غذائیت کی حقیقت منکشف ہو گئی۔

حاصل کلام یہ کہ جب پانی ٹھنڈا ہو اور اس میں شہد، کشمش یا کھجور یا شکر کی شیرینی آمیز ہو تا بدن میں جانے والی تمام چیزوں میں سے سب سے زیادہ نفع بخش ہوگا اور اسی سے صحت کی حفاظت ہوگی۔ اسی لئے پیغمبر اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ٹھنڈا شیریں مشرب بہت زیادہ مرغوب تھا اور نیم گرم پانی نفاخ ہوتا ہے اور اس کے مخالف عمل کرتا ہے۔

باسی پانی پیاس کے وقت پینا بہت زیادہ نافع اور مفید ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب ابوالھیثم

بن الیتھان کے باغ میں تشریف لے گئے۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا کسی مشکیزہ میں باسی پانی ہے؟ ابوالھیثم نے باسی پانی پیش کیا آپ نے نوش فرمایا۔ اس کو بخاری نے روایت کیا ہے۔ الفاظ یوں ہیں اگر کسی مشکیزہ میں باسی پانی موجود ہو تو ہم منہ لگا کر پی لیں۔ ۱؎

باسی پانی خمیر آرد کی طرح ہے اور اسے اپنے وقت سے نہار منہ پیا جائے تو افطار صوم کی طرح ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ رات بھر گذرنے کی وجہ سے باریک سے باریک اجزاء ارضی تہ نشین ہو جاتے ہیں اور پانی بالکل صاف شفاف ہو جاتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پانی شیریں کیا جاتا تھا اور آپ باسی پانی پینا پسند فرماتے تھے۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہے کہ آپ کے پینے کے لئے پانی ۲؎ سقیا کے کنویں سے لایا جاتا ہے۔

۱؎ بخاری نے ۷۷/۱۰ میں کتاب الاشربہ باب الکرع الحوض میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۲؎ ابوداؤد نے ۳۷۳۵ میں کتاب الاشربۃ باب فی ایکاء الآنیۃ کے تحت ذکر کیا ہے اور ابوالشیخ نے اخلاق النبی ص ۲۴۵ میں حدیث عائشہ سے بایں الفاظ روایت کیا۔

قَالَتْ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَسْتَعْذَبُ وَلَهُ الْمَاءَ مِنْ بِئْرِ سُقْيَا۔ (حاشیہ جاری)

مشکیزوں اور مشکوں کا پانی مٹی اور پتھر وغیرہ کے برتنوں میں رکھے ہوئے پانی سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ بالخصوص جب چمڑے کا مشکیزہ ہو۔ اسی وجہ سے آپ نے چمڑے کے پرانے مشکیزے کا باسی پانی طلب فرمایا اور دوسرے برتنوں کا پانی آپ نے نہیں مانگا اس لئے کہ چمڑے کے مشکیزے میں جب پانی رکھا جاتا ہے۔ تو وہ دوسرے برتنوں کے مقابل زیادہ لطیف ہوتا ہے۔ اس لئے کہ ان مشکیزوں میں مسامات ہوتے ہیں جن سے پانی رستا رہتا ہے۔ اسی وجہ سے مٹی کے برتن کا پانی جس سے پانی رستا رہتا ہے۔ دوسرے برتنوں کے بہ نسبت زیادہ لذیذ ہوتا ہے اور زیادہ ٹھنڈا بھی ہوتا ہے۔ کیونکہ ہوا ان مسامات سے گذر کر اس کو ٹھنڈا کر دیتی ہے۔ چنانچہ اللہ کی رحمتیں اور درود نازل ہوں اس ذات پر جو مخلوق میں سب سے کامل سب سے زیادہ شریف النفس اور سب سے افضل طور پر رہنمائی کرنے والی ہے۔ جنہوں نے اپنی امت کی سب سے زیادہ نفع بخش اور بہتر امور کی طرف رہنمائی کی جو قلوب واجسام اور دین و دنیا ہر ایک کے لئے بہت زیادہ مفید اور نافع ہیں۔

عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ مرغوب شیریں اور ٹھنڈا مشروب تھا۔ ۱؎

اس میں یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے مراد شیریں پانی ہو۔ جیسے چشمے، کنویں کے

"گذشتہ سے پیوستہ" اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے ۱۳۶۴ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے بھی اس کا اثبات کیا ہے اور حافظ ابن حجر نے لکھا ہے۔ اپنی کتاب "الفتح" میں کہ اس کی سند عمدہ ہے اور "سقیا" حرہ کے ایک سرحدی مقام پر واقع ہے اور حرہ ضواحی مدینہ کا علاقہ ہے۔ جہاں کیلے پتھر ہوتے ہیں۔ طرفہا، سرحدی پٹی کے معنی میں ہے۔

ا۔ امام احمد نے ۶/۳۸/۴۰۰۳ میں ترمذی نے جامع ترمذی ۱۸۹۶ میں اور الشمائل ۱/۳۰۲ میں اس کو ذکر کیا اس کی سند صحیح ہے۔ اس کو حاکم نے ۴/۱۳۷ میں صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے اور باب میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے جس کو امام احمد نے ۱/۳۳۸ میں اس طرح روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا گیا کون سا مشروب زیادہ لذیذ ہوتا ہے آپ نے فرمایا شیریں اور ٹھنڈا مشروب سے زیادہ لذیذ ہوتا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اور کئی شواہد بہت سی روایات ہیں۔

شیریں پانی ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ آپ کے سامنے شیریں پانی پیش کیا جاتا اور دوسرا احتمال یہ بھی ہے کہ اس سے مراد شہد آمیز پانی ہو یا چھوہارے اور کشمش کا مشروب مراد ہو لیکن بہتر بات یہی ہے کہ اس سے دونوں ہی معنی مراد ہوں تاکہ یہ سب کو شامل ہو جائے۔

صحیح حدیث میں آپ کے اس قول اِنْ کَانَ عِنْدَکَ مَاءٌ بَاتَ فِی شَنٍّ وَلِلَّا کَرِعْنَا۔ یعنی اگر تمہارے مشکیزہ کا باسی پانی موجود ہو تو ہم منہ لگا کر پی لیں) سے منہ لگا کر پانی پینے کا جواز نکلتا ہے۔ خواہ یہ پانی حوض کا ہو یا کسی مشکیزے وغیرہ کا یہ کوئی خاص واقعہ ہو جس میں منہ لگا کر پانی پینے کی ضرورت پیش آئی ہو۔ یا آپ نے اسے بیان جواز کے لئے ایسا کیا ہے۔ اس لئے کہ بہت سے لوگ اسے برا سمجھتے ہیں اور اطباء تو اسے حرام قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس سے معدہ کو نقصان پہنچتا ہے۔ ایک حدیث جس کی صحت کا مجھے علم نہیں "عبداللہ بن عمر سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں پیٹ کے بل پانی پینے سے منع فرمایا اور یہی کرع ہے اور اس بات سے بھی منع فرمایا کہ ہم ایک ہاتھ کے چلو سے پانی پئیں۔ آپ نے فرمایا کہ تم میں کا کوئی کتے کی طرح پانی نہ پئے اور رات میں کسی برتن سے پانی نہ پئے۔ یہاں تک کہ اسے اچھی طرح دیکھ بھال کر لے۔ ہاں اگر وہ برتن ڈھکا ہوا ہو تو کوئی حرج نہیں۔ ا۔

اور بخاری کی حدیث اس سے زیادہ صحیح ہے۔ اگر یہ حدیث صحیح ہو تو ان دونوں کے درمیان کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ اس وقت شاید ایک ہاتھ سے پانی پینے میں دشواری ہوتی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ ہم منہ لگا کر پانی پی لیں گے اور منہ سے پانی پینا اس وقت ضرر رساں ہے جب پینے والا اپنے منہ اور پیٹ پر جھکا ہو۔ جیسے کہ نہر اور تالاب سے پانی پیا جاتا ہے۔ لیکن اگر کھڑے ہو کر کسی بلند حوض سے منہ لگا کر پانی پیا جائے۔ تو ایسی صورت میں ہاتھ سے اور منہ لگا کر پانی پینے میں کوئی فرق نہیں۔

ظ ظ ظ

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۴۳۱ میں کتاب الاشربتہ کے باب الشرب بالاکف والکرع کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند کا کچھ حصہ رہ گیا ہے۔ یہ حدیث مدلس ہے اور عنعنہ سے روایت کی گئی ہے اور اس کا راوی زیاد بن عبداللہ ہے۔ جو معروف نہیں۔

فصل (۹۳)

نبی اکرم کے پانی پینے کا طریقہ

آپ کا طریقہ بیٹھ کر پانی پینے کا تھا عموماً آپ کی عادت شریفہ یہی تھی اور آپ سے مروی حدیث صحیح میں ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے سے منع فرمایا اور یہ بھی صحیح ہے کہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پینے والے کو قے کرنے کا حکم دیا اور صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ بنفسہ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔

ایک جماعت نے اس حدیث کو ناسخ برائے نہی مانا ہے اور دوسری جماعت یہ کہتی ہے کہ اس میں یہ صراحت ہے کہ نہی تحریم کے لئے نہیں ہے۔ بلکہ صحیح بات کی طرف رہنمائی ہے اور کھڑے ہو کر نہ پینے کا حکم ہے۔ ایک دوسری جماعت نے بیان کیا کہ ان دونوں حدیث میں کوئی تعارض نہیں۔ اس لئے کہ آپ سامنے ڈول پیش کر دیا۔ آپ نے کھڑے ہو کر پانی پیا۔ یہاں ضرورت کی بنیاد پر ایسا کیا۔ کھڑے ہو کر پانی پینے میں چند دشواریاں پیش آتی ہیں۔ پہلی دشواری تو یہ کہ اس سے پوری طرح آسودگی نہیں ہوتی۔ دوسری یہ کہ اس سے پانی معدہ میں اتنی دیر نہیں ٹھہرتا کہ جگر اسے دوسرے اعضاء تک ان کا حصہ پہنچا سکے۔

اور تیزی کے ساتھ معدہ کی طرف آتا ہے۔ جس سے خطرہ رہتا ہے کہ اس کی حرارت سرد پڑ جائے اور اس میں پیچیدگی پیدا ہو جائے اور زیریں بدن کی طرف تیزی سے بلا رعایت تدریج منتقل ہو جائے بہر حال ان سب سے پانی پینے والے کو نقصان پہنچتا ہے۔ اگر اتفاقاً یا بوقت ضرورت ایسا ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں اور جو لوگ کھڑے ہو کر پانی پینے کے عادی ہوں۔ تو ان کا معاملہ دیگر ہے۔ اس لئے کہ عادتیں طبیعت ثانیہ بن جاتی ہیں۔ اس کے احکام دوسرے ہیں۔ جو فقہاء کے نزدیک خارج از قیاس کی طرح ہوتے ہیں اور یہ انہیں نظر انداز کر دیتے ہیں۔

فصل (۹۴)

پیغمبر خدا کے طریقہ آب نوشی کی حکمتیں

صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک سے حدیث مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ

كَانَ رَسُوْلُ اللهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَتَنَفَّسُ فِي الشَّرَابِ ثَلَاثًا وَيَقُوْلُ اِنَّهُ اَرْوَىٰ وَاَمْرَأُ وَاَبْرَأُ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پانی تین سانس میں پیتے تھے اور فرماتے کہ اس سے بڑی سیرابی خوشگواری اور بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔

شارع اور حاملین شرع کے نزدیک ''شراب'' پانی کا کہتے ہیں اور تنفسہ فی الشراب، کا معنی یہ ہے کہ پانی کا پیالہ منہ سے ہٹا کر سانس لیتا پھر دوبارہ منہ لگا کر پانی پینا۔ جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں اس کی صراحت کی گئی

ہے۔ کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے۔ تو پیالہ میں سانس نہ لے بلکہ پیالہ کو منہ سے الگ کر کے سانس لے۔ ۲

ا۔ امام مسلم نے ۲۰۲۸ میں کتاب الاشربہ باب الشرب من زمزم قائماً کے ذیل میں اس نقل کیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۴۲۷ میں حدیث ابو ہریرہ کو مرفوعاً بایں الفاظ روایت کیا "اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ فَاِذَا اَرَادَ اَنْ یَعُوْدَ فَلْیُنَحِّ الْاِنَاءَ ثُمَّ لِیَعُدْ اِنْ کَانَ یُرِیْدُ" جب تم میں کا کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے اگر دوبارہ پینا چاہے تو برتن کو دور کر دے۔ پھر اگر چاہے تو دوبارہ پیئے۔ بوصیری نے الزوائد ۱۲۳۱ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے اور اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اور امام مالک نے متوطا" ۲/۹۲۵ میں ترمذی نے ۱۸۸۸ میں، احمد نے ۳/۲۶، ۳۲ میں دارمی نے ۲/۱۱۹ میں حدیث ابو سعید خدری سے اس کو نقل کیا ہے۔ کہ انہوں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔ اس پر ایک شخص نے آپ سے عرض کیا اے رسول خدا! میں ایک سانس میں آسودہ نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا کہ پیالہ کو منہ سے (حاشیہ جاری)

اس طریقہ شرب میں بڑی حکمتیں اور اہم فوائد ہیں۔ چنانچہ آپ نے الفاظ میں ان حکمتوں کو بیان فرمایا کہ یہ طریقہ بڑی آسودگی والا پوری طرح نفع بخش اور شفا دینے والا ہے۔ یعنی معدہ پیاس کی شدت اور اس کی بیماریوں سے نجات دیتا ہے۔ اس لئے کہ بھڑکتے ہوئے معدے پر چند دفعات میں وارد ہوتا ہے۔ پہلی مرتبہ سے جو سکون نہیں ملا تھا۔ دوسری مرتبہ سے مل جاتا ہے۔ اگر دوسری مرتبہ میں سکون نہ ہوا تو تیسری دفعہ میں اس کی تلافی ہو جاتی ہے اور اس سے حرارت معدہ بھی باقی رہ جاتی ہے۔ اس لئے کہ ٹھنڈک اگر ایک ہی مرتبہ میں پہنچ جائے اور ایک ہی انداز میں تو اس سے معدہ کے سرد پڑ جانے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ معدہ کی سیرابی حرارت تشنگی کا یکایک برودت سے آشنا ہونے کی وجہ سے نہیں ہو پاتی بلکہ سیرابی بتدریج استعمال سے ہوتی ہے۔ اس لئے کہ کئی بار میں اس کا ہیجان ختم ہوتا ہے اور اگر تشنگی ختم بھی ہو جائے تو پورے طور پر نہیں ہوتی بلکہ رفتہ رفتہ اور بتدریج استعمال سے پوری طرح پیاس جاتی رہتی ہے۔

تیز یہ طریقہ نتیجہ کے اعتبار سے بہت مناسب ہے اور ہر طرح کی آفت سے مامون ہے جو یکبارگی پینے سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس وقت شدت برودت اور اس کی مقدار کی زیادتی کے باعث اس کی حرارت عزیزیہ کے پوری طرح بجھ جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ یا اس طریقہ سے اس کے ضعف کا خطرہ رہتا ہے۔ تو پھر ضعف کی صورت میں معدہ اور جگر کا مزاج فاسد ہو سکتا ہے اور گرم علاقے کے لوگوں میں تو اس سے امراض ردیہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے جیسے حجاز و یمن وغیرہ کے باشندے ہیں۔ اسی طرح گرم موسم میں یکبارگی پینا بڑے خطرات کا حامل ہے۔ اس لئے کہ ان مقامات کے باشندوں کی حرارت غریزی اندرونی جانب پہلے ہی سے کمزور ہوتی ہے اور گرمیوں کے موسم میں خصوصیت کے ساتھ۔

"گزشتہ سے پیوستہ" الگ کر دو، پھر سانس لو، اس نے کہا کہ مجھے اس میں تنکے دکھائی دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو نکال کر پھینک دو اس کی اسناد صحیح ہے اور بخاری نے ۱/۲۲۱، ۲۲۲ اور مسلم نے ۲۶۷ (۶۵) میں حدیث ابو قتادہ کو مرفوعاً نقل کیا ہے جو اس طرح ہے۔ اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلَا یَتَنَفَّسْ فِی الْاِنَاءِ کہ جب تم میں سے کوئی پانی پیئے تو برتن میں سانس نہ لے۔

آپ کا فرمان ''اَمْرَأُ'' افعل التفضیل ہے۔ مَرِیٔ فعل سے یعنی بدن میں کھانے پینے کا داخل ہونا اور اس کا جزوبدن ب آسانی ہونا اور لذت وفائدہ کا پایا جانا۔ اس کی تائید میں اللہ کا یہ قول ہے۔

فَکُلُوْہُ ھَنِیْئًا مَّرِیْئًا (نسائی: ۴)

یعنی اس کو کھاؤ وہ نتیجہ کے اعتبار سے اور لذت وذائقہ کے اعتبار سے خوشگوار ہے۔

اور بعض لوگوں نے اَمْرَأُ کا معنی یہ کیا ہے کہ وہ مری سے تیزی سے گذر جائے۔ اس کے سہل اور اس پر لطیف ہونے کی وجہ سے، اس لئے کہ اگر پانی زیادہ ہوگا تو مری سے اس کا ب آسانی گذرنا مشکل ہوگا۔

اور ایک بارگی پانی پینے سے اچھو لگنے کا خطرہ ہوتا ہے کہ پانی کی زیادتی کی وجہ سے مجریٰ غذا میں بندش پیدا ہوجائے جس سے اچھو لگ جائے اگر سانس لے کر ٹھہر گیا۔ پھر پانی پیا۔ تو اس کا خطرہ نہیں رہتا۔

ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب پینے والا پہلی مرتبہ پانی پیتا ہے تو گرم بخارات دخانی جو پہلے سے قلب وجگر پر ہوتے ہیں۔ اس جگہ آب سرد پہنچنے کی وجہ سے اوپر کی طرف بھاپ کی شکل میں اٹھتے ہیں جس کو طبیعت دفع کرتی ہے۔ مگر جب ایک ہی مرتبہ میں پانی پی لیا جائے تو ادھر سے ٹھنڈا پانی جاتا ہے اور ادھر سے بخارات آتے ہیں اور دونوں ایک دوسرے کی مدافعت میں باہم ٹکرا جاتے ہیں۔ جس کی وجہ سے اچھو لگ جاتا ہے اور اس طرح پینے والے کو پانی سے پورے طور پر سیرابی نہیں نصیب ہو پاتی اور نہ خوشگوار حاصل ہوتی ہے۔ عبداللہ بن مبارک اور بیہقی وغیرہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اِذَا شَرِبَ اَحَدُکُمْ فَلْیَمَصَّ الْمَاءَ مَصًّا وَلَا یَعُبَّ عَبًّا فَاِنَّہٗ مِنَ الْکُبَادِ [1]

[1] یہ حدیث ضعیف ہے۔ صحیح نہیں ہے۔

جب تم میں سے کوئی پانی پئے، تو اسے ٹھہر ٹھہر کر چکی لے کر پئے۔ اور غٹا غٹ نہ پئے۔ کیونکہ اس سے جگر کی بیماری یا درد جگر ہوتا ہے۔

''کُباد'' کاف کے ضمہ اور باء کے تخفیف کے ساتھ درد جگر کو کہتے ہیں اور یہ بات تجربہ سے معلوم ہے کہ یکا یک پانی جب جگر پر پہنچتا ہے تو اس سے تکلیف ہوتی ہیں اور اس میں کمزوری بھی پیدا ہوتی ہے۔ اس کا اصل سبب وہ ٹکراؤ ہے جو اس کی حرارت اور آب سرد کی برودت کے مابین ہوتی ہے۔ خواہ وہ کیفیت کے اعتبار سے ہو یا کیت کے اعتبار سے اگر تدریجی طور پر پہنچتے تو اس کی حرارت سے نہیں ٹکرائے گا اور نہ اس کو کمزور کرے گا۔ مثال کے طور پر گرم ابلتی ہوئی ہانڈی میں ٹھنڈا پانی ڈالتے ہوئے دیکھئے کہ تھوڑا تھوڑا پانی ڈالنے سے ہانڈی کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

چنانچہ امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا۔

لَا تَشْرَبُوْا نَفَسًا وَاحِدًا کَشُرْبِ الْبَعِیْرِ وَلٰکِنِ اشْرَبُوْا مَثْنٰی وَثُلَاثَ وَسَمُّوْا اِذَا اَنْتُمْ شَرِبْتُمْ وَاحْمَدُوْا اِذَا اَنْتُمْ فَرَغْتُمْ [1]

اونٹ کے پانی پینے کی طرح تم ایک سانس میں پانی نہ پیو۔ بلکہ تم دو یا تین سانس میں پانی

پیا کرو اور پینے سے پہلے بسم اللہ الرحمن الرحیم کہو اور پینے کے بعد حمد وثنائے الٰہی بیان کرو۔
کھانے پینے کے شروع میں تسمیہ اور کھانے کے بعد باری تعالیٰ کی حمد وثنا میں اس کے نفع اور خوشگواری کے لئے عجیب وغریب تاثیرات ہیں اور اس کے ضرر کے دفاع میں بھی اس کا بڑا ہاتھ ہے۔

ا۔ ترمذی نے ۱۸۸۶ میں کتاب الاشربہ کے باب مَاجَاءَ فِی التَّنَفُّسِ مِنَ الْإِنَاءِ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں یزید بن سنان ابوفروہ رہاوی نامی ایک راوی ضعیف ہے اور اس کا شیخ بھی اس میں مجہول ہے۔ اسی لئے حافظ ابن حجرؒ نے فتح الباری ۱۰/ ۱۸ میں اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ جب کھانے میں چار باتیں اکٹھا ہو جائیں تو سمجھ لو کہ کھانا مکمل ہو گیا کھانے کے شروع میں بسم اللہ اور کھانے کے بعد حمد باری تعالیٰ اور کھانے والوں کی زیادہ یعنی بہت سے لوگ ایک ہی ساتھ بیٹھ کر کھائیں اور کھانا از قسم حلال ہو۔

ظظظ

(۹۵) فصل

برتنوں کی حفاظت کے متعلق ہدایات نبوی

امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ کی حدیث نقل کی ہے۔ جابر کا بیان ہے کہ
سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ غَطُّوا الْإِنَاءَ وَأَوْکُوا السِّقَاءَ فَإِنَّ فِی السَّنَۃِ لَیْلَۃً یَنْزِلُ فِیْھَا وَبَاءٌ لَا یَمُرُّ بِإِنَاءٍ لَیْسَ عَلَیْہِ غِطَاءٌ إِلَّا وَقَعَ فِیْہِ مِنْ ذٰلِکَ الدَّاءِ ا

میں نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ اپنے برتنوں کو ڈھانک دو اور مشکیزوں کو باندھ رکھو۔ اس لئے کہ سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے جس میں بلا نازل ہوتی ہے۔
جن برتنوں پر ڈھکن نہ ہو یا جن مشکیزوں میں بندھن نہ ہو۔ ان میں اس وبا کی بیماری گر پڑتی ہے۔
ان باتوں تک اطباء کے علوم ومعارف کی رسائی کہاں؟ اس کو تو عقلاء ہی اپنے تجربہ سے معلوم کر لیتے ہیں۔
لیث بن سعد راوی حدیث بیان کرتے ہیں کہ ایران کے لوگ سال میں ماہ دسمبر کی ایک رات میں احتیاط برتتے تھے اور صحیح حدیث آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنے کا حکم دیا۔ خواہ ایک لکڑی ہی اس پر کھڑی کر دی جائے۔ ۲۔

ا۔ امام مسلم نے ۲۰۱۴ میں کتاب الاشربۃ باب الامر بتغطیۃ الاناء کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ امام بخاری نے ۱۰/ ۱۷۷ میں الشرب کے باب تعظیم الاناء کے تحت اور مسلم نے (۲۰۱۲)(۹۷) (حاشیہ جاری)

لکڑی کو پانی پر ڈالنے کی حکمت یہ ہے کہ اس کی وجہ سے برتن کو ڈھانکنے سے غفلت نہ ہوگی۔ بلکہ اس کی عادت بن جائے گی۔ اس میں ایک اہم نکتہ یہ بھی ہے کہ کبھی اگر کوئی جانور رینگتا ہوا پانی میں گر جائے تو لکڑی کے سہارے رینگ کر باہر آ جائے گا۔ گویا یہ لکڑی اس کے لئے پل کا کام دے گی وہ گرنے سے بچ جاتا ہے۔ یا اگر گر گیا تو اس کے ذریعہ نکل آئے گا۔

یہ روایت بھی صحیح ہے کہ آپ نے مشکیزہ کو باندھتے ہوئے بسم اللہ الرحمن الرحیم پڑھنے کا حکم دیا۔ اس لئے کہ برتن ڈھانکنے کے وقت تسمیہ سے شیطان دور بھاگ جاتا ہے اور کیڑے مکوڑے بھی اس کی بندش کی وجہ سے اس سے دور رہتے ہیں۔ اسی لئے ان دونوں جگہوں میں ان ہی دونوں مقاصد کے پیش نظر تسمیہ کا حکم دیا۔

امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباس کی حدیث روایت کی ہے۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکیزہ کے منہ سے پانی پینے سے منع فرمایا۔ [۱] اس حدیث شریف میں پانی پینے کے چند آداب بتائے گئے ہیں۔ پہلا یہ کہ پینے والے کی سانس کی آمد و رفت سے خراب اور سڑاند کی بدبو پیدا ہوتی ہے۔ جس سے آدمی کو پینے میں کراہیت ہوتی ہے۔

"گذشتہ سے پیوستہ" میں حدیث جابر بن عبداللہ کو بایں الفاظ نقل کیا۔ قَالَ قَالَ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ جَنَحَ الَّیْلِ اَوْ اَمْسَیْتُمْ فَکُفُّوْا صِبْیَانَکُمْ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ تَنْتَشِرُ حِیْنَئِذٍ فَاِذَا ذَھَبَ سَاعَۃٌ مِّنَ الَّلیْلِ فَحَلُّوْھُمْ وَاَغْلِقُوْا الْبَابَ وَاذْکُرُوْا اسْمَ اللّٰہِ فَاِنَّ الشَّیْطَانَ لَا یَفْتَحُ اسْمَ اللّٰہِ وَلَوْ اَنْ تَعْرِضُوْا عَلَیْہِ شَیْئًا وَاَطْفِئُوْا مَصَابِیْحَکُمْ' یعنی رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب رات اپنے بازو پھیلائے یا شام ہو جائے تو اپنے بچوں کو روکو اس لئے کہ شیاطین اس وقت پھیلتے ہیں۔ جب رات کا ایک پہر گذر جائے تو انہیں الگ بستر پر سلا دو اور دروازہ بند کر دو اور خدا کا نام لو کیونکہ شیطان بند دروازے کو نہیں کھولتا اور مشکیزوں کا باندھ دو اور اللہ کا نام لو اور اپنے برتنوں کو ڈھانک رکھو اور بسم اللہ پڑھو۔ خواہ اس پر کوئی چیز کھڑی کر کے ہی ڈھانکو اور چراغوں کو بجھا دو۔

[۱] امام بخاری نے ۱۰/ ۷۹ میں کتاب الاشربۃ کے باب الشرب من فم السقاء کے تحت اس کو نقل کیا اور اس کو حدیث ابو ہریرہ سے بھی نقل کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

دوسرا ادب یہ کہ پانی کی زیادہ مقدار پیٹ میں داخل ہوتی ہے۔ تو اس سے اس کو نقصان پہنچتا ہے۔

تیسرا ادب یہ کہ بسا اوقات پانی میں کوئی جاندار چیز کیڑا مکوڑا پڑا ہوتا ہے اور پینے والے کو اس کا پتہ نہیں ہوتا۔ اس سے اذیت پہنچتی ہے۔

چوتھا ادب یہ کہ پانی میں گندگی وغیرہ ہوتی ہے۔ جس کو پینے والا پیتے وقت دیکھ نہیں پاتا۔ اس طرح یہ گندگی شکم میں پہنچ جاتی ہے۔

پانچواں ادب یہ ہے کہ اس طرح پانی پینے سے پانی کے ساتھ ہوا بھی پیٹ میں ڈاکل ہو جاتی ہے جس کی وجہ سے ضرورت کے مطابق پانی کی مقدار شکم میں جانے سے رہ جاتی ہے یا ہوا اس کی مزاحمت کرتی ہے یا اس کو اذیت پہنچاتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی بہت حکمتیں ہیں۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ جامع ترمذی کی اس حدیث کا کیا کریں گے جس میں مذکور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ احد کے موقع پر ایک مشخیزہ طلب فرمایا اور یہ حکم دیا کہ مشکیزہ کے منہ کو موڑ دو۔ پھر آپ نے اس کے منہ سے پانی پیا ا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث کے متعلق ترمذی کی اس عبارت کو پیش کرنا ہی ہم کافی سمجھتے ہیں۔ هٰذَا حَدِيْثٌ لَيْسَ اِسْنَادُهٗ بِصَحِيْحٍ کہ اس حدیث کی سند صحیح نہیں ہے اور اس میں عبد اللہ بن عمر العمری ضعیف الحفظ ہے۔ جس کے بارے میں یہ بھی نہیں معلوم کہ اس نے عیسیٰ سے حدیث سنی ہے۔ یا نہیں۔ عیسیٰ بن عبد اللہ ہیں جن سے انصار کے ایک شخص نے روایت کی ہے۔

ظظظ

ا۔ ابوداؤد نے انہی الفاظ کے ساتھ ۳۷۲۱ میں کتاب الاشربہ باب فی اختناث الاسقیۃ کے تحت اس کو بیان کیا ہیاور ترمذی نے ۱۸۹۲ میں بایں الفاظ اس کو نقل کیا۔ رَاَيْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَامَ اِلٰى قِرْبَةٍ مُعَلَّقَةٍ فَخَنَثَهَا ثُمَّ شَرِبَ مِنْ فِيْهَا'

فصل (۹۶)

پانی پینے میں احتیاط

سنن ابوداؤد میں ابوسعید خدری سے روایت ہے۔

انہوں نے بیان کیا۔

نَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الشُّرْبِ مِنْ ثُلْمَةِ الْقَدَحِ وَاَنْ يَنْفَخَ فِي الشَّرَابِ ا۔

پیغمبر خدا صلی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ پیالے کے رخنہ سے پانی پینے سے اور پانی میں پھونک مارنے سے منع فرمایا۔

اس ادب میں پینے والی کی بہت سی مصلحتیں پوشیدہ ہیں۔ اس لئے کے پیالے کے شگاف سے پانی پینے میں چند نقصانات ہیں

پہلی مضرت یہ ہے کہ پانی کے اوپر گندگی وغیرہ ہوتی ہے۔ جو پیالے کے شگاف کی طرف آ جاتی ہے۔ برخلاف صحیح حصہ کے تو پینے والے کو اس سے نقصان پہنچتا ہے۔

دوسری مضرت یہ کہ بسا اوقات اس سے پینے والے کو الجھن ہوتی ہے اور شگاف سے سے پینے میں وقت پیش آتی ہے۔

تیسری مضرت یہ کہ سوراخ میں میل کچیل جمع ہوجاتے ہیں وہ دھونے سے نکل نہیں پاتا جیسا کہ درست حصہ صاف ستھرا ہوتا ہے۔ وہ صفائی اس حصہ میں نہیں ہو پاتی۔

چوتھی مضرت یہ کہ پیالہ کا شگاف محل عیب ہے اور یہ پیالے کی سب سے خراب جگہ ہے اس لئے اس سے طبعی طور پر بچنا ضروری ہے اور درست حصہ سے ہی پینا چاہیے۔ اس لئے

ا۔ ابوداؤد نے ۳۷۲۲ میں کتاب الاشربۃ کے باب الشرب من ثلمۃ القدح کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اور امام احمد بن حنبل ۳/۸۰ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں ایک راوی قرۃ بن عبدالرحمن ضعیف ہے۔ بقیہ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں

کہ ہر چیز کا خراب حصہ خیر سے خالی ہوتا ہے۔ سلف کے واقعات میں سے ایک واقعہ یہ ہے کہ کسی بزرگ نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ردی چیز خرید رہا ہے۔ اس سے کہا کہ ایسا نہ کرو کیا تمہیں معلوم نہیں کہ خدا نے ہر ردی چیز سے برکت اٹھائی ہے۔

پانچویں مضرت یہ ہے کہ شگافتہ حصہ میں دھار یا تیزی ہوتی ہے۔ جس سے اچانک پینے والے کے ہونٹ مجروح ہوجاتے ہیں۔ اس کے علاوہ دیگر بہت سی خرابیاں اور نقصانات ہیں۔ جن کا بہرحال لحاظ کرنا ضروری ہے۔ پانی میں پھونک مارنے سے ممانعت اس لئے ہے کہ پھونک مارنے والے کے منہ سے بدبو خارج ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے کراہیت ہوتی ہے بالخصوص جب کہ کسی کا منہ خراب ہوا اور اس میں کسی چیز کے استعمال سے گندگی آ گئی ہو۔

الغرض پانی میں پھونک مارنے والے کی سانس کی گندگی پانی میں آمیز ہوجاتی ہے۔ جس سے نقصان پہنچتا ہے۔ اسی لئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے برتن میں سانس لینے اور پھونک مارنے ہر دو سے ممانعت کو اس حدیث میں جمع کر دیا ہے۔ جس کو امام ترمذی نے روایت کیا اور اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی کے برتن میں سانس لینے اور اس میں پھونک مارنے سے منع فرمایا ا۔

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ صحیحین میں مروی حضرت انس کی اس حدیث کا کیا جواب دیں گے۔ جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم برتن میں تین سانس لیتے تھے۔ ۲۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس حدیث کو قبول کرتے ہیں اور ان دونوں حدیثوں کے درمیان کوئی تعارض بھی نہیں ہے۔ اس لئے کہ اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ آپ پانی پینے میں

ا۔ ترمذی نے ۱۸۸۹ میں ابوداؤد نے ۳۷۲۸ میں۔ ابن ماجہ نے ۳۴۲۸ اور ۳۴۲۹ میں، احمد نے ۱۹۰۷ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام مسلم نے ۲۰۲۸ میں کتاب الاشربۃ باب الشرب من ماء زمزم قائما کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اور لفظ اسی کا ہے اور بخاری نے ۱۰/۸۱ میں حدیث ثمامہ بن عبداللہ کو یوں نقل کیا ہے۔ قَالَ كَانَ اَنَسٌ يَتَنَفَّسُ فِي الْاِنَاءِ مَرَّتَيْنِ اَوْ ثَلَاثًا وَزَعَمَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَتَنَفَّسُ ثَلَاثًا

تین سانس لیتے تھے اور حدیث میں برتن کا ذکر محض آلہ شرب ہونے کی وجہ سے ہے۔ اس کی مثال یوں سمجھ

لیجئے کہ حدیث صحیح میں آتا ہے کہ ابراہیم آپ کے فرزند چھاتی میں مرے یعنی ایام رضاعت ہی میں ان کا انتقال ہوگیا۔ ا۔

ظظظ

(۹۷) فصل

نبی صلی علیہ وسلم کے دودھ پینے کا طریقہ

کبھی آپ تازہ دودھ پیتے اور کبھی پانی ملا کر پیتے اور ان گرم علاقوں میں دودھ تازہ یا پکا کر جو پیتے ہیں۔ وہ حفظان صحت کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔ اس سے صحت برقرار رہتی ہے۔ بدن کو تازگی ملتی ہے۔ جگر کی پیاس مٹتی ہے۔ بالخصوص ایسے جانور کا دودھ تو اور زیادہ نفع بخش ہے۔ جن کو شیخ ۲۔ قیصوم ۳۔ اور خزامی ۴۔ اور ان جیسے چارے کھلایا جائے ایسے جانوروں کا دودھ غذا کی غذا۔ پانی کا پانی اور دوا رکی دوا بھی ہے۔ چنانچہ جامع ترمذی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث مروی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

ا۔ امام مسلم نے ۲۳۱۶ میں کتاب الفضائل کے باب رحمتہ صلی اللہ علیہ وسلم الصبیان والعیال کے تحت حدیث انس کو نقل کیا ہے۔ پوری حدیث یوں ہے۔ وَاِنَّ لَهُ لَظِئْرَيْنِ تُكَمِّلَانِ رَضَاعَهُ فِي الْجَنَّةِ اس کے لئے جنت میں دو دائیں ہونگی۔ جو اس کی رضاعت کی تکمیل کریں گی۔

۲۔ شیخ۔ ایک قسم کی گھاس کا نام ہے۔

۳۔ قیصوم ایک طرح کا جانور کا چارہ ہے۔ جس سے دودھ میں اضافہ ہوتا ہے۔

۴۔ خزامی ایک قسم کی نبات جس کا پھول بہت خوشبودار ہوتا ہے۔

اِذَا اَكَلَ اَحَدُكُمْ فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَأَطْعِمْنَا خَيْرًا مِنْهُ، وَاِذَا سُقِيَ لَبَناً فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنَّهُ لَيْسَ شَيْئٌ يُجْزِيئُ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنُ، قال الترمذی هٰذا حدیث صحیح، ا۔

جب تم میں سے کوئی کھانا کھائے تو کہے کہ اے اللہ اس میں برکت دے اور اس سے بہتر کھانا ہمیں کھلا اور جب دودھ پئے تو کہے کہ اے خدا اس میں برکت عطا فرما اور اس میں زیادتی عطا فرما۔ اس لئے کہ دودھ کے سوا۔ کوئی چیز کھانے پینے کے لئے کافی نہیں ہوسکتی۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ظظظ

فصل (۹۸)

نبیذ پینے کا طریقہ نبوی

صحیح مسلم میں ثابت ہے کہ رات کے ابتدائی حصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے نبیذ بنائی جاتی اور آپ اسی دن کی صبح۔ آنے والی رات میں اور دوسرے دن اور دوسری رات میں اور دوسرے دن عصر کے وقت تک نوش فرماتے تھے۔ اگر اس کے بعد بھی بچ جاتی تو اسے خادم کو پلا دیتے یا اس کو پھینک دینے کا حکم فرماتے۔ ۲۔ یہ ایسی ہی نبیذ ہوتی جس میں خرما ڈال کر

ا۔ ترمذی نے ۳۴۵۱ میں کتاب الدعوات کے باب مَایَقُوْلُ اِذَا اَکَلَ طَعَامًا کے تحت اس کو نقل کیا ہے اور ابوداؤد نے ۳۷۳۰ میں کتاب الاشربۃ کے باب مَایَقُوْلُ اِذَا شَرِبَ لَبَنًا کے ذیل میں اس کو ذکر کیا ہے اور امام احمد نے ۱/ ۲۲۵، ۲۸۴ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں علی بن زید بن جدعان راوی ضعیف ہے اور عمر بن حرملۃ مجہول ہے۔ لیکن ایک دوسرے طریق سے اس کی تقویت ہو جاتی ہے اور یہ حدیث حسن ہو جاتی ہے۔ جس کو ابن ماجہ نے ۳۳۲۲ میں ذکر کیا ہے۔

۲۔ امام مسلم نے ۲۰۰۴ میں کتاب الاشربۃ باب اباحۃ النبیذ الذی لم یشتد کے ذیل میں اس کو نقل فرمایا ہے۔

اس کو شیریں بنا لیتے۔ یہ غذا اثر شراب دونوں ہی ہے۔ قوت میں اضافہ اور حفظان صحت کے لئے اس میں غیر معمولی فائدہ ہے۔ آپ تین دن کے بعد اس کا استعمال نہ فرماتے۔ اس اندیشہ سے کہ اس میں کہیں نشہ نہ آ گیا ہو۔

ظظظ

فصل (۹۹)

WWW.NAFSEISLAM.COM

ملبوسات کے استعمال کا طریقہ نبوی

لباس پہننے اور اتارنے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ سب سے زیادہ کامل اور بدن کے لئے سب سے نفع بخش اور سب سے ہلکا اور آسان طریقہ تھا۔ آپ کا اکثر چادر اور تہبند پہنتے تھے۔ اس لئے کہ یہ دوسرے ملبوسات کے مقابل بدن پر ہلکا معلوم ہوتا تھا۔ آپ کرتا بھی زیب تن فرماتے بلکہ یہ آپ کو بہت زیادہ پسند تھا۔ اس کے پہننے اور استعمال کرنے میں دوسرے کپڑوں کے بہ نسبت زیادہ آسان ہوتی آپ کے کرتے کی آستینیں نہ زیادہ لمبی ہوتیں اور نہ بہت کشادہ ہوتیں، بلکہ آپ کے کرتے کی آستینیں پہنچے تک ہوتیں اس سے بڑی نہ ہوتیں کہ پہننے والے کا وقت کا سامانا کرنا پڑے اور معمولی حرکت اور گرفت سے مانع ہو اور نہ اس سے چھوٹی ہوتیں کہ سردی اور گرمی میں پریشانی

ہو۔ آپ کے کرتے اور تہبند کا دامن نصف پنڈلی تک ہوتا۔ ٹخنوں سے نیچے نہ ہوتا کہ چلنے والے کو تکلیف ہو اور قدم کو گرانبار کر کے تھکا دے اور قیدی کی طرح بنا دے اور عضلاہ ساقیہ سے اوپر بھی نہ ہوتا کہ موسم سرما و گرما کے بوجھ سے تکلیف ہو اور اس کو کمزور کر کے مشکلات و آفات کا مرکز بنا دے۔ جیسا کہ بہت سے عمامہ برادروں کو دیکھا جاتا ہے۔ اسی طرح آپ کا عمامہ نہ اتنا مختصر ہوتا۔ جو سر کو سردی اور گرمی سے نہ بچا سکے۔ بلکہ آپ کا عمامہ درمیانی ہوتا۔ آپ عمامہ کے کنارے کو اپنی ٹھوڑی کے نیچے داخل کر لیتے۔ اس میں چند در چند فوائد ہیں۔ اس سے گردن سردی و گرمی کے اثرات سے محفوظ رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے عمامہ کا ٹھہراؤ بہتر طور پر ہوتا ہے۔ بالخصوص گھوڑے اور اونٹ کی سواری کے وقت یہ طریقہ بہت عمدہ ہے۔ جب کہ تیز رفتاری کی وجہ سے عمامہ کے گر جانے کا اندیشہ رہتا ہے۔ اس دور میں اکثر لوگ عمامہ کے سرے کو ٹھوڑی کے نیچے ڈال دینے کے بجائے کانٹے کا استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ ان دونوں میں نفع اور زینت کے اعتبار سے زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اگر آپ ان طریقہ ملابس پر غور کریں گے تو آپ پر یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جائے گی۔ کہ قوت میں اضافہ اور حفظان صحت کے لئے یہ ملبوسات کس قدر نفع بخش اور پروقار ہیں۔ ان میں کتنی سادگی ہے تکلف کا پتہ نہیں اور بدن کو اس سے پریشانی کا بھی سامنا نہیں کرنا پڑتا آپ سفر میں ہمیشہ موزے استعمال فرمایا کرتے۔ آپ اکثر حالات سفر میں پیروں کو سردی و گرمی سے محفوظ رکھنے کے پیش نظر موزے استعمال فرماتے اور کبھی حالت حضر میں بھی موزے استعمال فرمایا کرتے۔

کپڑوں کے لئے سب سے بہتر رنگ آپ کے نزدیک سفید یا زرد ہوتا سفید کپڑا استعمال فرماتے اور زرد رنگ کی یمنی چادر استعمال فرماتے۔ آپ سرخ، سیاہ، رنگین اور چمکدار کپڑا نہ پہنتے تھے اور جو آتا ہے کہ آپ نے سرخ جوڑا زیب تن فرمایا تو وہ یمنی چادر تھا جس میں سیاہ، سرخی اور سفیدی تینوں موجود تھی۔ صرف سرخ نہ تھا۔ اسی طرح آپ نے سبز جوڑا بھی زیب تن فرمایا ہے۔ ہم اس کا بیان پہلے کر چکے ہیں کہ جس نے یہ سمجھا کہ آپ نے گہرے سرخ رنگ کا جوڑا زیب تن فرمایا۔ اس کا خیال غلط ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۱۰۰)

رہائش گاہ کے سلسلے میں آپ کا طریقہ

آپ کو اس کا یقین تھا کہ آپ دنیا میں اس طرح ہیں۔ جیسے کوئی مسافر سواری کی پشت پر رہا کرتا ہے۔ یہ دنیا مسافر کی فرودگاہ ہے۔ جہاں وہ مدت تک پڑاؤ ڈالتا ہے۔ پھر یہاں سے آخرت کی جانب چل پڑتا ہے۔ آپ اور آپ کے اصحاب کرام اور آپ کے پیروکاروں کا یہ طریقہ تھا کہ وہ عالیشان اور بلند بلڈنگیں بناتے۔ نہ اسے پختہ اور پچی کاری کرتے اور نہ آراستہ اور کشادہ کرتے۔ بلکہ مسافر کے گھر کی طرح سب سے بہترین گھر سادہ ہوتا۔ جس سے گرمی اور سردی سے محفوظ رہ جائے۔ شہر سے دور ہو اور جانوروں کے گھر میں گس آنے سے بچاؤ کے لائق ہو اس کی چھتیں اور دیواریں ایسی نہ ہوں کہ اس کی گرانباری سے سر پر آپڑیں اور رہنے والے دب کر ہلاک ہو جائیں اور نہ اتنے بڑے ہوں کہ درندے اور موذی جانور اسے اڈا بنالیں اور نہ اتنے بلند ہوں کہ تیز و تند اور ہر طرح کی تکلیف وہ ہواؤں کی برابر اس پر یلغار رہے۔

اور نہ زمین دوز ہوں کہ رہنے والے تکلیف اٹھائیں اور نہ انتہائی بلندی پر واقع ہوں کہ دشواری کا سامنا کرنا پڑے۔ بلکہ مکانات ہر حیثیت سے درمیانی ہوں۔ ایسا ہی مکان سب سے عمدہ، نفع بخش ہوتا ہے۔ سردی و گرمی دونوں کم ہوتی ہے اور رہنے والے کو تنگی کا احساس نہیں ہوتا اور یہ اتنا کشادہ بھی نہیں کہ بے کار اور ویران پڑا رہے اور موذی جانور اس کی خالی جگہوں پر جم جائیں اور اس میں کھڈیاں (بیت الخلائ) بھی نہ رہیں کہ اس کی بدبو سے رہنے والوں کو اذیت ہو بلکہ گھر کی فضا خوشگوار اور معطر ہو۔ اس لئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم خوشبو پسند فرماتے تھے اور آپ خوشبو ہمیشہ ساتھ رکھتے تھے اور آپ کی خوشبو سب سے عمدہ ہوتی تھی۔ آپ کا پسینہ عرق گلاب تھا۔ آپ کے گھر میں کوئی بیت الخلاء نہ تھا۔ کہ جس سے بو بو پیدا۔ ان صفات کا متحمل مکان یقیناً سب سے بہتر معتدل و موزوں اور بدن اور حفظان صحت کے لئے سب سے زیادہ مفید تر مکان ہو سکتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۱۰۱)

سونے جاگنے کا طریقہ نبوی

جس نے آپ کے خواب بیداری کے طریقہ پر غور کیا ہوگا۔ اسے بخوبی معلوم ہو گیا ہوگا کہ آپ کی نیند نہایت معتدل اور اعضاء وجوارح اور بدن کے لئے نفع بخش ہوتی تھی۔ آپ ابتدائے شب میں سو جاتے اور رات کے نصف ثانی کے شروع میں بیدار ہو جاتے اور جاگنے کے بعد مسواک کرتے۔ وضو فرما کر حسب ہدایت الٰہی نمازیں ادا کرتے۔ آپ کے بدن، اعضاء وجوارح کو نیند اور آرام کو پورا حصہ ملتا اور زیادتی اجر کے ساتھ ریاضت کا حق بھی حاصل ہو جاتا یہی اصلاح قلب بدن اور دین و دنیا کی فلاح کی غایت وانتہا ہے۔

آپ بقدر ضرورت ہی سوتے تھے۔ اس سے زیادہ سونے کی عادت نہ تھی اور خود بقدر ضرورت جاگنے کی خو ڈالتے ایسا نہ تھا کہ غیر معمولی تھکن میں مبتلا کر دیں۔ آپ دونوں چیزیں بدرجہ اتم انجام دیتے جب نیند کا غلبہ ہوتا تو اپنے دائیں کروٹ سو جاتے۔ ذکر الٰہی سے رطب اللسان رہتے۔ یہاں تک کہ آنکھیں نیند کے غلبہ سے موند لیتے کچھ کھانے پینے کی وجہ سے نیند کا غلبہ نہ تھا۔ آپ ننگی زمین پر نہ سوتے اور نہ آپ کو اونچے گدے پر سونے کی عادت تھی۔ بلکہ آپ کا بستر چمڑے کا ہوتا۔ جس میں کھجور کے ریشے بھرے ہوئے ہوتے۔ آپ کبھی تکیہ پر لیٹتے اور کبھی اپنے رخسار کے نیچے ہاتھ رکھ کر سو جاتے آگے ہم نیند کا بیان ایک فصل میں کریں گے اور نفع بخش وضرر رساں نیند کا بیان الگ ہوگا۔

ظظظ

فصل (۱۰۲)

نیند کی حقیقت

نیند بدن پر طاری ہونے والی ایک ایسی حالت ہے۔ جس کے طاری ہوتے ہی حرارت عزیزیہ اور قوی نفسانی اندرون بدن کی طرف متوجہ ہو جاتی ہے۔ تاکہ کچھ دیر آرام کر سکے۔ اس کی دو قسمیں ہیں۔ طبعی، غیر طبعی،

طبعی نیند نفسانی جسے حس وحرکت ارادی سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس کا اپنے افعال سے رک جانا ہے۔ جب یہ قوتیں تحریک بدن سے رک جاتی ہیں۔ تو بدن ڈھیلا پڑ جاتا ہے اور وہ رطوبات وبخارات جو حرکات بیداری۔ کی بناء پر تحلیل ومتفرق ہوتے رہتے اور مجتمع ہو جاتے ہیں اور دماغ جو ان قوتوں کا مرکز ہے۔ وہاں پہنچ کر جسم پر بے حسی اور ڈھیلا پن پیدا کر دیتے ہیں یہی طبعی نیند ہے۔

غیر طبعی نیند کسی خاص عارضہ یا بیماری کی بنا پر ہوتی ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ رطوبت کا دماغ پر ایسا غلبہ ہو جائے کہ بیداری اس کے متفرق ومنتشر کرنے پر قادر نہ ہو یا بخارات رطبہ کی کثیر مقدار اوپر اٹھیں جیسا کہ کھانے پینے کے بعد پیدا ہونے والے امتلاء سے دیکھا جاتا ہے۔ ان بخارات خام کی بناء پر دماغ میں گرمی پیدا ہو جاتی ہے اور اس میں استرخائی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح بے حسی سی پیدا ہوجتی ہے اور قوی نفسانی اپنے افعال کے انجام دینے پر قادر نہیں رہتے اور نیند آجاتی ہے۔

نیند سے دو بڑے منافع ہیں: اول یہ کہ نیند سے جوارح کو سکون اور راحت ملتی اس لئے کہ جب ان میں تکان آجاتی ہے۔ تو اس کی مکانات بلاسکون وراحت کے ممکن نہیں ہوتی اس طرح ہواس کو بیداری کی چوکسی سے

نجات مل جاتی ہے اور تکان وتعب دور ہو جاتی ہے۔

دوسرا فائدہ یہ ہے کہ نیند سے غذا ہضم ہوجاتی ہے اور اخلاط میں پختگی آ جاتی ہے۔ اس لئے کہ حرارت عزیزی نیند کے وقت اندرون شکم کی طرف چلی جاتی ہے۔ اس سے ہضم میں مدد ملتی ہے۔ اسی وجہ سے سونے والے کا جسم ٹھنڈا ہوتا ہے اور قدرتی طور پر چادر کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہترین نیند یہ ہے کہ دائیں کروٹ سویا جائے۔ اس لئے کہ اس طرز پر سونے سے کھانا معدہ میں اچھی طرح ٹھہر جاتا ہے۔ کیونکہ معدہ معمولی طور پر بائیں جانب مائل ہوتا ہے۔ پھر تھوڑی دیر کے لئے بائیں کروٹ پر آ جائے تاکہ ہضم بسرعت ہو سکے۔ اس لئے کہ معدہ جگر پر جھکا ہوا ہے۔ پھر دائیں کروٹ ہو کر اپنی نیند پوری کرے۔ تاکہ غذا طبعی طور پر جلد از جلد معدہ سے اتر کر آنتوں میں آ جائے۔ اس طرح دائیں کروٹ نیند ابتداءً و انتہا ہوگی اور بائیں کروٹ زیادہ سونے سے دل کو نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ تمام اعضاء کا جھکاؤ دل ہی کی طرف ہوجاتا ہے اور مواد فضلیہ کا انصاب بائیں جانب ہوجانے کا اندیشہ بھی لاحق ہوتا ہے۔

اور بدتر نیند پیٹھ کے بل سونا ہے۔ ویسے اگر صرف آرام کے لئے چت لیٹے تو کوئی مضائقہ نہیں نیند کے لئے مضر ہے۔ اسی طرح منھ کے بل سونا تو اور بھی زیادہ ضرر رساں ہے۔ چنانچہ "مسند" اور "سنن ابن ماجہ" میں حضرت ابو امامہ سے یہ حدیث مروی ہے۔

قَالَ مَرَّ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی رَجُلٍ نَائِمٍ فِی الْمَسْجِدِ مُنْبَطِحٍ عَلٰی وَجْھِہٖ فَضَرَبَہٗ بِرِجْلِہٖ "وَقَالَ قُمْ اَوِ اقْعُدْ" فَاِنَّمَا لَوْمَۃٌ جَھَنَّمِیَّۃٌ [1]

انہوں نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا گذر ایک شخص پر ہوا جو مسجد میں منھ کے بل سویا ہوا تھا۔ آپ اپنے پیر سے اسے ٹھوکا دیا اور فرمایا کھڑے ہو جاؤ۔ یا بیٹھ جاؤ۔ اس لئے کہ یہ جہنمیوں کے سونے کا انداز ہے۔

بقراط نے اپنی کتاب "تقدمہ" میں تحریر کیا ہے کہ مریض کا اپنے منھ کے بل سونا اگر اس کی تندرستی کی حالت میں عادت نہ رہی ہو تو اس سے اس کے اختلاط عقل کا اندازہ ہوتا ہے۔ یا یہ کہ اسے اپنے شکم کے کسی حصہ میں درد ہے۔ جس کی بناء پر وہ منھ کے بل سوتا ہے۔ بقراط کی کتاب کے شارحین نے لکھا ہے کہ اس نے اپنی اچھی عادت کو چھوڑ کر بری حیئت کو اختیار کیا جب کہ اسے کوئی ظاہر یا باطنی بیماری، عذر نہیں ہے۔

اور معتدل نیند سے قوی طبعی کے افعال سکون پذیر ہوتے ہیں اور قوی نفسانی کو راحت ملتی ہے اور اس سے جو

---

[1] ابن ماجہ نے ۳۷۲۵ میں کتاب الادب کے باب النھی عن الاضطجاع علی الوجہ کے تحت اس کو ذکر کیا اس کی سند ضعیف ہے۔ اسی باب میں ابو ہریرہ کی حدیث بھی ہے۔ جو یوں ہے۔ قَالَ رَاٰی رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلاً مُضْطَجِعًا عَلٰی بَطْنِہٖ فَقَالَ اِنَّ ھٰذِہٖ ضِجْعَۃٌ لَا یُحِبُّھَا اللّٰہُ" امام احمد نے ۲/۲۸۷، ۳۰۴، ترمذی نے ۲۷۶۹، میں اس کو ذکر کیا ہے اس کی سند حسن ہے۔ اس کی شاہد یعیش بن طخفہ کی ایک حدیث ہے۔ جس کو ابوداؤد نے ۵۰۴۰ میں اور ابن ماجہ نے ۳۷۲۵ اور ۳۷۲۷ میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند قوی ہے۔

ہر میں اضافہ ہوتا ہے۔اس لئے کہ بسا اوقات اس ارخاء کی وجہ سے جوہر ارواح کا تحلل رک جاتا ہے۔دن میں سونا مضر ہے۔اس سے امراض رطوبی اور نوازل پیدا ہوتے ہیں۔رنگ خراب ہوتا ہے۔طحال کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔اعصاب میں ڈھیلا پن پیدا ہوجاتا ہے۔بدن میں سستی چھا جاتی ہے اور شہوت کے اندر ضعف پیدا ہوجاتا ہے۔ہاں موسم گرما میں دوپہر کو سونا کچھ برا نہیں اور دن کی سب سے بدترین نیند ابتدائے دن میں ہے اور اس سے بدترین نیند عصر کے بعد ہے۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے ایک لڑکے کو صبح سوتے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اٹھ بیٹھ تم ایسے وقت سوتے ہو جب روزی تقسیم کی جاتی ہے۔

مشہور ہے کہ دن کی نیند تین طرح کی ہوتی ہے۔ایک عمدہ عادت دوسری سوزش،اور تیسری حماقت ہے۔

عمدہ عادت گرمی کی دوپہر میں سونا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عادت شریفہ تھی اور سوزش والی نیند چاشت کے وقت سونا ہے۔جس میں انسان اپنے دنیوی واخروی کاموں سے غافل ہوجاتا ہے۔

اور حماقت والی نیند عصر کے وقت سونا ہے۔بعض سلف صالحین کا بیان ہے کہ جو عصر کے بعد سویا اس کی عقل اچک لی جاتی ہے۔پھر وہ اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

اَلَا اِنَّ نَوْمَاتِ الضُّحٰی تُوْرِثُ الْفَتٰی
خَبَالاً وَنَوْمَاتُ الْعُصَیْرِ جُنُوْنٗ

سن لو کہ چاشت کے وقت کا سونا جوان کو بے عقلی عطا کرتی ہے اور عصر کے بعد کا سونا پاگل پن ہے۔صبح کے وقت سونے سے روزی کم ہوتی ہے۔اس لئے کہ یہی ایسا وقت ہوتا ہے جس میں دنیا اپنی روزی کی تلاش میں نکلتی ہے اور اسی وقت خدا کی جانب سے روزی تقسیم کی جاتی ہے۔اس لئے یہ نیند محرومی کا باعث ہے۔ہاں اگر کسی خاص عارض یا ضرورت کی وجہ سے ہو تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔دوسرے اس سے جسم کو بھی بے حد نقصان پہنچتا ہے۔کیونکہ بدن ڈھیلا ہوجاتا ہے اور اس میں فساد آجاتا ہے۔اس لئے کہ وہ فضلات جن کی تحلیل ریاضت سے ممکن تھی اور زیادہ ہوجاتے ہیں۔بدن ٹوٹتا ہے اور تکان اور ضعف سے دوچار ہوتا ہے اور اگر یہ قضائے حاجت سے پہلے یا حرکت ریاضت سے پہلے آجائے۔یا معدہ کو کسی غذا میں مشغول کرنے سے پہلے آجائے۔تو یہ لاعلاج قسم کی مختلف بیماریوں کا پیغام ہے۔جس سے بہت سی مہلک بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔

دھوپ میں سونے سے جان لیوا بیماری ابھرتی ہے اور سونے کے وقت جسم کا بعض حصہ دھوپ میں ہو اور بعض حصہ سائے میں تو اور زیادہ خرابی ہے۔چنانچہ،ابوداؤد نے اپنی سنن میں ابوہریرہ سے یہ حدیث نقل کی ہے۔

ابوہریرہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا کَانَ اَحَدُکُمْ فِی الشَّمْسِ فَقَلَصَ عَنْہُ الظِّلُّ فَصَارَ بَعْضُہٗ فِی الشَّمْسِ وَبَعْضُہٗ فِی الظِّلِّ فَلْیَقُمْ ا؎

ا؎ ابوداؤد نے ۴۸۲۱ میں کتاب الادب کے باب فی الجلوس بین الظل والشمس کے ذیل میں اس کو (حاشیہ جاری)

جب تم میں سے کوئی دھوپ میں ہو اور سایہ سمٹ جائے کہ بعض حصہ دھوپ میں اور بعض سایہ میں ہو تو کھڑا ہو جائے۔ یعنی وہ جگہ چھوڑ دے۔

اور سنن ابن ماجہ وغیرہ بریدہ بن حصیب سے روایت ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ نَھٰی اَنْ یَّقْعُدَ الرَّجُلُ بَیْنَ الظِّلِّ وَالشَّمْسِ،

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا کہ آدمی دھوپ، چھاؤں میں بیٹھے۔

اس حدیث سے سایہ اور دھوپ کے درمیان سونے سے منع کے متعلق تنبیہ وارد ہے کہ دھوپ وسایہ کے درمیان سونے سے پرہیز کیا جائے۔

صحیحین میں براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَتَیْتَ مَضْجَعَکَ فَتَوَضَّأْ وُضُوْءَ کَ لِلصَّلٰوۃِ ثُمَّ اضْطَجِعْ عَلٰی شِقِّکَ الْاَیْمَنِ ثُمَّ قُلْ اَللّٰھُمَّ اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ وَوَجَّھْتُ وَجْھِیْ اِلَیْکَ وَفَوَّضْتُ اَمْرِیْ اِلَیْکَ وَاَلْجَأْتُ ظَھْرِیْ اِلَیْکَ رَغْبَۃً وَّرَھْبَۃً اِلَیْکَ لَا مَلْجَأَ مِنْکَ اِلاَّ اِلَیْکَ اٰمَنْتُ بِکِتَابِکَ الَّذِیْ اَنْزَلْتَ وَنَبِیِّکَ

"گزشتہ سے پیوستہ" نقل کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔ اس لئے کہ ابن منکدر اور ابو ہریرہ کے درمیان واسطہ مجہول ہے اور امام احمد نے ۲/ ۳۸۳ میں اس کی تخریج کی اس کی سند صحیح ہے۔ اگر ابن منکدر کا سماع حضرت ابو ہریرہ سے ثابت ہو۔ اس کی شاہد ایک قوی سند ہے۔ جس کو احمد نے ۳/ ۴۱۳ میں ایک صحابی رسول سے نقل کیا جو یوں ہے "نھی ان یجلس بین الضحِ وَالظلِ وَقَالَ مَجلِس الشَیطان" آپ نے دھوپ چھاؤں میں بیٹھنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ یہ شیطان کے بیٹھنے کا مقام ہے۔ اس کو حاکم نے ایک دوسرے طریق سے ۴/ ۲۷۱ میں ذکر کیا ہے۔ جس میں صحابی کا نام ابو ہریرہ بتایا ہے اور اس حدیث کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ ابن ماجہ نے ۳۷۲۲ بریدہ کو ایک دوسرے طریقہ سے بھی نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اس حدیث کو مصنف آگے بیان کریں گے۔

الَّذِیْ اَرْسَلْتَ وَاجْعَلْھُنَّ اٰخِرَ کَلَامِکَ فَاِنْ مِتَّ مِنْ لَیْلَتِکَ مِتَّ عَلَی الْفِطْرَۃِ ا ہ

جب سونے کے لئے بستر پر جانے لگو تو نماز کے وضو کی طرح وضو کرو۔ پھر اپنے دائیں کروٹ لیٹ کر یہ دعا پڑھو۔ اے خدا میں نے اپنے آپ کو تیرے سپرد کیا اور اپنا رخ تیری طرف کیا اور اپنے معاملہ کو تیرے سپرد کیا اور اپنی پشت کی ٹیک تیری طرف لگائی تجھ سے بیم درجہ کرتے ہوئے۔ تیرے سوا میرا کوئی ٹھکانہ اور پناہ گاہ نہیں میں تیری اس کتاب پر ایمان لایا جسے تو نے نازل فرمایا اور تیرے اس رسول پر میں ایمان لایا۔ جس کو تو نے مبعوث فرمایا اور تو ان کلمات کو اپنا آخری کلمہ بنا۔ اگر تم اسی رات مر گئے۔ تو تمہاری موت دین خداوندی پر ہوگی۔

صحیح بخاری میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب فجر کی دو رکعت

سنت ادا فرما لیتے تو اپنے دائیں کروٹ لیٹ جاتے۔ ۲ے

دانشوروں کا بیان ہے کہ دائیں کروٹ سونے کی حکمت یہ ہے کہ سونے والے کو گہری نیند نہ آئے۔ اس لئے کہ دل بائیں جانب جھکا رہتا ہے۔ جب کوئی دائیں کروٹ سوتا ہے۔ تو دل اپنے مقام بائیں جانب کا طالب ہوتا ہے اور اسی وجہ سے وانے والے کو گہری نیند سے روک دیتا ہے اور اس کے لئے خواب غفلت دشوار ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے کہ وہ بائیں کروٹ سوئے تو اس حالت میں دل اپنی جگہ پر ہی رہ جائے گا اور اس سے سونے والے کو نہایت سکون ملے گا اور انسان خواب غفلت میں کھو جائے گا اور اسے گہری نیند آئے گی جس سے وہ اپنی دینی و دنیاوی دونوں ہی مفاد کی نگرانی نہ کر پائے گا۔

اے بخاری نے ۱۱/ ۹۳، ۹۵ میں کتاب الادب باب الضجع علی الشق الایمن کے تحت اور امام مسلم نے ۲۷۱۰ میں کتاب الذکر والدعاء کے باب مایقول عندالنوم واخذ المضجع کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲ے امام بخاری نے ۳/ ۳۵ میں کتاب التہجد کے باب الضجعۃ علی الشق الایمن بعد رکعتی الفجر کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

چونکہ نیند اور موت برابر ہے اور نیند موت کی بہن کہلاتی ہے اس لئے سونے والا مردہ ہے۔ اسی وجہ سے حی لایموت پر نیند کا طاری ہونا محال ہے اور جنتیوں کو بھی جنت میں نیند نہ آئے گی سونے والا اس بات کا ضرورمند ہوتا ہے۔ کہ کوئی اس کی حفاظت کرے۔ اور اس نفس کی حفاظت کرے۔ جس کو آفات سے سابقہ پڑتا رہتا ہے اور وہ اپنے جسم کو بھی اچانک آفات کے آنے سے [illegible]ظ رکھے اور صرف اس کا رب جو اس کا پیدا کرنے والا ہے۔ وہی اس کا حافظ ونگراں ہے۔ اسی لئے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے والے کو سکھایا کہ وہ سونے کے وقت ایسے کلمات زبان سے ادا کرے۔ جو خود سپردگی والتجا اور بیم ورجا پر دلیل ہوتا کہ اسے باری تعالیٰ کی حفاظت کا یقین کامل ہو جائے کہ وہی اس کی اور اس کے جسم کی حفاظت کرتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسے اس بات کی بھی ہدایت فرمائی کہ ایمان ویقین کے ساتھ خدا کو یاد کرتا ہے اور اسی حالت میں اسے نیند آجائے اور یہی ذکر الٰہی اس کی آخری گفتگو ہو۔ اس لئے کہ بسا اوقات نیند ہی کی حالت میں موت آجاتی ہے۔ پھر جب ایمان ویقین اس کا آخری کلام ہوگا۔ تو اس کا جنت میں جانا بھی یقینی ہو جائے گا۔ نیند کے متعلق یہ ہدایت نبوی دل بدن اور روح کے مصالح خواب و بیداری دونوں حالت میں اور دنیا و آخرت کے مصالح کی نگراں ہے۔

اللہ کی بے شمار رحمتیں اور سلامتی اس ذات پر نازل ہوں۔ جس کی بدولت اس کی امت نے ہر خیر وسعادت حاصل کر لی اور دعا کے یہ الفاظ "اَسْلَمْتُ نَفْسِیْ اِلَیْکَ" کا مفہوم ہے۔ کہ میں نے خود کو تیرے سپرد کر دیا۔ جیسے ایک تابعدار غلام خود کو اپنے آقا اور مالک کے سپرد کر دیتا ہے اور اپنے چہرے کو خدا کے سامنے پیش کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے رب کے سامنے پوری طرح سے متوجہ ہو کر آیا ہے اور اپنے قصد وارادہ میں وہ بالکل سچا ہے اور اسے اپنی عاجزی۔ فروتنی اور درماندگی، کا پورا اعتراف ہے۔ خدا نے خود اس طرز خود سپردگی کو پسند فرمایا چنانچہ قرآن میں تعلیم دی۔

فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِیَ لِلّٰہِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ (ال عمران۔ ۲۰)
تو اگر وہ تجھ سے تکرار کریں تو کہو کہ میں اور میرے اتباع اللہ کے تابعدار ہو گئے ہیں۔
اور چہرہ کا ذکر خصوصی طور پر اس لئے کیا کہ وہ انسان کے جسم کا سب سے اشرف حصہ اور حواس خمسہ کا مرکز ہے۔ نیز اس میں قصد و توجیہہ کا بھی معنی پایا جائے شاعر نے اسی مفہوم کو اپنے اس شعر میں ادا کیا ہے۔

اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ ذَنْباً لَسْتُ مُحْصِیَہُ
رَبَّ الْعِبَادِ اِلَیْہِ الْوَجْہُ وَالْعَمَلُ ۱؎

میں انے اپنے بے شمار گناہوں سے اللہ سے استغفار کرتا ہوں۔ اے بندوں کے پروردگار تیری ہی طرف توجہ اور عمل ہے۔
تفویض کا مطلب یہ ہے کہ کوئی چیز کلیۃً خدا کو دے دی جائے۔ اس سے قلبی سکون وطما ⟺ حاصل ہوتی اور قضائے الٰہی سے رضا مندی اور اس کو خدا کے لئے پسند کرنا اور اس سے راضی رہنے کا اظہار ہوتا ہے اور تفویض بندگی کا اعلیٰ ترین مقام ہے۔ اس میں کوئی عیب نہیں اور یہی مخصوص مقام ہے۔ بہت سے لوگوں نے اس کے خلاف گمان کیا ہے۔ مگر ان کا خیال درست نہیں۔
اور اپنی پشت کے لئے خدا کو سہارا بنانا اس پر کامل اعتماد اور پورے بھروسہ کی دلیل ہے اور اسی سے دل کو سکون اور اسی پر توکل کا ثبوت ہے۔ اس لئے کہ جو اپنی پشت کسی مضبوط ستون سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ پھر اس کو گرنے کا اندیشہ کیسے ہو سکتا ہے۔
دل میں دو قوتیں کارفرما ہوتی ہیں۔ ایک قوت طلب جسے قوت رغبت بھی کہتے ہیں اور دوسرت قوت ھرب ہے۔ جس خوف سے تعبیر کرتے ہیں اور بندہ ہمیشہ مصالح کا طالب رہتا ہے اور اپنے ضرر سے دور بھاگتا رہتا ہے اور یہ دونوں باتیں اس تفویض و توجہ سے حاصل ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ آپ نے فرمایا کہ تم سے بیم در جا کرتے ہوئے۔ میری یہ درخواست ہے۔ پھر اس کے بعد اپنے رب کی

۱؎ یہ شعر ''الکتاب'' ۱/ ۱۷ سے لیا گیا ہے۔ اسے بغدادی نے ''خزانۃ الادب ۱/ ۴۸۶ میں نقل کیا ہے اور بیان کیا ہے کہ یہ ان پچاس اشعار میں سے ہے جن کو سیبویہ نے لکھا ہے اور ان کے قائل کا پتہ نہیں چلتا کہ کون ہے۔

تعریف شروع کی کہ اس کی سوا بندہ کے لئے کوئی ٹھکانہ نہیں اور اس کی جانب سے آنے والے خطرات کے لئے پناہ اس کے سوا کہیں نہیں۔ اس لئے خدا ہی کی ذات ایسی ہے۔ جس طرف بندہ اپنا ٹھکانا بناتا ہے۔ تاکہ وہ اس کو اس کے نفس سے رہائی دلا دے جیسا کہ ایک دوسری حدیث میں مروی ہے۔

اَعُوْذُ بِرِضَاكَ مِنْ سَخَطِكَ وَ بِمُعَافَاتِكَ مِنْ عُقُوْبَتِكَ وَاَعُوْذُ بِكَ مِنْكَ ۱؎

میں تیری رضا کے ذریعہ تیری ناراضگی سے اور تیری معافی کے ذریعہ تیری گرفت سے پناہ

مانگتا ہوں اور تیری طرف سے آنے والی سختیوں سے تیری پناہ کا طالب ہوں۔
چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ہی اپنے بندے کو پناہ دیتا ہے اور اپنی گرفت سے نجات دیتا ہے۔ جو خود اس کی مشیت وقدرت کی وجہ سے بندے کی طرف آتی ہے۔ اسی کی جانب سے آزمائش بھی ہوتی ہے اور وہی دستگیری بھی فرماتا ہے اور اسی سے بندہ نجات مانگتا ہے اور اسی سے نجات کے لئے درخواست بھی کی جایت ہے اور اسی سے گذارش کی جاتی ہے کہ وہ جس چیز گرفتار ہے۔ اس سے رہائی دے اور اس کی جانب سے آنے والی بلا سے اسی پناہ طلب کی جاتی ہے اور وہی تمام چیزوں کا پروردگار ہے اور اس کی مشیت کے بغیر کائنات میں کوئی چیز نہیں ہوتی خود قرآن کہتا ہے۔

وَاِنْ یَّمْسَسْکَ اللّٰہُ بِضُرٍّ فَلَا کَاشِفَ لَہٗ اِلَّا ھُوَ (انعام۔۱۷)
اگر خدا تجھے کوئی ضرر پہنچانا چاہے۔ تو پھر اس کو دور کرنے والا اس کے سوا کوئی نہیں۔

ا۔ یہ حدیث کا ایک ٹکڑا ہے۔ جس کو امام مسلم نے ۴۸۶ میں کتاب الصلوٰۃ کے باب ایقال فی الرکوع والسجود کے تحت حدیث عائشہ سے نقل کیا ہے۔

قُلْ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَعْصِمُکُمْ مِّنَ اللّٰہِ اِنْ اَرَادَ بِکُمْ سُوْٓءً ا اَوْ اَرَادَ بِکُمْ رَحْمَۃً (احزاب۔۱۷)
آپ کہہ دیجئے کہ کون تم کو اللہ کی دستبرد سے بچائے گا۔ اگر وہ تمہارے ساتھ برا کرنا چاہے۔ یا تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرنا چاہے۔
پھر اپنی دعا کتاب الٰہی اور اللہ کے رسول پر ایمان کے اقرار کے ساتھ ختم کرے اور یہی اقرار نجات کا بذریعہ اور دنیا وآخرت کی کامیابی کی کنجی ہے۔ نیند کے سلسلے میں آپ کا یہی طریقہ تھا۔

لَوْ لَمْ یَقُلْ اِنِّی رَسُوْلٌ لَکَا
نَ شَاھِدٌ فِی ھَدْیِہٖ یَنْطِقُ

اگر یہ نہ فرماتے کہ میں رسول خدا ہوں۔ تو آپ کے طریقے خود بول اٹھتے کہ آپ ضرور نبی ہیں اور آپ گواہی دیتے۔

ظظظ

فصل (۱۰۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیداری کا انداز

آپ کا طریقہ بیداری یہ تھا کہ آپ علی الصباح بانگ مرغ کے ساتھ بیدار ہوتے۔ پھر خدا کی حمد کرتے اور

اس کی تکبیر بجالاتے اور کلمہ توحید الٰہی پڑھتے اور اس سے دعا کرتے پھر مسواک کرتے اور وضو کی تیاری فرماتے۔ وضو کے بعد اپنے رب کے سامنے نماز کی ادائیگی کے لئے کھڑے ہوجاتے۔ اپنی گفتگو کے ذریعہ اس سے مناجات کرتے اور اس کی حمد وثنا بیان کرتے اور اس سے امید کرتے۔ اس میں ذوق وشوق کا اظہار فرماتے اور اس کی گرفت سے خائف رہتے۔ اب آپ خود فیصلہ کریں کہ دل وجسم اور روح وقوی ظاہری و باطنی اور دنیا وآخرت کی نعمتوں کی حفاظت کا اس سے بہتر طریقہ کیا ہوسکتا ہے۔

ظظظ

فصل (۱۰۴)

ریاضت جسم انسانی

آپ کی حرکت وسکون کا اندازہ یعنی آپ کی ریاضت کے سلسلے میں پوری ایک فصل بیان کرتے ہیں۔ تاکہ آپ کے طریقہ کے بارے میں معلوم ہوجائے کہ آپ کی ریاضت کا انداز نہایت درجہ کامل بہتر اور موزوں ترین تھا۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ بدن اپنے بقاء کے لئے غذا ومشروب کا محتاج ہے اور غذا کا ہر جزو جزو بدن بن جائے ایسا بھی نہیں ہوتا۔ بلکہ ہر ہضم کے موقع پر غذا کا کچھ نہ کچھ حصہ باقی رہ جانا ضروری ہے۔ جب ہضم کا یہ پسماندہ حصہ جو جزو بدن نہیں ہوسکا تھا۔ ایک مدت تک جمع ہوتے ہوئے۔ بڑی مقدار میں اکٹھا ہوجاتا ہے اور اس کی کمیت کے ساتھ کیفیت میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے۔ تو پھر کمیت سے یہ نقصان ہوتا ہے کہ سدے پیدا کردیتا ہے اور بدن میں گرانی کا سبب بن جاتا ہے اس سے مرض اقتباس پیدا ہوتا ہے اور اگر استفراغ کیا جائے۔ تو بدن میں دواؤں کی وجہ سے ہونے والے استفراغ سے اذیت پہنچ جاتی ہے۔ اس لئے کہ مستفرغ دوائیں اکثر تیز ہوتی ہیں۔ یہاں تک کہ ان کی تیزی اور سمیت دور دور تک سرایت کرجاتی ہے اور اس استفراغ سے بدن کے اچھے اجزاء بھی بدن سے خارج ہوجاتے ہیں اور کبھی کیفیت سے ضرر پہنچتا ہے۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ بدن میں سخونت پیدا ہوجاتی ہے۔ یا بدن متعفن ہوجاتا ہے، یا کبھی بالکل سرد پڑ جاتا ہے۔ یا اس کی کیفیت کے اثرات یہاں تک پہنچتے ہیں کہ حرارت عزیزی اس کی پختگی نہیں کرپاتی۔

فضلات کے سدے بہر حال نقصان دہ ہیں۔ چھوڑ دیئے جائیں۔ تب بھی اور افراستفراغ کیا جائے تب بھی مضر ہیں اور فضلات کی افزائش کو روکنے میں سب سے زیادہ معاون حرکت انسانی ہے۔ اس لئے کہ حرکت انسانی سے اعضاء میں حرارت آجاتی ہے اور اعضا سے فضلات اس حرارت کے باعث باہر نکل پڑتے ہیں اور اس حرکت کی وجہ سے فضلات اور سدے بہت دنوں تک اکٹھا نہیں ہوپاتے اور بدن میں پھرتی اور نشاط جاری ساری ہوجاتی ہے اور اس میں غذا قبول کرنے کی صلاحت ابھرتی ہے جوڑ مضبوط ہوتے ہیں۔ رگوں اور پٹھوں میں جان پڑجاتی ہے اور تمام

مادی امراض سے رہائی ہوجاتی ہے اور اکثر امراض سوء مزاجی سے بھی نجات مل جاتی ہے۔ بشرطیکہ ریاضت مقررہ مقدار میں وقت متعین پر کی جائے اس سے دوسری تدابیر بھی درست ہوجاتی ہیں۔

ریاضت کا وقت غذا کے معدہ سے خالی ہوجانے اور پورے طور پر ہضم ہوجانے کے بعد ہی ہے۔ اس معتدل ریاضت سے بشرہ میں سرخی آجاتی ہے۔ سانس بڑا ہوتا ہے اور بدن نم ہوتا ہے۔ لیکن جس ریاضت میں پسینہ بہہ پڑے تو وہ مفرط ہے جس عضو کو بھی ریاضت میں لگا دیا جائے۔ اس سے اس کی قوت بڑھ جاتی ہے۔ بالخصوص مذکورہ بالا طریقہ پر بلکہ ہر قوت کے لئے حرکت وریاضت ضروری ہے۔ لہٰذا جو اپنے حافظہ کو مشق پر لگا دے۔ اس کا حافظہ قوی ہوجاتا ہے اور جو اپنی فکر کو کام میں لگا دے۔ اس کی قوت مفکرہ قوی ہوجاتی ہے۔ بدن کے ہر عضو کے لئے الگ الگ ریاضت کا انداز ہے۔ سینے کے لئے تجوید قرآن ریاضت ہے۔ اس میں ابتداء مدھم آواز سے شروع کرے پھر بتدریج آواز بلند کی جائے۔ کان کی ریاضت بتدریج آواز کے سننے سے ہوتی ہے اور زبان کی ریاضت گفتگو کے ذریعہ اسی طرح نگاہ کی ریاضت دیکھنے سے اور پیروں کی ریاضت بتدریج آہستہ آہستہ چلنے سے ہوجاتی ہے لیکن گھوڑے کی سواری۔ تیر اندازی پہلوانی کشتی اور دوڑنے میں مقابلہ یہ سب جسم کی ریاضت ہیں۔ اس سے مزمن (دائمی) امراض ہمیشہ کے لئے جڑ سے ختم ہوجاتے ہیں جیسے جذام، استسقاء اور قولنج وغیرہ۔

نفس انسانی کی ریضات کا طریقہ علم وادب۔ مسرت وشادمانی صبر واستقلال۔ پیش قدمی اور سخاوت، کار خیر وغیرہ ہیں جن سے نفس کی ریاضت ہوتی ہے اور نفس کی سب سے بڑی ریاضت مستقل مزاجی، محبت، شجاعت اور احسان ہے۔ چنانچہ ان چیزوں کے ذریعہ آہستہ آہستہ نفس کی ریاضت برابر ہوتی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ یہ صفات نفوس انسانی میں راسخ ہوجاتی ہیں اور ملکات کی حیثیت اختیار کر لیتی ہیں۔

اب اگر اس سلسلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کا بنظر غائر دیکھیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ آپ کا طریقہ حفظان صحت اور حفظان قومی کا اعلیٰ ترین فارمولہ ہے اور اسی سے سعادت دارین بھی وابستہ ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ نماز فی نفسہ حفظان صحت کا اعلیٰ اصول ہے۔ اس کی ادائیگی سے اخلاط جسم انسانی اور فضلات رویہ میں کمی آتی ہے اور یہ چیز بدن کے لئے مفید ترین ہے۔ مزید برآں ایمان کی حفاظت اور اس کی تقویت بھی اس سے حاصل ہوتی ہے اور سعادت دارین کا راز مضمر ہے۔ اسی طرح رات کو نماز پڑھنا حفظان صحت کا اعلیٰ ترین ذریعہ ہے اور امراض مزمنہ میں سے اکثر کو روکنے کے لئے مفید ترین نسخہ ہے اور اس سے بدن روح اور دل میں نشاط پیدا ہوتا ہے۔

جیسا کہ صحیحین ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

يَعْقِدُ الشَّيْطٰنُ عَلٰى قَافِيَةِ رَاسِ اَحَدِكُمْ اِذَا هُوَ نَامَ ثَلَاثَ عُقَدٍ يَضْرِبُ عَلٰى كُلِّ عُقْدَةٍ عَلَيْكَ لَيْلٌ طَوِيْلٌ فَارْقُدْ فَاِنْ هُوَ اسْتَيْقَظَ فَذَكَرَ اللّٰهَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ فَاِنْ تَوَضَّأَ انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ ثَانِيَةٌ فَاِنْ صَلّٰى انْحَلَّتْ عُقْدَةٌ كُلُّهَا فَاَصْبَحَ نَشِيْطًا طَيِّبَ النَّفْسِ وَاِلَّا

أَصْبَحَ خَبِيثَ النَّفْسِ كَسْلَانَ ۱؎

۱؎ بخاری نے ۳/۲۱۹/۳ میں کتاب التہجد باب عقد الشیطن علیٰ قافیۃ الراس اذالم یصل کے ذیل میں نقل کیا ہے اور امام مسلم نے ۷۷۶ میں کتاب صلوٰۃ المسافرین باب ماروی فی من نام اللیل اجمع حتی اصبح کے تحت اس کو حدیث ابو ہریرہ سے ذکر کیا ہے۔

شیطان تم میں سے ہر ایک کی گدی پر تین گرہ لگاتا ہے۔ جب وہ سوتا اور ہر گرہ پر پڑھتا ہے۔ کہ رات گہری لمبی ہے۔ سورتے رہو۔ اگر وہ بیدار ہو کر خدا کو یاد کیا تو ایک گرہ کھل جاتی ہے۔ پھر اگر وضو کرلیا تو دوسری گروہ کھل جاتی ہے اور اگر اس نے نماز پڑھ لی تو پھر ساری گرہیں کھل جاتی ہیں اور سونے والا چاق وچوبند ہو جاتا ہے اور اگر اس نے ایسا نہیں کیا تو نفس کی خباشت کے ساتھ طبیعت میں تکسل پیدا ہو جاتا ہے۔

شرعی روزے کے حفظان صحت کے لئے مفید ہونے اور نفس اور بدن دونوں ہی کے لئے بہترین ریاضت ہونے کا کون انکار کرسکتا ہے۔ جس کو بھی عقل سلیم ہوگی وہ اس کی خوبیوں کا بہرحال اعتراف کرے گا۔

اسی طرح جہاد کو دیکھئے کہ اس میں کتنی حرکات دریاضات ہیں جن سے جسم انسانی قوت پڑتی ہے اور یہ حفظان صحت بدن ودل کی نچگی اور ان دونوں کے فضلات ردیہ کو خارج کرنے کا بہترین طریقہ ہے اور اسی سے رنج وغم اور حزن وملال دور ہوتا ہے۔ جس کی اہمیت صرف خوش نصیب لوگ ہی سمجھ پاتے ہیں۔ اسی طرح سے حج اور اس کے اعمال قربانی، گھوڑوں کی دوڑ کا مقابلہ، نیزہ بازی، تیراندازی، اور ضروریات زندگی کے لئے چلنا پھرنا۔ بھائیوں کی خبر گیری ان کے حقوق کی ادائیگی اور ان میں سے بیمار لوگوں کی مزاج پرسی اور ان کے جنازوں کو کندھادے کر دفن پہنچانے کا حال ہے اور ایسے ہی جمعہ اور دوسری نمازوں کی جماعت میں شرکت کرنے کے لئے مسجدوں تک چل کر آنا جانا۔ وضو اور غسل کی حرکات وغیرہ۔

دیکھا آپ نے کہ یہ وہ ریاضتیں ہیں۔ جن سے حفظان صحت کے اصول کی نشاندہی ہوتی ہے۔ ایک مسلمان کی صحت ان ریاضتوں اور اعمال کے ذریعہ بازیاب ہوتی ہے جسم سے غیر ضرورت فضلات خارج ہوتے ہیں۔ یہ تو دنیاوی منافع رہے۔ پھر اس کو شریف محمدی اور دنیوی وآخرت کی بھلائیوں تک پہنچانے کے لئے بنایا اور دنیا وآخرت کے شرور کے بچنے کا ذریعہ بنایا۔ یہ مستزاد منافع ہیں۔

اس بیان سے آپ کو بخوبی معلوم ہوگیا ہوگا کہ آپ کی سنت میں معروف طب سے کہیں زیادہ دلوں اور جسموں کی حفاظت اور صحت کے لئے نسخے موجود ہیں اور اسی طریقہ نبوی کو اپنا کر حفظان صحت ممکن ہے اور دلوں اور جسموں کی جملہ بیماریوں کا علاج کیا جاسکتا ہے۔ جس کو پیغمبر خدا کہ.......... وہدایت کامل کا یقین ہوگیا۔ وہ جانتا ہے کہ اس کے آگے کوئی دوسرا راستہ غیر سلائی کا نہ جسم کے لئے نہ قلب کے لئے اور نہ دنیا وآخرت کے دوسرے مراحل کے لئے ہے۔

ظظظ

(۱۰۵) فصل

طب نبوی میں مباشرت کے اعلیٰ قوانین

جماع اور قوت باہ کے سلسلہ میں بھی آپ کی ہدایات تمام ہدایات سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہیں۔ ان کو اپنا کر صحت کی حفاظت کرنی ممکن ہے اور اسی کے ذریعہ لذت و سرور کا پورا پورا سامان فراہم کیا جاسکتا ہے اور جماع اور قوت باہ کی وضع جن مقاصد کے پیش نظر کی گئی ہے ان کا حصول بھی آپ ہی کے طریق پر چل کر ممکن ہے۔ جماع تین باتوں کے لئے وضع ہوئی ہے اور یہی جماع کے حقیقی مقاصد ہیں۔

پہلا مقصد: نسل انسانی کا بقاء و دوام جماع ہی کے ذریعہ پوری بنی نوع انسان کا بقاء ممکن ہے اور خدا نے انسانوں کی جو تعداد بھی اپنے علم کے مطابق دنیا میں متعین فرمائی ہے۔ اس کی تکمیل کا واحد ذریعہ جماع ہے۔

دوسرا مقصد: اس رطوبت کا اخراج جس کے رک جانے اور جمع ہو جانے سے سارے بدن کو نقصان و ضرر سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔

تیسرا مقصد: خواہش پوری کرنا، لطف اندوزی، اور نعمت الٰہی سے بہرہ ور ہونا ہے اور یہی ایک نفع ہے۔ جو انسان کو جنت میں حاصل ہوگا۔ کیونکہ وہاں نہ اضافہ نسل ہوگا اور نہ احتقان منی کو بذریعہ جماع استفراغ کرنا مقصود ہوگا۔

دنیا کے تمام بڑے فاضل اطباء کا خیال ہے کہ جماع حفظان صحت کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ منی جوہر پر نار اور ہوا کا غلبہ ہوتا ہے اور اس کا مزاج حار رطب ہے۔ اس لئے کہ اس کا وجود اس خاصل صاف خون سے ہوتا ہے۔ جو اعضائے اصلیہ کہ غذا کے کام آتا ہے۔ جب منی کی حقیقت واضح ہوگئی تو یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ اس کو بدن سے جدا کرنا اور خارج کرنا کسی بڑے مقصد کے پیش نظر ہی ہوسکتا ہے اور وہ نسل انسانی کی حفاظت اور جمع شدہ منی کو اخراج کرنا ہے۔ چنانچہ جس کی منی رک گئی وہ بہت موذی امراض کا شکار ہوتا ہے۔ مثلاً وسوسے، جنون، مرگی، وغیرہ قاتل اور مہلک امراض سے دوچار ہوتا ہے اور اس کے صحیح استعمال سے انسان ان امراض خبیثہ سے اک[illegible]ط رہتا ہے۔ اس لئے کہ اگر زیادہ دنوں تک رکی رہ جائے تو فاسد ہو جاتی ہے اور زہریلی صورت اختیار کر لیتی ہے۔ جو امراض رویہ کا سبب بنتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا اسی وجہ سے جماع نہ کرنے کے باعث جب منی کی کثرت ہوتی ہے تو طبیعت اس کو احتلام کے ذریعہ نکال دیتی ہے۔

بعض دانشوروں کا کہنا ہے کہ انسان کو خود سے تین معاہدے کر لینا چاہیے۔ پہلا تو یہ کہ چہل قدمی کرنا نہ ترک کرے۔ اگر کبھی کسی ضرورت کے پیش نظر ترک کردے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ دوسرا یہ کہ کھانا ترک نہ کرے۔ کہ اس سے آنتوں میں تنگی ہو جاتی ہے اور تیسرا معاہدہ یہ کہ جماع کرنا نہ چھوڑے، اس لئے کہ جس کنویں سے پانی

نہیں نکالا جاتا وہ خشک ہوجاتا ہے اور محمد بن زکریا کا بیان ہے کہ جو عرصہ تک جماع نہ کرے تو اس کی اعصابی قوت جاتی رہے گی اور منی کے راستے مسدود ہوجائیں گے اور اس کا عضو تناسل سکڑ جائے گا مزید بیان کیا کہ میں نے ایک جماعت کو دیکھا کہ اس نے خشک مزاجی اور زہد و درع کے باعث جماع کرنا چھوڑ دیا تو ان کے جسم ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کے لئے نقل و حرکت دشوار ہوگئی اور ان پر بغیر کسی سبب کے مشکلات کا نزول ہوا۔ ان کی خواہشات ختم ہوگئیں اور ہاضمہ کمزور ہوگیا۔

جماع کرنے کا ایک فائدہ یہ ہے کہ آدمی کی نگاہ پست ہوجاتی ہے۔ نفس پر کنٹرول ہوجاتا ہے اور حرام کاری سے ... رہتا ہے اور اسی جذبہ کے تحت اسے نکاح کی خواہش اور عورت کے حصول کی تمنا ابھرتی ہے۔ جس سے اسے دنیاوی واخروی دونوں نفع حاصل ہوتے ہیں اور عورت سے الگ نفع اٹھاتا ہے۔ اسی وجہ سے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم اس کا بے حد لحاظ رکھتے اور اسے پسند فرماتے۔ آپ خود فرماتے تھے کہ تمہاری دنیا کی دو چیزیں مجھے بہت پسند ہیں۔ ایک عورت، اور دوسری خوشبو [1]

کتاب "الزاہد" میں امام بن حنبلؒ نے اسے حدیث کے بارے میں ایک لطیف نکتہ بیان کیا ہے۔ کہ میں کھانے پینے سے تو رک سکتا ہوں۔ لیکن عورتوں سے جماع سے رکنا میرے لئے مشکل ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو شادی کرنے کی ترغیب دلائی ہے آپ نے فرمایا۔

تَزَوَّجُوا فَاِنِّی مُکَاثِرٌبِکُمُ الْاُمَمَ [2]

شادی کرو اس لئے کہ میں بروز قیامت دیگر امتوں کے مقابل تمہاری کثرت پر فخر کروں گا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

---

[1] امام احمد بن حنبل نے ۳/ ۱۲۸، ۱۹۹، ۲۸۵ میں، نسائی نے ۷/ ۶۱ میں کتاب عشرۃ النساء کے باب حب النساء کے ذیل میں اس کو حدیث انس بن مالک سے نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے۔

[2] حدیث صحیح ہے۔ اسی لفظ کے ساتھ بیہقی نے "شعب الایمان" میں حدیث ابوامامہ سے بیان کیا ہے اور ابوداؤد نے ۲۰۵۰ میں اس کی تخریج کی۔ نسائی نے ۶/ ۶۵، ۶۶ میں حدیث معقل بن یسار کو بایں الفاظ مرفوعاً نقل کیا ہے۔ تَزَوَّجُوا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌبِکُمُ الْاُمَمَ یعنی زیادہ بچہ جننے والی اور بے پناہ پیار و محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو۔ اس لئے کہ میں دوسری امتوں کی مقابل تمہاری کثرت پر بروز قیامت فخر کروں گا۔ اس کی سند حسن ہے۔ انس بن مالک کی حدیث اس کی شاہد ہے۔ جس کو امام احمد نے ۳/ ۱۵۸، ۲۴۵ میں نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ اس کو ابن حبان نے ۱۲۲۸ میں صحیح قرار دیا ہے۔

خَیْرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَکْثَرُ ھَا نِسَاءً [1]

اس امت کا بہترین وہ شخص ہے۔ جس کے پاس زیادہ بیویاں ہوں۔

دوسری حدیث میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِنِّی اَتَزَوَّجُ النِّسَاءَ وَ اَنَامُ وَ اَقُوْمُ وَ اَصُوْمُ وَ اُفْطِرُ فَمَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی

۲ـ
میں عورتوں سے ہمبستری کرتا ہوں سوتا ہوں۔ جاگتا بھی ہوں۔ روزہ رکھتا ہوں اور بلا روزے بھی رہتا ہوں۔ لہٰذا جس نے میری سنت وطریقہ سے انحراف کیا وہ مجھ سے نہیں۔

دوسری جگہ آپ نے نوجوانوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔

يَامَعْشَرَ الشَّبَابِ! مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْكُمُ الْبَاءَةَ فَلْيَتَزَوَّجْ فِاِنَّهُ اَغَضُّ لِلْبَصَرِ وَاَحْفَظُ لِلْفَرْجِ وَمَنْ لَمْ يَسْتَطِعْ فَعَلَيْهِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّهُ لَهُ وِجَاءٌ ۳ـ

اـ اس حدیث کو بخاری نے ۹/۹۹ میں بیان کیا ہے۔

۲ـ امام بخاری نے ۹/۸۹، ۹۰، میں کتاب النکاح کے باب الترغیب فی النکاح کے تحت اور امام مسلم نے ۱۴۰۱ میں کتاب النکاح کے باب استحباب النکاح لمن تاقت نفسہ الیہ کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۳ـ امام بخاری نے اس کی تخریج ۹/۹۲، ۹۵، میں اور مسلم نے ۱۴۰۰ میں حدیث عبداللہ بن مسعود سے کی ہے۔ "الباءۃ" نکاح نے کنایہ ہے اور جماع پر بھی باءۃ کا اطلاق ہوتا ہے۔ اس کی اصل وہ جگہ ہے۔ جہاں انسان پناہ لیتا ہے اور اسی وجہ سے اس کو نکاح سے تعبیر کرتے ہیں۔ اس لئے کہ جب کوئی کسی عورت سے شادی کرتا ہے۔ تو اسے کسی مقام پر ٹھہراتا ہے۔ "اَلْوِجَاءُ" دونوں خصیوں کر کوٹنا اور بے طاقت بنا دینا "الاخصاءُ" دونوں خصیوں کو باہر نکال دینا، یہاں مراد یہ ہے کہ روزہ شہوت کو کمزور اور ختم کر دیتا ہے۔ جیسا کہ خصیہ باہر نکالنے سے قوت باہ کمزور ہو جاتی ہے۔

نوجوانو! جن کو قوت مباشرت ہو اسے شادی کر لینی چاہیے۔ اس لئے کہ اس سے نگا ط رہتی ہے اور شرم گاہ کی حفاظت ہوتی ہے اور جو اس کی استطاعت نہیں رکھتا اسے روزہ سے رہنا چاہیے۔ اس لئے کہ روزہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے جب ایک شادی شدہ عورت سے نکاح کیا تو آپ ان سے فرمایا۔

هَلاَّ بِكْرًا تُلاَعِبُهَا وَتُلاَعِبُكَ اـ

تو نے کنواری عورت سے شادی کیوں نہ کی کہ تم اس سے کھیلتے اور وہ تمہارے ساتھ کھیلتی۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں انس بن مالک کی حدیث روایت کی ہے۔ کہ انس بن مالک نے بیان کیا ہے۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَرَادَ اَنْ يَّلْقَى اللّٰهَ، طَاهِرًا مُطَهَّرًا فَلْيَتَزَوَّجِ الْحَرَائِرَ ۲ـ

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اللہ سے پاک وصاف حالت میں ملنا چاہتا ہے اسے آزاد عورتوں سے شادی کرنی چاہیے۔

اور سنن ابن ماجہ میں ہی حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت

اـ امام بخاری نے ۹/۱۰۴، ۱۰۶ میں کتاب النکاح کے باب تزویج الثیبات کیا ور امام مسلمؒ نے ۳/۱۲۲۱ میں کتاب المساقاۃ باب بیع البعیر واستثناء رکوبہ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ حدیث نمبر ۱۱۰ ہے اور ۲/۱۰۸۷ میں کتاب الرضاع کے باب استحباب انکاح البکر کے ذیل میں نقل کیا ہے۔ حدیث کا نمبر

۵۶، ۵۷ ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۱۸۶۲ میں کتاب النکاح باب تزوجی الحرائر والولود کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں کثیر بن سلیم راوی ضعیف ہے اور سلام بن سلیمان بن سوار ایک راوی ہے۔ جس کے بارے میں ابن عدی کا کہنا ہے کہ اس کی روایت میں منکر احادیث پائی جاتی ہیں۔

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ دو اٹوٹ پیار و محبت کرنے والے کے لئے نکاح سے بہتر کوئی چیز ہم نہیں پائی۔ ا۔

صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر کی حدیث مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلدُّنْیَا مَتَاعٌ وَخَیْرُ مَتَاعِ الدُّنْیَا اَلْمَرْأَۃُ الصَّالِحَۃُ ۲۔

دنیا ایک پونجی ہے اور دنیا کی سب سے عمدہ پونجی نیک بیوی ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کے لوگوں کو حسین وجمیل دیندار کنواری عورتوں سے شادی کرنے کی ترغیب دلاتے تھے اور سنن نسائی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے بیان کیا کہ

سُئِلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ؟ قَالَ الَّتِیْ تَسُرُّہٗ اِذَا نَظَرَ وَتُطِیْعُہٗ اِذَا اَمَرَ وَلَا تُخَالِفُہٗ فِیْمَا یَکْرَہُ فِیْ نَفْسِہَا وَمَالِہٖ ۳۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ بہترین عورت کی کیا خصوصیت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب شوہر اس کی طرف دیکھے۔ تو اس کو خوش کر دے اور جب کسی کام کا حکم دے تو اس کی تعمیل کرے اور شوہر کی مخالفت اپنے بارے میں اور اس کے مال میں نہ کرے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۱۸۴۷ میں کتاب النکاح کے باب ماجاء فی فضل النکاح کے تحت اور حاکم نے ۲/ ۱۶۰ میں اور بیہقی نے ۷/ ۷۸ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

۲۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ۱۴۶۷ میں کتاب الرضاع کے باب خیر متاع الدنیا المرأۃ الصالحۃ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

۳۔ نسائی نے ۶/ ۶۸ میں کتاب النکاح باب ایُّ النِّسَاءِ خَیْرٌ کے تحت اس کو بیان کیا ہے اور امام احمد بن حنبل نے ۲/ ۲۵۱ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔

صحیحین میں حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا۔

تُنْکَحُ الْمَرْأَۃُ لِمَالِہَا وَلِحَسَبِہَا وَلِجَمَالِہَا وَلِدِیْنِہَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاکَ ا۔

عورت سے شادی اس کے مال، اس کے حسب ونسب اس کے حسن وجمال یا اس کی دینداری کی بنیاد پر کی جاتی ہے۔ تو دیندار عورت سے شادی کرنے میں کامیابی حاصل کر تیرے ہاتھ خاک آلودہ ہوں۔

آپ زیادہ بچہ جننے والی عورت سے شادی کرنے کی ترغیب دلاتے اور بانجھ عورت کا ناپسند فرماتے جیسا کہ سنن ابوداؤد میں معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے خدمت نبوی میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھے ایسی عورت سے عشق ہو گیا ہے۔ جو عالی خاندان کی ہے اور حسن و جمیل بھی ہے۔ مگر وہ بانجھ ہے، کیا میں اس سے شادی کر لوں؟ تو آپ نے فرمایا۔

تَزَوَّجُوْا الْوَلُوْدَ الْوَدُوْدَ فَاِنِّی مُکَاثِرٌ بِکُمْ ۲؎

زیادہ بچہ جننے والی بے انتہا پیار و محبت کرنے والی عورت سے شادی کرو۔ کہ میں بروز قیامت تمہاری کثرت کو دیکھ کر دیگر امتوں پر فخر کروں گا۔

ا؎ امام بخار ینے ۹/ ۱۱۵، ۱۱۶ میں کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین کے تحت اور امام مسلم نے ۱۴۶۶ میں کتاب الرضاع باب استحباب نکاح ذات الدین کے ذیل میں حدیث ابوہریرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول تربیت یداک کا معنی ابھارنا اور ترغیب دلانا ہے۔ اصل میں یہ محتاجی کی دعا ہے۔ کہا جاتا ہے ترب الرجل جب وہ محتاج ہو۔ اس کا مقصد بددعا کرنا نہیں بلکہ یہ ایک کلمہ تھا جو اہل عرب کی زبان پر جاری تھا۔ جیسا وہ کہتے ہیں۔ لا ارض لک، لا ام لک، ولا ابا لک، وغیرہ یہ سب تکلمیہ کلام ہیں ان کا حقیقی معنی مقصود نہیں۔

۲؎ اس کی تخریج جلد ہی گذر چکی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

ترمذی میں معقل بن یسارؓ سے مرفوعاً روایت مذکور ہے۔

اَرْبَعٌ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِیْنَ اَلنِّکَاحُ وَالسِّوَاکُ وَالتَّعَطُّرُ وَالْحِنَاءُ ا؎

انبیاء کی چار سنتیں ہیں۔ شادی، مسواک خوشبو اور حنائی۔

جامع میں ''حِنَائی'' نون اور یاء کے ساتھ یعنی حناء اور حیاء دونوں مروی ہیں ۲؎۔

میں نے ابوالحجاج کو کہتے سنا کہ صحیح لفظ ختان ہے اور نون کنارے سے ساقط ہو جانے کی وجہ سے حناء لوگوں نے پڑھ دیا۔ اسی طرح کی بات محاملی نے ابوعیسیٰ ترمذی کے استاذ سے ذکر کی ہے۔

آدمی کو جماع کرنے سے پہلے بیوی کے ساتھ کھیل کود بوسہ بازی کرنا اور زبان چوسنا چاہیے۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جماع سے قبل اپنی بیوی کے ساتھ کھیلتے تھے ان کا بوسہ لیتے تھے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں روایت کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جماع سے پیشتر حضرت عائشہؓ کا بوسہ لیتے اور ان کی زبان چوستے تھے۔ ۳؎

جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ملاعبت سے پیشتر جماع کرنے سے منع فرمایا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کبھی تمام ازواج مطہرات کے ساتھ جمع کرتے پھر ایک بار غسل کر کے پاکی حاصل کر لیتے اور کبھی ہر ایک کے لئے الگ الگ غسل فرماتے، امام مسلم نے صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اوازج مطہرات

۱۔ ترمذی نے ۱۰۸۰ میں کتاب اول النکاح کے تحت اور احمد نے ۵ / ۴۲۱ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند میں مجہول روای ہے۔

۲۔ سند میں ''والحیائی'' لفظ صراحتاً مذکور ہے۔

۳۔ ابوداؤد نے ۲۳۸۶ میں کتاب الصوم باب الصائم یبلع الریق کے تحت اور احمد نے ۶ / ۱۲۳، ۲۳۴ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں محمد بن دینار ازدی سیئی الحفظ اور ان کے استاد محمد بن اوس عبدی بھی غلط بیانی میں معروف و مشہور رہیں۔

سے مباشرت فرماتے پھر ایک مرتب غسل فرمالیتے۔ ۱؎

ابوداؤد نے سنن میں ابورافع مولیٰ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک رات تمام ازواج مطہرات سے مباشرت فرمائی۔

اور ہر ایک سے مباشرت کے بعد غسل فرمایا میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپ سب کے بعد ایک مرتبہ غسل فرمالیتے۔ آپ نے فرمایا ہاں یہ بات تو درست ہے۔ مگر صفائی طہارت اور پاکیزگی میں یہ بڑھا ہوا ہے۔ ۲؎

جب جماع کرنے والا ایک مرتبہ عورت سے جماع کرنے کے بعد غسل سے پہلے ہی دوسری مرتبہ جماع کی خواہش کرے تو اس کے لئے شریعت نے دو جماع کے وقفہ میں وضو کا حکم دیا ہے چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں حضرت ابوسعید خدری کی حدیث نقل کی ہے۔ حضرت ابوسعید خدری نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اَتٰی اَحَدُکُمْ اَھْلَہٗ ثُمَّ اَرَادَ اَنْ یَّعُوْدَ فَلْیَتَوَضَّأْ ۳؎

جب کوئی اپنی بیوی سے ہمبستر ہو اور پھر دوبارہ مباشرت کرنا چاہے تو اسے وضو کر لینا چاہیے۔

جماع کے بعد غسل اور وضو کر لینے سے ایک قسم کا نشاط پیدا ہوتا ہے۔ دل کو شگفتگی حاصل ہوتی ہے اور جماع سے بعض تحلل کی تلافی بھی ہو جاتی ہے اور اعلیٰ درجہ کی پاکیزگی اور طہارت ہو جاتی ہے اور اس کے ذریعہ حرارت عزیزی بدن کے اندرونی حصہ میں اکٹھا کرنے کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ جب کہ جماع کی وجہ سے یہ حرارت منتشر ہو جاتی ہے اور نظافت کے حصول کا موقع بھی دستیاب ہو جاتا ہے۔ جو خدا کو بہت محبوب ہے اور نظاف کا برعکس طریقہ

۱۔ امام مسلم نے صحیح مسلم ۳۰۹ میں کتاب الحیض کے باب جواز نوم الجنب کے ذیل میں اس کی تخریج کی ہے۔

۲۔ ابوداؤد نے ۲۱۹ میں کتاب الطہارۃ کے باب الوضوء لمن اراد ان یعود کے تحت اس کو نقل کیا ہے اور ابن ماجہ نے ۵۹۰ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن قرار دینے کے قابل ہے۔

۳۔ امام مسلم نے اس کی تخریج ۳۰۸ میں کی ہے۔

بھی ختم ہو جاتا ہے۔ جو جماع کے لئے اعلیٰ درجہ کی تدبیر ہے اور قوی جسمانی اور صحت کی پوری حفاظت بھی ہو جاتی

ہے۔

ظظظ

فصل (۱۰۶)

جماع کا بہترین وقت اور دیگر زریں اصول

جماع کا بہترین وقت یہ ہے کہ جماع غذا کے ہضم ہونے کے بعد کیا جائے۔ بدن میں اعتدال ہو۔ نہ گرمی ہو نہ ٹھنڈک نہ خشکی ہو اور نہ رطوبت نہ امتلاء شکم ہو اور نہ شکم بالکل خالی ہو۔ البتہ پر شکم ہو کر جماع کرنے سے جو ضرر ہوتا ہے۔ وہ خالی پیٹ جماع کرنے سے ہونے والے ضرر کے مقابل کمتر ہوتا ہے۔ اسی طرح کثرت رطوبت کے موقع پر جماع کرنے سے جو ضرر ہو گا وہ یبوست کے وقت جماع کرنے سے ہونے والے ضرر سے کم ہو گا اور حرارت بدن کے جماع برودت کے وقت کئے جانے والے جماع سے کم نقصان دہ ہو گا آدمی کو پوری طرح جوش اور شہوت کے وقت ہم بستر ہونا چاہیے۔ کہ آدمی کا عضو تناسل پوری طرح ایستادہ ہو اور اس استادگی میں کسی تکلف اور کسی تخیل صورت کو دخل نہ ہو اور نہ بار بار عورت کو دیکھنے کے باعث ہوئی ہو اور یہ بھی مناسب نہیں کہ خواہ مخواہ شہوت جماع کو ابھارے اور خود کو بلا ضرورت اس میں مشغول کرے۔ البتہ اگر کثرت منی ہو استادگی پوری ہو اور شہوت بھی پورے پور پر ہو اور جماع کرنے کی غیر معمولی خواہش ہو تو جماع کرنا چاہیے۔ ایسی بوڑھی عورتوں اور کمسن لڑکیوں سے جماع نہ کریں جن سے لوگ عادتاً جماع نہیں کرتے یا ایسی عورت جس کو خواہش جماع نہ ہو مریضہ، بدشکل، نفرت انگیز عورتوں سے جماع کرتے سے قوی جسمانی کمزور ہوتے ہیں اور یوں بھی جماع کی خاصیت ضعف پیدا کرنا ہے اور بعض اطباء کا جو یہ خیال ہے کہ شادی شدہ عورتوں سے جماع کرنا کنواری لڑکیوں سے زیادہ مفید اور صحت کے لئے نفع بخش ہے۔ ان کا یہ خیال بالکل غلط ہے اور ان کا یہ قیاس مبنی بر فساد ہے اس سے بہتیروں نے گریز کیا اور یہ بات عقلاء اور دانشوروں کے خلاف ہے اور اس پر طبیعت و شریعت کا بھی اتفاق نہیں۔

کنواری عورتوں سے جماع کرنے میں عجیب خاصیت ہے۔ اس عورت اور اس سے جماع کرنے والے مرد کے درمیان گہری محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ عورت کا دل شوہر کے پیار و محبت سے لبریز ہوتا ہے اور دونوں کی محبت کے درمیان کوئی دیوار حائل نہیں ہوتی اور یہ تمام لذت و محبت شادی شدہ عورت میں پائی نہیں جاتی۔

چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ کیوں نہیں تو نے کسی کنواری عورت سے شادی کر لی اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جنت میں جن حوروں کو ازدواجی تعلق کے لئے رکھ چھوڑا ہے۔ وہ کنواری ہوں گی، کسی نے ان کو چھوا بھی نہیں ہو گا، صرف وہی جنت میں چھو سکیں گے۔ جن کے حصے میں وہ آئیں گی۔ حضرت عائشہؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اگر آپ کا گذر ایسے درخت سے ہو۔ جس میں اونٹ چر گیا ہو اور ایسے دوسرے

درخت سے گذرہو۔جس میں سے ابھی کسی اونٹ نے منھ نہ لگایا ہوتو ان دونوں میں سے اپنے اونٹ کو آپ کہاں چرانا پسند کریں گے؟ آپ نے فرمایا کہ جس میں ابھی تک کسی اونٹ نے منھ نہ لگایا ہو ا۔ اس تمثیل سے مراد وہ کنواری لڑکی ہے جس کو ابھی تک کسی مرد نے ہاتھ نہ لگایا ہو وہ میں ہی ہوں۔

کسی پسندیدہ عورت سے جماع کرنے کے بعد کثرت استفراغ کے باوجود بدن میں کمتر کمزوری کا احساس ہوتا ہے اور قابل نفرت ناپسند عورت سے جماع کرنے کے بعد بدن کو بے حد کمزوری کا احساس ہوتا ہے۔ گو کہ استفراغ منی کم ہو اور حائضہ عورت سے جماع کرنا۔فطرت وشریعت دونوں کے خلاف ہے اور یہ نہایت ضرر رساں ہے۔تمام اطباء اس سے کلی طور پر پرہیز کرنے کا مشورہ دیتے ہیں۔

ا۔ امام بخاری نے ۹/ ۱۰۴ میں کتاب نکاح الابکار کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔

جماع کی سب سے عمدہ صورت یہ ہے کہ مرد عورت کے اوپر ہو اور ملاعبت اور بوسہ بازی کے بعد عورت کو چت لٹا کر اس سے جماع کرے۔ اسی وجہ سے عورت کو فراش کہتے ہیں۔خود پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْوَالَدُ لِلْفِرَاشِ ا۔ یعنی لڑکا عورت کے لئے ہے۔ یہاں عورت کو فراش سے تعبیر کیا گیا اور یہ مرد کا عورت پر مکمل حاکیت کو ثابت کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوَّامُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ (نسائ: ۳۴)

مرد عورتوں پر حاکم مقرر کئے گئے ہیں۔

اِذَا رُمْتُهَا كَانَتْ فِرَاشًا يُقِلُّنِيْ

وَعِنْدَ فَرَاغِيْ خَادِمٌ يَتَمَلَّقُ

جماع کے وقت جب میں فرج دخول کرتا ہوں تو وہ بے چین ہوتی ہے اور انزال ہو جانے کے بعد ایک چاپلوس نوکر بن جاتی ہے۔

اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ (بقرہ: ۱۸۷)

وہ (عورتیں) تمہارے لئے لباس ہیں اور تم (مرد) ان کی پوشش ہو۔

اور اس انداز میں جماع کرنے سے لباس کا معنی پورے طور پر صادق آتا ہے۔اس لئے کہ مرد کا فراش اس لئے لباس ہے اور اسی طرح عورت کا لحاف اس کا لباس ہے۔غرض جماع کا یہ عمدہ اندازی آیت سے ماخوذ ہے اور یہی انداز شوہر و بیوی میں سے ہر ایک کا دوسرے کے لئے للباس ہونے کا استعارہ بہتر طور پر کام دیتا ہے اور اس میں ایک دوسرا پہلو بھی ہے۔ وہ یہ کہ جماع کے وقت عورت کبھی کبھی مرد سے بالکل چمٹ جاتی ہے اس طرح عورت مرد کے لئے

ایک لباس کی طرح بن جاتی ہے۔شاعر نے کیا خوب منظر کشی کی ہے ۲؎

۱؎ امام بخاری نے ۵/ ۲۷۸ میں کتاب الوصایا باب قول الموصی لوصیہ تعاہد ولدی کے تحت اور امام مسلم نے ۱۴۵۷ میں کتاب الرضاع باب الولد للفراش کے ذیل میں اس کو حدیث عائشہ سے نقل کیا ہے۔

۲؎ اس شاعر کا نام نابغہ جعدی ہے۔یہ شعر اس کے شعر کے دیوان کے ص ۸۱ پر اور الشعر والشعراء کے صفحہ ۲۹۶ پر موجود ہے۔

اِذَامَا الضَّجِيعُ ثَنَى جِيدَهَا

وَثَنَتْ فَكَانَتْ عَلَيْهِ لِبَاسَا

جماع کرنے کے وقت جب سونے والی اپنی صراحی وار گردن گھماتی ہے۔تو مجھ سے اس طرح چمٹ جاتی ہے۔جیسے کہ وہ میرا لباس ہو۔

جماع کی بدترین صورت یہ ہے کہ عورت مرد کے اوپر ہو اور مرد پشت کے رخ سے عورت سے جماع کرے یہ طبعی شکل کے بالکل مخالف ہے۔جس انداز پر اللہ تعالیٰ نے مرد وعورت کو پیدا فرمایا ہے۔بلکہ یوں کہیے کہ نر اور مادہ کو پیدا کیا۔

اس میں بہت سی خرابیاں ہیں۔منجملہ خرابیوں میں سے ایک خرابی یہ ہے منی کا پوری طرح سے اخراج دشوار ہوتا ہے اور کبھی عضو مخصوص میں منی کا کچھ حصہ باقی رہ جاتا ہے جو متعفن ہوکر فاسد ہو جاتا ہے جس سے جامع نقصان اٹھاتا ہے اور کبھی کبھی یہ بھی ہوتا ہے کہ فرج کی رطوبات عضو تناسل میں بہہ کر چلی جاتی ہے۔اس طرح سے رحم کو پوری طرح سے منی کو قابو میں رکھنا اور روکنا مشکل ہوتا ہے۔چنانچہ تخلیق میں وقت ہوتی ہے۔نیز طبعی اور شرعی طور پر اس کام کے لئے عورت مفعول ہے۔تو جب فاعل بن جائے گی۔تو یہ طبیعت وشریعت دونوں کے خلاف ہوگا اور اہل کتاب اپنی عورتوں سے جماع ان کے پہلو کے بل کنارے سے کیا کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ طریقہ جماع عورت کے لئے آسان ترین ہوگا۔

قریش اور انصار اپنی عورتوں سے پیچھے کی طرف سے جماع کرنا پسند کرتے تھے اس کو یہود نے معیوب قرار دیا۔اس پر خدا نے یہ آیت کریمہ نازل فرمائی۔

نِسَآئُو كُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ فَأْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ ا؎ (بقرہ: ۲۲۳)

تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتی ہیں جس طرف سے چاہو اپنی کھیتی میں آؤ۔

۱؎ ابوداؤد نے ۲۱۶۴ میں کتاب النکاح باب فی جامع النکاح کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں اس کی شاہد حدیث ام سلمہ ہے۔جس کو اسی طرح احمد نے ۶/ ۳۰۵، ۳۱۰، ۳۱۸ میں روایت ہے اور ترمذی نے ۲۹۸۳ میں۔دارمی نے ۱/ ۲۵۶ میں ذکر کیا اس کی اسناد صحیح ہے۔

صحیح بخاری ومسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ یہود کا خیال تھا کہ جب کوئی مرد اپنی بیوی سے پیچھے کی طرف سے اس کی فرج میں جماع کرتا ہے تو بچہ احول (بھینگا) پیدا ہوتا ہے۔اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت کریمہ "نساؤکم حرث لکم الخ نازل فرمائی۔

صحیح مسلم کی ایک روایت بایں الفاظ ہے کہ اگر خواہش ہو تو آگے کی جانب سے یا پیچھے کی جانب سے جماع کرے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں، البتہ یہ یاد رہے کہ جماع صرف ایک ہی سوراخ یعنی فرج ہی میں ہو۔ ا؎

مجبیۃ: اوندھے منھ ہونا اور صمام واحد ہے۔ مراد عورت کی شرم گاہ جو کھیتی اور افزائش نسل کا مقام ہے۔ لیکن عورت کی سرین میں جماع کرنے کو تاریخ میں کسی نبی برحق نے مباح نہیں قرار دیا اور جس نے بعض اسلاف کی طرف یہ نسبت کی کہ انہوں نے عورت کی سرین میں جماع کرنے کو مباح قرار دیا انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا۔

چنانچہ سنن ابوداؤد میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَلْعُوْنٌ مَنْ اَتَى الْمَرْاَةَ فِيْ دُبُرِهَا ٢؎

کہ وہ شخص ملعون ہے۔ جو عورت کی سرین میں جماع کرے۔

احمد اور ابن ماجہ کی روایت کے الفاظ تو اس سے بھی زیادہ سخت ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نظر رحمت نہیں کرے گا۔ جس نے اپنی عورت کے مقعد میں جماع کیا۔ ٣؎

ا؎ بخاری نے ٨ / ١٤٣ میں کتاب التفسیر باب نسآؤکم حرث لکم کے تحت اور امام مسلم نے ١٤٣٥ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

٢؎ احمد نے ٢ / ٤٤٤، ٤٧٩، میں ابوداؤد نے ٢١٦٢ میں اس کی تخریج کی اور بوصیری نے اس کی اسناد کو صحیح قرار دیا۔ اس کی شاہد ایک حدیث ہے۔ جس کو ابن عدی ٢١١ / ١ میں اور طبرانی ''اوسط'' میں اسی طرح ''المجمع'' ٤ / ١٩٩ میں حدیث عقبہ بن عامر سے روایت کیا اس کی سند حسن ہے۔ جس سے اس کی تقویت ہو جاتی ہے۔

٣؎ احمد نے ''مسند'' ٢ / ٢٧٢، ٣٤٤ میں ابن ماجہ نے ١٩٢٣ میں اس کو بیان کیا اس کی شاہد ایک حدیث ہے۔ جس کی سند حسن ہے۔ جس کو ترمذی نے حدیث ابن عباس سے ذکر کیا ہے اور ابن حابن نے ١٣٠٢ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

اور ترمذی و احمد بن حنبلؒ کے الفاظ یوں ہیں۔

مَنْ اَتَى حَائِضاً اَوِ امْرَاَةً فِيْ دُبُرِهَا اَوْ كَاهِنًا فَصَدَّقَهُ فَقَدْ كَفَرَ بِمَا اُنْزِلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ا؎

جو شخص حائضہ عورت سے یا اپنی بیوی سے اس کی مقعد میں جماع کرے یا کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی بات کی تصدیق کرے۔ تو اس نے پیغمبر خدا شریعت کا کلیۃً انکار کیا۔

اور بیہقی کے الفاظ اس طرح کہ مردوں اور عورتوں میں سے جس نے بھی کسی مقعد میں کچھ تو اس نے کفران نعمت الٰہی کیا۔

مصنف وکیع میں روایت ہے کہ مجھ سے زمعہ بن صالح نے حدیث بیان کی انہوں نے طاؤس سے انہوں نے اپنے باپ سے اور ان کے باپ نے عمرو بن ربیع سے روایت کی ہے اور عمرو بن ربیع نے عبداللہ بن یزید سے روایت کی انہوں نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

کہ ان کی مقعدوں میں جماع نہ کرو ۲؎

ترمذی میں مطلق بن علی سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورتوں کی سرین میں جماع نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔ ۳؎

۱؎ ترمذی نے ۱۳۵ میں، ابن ماجہ نے ۶۳۹ میں اور امام احمد نے ۲/۴۰۸، ۴۷۶، ۴۰۸ میں اور ابوداؤد نے ۳۹۰۴ میں اور داروی نے ۱/۲۵۹ میں حدیث ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔ اس کی سند قوی ہے۔

۲؎ زمعہ بن صالح ضعیف راوی ہے۔ منذری نے ''الترغیب والترا ہیب ۳/۲۰۰ میں اس کا ذکر کر کے بیان کیا ہے کہ اس سے ابویعلی نے جید سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور ھیثمی نے ''مجمع الزوئدا'' ۴/۲۹۸، ۲۹۹ میں اس کا ذکر کیا اور اس کی نسبت طبرانی نے ''الکبیر'' اور بزار بڑھادی ہے اور کہا کہ ابویعلی کے رواۃ صحیح کے ہیں۔ یعلیٰ بن یمان اس سے الگ ہیں۔ کیونکہ یہ ثقہ ہیں۔

۳؎ ترمذی نے ۱۱۶۴ میں، داری نے ۱/۲۶۰ میں ذکر کیا اور ترمذی نے اس کو حسن قرار دیا اور ابن حبان (حاشیہ جاری)

اور ''الکامل'' میں ابن عدی کی ایک حدیث ہے جس کو محاملی سے انہوں نے سعید بن یحییٰ بن جبیر اموی سے روایت کیا انہوں نے بیان کیا کہ مجھ سے محمد بن حمزہ نے حدیث بیان کی انہوں نے زید بن رفیع سے انہوں نے ابو عبیدہ سے اور انہوں نے عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت کیا آپ نے فرمایا کہ عورتوں کی سرین میں جماع نہ کرو۔ ۱؎

حضرت ابوذر نے بھی مرفوعاً روایت کی ہے کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو عورتوں یا مردوں کی مقعد میں جماع کرے۔ وہ خدا اور رسول کا منکر ہے۔

اسماعیل بن عیاش نے سہیل بن ابی صالح نے انہوں نے محمد بن منکد رہے اور انہوں نے جابر بن عبداللہؓ سے مرفوعاً روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ خدا سے شرم کرو کہ خدا حق بات کے کہنے سے شرماتا نہیں کہ عورتوں کی مقعد میں جماع نہ کرو۔ اسی حدیث کو دار قطنی نے ان لفظوں میں بیان کی کہ اللہ تعالیٰ حق بات کہنے سے شرماتا نہیں تمہارے لئے جائز نہیں کہ عورتوں کی سرین میں جماع کرو۔ ۲؎

علامہ بغویؒ نے بیان کیا کہ مجھ سے ہدبہ نے حدیث بیان کی انہوں نے کہا کہ مجھ سے ہمام نے حدیث بیان کی انہوں نے بیان کیا کہ قتادہ سے پوچھا گیا کہ جو شخص اپنی بیوی کی دبر میں جماع کرے اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مجھ سے عمرو بن شعیب نے عن ابیہ عن جدہ کے واسطہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ لواطت صغریٰ ہے۔

''گذشتہ سے پیوستہ'' نے صحیح کہا ہے۔ اس کی شاہد حدیث خزیمہ بن ثابت شاہد ہے۔ جس کو امام شافعیؒ نے ۲/۳۶۰ میں، امام احمد نے ۲/۲۱۳ میں اور طحاوی نے ۲/۵۲ میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے ابن حبان نے ۱۲۹۹ میں اور ابن ملقن نے ''خلاصۃ البدر المنیر'' میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ حافظ ابن حجر نے فتح الباری ۸/۱۴۲ میں بیان کیا کہ یہ حدیث صالح الانساد احادیث میں سے ہے۔

۱؎ ابوعبیدہ کا سماع اپنے باپ سے ثابت نہیں اور اس باب میں حضرت علی سے ایک حدیث مروی ہے۔ جس کو امام احمد بن حنبل نے نقل کیا ہے۔ اس کے

تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

۲۔ دار قطنی نے ۳ / ۲۸۸ میں اس کو ذکر کیا اور دھیثمی نے "المجمع" میں اس کا تذکرہ کیا اور کہا کہ اس کو لبرانی نے روایت کیا ہے۔ اس کے تمام رواۃ ثقہ ہیں۔

امام احمد نے "مسند" میں حدثنا عبدالرحمن قال حدثنا ھمام أخبرنا عن قیادۃ عن عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ سند حدیث بیان کر کے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ا۔

اور مسند میں بھی عبداللہ بن عباس سے روایت منقول ہے کہ آیت نسآؤکم حرلث لکم الخ انصاریوں کے حق میں نازل ہوئی رسول اکرم کی خدمت اقدس میں آ کر آپ سے اس کے متعلق دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا کہ آگے پیچھے کی کوئی بات نہیں۔ جماع فرج میں کرنی چاہیے چاہے جس طرح سے بھی ہو ۲۔

مسند میں عبداللہ بن عباس سے روایت ہے کہ عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ خدمت نبوی میں تشریف لائے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں تو برباد ہو گیا آپ نے دریافت کیا کہ تمہاری بربادی کا کیا سبب ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ کل رات میں نے اپنی بیوی سے پیچھے سے جماع کر لیا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا کہ وحی نازل ہوئی اور یہ آیت کریمہ نسآؤکم حرث لکم رسول خدا پر نازل ہوئی یعنی آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی جماع کرو اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ حائضہ عورت اور عورت کی دبر میں جماع کرنے سے بچو ۳۔

ا۔ امام احمد نے ۲۰۶۷/۶ اور ۶۹۶۷ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے۔ اس کو منذری "الترغیب والترہیب" ۳/۲۰۰ میں بیان کیا اور اس کی نسبت بزار کی طرف کر دی اور فرمایا کہ ان دونوں حدیثوں کے تمام رواۃ صحیح ہیں اور ھیثمی نے "المجمع" ۳/۲۹۸ میں اس کو نقل کیا ہے اور اس کی نسبت "ادسپ" میں طبرانی کی طرف کی اور کہا کہ احمد کے رواۃ سب صحیح ہیں۔ لیکن ان دونوں کے مذکورہ قول قابل غور ہیں۔ اس لئے کہ محدثین کی مشہور اصطلاح تو یہ ہے کہ اس طرح کا اطلاق صرف ان راویوں پر ہوتا ہے۔ جن سے شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے روایت کی ہو اور عمرو بن شعیب سے شیخین یا ان میں سے کسی ایک نے بھی روایت نہیں کی اور طبرانی نے ۲/۲۳۴ میں احمد نے ۲۹۶۸ میں بیہقی نے ۷/۱۹۹ میں قتادہ سے روایت نقل کی ہے۔ جو یوں ہے، حدسنی عقبۃ وساج عن ابی الدرداء قال فی اتیان المرأۃ فی دبرھا وَھَلْ یفعل الا کافر یعنی عورتوں کی دبر میں صرف کافر شخص ہی جماع کر سکتا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

ا۔ احمد نے ۱/۲۹۷ میں ترمذی نے ۲۹۸۴ میں اس کو بیان کیا اس کی سند حسن ہے۔

۳۔ احمد نے ۱/۲۹۷ میں ترمذی نے ۲۹۸۴ میں اس کو بیان کیا اس کی سند حسن ہے۔

ترمذی میں ابن عباسؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر کرم نہیں کرے گا۔ جو عورت یا مرد کی سرین میں جماع کرے۔ ا۔

ہم...... اس سے پہلے ابو علی حسن بن حسین بن دوما کی حدیث بیان کر چکے ہیں۔ جو براء بن عازب سے مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس امت کے دس قسم کے لوگ خدائے بزرگ و برتر کے منکر ہے۔ قاتل، جادوگر، دیوث، بیوی کی سرین میں جماع کرنے والا، زکوۃ نہ دینے والا، اسلام کے خلاف جرسرپیکار لوگوں کو ہتھیار بیچنے والا، اور جو شخص ذوری المحارم سے نکاح کرے۔ ۲۔

عبداللہ بن وہب نے بیان کیا کہ مجھ سے عبداللہ بن لھیعہ نے مشرح بن ھاعان عن عقبہ بن عامر کے

واسطہ سے حدیث بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَلْعُوْنٌ مَنْ يَاتِي النِّسَآءَ فِي مَحَاشِّهِنَّ يعني أَدْبَارِهِنَّ ۳ ۔

وہ شخص ملعون ہے۔ جو عورتوں کی سرین یعنی ان کی مقعد میں جماع کرتا ہے۔

اور مسند ''حارث بن ابی اسامۃ'' میں ابو ہریرہ وابن عباسؓ کی حدیث مذکور ہے۔

ان دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے ہم لوگوں کو خطبہ دیا اور مدینہ طیبہ میں آپ کا یہ آخری خطبہ تھا۔ اس کے بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ اس خطبہ میں آپ نے ہم کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔

مَنْ نَكَحَ امْرَأَةً فِي دُبُرِهَا أَوْ رَجُلاً أَوْ صَبِيًّا حُشِرَ يَوْمَ الْقِيمَةِ يَتَأَذّى بِهِ النَّاسُ حَتّى يَدْخُلَ النَّارَ وَ اَحْبَطَ اللّٰهُ اَجْرَهُ وَلاَ يُقْبَلُ مِنْهُ صَرْفًا وَلاَ عَدْلاً وَيَدْخُلُ فِي تَابُوْتٍ مِنْ نَارٍ وَيُشَدُّ عَلَيْهِ مَسَامِيْرُ مِنْ نَارٍ

ا۔ ترمذی نے ۱۱۶۵ میں اس کی تخریج کی اس کی سند حسن ہے اور ابن حبان نے ۱۳۰۲ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

۲۔ سیوطی نے الجامع الصغیر میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کو ابن عساکر کی طرف منسوب کیا ہے اور اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا ہے۔

۳۔ اس کی سند حسن ہے، ابن عدی نے ''الکامل'' ۲۱۱/ا میں اس کی تخریج کی ہے اور اس کی شاہد ابو ہریرہ کی حدیث گذر چکی ہے۔

جو شخص کسی عورت کی سرین یا مرد یا لڑکے کی مقعد میں مباشرت کرے وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھایا جائے گا کہ اس سے مردار سے بھی زیادہ بدبو آئے گی۔ جس سے تمام لوگ پریشان ہوجائیں گے۔ تاکہ آنکہ وہ داخل جہنم ہوجائے گا۔ خدا اس کے اعمال خیر کو برباد کردے گا اور اس کو اس کی واپسی یا معاوضہ نہ ملے گا اور آتشیں تابوت میں اس کو داخل کیا جائے گا اور اس کے اوپر آتشیں کیلیں بھی ٹھونکی جائیں گی۔

حضرت ابو ہریرہ نے بیان کیا کہ جس نے اس فعل بد سے توبہ نہ کی اس کے لئے یہ عذاب ہے۔

ابو نعیم اصبہانی نے خزیمہ بن ثابت کی حدیث مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ اظہار حق میں نہیں شرماتا۔ تم اپنی بیویوں کی سرین میں جماع نہ کرو۔ ا۔

امام شافعی نے نقل کیا کہ مجھ کو میرے چچا محمد بن علی بن شافع نے خبر دی انہوں نے بیان کیا کہ مجھ کو عبداللہ بن علی بن سائب نے خبر دی۔ انہوں نے عمرو بن احیحہ بن جلاح سے انہوں نے خزیمہ بن ثابت سے روایت کی کہ ایک شخص نے عورتوں کو پیچھے سے جماع کرنے کی بابت سوال کیا آپ نے فرمایا۔ حلال ہے جب وہ مڑا تو آپ نے اس کو بلا کر دریافت کیا کہ تم نے کس طرح کہا تھا۔ دونوں سوراخوں یا دونوں شگافوں میں سے کس میں یا دونوں سرینوں میں سے کس سوراخ میں کہا۔ کیا اس کے پیچھے سے اس کی فرج میں جماع کرنے کے متعلق سوال کیا تھا۔ اگر تو نے یہ سوال پوچھا تھا تو یہ جائز ہے اور اگر عورت کے پیچھے سے اس کی دبر میں جامع کرنے کے بارے میں تیرا سوال ہے تو یہ جائز

نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اظہار حق سے شرم نہیں کرتا تم عورتوں سے ان کی سرین میں جماع نہ کرو۔ ۲؎

ا؎ حلیۃ الاولیاء ۸/ ۱۳۶۷ اس کی سند ضعیف ہے۔

۲؎ یہ حدیث ہے۔ اس کو امام شافعی نے ۲/ ۲۶۰ میں ذکر کیا ہے اور ان ہی سے بیہقی نے ۷/ ۱۹۶ میں اس کو نقل کیا ہے اور طحاوی نے ۲/ ۲۵ میں نسائی نے "العشرۃ" میں ابن حبان نے ۱۲۹۹ اور ۱۳۰۰۰ میں اس کی تخریج کی ہے اور ابن ملقن نے "خلاصۃ لبذر المنیر" میں ور ابن حزم نے "المحلی ۱۰/ ۷۰" میں اس کو بیان کیا اور منذری نے ۳/ ۲۰۰ میں اس کو جید قرار دیا ہے۔

ربیع نے بیان کیا کہ حضرت امام شافعیؒ سے پوچھا گیا کہ اب آپ کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ میرے چچا ثقہ ہیں اور عبداللہ بن علی بھی ثقہ ہیں اور عمرو بن جلاح کے بارے میں لوگ اچھی رائے ہی رکھتے ہیں اور حزیمہ بن ثابت کے ثقہ ہونے کے بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں لیکن میں دبر میں جماع کرنے کی رخصت نہیں دیتا بلکہ اس سے منع کرتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ اس بیان سے یہ بات واضح طور سے ثابت ہوگئی۔ کہ اس روایت سے اس غلط روایت کو شیوع ہوا۔ جس سے ہمارے اسلاف کے متعلق دبر میں جماع کرنے کی اباحت کا مسئلہ مشہور ہوگیا۔ حالانکہ یہ بھی ایک طریقہ جماع تھا۔ کہ آدمی عورت کے پیچھے سے اس کی فرج میں جماع کرتا۔ اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ وہ پیچھے سے اس کی دبر میں جماع کرے اور سننے والے کو من اور فی لفظ میں اشتباہ ہوگیا اور اسی بناء پر دونوں میں تمیز نہ کرسکے۔ اباحت سلف وائمہ کا حقیقی مسئلہ یہ رہا اور کسی غلط بیان اس کو غلط انداز میں پیش کرکے فحش غلطی کی۔ قرآن نے خود اعلان کر دیا۔

فَأْتُوهُنَّ مِنْ حَيْثُ أَمَرَكُمُ اللّٰهُ (بقرہ۔ ۲۲۲)

یعنی عورتوں سے اسی مقام میں جماع کرو جہاں کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔

مجاہد نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن عباس سے اس آیت فاتوھن من حیث امرکم اللہ کا مطلب دریافت کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ جس مقام میں جماع کرنے کا خدا نے حکم دیا ہے۔ وہیں جماع کرو اور ایام حیض میں جماع سے بچے رہو اور علی بن ابی طلحہ نے ان سے نقل کیا کہ آپ فرماتے تھے کہ صرف فرج میں جماع کرنا ہے اور اس کے سوا کسی دوسرے جگہ روا نہیں ہے۔

یہ آیت کریمہ عورت کی دبر میں جماع کرنے کی حرمت پر دو سبب سے ولالت کرتی ہے۔ پہلا سبب یہ کہ عورتوں سے جماع کرنا کھیتی کے مقام یعنی پیدائش کے مقام میں مباح ہے یعنی فرج میں مباح ہے۔ نہ کہ مقعد میں جو آلائش کا مقام ہے اور اللہ کے قول من حیث امرکم اللہ سے مراد کھیتی کا مقام یعنی فرج ہے اور ایک دوسری آیت **فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّى شِئْتُمْ** سے بھی فرج میں جماع کرنا مؤکد ہوجاتا ہے اور اسی آیت سے عورت کے پیچھے سے اس کی فرج میں جماع کرنا بھی ثابت ہوگیا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا **أَنَّى شِئْتُمْ** یعنی جس انداز سے بھی آگے یا پیچھے تم چاہو۔ فرج میں جماع کرو۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ "فاتوا حرثکم" میں حرث سے مراد عورت کی فوج ہی ہے۔

اور قابل غور بات یہ بھی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے ایام حیض میں عارضی ضرر کی وجہ سے فرج میں جماع کرنا

حرام قرار دیا تو پھر مقعد میں جماع کرنا کیسے قابل قبول ہوگا۔ جو دوامی آلائش کا مقام ہے۔ مزید برآں اس کے مفاسد بھی غیر معمولی ہیں۔ اس لئے کہ اس سے انقطاع نسل کا مفسدہ تو ہے ہی پھر یہ اباحت عورتوں کی مقعد سے لڑکوں تک پہنچ کر مزید مناسد کا ذریعہ بن جائے گی۔

اس کے علاوہ اس سے حقوق نسوانی کا تلف کرنا بھی لازم آئے گا۔ اس لئے کہ عورت سے جماع کرنا۔ عورت کا حق ہے اور مقعد میں جماع کرنے سے یہ حق بری طرح مجروح ہوتا ہے۔ نہ عورت کی خواہش کی تکمیل ہوگی اور نہ مقصود جماع حاصل ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ مقعد اس کام کے لئے نہیں بنائی گئی ہے اور نہ اس کی تخلیق کا یہ مقصد ہے۔ بلکہ جماع کے لئے فرج ہی ہے۔ لہٰذا جو لوگ فرج کو چھوڑ کر مقعد کی طرف رخ کرتے ہیں۔ وہ شریعت اور حکمت الٰہی دونوں ہی کے منکر ہیں۔

علاوہ ازیں یہ مردوں کے لئے ضرر رساں بھی ہے۔ اسی لئے تمام عضلاء واطباء اس سے روکتے ہیں اور فلاسفہ بھی اس کو سفاہت و جہالت پر محمول کرتے ہیں۔ اس لئے کہ فرج میں قوت جاذبہ ہوتی ہے۔ جو مرد کی رکی ہوئی منی کو جذب کر لیتی ہے۔ جس سے مرد کو آرام ملتا ہے اور مقعد میں جماع کرنے سے رکی ہوئی منی کا پورطرح اخراج نہیں ہو پاتا ایک تو مقعد کے بیرونی سوراخ کی تنگی دوسرے مفعول کے متاذل ہونے کی وجہ سے عضو مخصوص کو جلد از جلد اس سے باہر نکالنے کی خواہش ہوتی ہے۔ اس لئے کہ لواطت غیر طبعی مجامعت ہے۔

اس سے ایک دوسرے طریقہ سے بھی ضرر پہنچتا ہے۔ وہ یہ کہ مقعد کے سوراخ کی تنگی کے باعث عضو مخصوص کو سا میں داخل کرنے میں بڑی جدوجہد کرنی پڑتی ہے۔ جس سے آدمی جلد ہی تھک جاتا ہے اور خلاف امر فطری کا احساس الگ ہوتا ہے۔

مقعد گندگی اور آلائش کا مقام ہے اور لواطت کرتے وقت اپنی تمام آلائشوں کے ساتھ سامنے ہوتی ہے اور بعض اوقات عضو مخصوص آلائش سے آلودہ ہو جاتا ہے۔

عورت کو بھی اس سے سخت نقصان ہوتا ہے اس لئے کہ یہ کام اس کے لئے خلاف طبیعت وفطرت بالکل نادر ہوتا ہے۔ جس سے انتہائی نفرت اور غیر معمولی وحشت پیدا ہوتی ہے۔

اس فعل بد کے باعث انسان کو رنج وغم سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ مستقبل میں افزائش نسل کی طرف سے مایوسی اور ماضی میں ضیاع قوت کا غم لاحق ہوتا ہے۔ دوسرے فاعل اور مفعول ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگتے ہیں۔ اس سے چہرہ سیاہ ہو جاتا ہے اور سینے کا نور ختم ہو کر ظلم آ جاتی ہے اور دل کی روشنی مدھم پڑ جاتی ہے اور اس کے چہرے پر ہونق کی طرح وحشت برستی رہتی ہے۔ جس کو ادنیٰ فراست والا دیکھ کر بھانپ لیتا ہے۔ آخر میں سخت نفرت اور باہمی بغض وکینہ دونوں کے درمیان پیدا ہو جاتا ہے اور ازدواجی تعلق ٹوٹنے کی منزل تک پہنچ جاتا ہے۔ اس سے کوئی بچ نہیں سکتا ہے اس کار بد کا انجام بہر حال بھگتنا ہی پڑے گا۔

علاوہ ازیں فاعل ومفعول (شوہر و بیوی) کے حالات اس حد تک پیچیدہ ہوجاتے ہیں۔جن کی اصلاح کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔البتہ اگر کسی کو اللہ تعالیٰ سچی توبہ کی روفیق عطا کردے تو اصلاح ممکن ہے۔

نیز اس کا بد سے دونوں کے محاسن یکسر ختم ہوجاتے ہیں اور مصائب اس کی جگہ لے لیتے ہیں۔اسی طرح دونوں کے درمیان محبت والفت ختم ہوجاتی ہے اور اس کی جگہ باہمی بغض وکینہ ایک دوسرے پر طعن و تشنیع ان کا شیوہ بن جاتا ہے۔

اور یہ فعل نعمتوں کے زوال اور غضب الٰہی کے نزول کا سب سے بڑا سبب ہے۔اس لئے کہ یہ لعنت وغضب الٰہی کا سب سے بڑا سبب بنتا ہے اور خدا اس کے فاعل سے کنارہ کش ہوجاتا ہے اور فاعل کی طرف ذرا بھی التفات نہیں کرتا۔اس قابل نفریں فعل کے بعد ہر چیز کی توقع ختم ہوجاتی ہے اور انسان کسی بھی برائی سے محفوظ نہیں رہتا اور وہ بندہ کس طرح زندہ رہ سکتا ہے۔جس پر لعنت الٰہی اور غضب خداوندی برس رہا ہو اور خدا اس سے اپنی رحمت یا نظر پھیر لی اور اس کی طرف کبھی بھی نظر کرم نہیں کرتا۔

لواطت سے حیاء وشرم کا کلیتہ فاتمہ ہوجاتا ہے اور حیاء وشرم ہی سے دلوں کی زندگی برقرار رہتی ہے۔جب دل اسے گنوادے گا۔تو پھر ہر قبیح چیز حسین وجمیل اور ہر اچھائی برائی لگنے لگتی ہے۔اس وقت انسان کا فساد قلبی اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے۔جہاں سے لوٹنا ممکن نہیں ہوتا۔

لواطت سے اس کی طبیعت مسخ ہوجاتی ہے۔جس ترکیب پر خدا نے س کی تخلیق فرمائی تھی وہ ختم ہوجاتی ہے۔انسان اپنی فطرت سے نکل کر ایسی طبیعت میں تبدیل ہوجاتا ہے۔کہ خدا نے اس انداز پر کسی حیوان کو مرکب نہیں فرمایا۔بلکہ وہ طبع منکوس ہے اور جب طبیعت مسخ ہوگئی تو دل بھی مسخ ہوجاتا ہے۔نہ کوئی عمل خیر باقی رہتا ہے۔نہ ہدایت تو اس وقت اعمال خبیثہ اور ھیات شیطانیہ کو عمدہ سمجھنے لگتا ہے اور اب اضطراری طور پر اس کی حالت اس کا عمل اور اس کا انداز گفتگو سب بد سے بدتر ہوجاتا ہے۔

اور اعمال قبیحہ کی انجام دہی میں وہ اتنا جری ہوجاتا ہے کہ اس سے پہلے اس کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور یہ بے حیائی آنے والی نسلوں کے لئے ترکہ بن جاتی ہے۔کمینہ پن سفلہ پن اور رذالت کی سب سے نچلی سطح پر اتر آتا ہے۔

اور انسان بے شرمی اور نفرت کا لبادہ پہن لیتا ہے اور لوگ بھی اس کو اسی لبادہ میں دیکھنا پسند کرتے ہیں۔لوگ اسے کمین اور ذلیل سمجھتے ہیں اور ہر شخص اس کو ایک گھٹیا اور کمتر انسان جانتا ہے۔

خدا کی بے شمار رحمتیں اور اس کی سلامتی اس ذات اقدس پر نازل ہو جس کی ہدایت وشریعت کی اتباع سے ہم کو سعادت دارین نصیب ہوئی اور جس مخالفت نے ہم کو دونوں جہاں کی تباہ وبربادی کے راستے پر ڈال دیا۔

صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَصَحْبِہٖ وَسَلَّمَ

ظظظ

فصل (۱۰۷)

مضرت رساں جماع

مضرت رساں جماع کی دو قسم ہے۔ ایک تو شرعی طور پر مضر ہے اور دوسرے فطری طور پر نقصان دہ ہے۔ شرعی طور پر مضر رساں جماع حرام ہے۔ اس کے چند درجات ہیں۔ جو اپنی نوعیت و مراتب کے اعتبار سے مختلف الامکان ہے۔ بعض بہت زیادہ بدتر ہوتی ہے اور تحریم کی سطح بری ہوتی ہے۔ تحریم عارض تحریم لازم سے کمتر درجہ کی ہے۔ جیسے حالت احرام، روزے، اعتکاف میں جماع کی تحریم یا کفارہ ادا کرنے سے پہلے ظہار کرنے والے کے جماع کی تحریم یا حائضہ عورت سے وطی کرنے کی تحریم وغیرہ کہ ان تمام صورتوں میں جماع کرنے پر کوئی شرعی حد جاری نہیں ہوتی۔

تحریم لازم کی دو قسم ہے۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس میں حلت کی کوئی صورت نہ جیسے محرم عورتوں سے جماع کرنا کہ یہ بدترین قسم کی مباشرت ہے۔ ایسے لوگوں کو علماء کی ایک جماعت مثلاً امام احمد بن حنبلؒ وغیرہ کے نزدیک قتل کردینا واجب ہے۔ اس سلسلے میں ایک حدیث مرفوع بھی موجود ہے۔ ا

ا امام احمد نے ۲/۲۹۵ میں ابوداؤد نے ۴۴۵۷ میں، ترمذی نے ۱۳۶۲ میں نسائی نے ۶/۱۰۹ میں ابن ماجہ نے ۲۶۰۷ میں براء بن عازبؓ سے روایت نقل کی ہے وہ یوں ہے۔ لَقِيتُ خَالِيَ وَ مَعَهُ رَايَةٌ فَقُلْتُ لَهُ اَيْنَ تُرِيدُ قَالَ بَعَثَنِي رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِلَى رَجُلٍ نَكَحَ اِمْرَاَةَ اَبِيهِ فَاَمَرَنِي اَنْ اَضْرِبَ عُنُقَهُ مَالَهُ یعنی میں اپنے ماموں سے ملا۔ جو جھنڈا لئے ہوئے تھے۔ میں نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے؟ انہوں نے جواب دیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کی طرف بھیجا ہے۔ جنہوں نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کیا کہ میں اسے قتل کرکے اس کا مال ضبط کرلوں۔ اس حدیث کی سند حسن ہے۔ اس کو ابوداؤد نے بھی ۴۴۵۶ میں مسدد کی حدیث سے عن خالد بن عبداللہ عن مطرف عن ابی الجھم عن البراء بن عازب کی سند کے ساتھ بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ قَالَ بَيْنَا اَنَا اَطُوفُ عَلَى اِبِلٍ لِي ضَلَّتْ اِذْ اَقْبَلَ رَكْبٌ اَوْ فَوَارِسُ مَعَهُمْ لِوَاءٌ فَجَعَلَ الْاَعْرَابُ يُطِيفُونَ بِي لِمَنْزِلَتِي مِنَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذْ اَتَوْا قُبَّةً فَاسْتَخْرَجُوا مِنْهَا رَجُلًا فَضَرَبُوا عُنُقَهُ ' فَسَاَلْتُ عَنْهُ فَذَكَرُوا اَنَّهُ ' اَعْرَسَ بِاِمْرَاَةِ اَبِيهِ میں اپنے گمشدہ اونٹ کی تلاش میں تھا۔ کہ ایک قافلہ جھنڈا کے ہمراہ میرے سامنے آیا (حاشیہ جاری)

جو اس فعل شنیع کو عار سمجھتے ہوں۔ تو چار حقوق پامال ہوتے ہیں اور اگر وہ زانی کی محرم ہے تو اس میں پانچ حقوق تلف ہوتے ہیں۔ ایسی جماع کی مضرتیں تحریم کے درجہ تناسب سے شمار کرنی چاہیے۔

اور طبعاً ضرر رساں جماع کی بھی دو قسمیں ہیں۔ ایک قسم وہ ہے جس میں ضرر کیفیت کے اعتبار سے ہو جس کا بیان اوپر گذر چکا ہے اور دوسری قسم وہ ہے جس میں مقدار و کیمت کے لحاظ سے مضرت ہو۔ مثلاً کثرت جماع کہ اس سے قوت گر جاتی ہے۔ عصاب کمزور پڑ جاتے ہیں۔ رعشہ، فالج اور تشنج جیسی مہلک بیماریاں گھیر لیتی ہیں اور نگاہ اور دیگر اعضاء میں کمزوری آجاتی ہے۔ حرارت غریزی بجھ جاتی ہے اور مجاری بدن کشادہ ہوجاتے ہیں جو فضلات ردیہ موذیہ کی آمجگاہ بن جاتے ہیں۔

جماع کا بہترین وقت غذا کے معدہ میں ہضم ہوجانے کے بعد ہی ہے ساتھ ہی ساتھ موسم کی مناسبت بھی

ضروری ہے۔بھوک کے وقت جماع کرنا ممنوع ہے اس سے حرارت غریزی کم ہوجاتی ہے اور پرشکمی کی حالت میں بھی جماع نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ ایسے وقت میں جماع کرنے سے شدید امراض پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح آدمی تھکا ماندہ ہوتب بھی جماع مضر ثابت ہوتی ہے۔ نیز غسل کرنے اور استفراغ کے بعد اور اسی طرح کسی نفسانی کیفیت مثلاً رنج

"گذشتہ سے پیوستہ" اور دیہات کے لوگ میرے بارے میں تفتیش کرنے لگے کہ میرا حضور اکرمؐ سے کیا تعلق ہے۔ پھر سب ایک قبر کے پاس پہنچے اور اس میں سے ایک شخص کو ڈھونڈھ نکالا اور اس کو قتل کردیا۔ میں نے اس کے بارے میں دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا کہ اس نے اپنے باپ کی بیوی سے نکاح کرلیا تھا۔ اس کی سند صحیح ہے اور یہ مسند ۴/ ۲۹۵ اسباط عن مطرف عن ابی الجھم عن ابی البراء کے طریق سے منقول ہے اور آپ کے قول عرس کے بارے میں خطابی بیان کیا کہ اس نے باپ کی بیوی کو اپنی بیوی بنا کر اس سے جماع کیا۔ اس کی حقیقت جماع گناہ ہے۔ اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ذوات الحرم سے جماع کرنا زنا کے درجہ میں ہے اور لفظ عقد کے مذکور ہونے کی وجہ سے حد ساقط نہیں ہوگی۔ ابن ماجہ نے ۲۶۰۸ میں صحیح سند کے ساتھ عن معاویہ بن قرۃ عن بیہ کے طریق سے یوں روایت کیا قال بعثنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الی رجل تزوج امرأۃ ابیہ ان اضرب عنقہ واصفی مالہ۔

وغم یا فرط مسرت وشادمانی کے وقت بھی جماع بے حد مضر ہے اور جماع کا عمدہ وقت رات کا ایک حصہ گذر جانے کے بعد ہے جب کہ غذا کا ہضم اس کا مقابل نہ ہو پھر جماع کے بعد غسل یا وضو کرے اور سو جائے جماع کے بعد غسل کرنے کے بعد سونے اس کی ضائع شدہ قوت بازیاب ہوجاتی ہے اور جماع کے بعد حرکت وریاضت سے پرہیز کرے کیونکہ اس سے غیر معمولی نقصان کا اندیشہ ہوتا ہے۔

ظظظ

(۱۰۸) فصل

مرض عشق کا علاج نبوی

عشق کا شمار امراض قلب میں ہوتا ہے۔ جو اپنے وجود، اسباب اور علاج تینوں اعتبار سے دیگر امراض سے بالکل جداگانہ ہوتا ہے۔ جب یہ دل میں راسخ ہوجاتا ہے اور پوری طرح گھر کرلیتا ہے تو اس کا علاج اطباء کے لئے دشوار ہوجاتا ہے اور خود مریض بھی اس بیماری سے برگشتہ نظر آتا ہے۔

عشق کا ذکر خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں دو گروہوں کے متعلق کیا ہے۔ ایک عورتوں سے عشق اور دوسرا امرد بچوں سے...... پہلے قسم کا معاشقہ حضرت یوسف علیہ السلام سے عزیز مصر کی بیوی زلیخا کی والہانہ شیفتگی سے متعلق ہے اور دوسرے عشق کا تعلق قوم لوط سے ہے۔

وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا

تُخْزُوْنِ، قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَکَ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِیْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِیْنَ لَعَمْرُکَ اِنَّهُمْ لَفِیْ سَكْرَتِهِمْ یَعْمَهُوْنَ (حجر۔۶۷،۷۲)

اور شہر والے (فرشتوں کی حسین صورتیں دیکھ کر) ایک دوسرے کو خوشخبری دیتے ہوئے آئے حضرت لوطؑ نے فرمایا کہ یہ میرے مہمان ہیں۔ لہٰذا مجھے رسوا نہ کرو اور خدا سے ڈرو اور مجھے ذلیل نہ کرو۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم نے تم کو تمام دنیا کے (لوگوں کی مہمانیوں) سے منع نہیں کیا تھا؟ لوطؑ نے کہا کہ یہ میری لڑکیاں حاضر ہیں۔ اگر تم کرنا چاہتے ہو (تو ان کے عقد کر لو) تیری جان کی قسم وہ اپنی مستی میں جھوم رہے تھے۔

اور بعضوں نے جن کو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبت و منزلت کا صحیح طور پر علم نہیں آپ پر افزاء پردازی کی کہ آپ کو زینت بنت جحش سے عشق ہو گیا تھا اور آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ مُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ۔ اے دلوں کے پھیرنے والے خدا تو پاک ہے اور زینت کو دل دے بیٹھے اور زید بن حارثہ سے فرمایا کہ زینب کو روک رکھو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر یہ آیات نازل فرمائیں۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَیْهِ اَمْسِکْ عَلَیْکَ زَوْجَکَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِکَ مَا اللّٰهُ مُبْدِیْهِ وَتَخْشَى النَّاسَ وَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰهُ ا؎ (احزاب۔۳۷)

اور جب تو اس شخص سے جس پر اللہ نے اور تم نے انعام کیا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ تو اپنی بیوی کو روک رکھ اور خدا سے ڈر اور تو اپنے دل میں اس بات کو چھپا رہا تھا جس کو (آخر کار) خدا ظاہر کرنے والا تھا اور تو (اس کے اظہار میں لوگوں سے ڈرتا تھا۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ زیادہ مقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔

تم اسی آیت کو سامنے رکھتے ہوئے بعض لوگوں نے یہ بدگمانی کی ہے کہ یہ شان عشق محمدی سے ہے اور بعضوں نے تو غضب ہی کر دیا کہ عشق پر پوری ایک کتاب ہی لکھ ڈالی۔ جس

ا؎ یہ بالکل بے بنیاد بات ہے۔ اس کو ابن سعد نے طبقات ۸/۱۰۱، ۱۰۲ میں بیان کیا ہے اور حاکم (حاشیہ جاری)

میں انبیاء کے عشق کا ذکر کیا اور اسی کی مناسبت سے اس واقعہ کو بھی بیان کیا۔ حالانکہ یہ بات اس کے قائل کی جہالت و نادانی اور قرآن سے ناواقفیت اور منزلت انبیاء و رسل سے بے بصیرتی پر دلالت کرتی ہے۔ کہ اس نے قرآن کے حقیقی مفہوم کو بدل کر ایک دوسری بات لکھ دی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی بات کی نسبت کی جس سے خدا نے آپ کی جرات ظاہر کی ہے۔ اس لئے کہ زینب بنت جحش حضرت زید بن حارثہ کی بیوی تھیں۔ جن کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے متبنّٰی بنا لیا تھا۔ چنانچہ ان کو زید بن محمد کے نام سے پکارا جانے لگا اور زینب چونکہ اونچے گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ اس لئے ان کے اندر شان رفعت کے آثار موجود تھے اور حضرت زید بن حارثہ بھی اسی کو محسوس

کرتے تھے۔ اسی لئے انہوں نے ان کے طلاق کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشورہ کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے اس موقعہ پر فرمایا۔

اَمۡسِکۡ عَلَیۡکَ زَوۡجَکَ وَاتَّقِ اللّٰہَ

"گذشتہ سے پیوستہ" نے ۴/ ۲۳ میں محمد بن عمرو اقدی کے طریق سے بیان کیا ہے۔ جو متروک ہے اور بعض لوگوں نے اس پر وضع حدیث کا الزام لگایا ہے۔ انہوں نے عبداللہ بن عامر اسلمی سے روایت کیا ہے۔ جو ضعیف روای اور عبداللہ نے محمد بن یحییٰ بن حبان سے روایت کی ہے۔ لیکن یہ ثقہ ہونے کے باجود تابعی ہیں اور اس کی روایت مرسل ہے۔ اس حدیث کے باطل ہونے پر بہت سے ناقدین نے متنبہ کیا ہے اور فرمایا کہ اس حدیث کے نقل کرنے والوں اور اس سے استدلال کرنے والوں نے فہم آیت میں مقام نبوت کو کما حصہ نہیں پہچانا اور ان کی عقل عصمت نبی کی حقیقت...... پہنچنے میں بڑی حد تک قاصر رہی اور نبی اکرم صلعم نے جو راز رکھا اور آپ تک اسے محدود کیا۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کر دیا وہ آپ کے متعلق خبر تھی کہ زینت عنقریب آپ کی زوجہ ہوگی اور اس کو چھپانے کا اصلی سبب لوگوں کی چہ میگویوں کا اندیشہ تھا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی اور یہاں اللہ کو جاہلیت کی مروجہ رسم باطل کی تردید کرنی مقصود تھی۔ کہ متبنیٰ بنانے کی رسم کا پوری طرح ابطلال ہو جائے کہ آپ اپنے (لے پالک) بیٹے کی بیوی سے شادی کر لی ہے اور یہ عمل لوگوں کے سردار اور ان کے امام کے ذریعہ عمل میں آیا تا کہ وہ اس کو قبول کرنے میں ذرا بھی تال نہ کریں۔ دیکھئے ابن عربی کی کتاب احکام القرآن ۳/ ۱۵۳۰، ۱۵۳۲، فتح الباری ۸/ ۴۰۴ تفسیر ابن کثیر ۳/ ۴۹۰، ۴۹۲ اور روح المعانی ۲۲/ ۲۴، ۲۵۔)

اپنی بیوی کو اپنے پاس روک رکھو اور خدا سے ڈرو۔

اس کے ساتھ ہی آپ کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر زید نے ان کو طلاق دے دی تو میں خود اس سے شادی کرلوں گا۔ البتہ ذہن میں یہ خطرہ بھی تھا کہ اگر میں شادی کرلوں گا تو لوگ چہ میگوئیاں کریں گے۔ کہ لیجئے پیغمبر نے اپنے بیٹے کی بیوی سے شادی کرلی۔ اس لئے کہ زید آپ کے بیٹے مشہور تھے۔ یہی وہ بات تھی جس کو آپ نے اپنے دل میں چھپایا تھا اور یہی خدشہ لوگوں سے آپ کو درپیش تھا یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں آپ نی عطا کردہ نعمتوں کا شمار کرایا اور آپ پر معاتبہ نہیں کیا بلکہ آپ کو آگاہ کیا کہ جس چیز کو خدا نے آپ کے لئے حلال کر دیا۔ اس بارے میں آپ کو لوگوں سے نہیں ڈرنا چاہیے اور صرف خدا ہی سے ڈرنا چاہیے۔ پھر جب خدا نے ایک چیز کو حلال کر دیا تو پھر اس بارے میں لوگوں کی چہ میگوئیاں کا کوئی اندیشہ آپ اپنے دل میں نہ لائیے۔ اس کے بعد خدا نے اطلاع دی کہ زید کے ترک تعلق کے بعد پورے طور پر زینب بنت جحش کو آپ کے نکاح میں دے دیا تا کہ امت محمدیہ اس راہ پر چلنے میں آپ کی تابعداری کرے اور جو چاہے اپنے (لے پالک) بیٹے کی بیوی سے شادی کرے البتہ اس کے اپنے حقیقی لڑکے کی بیوی سے نکاح کرنا جائز نہیں۔ اس کی تحریم کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَحَلَآئِلُ اَبۡنَآئِکُمُ الَّذِیۡنَ مِنۡ اَصۡلَابِکُمۡ (نسائ۔ ۲۳)

اور دوسری سورہ میں فرمایا۔

اور تمہارے صلبی بیٹوں کی بیویاں بھی تم پر حرام کر دی گئیں ہیں۔

...... کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِکُمۡ (احزاب۔ ۴۰)

اسی سورہ کے شروع میں فرمایا۔

(اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں۔

وَمَا جَعَلَ اَدْعِيَآئَ كُمْ اَبْنَآئَ كُمْ ذٰلِكُمْ قَوْلُكُمْ بِاَفْوَاهِكُمْ (احزاب۔ ۴)

اور خدا نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا اصلی بیٹا نہیں بنایا یہ تو تمہاری اپنی منہ سے نکلی ہوئیں باتیں ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس دفاع کو سمجھنے کی کوشش کرو اور الزام تراشوں کی الزام تراشی کا جو دفاع ہم نے کیا ہے۔ اس پر ذرا غور فکر کرو۔

یہ حقیقت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات سے والہانہ محبت فرماتے تھے اور ان میں سب سے زیادہ محبوب عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا تھیں۔ لیکن ہر ایک سے محبت کی ایک حد تھی۔ خواہ وہ عائشہؓ ہوں یا کوئی اور ان کی محبت کو وہ مقام حاصل نہ تھا۔ جو محبت آپ کو باری تعالیٰ سے تھی۔ آپ سے یہ صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ خَلِيْلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَكْرٍ خَلِيْلًا [1]

اگر میں اہل مدینہ میں سے کسی کو دوست بناتا تو ابوبکر کو اپنا دوست بناتا۔

وَاِنَّ صَاحِبَكُمْ خَلِيْلُ الرَّحْمٰنِ [2]

بیشک تمہارا ساتھی تو رحمن کا دوست ہے۔

ظظظ

---

[1] بخاری نے ۷/۱۵ میں کتاب فضائل اصحاب النبیؐ کے باب ''لوکنت متخذا خلیلا'' کے تحت حدیث عبداللہ بن عباس سے اس کی تخریج کی ہے اور امام مسلم نے ۲۳۸۳ میں کتاب فضائل الصحابۃ کے باب من فضائل ابی بکر کے ذیل میں حدیث عبداللہ بن مسعود سے اس کو نقل کیا ہے اور شیخین حدیث ابوسعید خدری سے اس کی تخریج کرنے پر متفق ہیں۔

[2] امام مسلم نے ۲۳۸۳ (۷) میں کتاب فضائل الصحابۃ کے تحت حدیث ابن مسعود سے اس کو ذکر کیا ہے اور امام ترمذی نے ۳۶۵۶ میں بایں الفاظ ''ولکن صاحبکم خلیل اللہ'' نقل کیا ہے یعنی لیکن تمہارا ساتھی اللہ کا دوست ہے۔

(۱۰۹) فصل

عشق الٰہی کا بیان

حسین عورتوں پر جان دینا اور عشق کرنا ایک بلا ہے۔ جس میں وہی دل مبتلا ہوتے ہیں۔ جو محبت الٰہی سے خالی ہوتے ہیں اور خدا سے اعراض کرنے والے ہی اس کا شکار ہوتے ہیں اور جو خدا کی محبت کی تلافی اس کو چھوڑ کر کسی دوسری چیز سے کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن جس کسی کے دل میں خدا کی محبت پیدا ہوجاتی ہے اور خدا سے ملاقات کا شوق موجزن ہوتا ہے۔ تو پھر صورتوں سے شیفتگی کا مرض ختم ہوجاتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت یوسف علیہ السلام کے بارے میں فرمایا۔

كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَ الْفَحْشَآءَ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ (یوسف۔ ۲۴)

ہم اسی طرح اس کو بچاتے رہے تاکہ برائی اور بے حیائی کو اس سے پھیر دیں۔ کیونکہ وہ ہمارے مخلص بندوں میں تھا۔

اس سے معلوم ہوا کہ اخلاص عشق صوری کے دفاع کا سبب ہے۔ بلکہ اس عشق صوری سے جو برائی اور بے حیائی کے نتائج برآمد ہوتے ہیں۔ اس کا بھی یہ دفاع کرتا ہے۔ اس لئے سبب یعنی فحشاء کو ختم کردیا تو اس کے خاتمہ کے بعد سبب بھی ختم ہوجائے گا اسی وجہ سے بعض سلف کا قول ہے کہ عشق خالی دل کی حرکات کا نام ہے۔ یعنی اس کا دل معشوق کے علاوہ ہر چیز سے بالکل خالی ہو۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود اس کا ذکر قرآن میں کیا ہے۔

وَاَصْبَحَ فُؤَادُ اُمِّ مُوْسٰى فٰرِغًا اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ (قصص۔ ۱۰)

اور موسیٰ علیہ السلام کی ماں کا دل ہر چیز سے خالی تھا۔ مگر محبت کے اظہار کا اندیشہ تھا۔

یعنی ان کا دل حضرت موسیٰ علیہ السلام کے علاوہ ہر چیز سے خالی تھا۔ اس لئے کہ ماں کو موسیٰ بے پناہ محبت اور غیر معمولی تعلق تھا۔

عشق دو چیزوں سے مرکب ہوتا ہے۔ معشوق کو اچھا سمجھنا اور اس تک پہنچنے کے حرص کی حد تک خواہش جب ان دونوں میں سے کوئی ایک چیز دل سے نکل جاتی ہے تو عشق کا نشہ بھی ہرن ہوجاتا ہے اور مرض عشق نے بہت سے دانشوروں کو بے دست و پا کردیا اور بعضوں نے اس سلسلے میں ایسی گفتگو اور بحث کی کہ اس کی روشنی میں حقیقت تک رسائی دشوار ترین نظر آئی۔

ہم اس کی وضاحت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا ہمیشہ سے اس کے خلق و امر میں یہ انداز رہا ہے کہ ہم جنسوں میں باہمی مناسبت اور وابستگی خود بخود ہوجائے اور طبعی طور پر ہر چیز کا رجحان اور کھنچاؤ اپنے مناسب و ہم جنس کی طرف ہوتا ہے اور اپنے مخالف سے گریز کرتا ہے اور اس سے طبعاً نفرت پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے عالم علوی اور عالم سفلی دونوں میں ایک دوسرے کے مزاج سے قربت اور باہم دونوں میں یکسانیت کا راز تناسب و تشاکل میں مضمر ہے اور باہم دوری اور ایک دوسرے سے جدائی کا راز باہمی عدم تناسب اور عدم موافقت میں مضمر ہوتا ہے۔ اسی پر پوری کائنات کا نظام قائم ہے۔ ایک مثل دوسری ہم مثل چیز کی طرف مائل ہوتی ہے اور اپنے موافق کی طرف اس کا

رجحان ہوتا ہے اور مخالف اپنے مخالف سے گریز کرتا ہے اور اس سے دوری اختیار کرتا ہے۔ خود اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِیَسْکُنَ اِلَیْهَا
(اعراف۔۱۸۹)

وہی وہ معبود برحق ہے۔ جس نے تم کو ایک جان آدمؑ سے پیدا کیا اور اسی سے اس کا جوڑا بنایا تا کہ وہ اس سے تسکین قلبی حاصل کرے۔

اللہ تعالیٰ نے مرد کے سکون قلبی کا سبب عورت کو بنایا کیونکہ وہ اس کی ہم جنس وہم جوہر ہے چنانچہ اس مذکورہ سکون کی علت حقیقی مرد وزن کے درمیان باہمی والہانہ محبت وشیفتگی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ علت نہ خوبصورتی ہے اور نہ قصد وارادہ میں باہمی موافقت ہے اور نہ ہی وجود وہدایت کی یکسانیت ہے۔ بلکہ یہ تمام چیزیں سکون قلبی اور محبت کے اسباب میں سے ہیں۔

صحیح بخاری کی یہ مرفوع روایت بھی درست ہی معلوم ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ فَمَا تَعَارَفَ مِنْهَا اُئْتَلَفَ وَمَا تَنَاکَرَ مِنْهَا اِخْتَلَفَ ا ؎

روحیں گروہ در گروہ ہیں ان میں سے جو ایک دوسرے متعارف ہوتی ہیں۔ ان میں محبت ہوجاتی ہے اور جو ایک دوسرے نفرین ہوتی ہیں۔ مختلف ہوجاتی ہے اور دور رہ جاتی ہے۔

اور مسند احمد وغیرہ میں اس حدیث کا پس منظر بیان کیا گیا کہ مکہ میں ایک عورت تھی جو لوگوں کو اپنی باتوں سے ہنساتی تھی۔ وہ مدینہ آئی تو اس نے ایک ایسی عورت کے پاس قیام کیا جو خود مسخری تھی۔ اسی موقعہ پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ ۲ ؎

کہ روحیں گردہ در گروہ ہیں۔

ا ؎ امام بخاری نے ۷/ ۲۶۳ میں کتاب الانبیاء کے باب الارواح جنود مجندۃ کے تحت حدیث عائشہؓ سے تعلیقاً اس کو نقل کیا ہے اور امام مسلم نے ۲۶۳۸ میں کتاب البر والصلۃ کے باب الا رواں جنود مجندۃ کے تحت حدیث ابو ہریرہ سے اس کو موصولاً بیان کیا ہے۔

۲ ؎ امام احمد نے ۲/ ۲۹۵، ۵۲۷ میں، ابوداؤد نے ۴۸۳۴ میں اس کو بیان کیا۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ لیکن اس میں اس حدیث کے پیش کرنے کا سبب بیان نہیں کیا اور ابو یعلی نے اس کو عمرہ بنت عبدالرحمن سے بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

قَالَتْ کَانَتْ اِمْرَاةٌ بِمَکَّةَ مَزَّاحَةٌ فَنَزَلَتْ عَلٰی امْرَأَةٍ مِثْلِهَا فِی الْمَدِیْنَةِ فَبَلَغَ ذٰلِکَ عَائِشَةَ فَقَالَتْ صَدَقَ حِبِّیْ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُجَنَّدَةٌ۔

انہوں نے بیان کیا کہ مکہ میں ایک مسخری عورت تھی وہ جب مدینہ میں آئی تو اپنی جیسی مسخری ایک عورت کے پاس قیام کیا یہ خبر جب عائشہؓ کو پہنچی تو فرمایا کہ محبوب نے سچ فرمایا۔ میں نے سنا کہ آپ فرمارہے تھے کہ روحیں گورہ ورگ گردہ ہیں

خدا نے ہمیشہ شریعت مطہرہ میں ایک چیز کے حکم میں اس کے مثل حکم کا لحاظ رکھا ہے۔ اس لئے شریعت میں

دو متماثل چیزوں کا حکم الگ الگ نہیں ہوسکتا اور نہ دو متضاد چیزیں ایک حکم میں ہوسکتی ہیں۔ جس نے اس کے خلاف کوئی نئی بات پیدا کی تو اس کا سبب یہ ہوگا کہ شریعت سے وہ نا آشنا ہے۔ یا اسے تماثل واختلاف کا پورے طور پر عرفان نہیں۔ یا وہ شریعت کی طرف ایسی بات منسوب کرتا ہے۔ جس پر خدا کی جانب سے کوئی دلیل وبرہان نہیں نازل ہوئی بلکہ وہ لوگوں کی اپنی ذاتی رائیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ اور اس کے عدل وانصاف کی وجہ سے مخلوق وشریعت دونوں کا وجود ہوا اور اس کے عدل وانصاف اور میزان کی بنیاد پر مخلوق وشریعت کا قیام عمل میں آیا اور وہ عدل وانصاف اور حکمت کیا ہے؟ محض وہ حکمت دو متماثل چیزوں کے درمیان یکسانیت اور دو مختلف چیزوں کے درمیان تفریق ہے۔

اور یہ اصول جس طرح دنیا میں نافذ ہے۔ اسی طرح قیامت کے دن بھی اس کا نفاذ ہوگا خود باری تعالیٰ نے فرمایا۔

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطِ الْجَحِيْمِ (صافات ۲۲، ۲۳)

ظالموں (مشرکوں) اور ان کے ساتھوں کو اور اللہ کے سوا جن معبودان باطل کی جہ پرستش کرتے تھے۔ سب کو جمع کر کے جہنم کے راستے کی طرف لے جاؤ۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت امام احمد حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ اس آیت میں "ازواجھم" سے ان کے ہم مثل اور ہم جنس لوگ مراد ہیں۔

ارشاد باری ہے۔

وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ (تکویر ۔ ۷)

اور جب نفوس کو ان کے مماثل کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔

یعنی ہر عمل کرنے والے کو اس کے ہم مثل وہم جنس کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ چنانچہ دو محبان خدا جنت میں اکٹھا ہوں گے اور شیطان کی اطاعت میں جان دینے والے جہنم میں ساتھ ساتھ ہوں گے۔ اسی طرح آدمی اس شخص کے ساتھ ہوگا جس سے اس کو محبت تھی خواہ بخوشی ہو یا بکراہت۔

اور مستدرک حاکم وغیرہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی یہ روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

لَا يُحِبُّ الْمَرْءُ قَوْمًا اِلَّا حُشِرَ مَعَهُمْ [1]

آدمی جس قوم سے محبت کرتا ہے۔ ان ہی کے ساتھ اس کا حشر ہوگا۔

محبت کی بہت سی قسمیں ہیں۔ ان میں سب سے قابل قدر اور عمدہ وہ محبت ہے۔ جو خدا کے لئے ہو اور خدا ہی سے ہو اور یہ محبت محبان خدا سے محبت کو مستلزم ہے اور محبت الٰہی سے

---

[1] امام احمد نے ۶ / ۱۵۴، ۱۶۰ میں اس کی تخریج کی اور نسائی نے حدیث عائشہ سے اس کو بایں طور نقل کیا ہے۔ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ

ثَلاثٌ اَحْلِفُ عَلَيْهِنَّ لَا يَجْعَلُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَنْ لَهُ سَهْمٌ فِي الْاِسْلَامِ كَمَنْ لَا سَهْمَ لَهُ فَاَسْهُمُ الْاِسْلَامِ ثَلَاثَةٌ اَلصَّلٰوةُ وَالصَّوْمُ وَالزَّكٰوةُ لَا يَتَوَلَّى اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا فَيُوَلِّيهِ غَيْرَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُحِبُّ رَجُلٌ قَوْمًا اِلَّا جَعَلَهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ مَعَهُمْ وَالرَّابِعَةُ لَوْ حَلَفْتُ عَلَيْهَا رَجَوْتُ اَنْ لَا آثِمَ لَا يَسْتُرُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ عَبْدًا فِي الدُّنْيَا اِلَّا سَتَرَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تین چیزیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں۔ جس کو خدا نے اسلام سے حصہ دیا اور جس کے لئے اسلام سے کوئی حصہ نہیں۔ دونوں کو یکساں نہ کرے گا۔

اسلام کے تین حصے ہیں۔ نماز، روزہ، اور زکوۃ اور خدا کسی بندہ کا دنیا میں ولی بن کر اس کو بروز قیامت کسی دوسرے کے حوالے نے کرے گا اور جو آدمی جس قوم سے محبت رکھتا ہے۔ انہی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس کو رکھے گا اور چوتھی چیز اگر میں اس پر قسم کھاؤں تو امید ہے کہ میں گہنگار نہ ہوں گا۔ جس بندے کی اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عیب پوشی کی قیامت کے دن بھی اس کی عیب پوشی کرتے گا۔ اس کے تمام روای ثقہ ہیں۔ صرف ایک روای شیبہ خضری ضعیف ہے اور مسد میں خضری کے بجائے خضرمی ہے۔ جو کہ تحریف ہے۔ اس کا راوی عروہ ہے۔ جس کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔ لیکن حدیث ابن مسعود جو ابو یعلی سے مروی ہے۔ اس کی شاہد ہے اور حدیث طبرانی جو ابوامامہ سے مروی ہے۔ اس کی شاہد ہے، ان دونوں رواتوں سے یہ صحیح ہو جاتی ہے۔

رسول خدا کی محبت ثابت ہوتی ہے۔

اور اسی محبت کی ایک قسم اور ہے جو کسی خاص طریقہ دن یا مذہب یا صلہ رحمی یا پیشہ یا اس طرح کی بہت سی چیزوں میں اتفاق کی بنیاد پر ہوتی ہے۔

ایک محبت محبوب سے کسی غرض کے حصول کی بنیادی پر ہوتی ہے کہ محبوب سے کوئی رتبہ یا مال حاصل ہوگا۔ یا اس سے تعلیم اور رہنمائی حاصل ہوگی۔ یا اس سے اپنی کوئی ضرورت پوری ہو جائے گی۔ ایسی محبت عارضی ہوتی ہے۔ جو ضرورت پوری ہوتے ہی زائل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مشہور ہے کہ جس نے کسی ضرورت کے تحت تم سے دوستی کی وہ ضرورت پوری ہوتے ہی تم سے تعلق ختم کر لے گا۔

لیکن محبوب اور عاشق میں باہمی مناسبت و یکسانیت کی بنیاد پر جو محبت پیدا ہوتی ہے وہی دائمی محبت ہے۔ جو جلدی فنا نہیں ہوتی ہاں اگر کوئی عارض پیش آ جائے۔ جس سے وقتی طور پر ختم ہو جائے۔ ایسا ممکن ہے اور عشق والی محبت اسی انداز کی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں روحانی طور پر ایک دوسرے کو بہتر سمجھتے ہیں اور نفسیاتی یکسانیت بھی بدرجہ اتم موجود ہوتی ہے۔ اس لئے کہ جب محبت ہوگئی تو پھر اس کو وساوس، عطیات، متعلقین سے تعلقات نیز راہ عشق میں پیش آنے والی چیزوں کو ضیاع و برباد کر دینے سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ تمہارے بیان کے مطابق جب عشق کا حقیقی سبب اتصال اور روحانی تناسب ہے تو پھر یہ تناسب ہمیشہ عاشق و معشوق دونوں طرف کیوں نہیں ہوتا؟ بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ عموماً یہ اتصال و تناسب صرف عاشق کی طرف سے ہی ہوتا ہے۔ اگر اس تناسب نفسانی اور امتزاج روحانی کو عشق کے اندر دخل ہے تو پھر محبت دونوں میں یکساں طور پر مشترک ہونی چاہیے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کبھی سبب سے اس کا سبب متخلف ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ بعض شرائط کا فقدان ہوتا ہے۔ یا کوئی چیز مانع ہوتی ہے اور دوسری جانب سے محبت نہ ہونے کا سبب تین ہوتا ہے۔

پہلا سبب یہ ہے کہ محبت میں کوئی خرابی ہو وہ یہ کہ محبت عارضی ہو۔ ذاتی نہ ہو اور عارضی محبت میں اشتراک ضروری نہیں ہوتا۔ بلکہ ایسی محبت میں محبوب سے نفرت بھی ہو جاتی ہے۔

دوسرا سبب یہ ہے کہ راہ محبت میں کوئی قوی مانع پیدا ہو جاتا ہے۔ جو محبوب کی محبت سے روک دیتا ہے۔ مثلاً اس کا اخلاق یا اس کی بناوٹ یا اس کا کوئی طریقہ یا اس کی کوئی حرکت اس کو ناپسند ہو یا اس کا کوئی کام وغیرہ اس کو پسند نہیں۔ جس کے باعث محبت ہونے سے رہ جاتی ہے۔

تیسرا سبب محبوب سے متعلق ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ محبوب کی محبت میں کسی دوسرے کی شرکت مانع ہو جاتی ہے اور اگر یہ مانع نہ ہو تو پھر عاشق سے اس کو ایسی ہی محبت ہوگی۔ جیسی اس کو اس کے مثل ایک دوسرے عاشق سے تعلق ہے۔ کیونکہ عاشق راہ محبت میں کبھی شرکت گوارہ نہیں کر سکتا اگر یہ مواقع ختم ہو جائیں اور محبت ذاتی ہو تو پھر اس صورت میں جانبین سے یکساں طور پر محبت پائی جائے گی اور حقیقت تو یہ ہے کہ کبر و حسد اور ریاست لا کا لالچ اور کفار کی دشمنی مانع ہوتی تو انبیاء و رسل ان کی نگاہوں میں ان کے نفسوں، مالوں اور اہل وعیال سے زیادہ محبوب ہوتے۔ چنانچہ ان کے بعد آنے والی نسل سے یہ چیز جب ختم ہو گئی تو رسولوں اور پیغمبروں سے محبت میں اس قدر آگے بڑھ گئے کہ ان کو اپنے اموال جان اور اہل وعیال کی مطلق پرواہ نہ رہی۔

ظ ظ ظ

فصل (۱۱۰)

علاج عشق

حاصل کلام یہ ہے کہ عشق چونکہ دوسری بیماریوں کی طرح ایک بیماری ہے۔ اس لئے اس کا علاج بہر حال ہونا چاہیے۔ اس علاج کے لئے مختلف صورتیں ہیں۔ ایک طریقہ علاج یہ ہے کہ اگر عاشق کا وصال محبوب کی کوئی صورت میسر آ جائے خواہ یہ شرعاً ہو یا خوش قسمتی سے ایسا مقدر ہو تو یہی وصال ہی اس کا علاج ہے جیسا کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود سے یہ روایت مذکور ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللہِ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا مَعْشَرَ الشَّبَابِ مَنِ اسْتَطَاعَ مِنْکُمُ الْبَاءَۃَ فَلْیَتَزَوَّجْ وَمَنْ لَّمْ یَسْتَطِعْ فَعَلَیْہِ بِالصَّوْمِ فَاِنَّہٗ لَہٗ وِجَاءٌ۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ نوجوانان! تم میں سے جس کو جماع کی طاقت ہو اسے شادی کر لینی چاہیے اور جو اس کی طاقت نہ رکھے وہ روزہ رکھے اس لئے کے روزہ اس کے لئے ڈھال ہے۔

اس حدیث سے عاشق کے لئے دو طریقہ علاج بتلائے گئے ہیں۔ ایک اصلی اور دوسرا مکافاتی۔

اور آپ نے اس میں علاج اصلی کی ہدایت فرمائی اور یہی علاج اس بیماری کے لئے قدرتی طور پر وضع ہوا ہے۔اس لئے کسی دوسرے علاج کی طرف توجہ نہیں دینی چاہیے۔جب کہ مریض یہ علاج کر سکتا ہو۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیث ابن عباس کو مرفوعاً نقل کیا ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَمْ نَرَ لِلْمُتَحَابَّيْنِ مِثْلَ النِّكَاحِ ٢ـ

اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے آزاد عورتوں اور لونڈیوں کو بوقت ضرورت حلال کرنے کے بعد اسی معنیٰ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ وَ خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (نساء۔۲۸)

خداتمہاری تکلیف میں تخفیف کرنا چاہتا ہے۔(کیونکہ) انسان کی خلقت (عموماً) ضعیف ہے۔

ا۔ اس حدیث کی تخریج ص ۲۳۲ پر گذر چکی ہے۔

۲۔ اس کی تخریج ص ۲۵ ۴ پر گذر چکی ہے یہ حدیث صحیح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس جگہ انسان کی تکلیف کو تخفیف کرنے کا ذکر کیا اور اس کے ناتواں وضعیف ہونے کی اطلاع دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ انسان اپنی خواہشات نفسانی کو قابو رکھنے کی طاقت نہیں رکھتا۔چنانچہ خدا نے اس کمزوری کا علاج ایک، دو تین اور چار پسندیدہ عورتوں سے شادی کرنے کو مباح کر کے شہویت کی زیر باری سے ہلکا کر دیا علاوہ ازیں لونڈیوں کو بھی اس کام کے لئے مباح فرمایا تاکہ انسانی اگر ضرورت محسوس کرے تو اس شہوت کے علاج کے طور پر باندیوں سے بھی نکاح کرے اور اس کا یہ ضعیف کہ دوسروں کی طرف متوجہ ہو۔لونڈیوں سے شادی کر کے جائز طور پر اپنے اس بوجھ کو ہلکا کرے یہ اللہ تعالیٰ کی اس پر بہت بڑی رحمت ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

فصل (۱۱۱)

یاس وحرماں کے ذریعہ علاج عشق

اگر عاشق کو وصال محبوب کا کوئی راستہ نظر نہ آئے نہ شرعاً اور نہ یہ مقدر ہی ہو یا دونوں حیثیتوں سے یہ ادانہ کرنا اس کے لئے مشکل ہو حالانکہ یہ ایک مہلک بیماری ہے تو اس کا علاج یہ ہے کہ اپنے دل میں محبوب کی جانب سے مایوسی کا شعور پیدا کرے۔اس لئے کہ نفس جب کسی چیز سے مایوس ہو جاتا ہے تو اسے سکون مل جاتا ہے۔پھر اس کی طرف بھی متوجہ نہیں ہوتا اگر مایوسی سے بھی مرض عشق زائل نہ ہو اور طبیعت پوری طرح انحراف کرتی ہو تو اس کا دوسرا علاج تلاش کرنا چاہیے یعنی اپنی عقل کا علاج بایں طور کرنا چاہیے کہ خود کو سمجھانا چاہیے کہ ایسی چیز کی طرف دل کو متوجہ کرنا جس کو

حصول ناممکن ہو ایک طرح کا جنون ہے۔ اس کا یہ عشق ایسا ہی ہے جیسے کوئی سورج سے عشق کر بیٹھے اور اس کی روح اس کی طرف پرواز کرتی رہے اور اسی کے ساتھ آسمان میں گردش کرتی رہے ایسا شخص تو تمام دانشوروں کی نگاہ میں پاگلوں کے زمرہ میں شمار ہوگا۔

لیکن اگر وصال محبوب شرعاً مشکل ہو نہ کہ تقدیری طور پر تو اس کا علاج یہ ہے کہ وہ اپنے کو تقدیر کے اسباب کی بناء پر معذور سمجھ لے اس لئے کہ خدا نے جس چیز کی اجازت نہیں دی ہے تو بندے کا علاج اور اس کی نجات اس سے پرہیز کرنے پر موقوف ہے انسان اپنے آپ کو یہ سمجھائے کہ یہ ایک موہوم چیز ہے جس کے حصول کی کوئی صورت نہیں اور دنیا کے دیگر محالات کی طرح یہ بھی ایک محال چیز ہے۔ اگر نفس امارہ اس بات کو قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو تو اسے دو باتوں میں سے کسی ایک کی بناء پر چھوڑ دو۔ خشیت الٰہی کی بنیاد پر یا یہ کہ وہ محبوب جو اس کے نزدیک بہت زیادہ پیارا تھا۔ اس کے لئے نفع بخش اور اس سے بہتر تھا۔ نیز اس کی لذت اور سرور دائمی اور لازمی تھی۔ وہ فوت ہو چکا ہے۔ اس لئے کہ جب کوئی دانش مند جلد مٹنے والے محبوب کے حصول اور اپنے سے عظیم ترین محبوب شخصیت کے فوت ہونے کے درمیان موازنہ کرے گا جو اس سے زیادہ نافع، دائمی اور پر کیف تھا تو اسے دونوں میں نمایاں فرق معلوم ہوگا۔ اس لئے دائمی لذت جو لازوال ایسی چند ساعت کی لذت کے بدلے جو آنی جانی ہے فروخت نہ کرو اور حقیقت تو یہ ہے کہ یہ خواب کی باتیں ہیں یا ایسا خیال ہے جس کے لئے ثبات نہیں جہاں یہ تصور ذہن میں آیا اسی سے یہ لذت ختم ہو جائے گی اور اس کی تلخی باقی رہے گی۔ شہوت فنا ہو جائے گی اور بدنصیبی باقی رہے گی۔

دوسرا علاج کسی ناپسندیدہ چیز کا حصول جو اس محبوب کے فوت ہونے سے بھی زیادہ اس پر شاق گذرے بلکہ یہ دونوں چیزیں ساتھ ساتھ اس سے دو چار ہوں۔ ایک تو یہ کہ جو محبوب اس سے بھی زیادہ پیارا ہے فوت ہو جائے اور ایک دوسرے کہ ایسی چیز کا حصول جو اس محبوب کے فوت ہونے سے بھی زیادہ اس کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ ایسی صورت میں جب اسے یقین ہو جائے گا نفس کو اگر محبوب کی جانب سے اس کا حصہ دیا جائے تو یہ دونوں چیزیں سامنے آئیں گی تو اس کا چھوڑنا اس پر آسان ہوگا اور سمجھ لے گا کہ محبوب کے فوت ہونے پر صبر کر لینا۔ ان دونوں پر صبر کرنے کے مقابل زیادہ آسان ہوگا۔ چنانچہ اس کی عقل و دین اس کی مروت و انسانیت اس معمولی ضرر کو قبول کرنے پر آمادہ ہو جائے گی۔ جو تھوڑے دنوں کے بعد ان دونوں چیزوں کے ختم ہو جانے کے بعد لذت و سرور اور فرحت و مسرت میں بدل جائے گی اور اس کی نادانی، خواہش نفسانی اس کا ظلم و غضب اور اس کی خفت اسے اس بات کا حکم دیتی ہے کہ اس وقتی محبوب کو حاصل کر لو خواہ کچھ آئے یا جائے اور معصوم وہی شخص ہوتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔

اگر اس کا نفس اس دوا کو بھی قبول کرنے پر آمادہ نہ ہو اور اس طریقہ علاج کی پرواہ نہ کرے تو اسے انتظار کرنا چاہیے کہ یہ شہوت فوری طور پر کتنی مشکلات لاتی ہے اور اس کی کتنی بھلائیوں کو روکتی ہے۔ اس لئے کہ شہوت مفاسد دنیاوی کا سب سے بڑا مرکز ہے اور کتنی ہی بھلائیوں کو مٹانے میں اہم رول ادا کرتی ہے۔ اس لئے کہ شہوت بندے اور اس کی بھلائی کے درمیان جو اس کے جملہ امور اور مفاسد کی مضبوط بنیاد ہے۔ حائل ہو جاتی ہے اور اس کے سارے

کام کو بگاڑ کر دیکھ دیتی ہے۔

اگر اس دوا کو بھی نفس نہ قبول کرے تو محبوب کی برائیاں اور اس کے عیوب ذہن نشین چاہیے اور وہ ساری باتیں سامنے رکھے جس سے محبوب سے نفرت پیدا ہو اس لئے کہ اگر محبوب کے پاس پڑ کر اس کے حصول کے متعلق تدبر و تفکر کرتا رہا تو پھر اس کی خوبیاں دوگنی ہو کر سامنے آئیں اور جس سے محبت میں اور اضافہ ہوگا اور اس کے قریبی لوگوں سے اس کے ان عیوب کو دریافت کرے جو اس پر مخفی ہیں۔ اس لئے کہ محاسن عشق و محبت کی پکار ہیں اور ارادہ کے لئے رہنما کا کام کرتی ہیں۔ بالکل اسی طرح برائیاں اور عیوب و نقائص نفرت کے داعی اور بغض کے پیامبر ہوتے ہیں۔ اس لئے دونوں داعیوں کے درمیان موازنہ کرنا چاہیے اور ان میں جو کامیابی کے دوازے تک جلدی پہنچانے والا اور اس کے زیادہ قریب ہو اسی کو پسند کرنا چاہیے اور صرف رنگ روپ سے دھوکا نہیں کھانا چاہیے کیونکہ بعض وقت جسم کر نگ سفید ہوتا ہے۔ مگر برص زدہ ہوتا ہے اور جذام والا ہوتا ہے۔ لہٰذا نگاہ کو خوبصورتی ہی تک محدود نہ کرے بلکہ قبح افعال وعادات پر ہی نظر ہونی چاہیے اور خوش منظر چہرے اور خوبصورت وسڈول جسم کے دائرے سے آگے اس کی بھی اندرونی خرابیوں اور دل کی ہر آلائشوں پر بھی نظر رکھے۔

اگر ان تمام مذکورہ دواؤں سے بھی کام نہ چلے تو پھر صرف ایک ہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ اس دربار میں عاجزی اور التجا کرے جو مجبور کی پکار کو سنت ہے اور خود کو فریادی بنا کر آہ وزاری کرتے ہوئے ذلیل بن کر مسکنت کے انداز میں اسی کے دوراز ے پر ڈال دے جب بھی توفیق الٰہی ہوگی توفیق کے دروازے پر دستک دینے کا موقع ملے گا اور پاکدامنی وعفت کا دامن ہاتھ میں مضبوط پکڑے ہوئے محبت کو پوشیدہ رکھے اور بار بار محبوب کی خوبیاں بیان کر کے اس کو سر بازار رسوا نہ کرے بلکہ حتی الامکان اسے کوئی تکلیف نہ ہونے دے ورنہ وہ ظالم اور سرکش ہو جائے گا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کی گئی اس موضوع حدیث سے کبھی دھوکا نہ کھائے جس کو سوید بن سعید نے عن علی بن مسہر عن ابی یحیٰ القتات عن مجاہد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سند کے ساتھ روایت کیا ہے اور اسی روایت کو علی بن مسہر نے بھی ہشام بن عروہ عن ابیہ عن عائشہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریق سے روایت کیا ہے اور اس روایت کو زبیر بن بکار نے عن عبدالملک بن عبدالعزیز بن ماجشون عن عبدالعزیز ابن ابی حازم عن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسناد کے ساتھ بایں الفاظ روایت کیا ہے۔

اِنَّہٗ قَالَ مَنْ عَشِقَ فَعَفَّ فَمَاتَ فَھُوَ شَھِیْدٌ

آپ نے فرمایا کہ جس نے عشق کیا اور عفت و پاکدامنی اختیار کیا پھر اس کی موت ہوگئی تو وہ شہید مرا۔

ایک دوسری روایت بایں الفاظ مذکور ہے۔

مَنْ عَشِقَ وَکَتَمَ وَعَفَّ وَصَبَرَ غَفَرَ اللّٰہُ وَاَدْخَلَہٗ الْجَنَّۃَ [1]

---

[1] خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ ۵/ ۱۵۶، ۲۶۲، ۶/ ۵۰، ۵۱ اور ۱۳/ ۱۸۴ میں اور ابن عساکر وغیرہ نے اس حدیث کو مختلف طرق سے بیان کیا ہے۔

سوید بن سعید حدثانی ثنا علی بن سھر عن ابی یحییٰ القتات عن مجاہد عن ابن عباس یہ سند حدیث ہے۔اس کی سند ضعیف ہے۔اس میں سوید اور ابو یحییٰ دونوں ضعیف ہیں۔ائمہ حدیث متقدمین اس حدیث کے ضعیف ہونے پر متفق ہیں اور اس میں سعید پر سب سے زیادہ جرح کی ہے۔مئولف نے اس پر (حاشیہ جاری)

جس نے عشق کیا اور اسے پوشیدہ رکھا۔باعفت رہا اور صبر کیا تو خدا اسے بخش دے گا اور اس کو جنت میں داخل کرے گا۔

یہ حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں اور نہ یہ کلام رسول ہی ہوسکتا ہے۔اس لئے کہ شہادت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک بلند مقام ہے۔جو صدیقیت کے مقام کے برابر ہے۔اس کے لئے خاص قسم کے اعمال واحوال کی ضرورت ہوتی ہے۔جو درجہ شہادت کے حصول کے لئے شرط ہیں۔

چنانچہ اس کی دو قسمیں ہوتی ہے۔ایک عام اور دوسری خاص۔

خاص شہادت یہ ہے کہ خدا کی راہ میں جان دے دینا۔

اور عام شہادت پانچ ہیں۔جن کا ذکر صحیح بخاری [1] کی حدیث میں آیا ہے۔ان میں عشق کا کوئی ذکر نہیں ہے اور اس کا ذکر بھی کیونکہ ہوسکتا ہے جب کہ عشق محبت......شرکت کے درجہ میں ہو اور عشق الٰہی سے دل خالی ہو اور روح وقلب کو خدا کے سوا کسی دوسرے کے سپرد کرنا ہوتا ہے اور اللہ کے سوا کسی سے محبت وعشق کر کے درجہ شہادت کا حصول ایک مہال بات ہے۔اس لئے کہ دل کا صورتوں پر نچھاور کرنا تمام مفاسد میں سے سب سے بڑا مفسدہ ہے۔بلکہ وہ روح کی شراب ہے۔جس سے اس پر نشہ طاری ہوجاتا ہے اور یہ نشہ اس قدر مدہوش کر دیتا ہے کہ ذکر الٰہی،عشق خدا اور اس سے مناجات کا سرور وکیف اور اس سے انسیت کا جذبہ یک لخت ختم ہوجاتا ہے اور دل کی عبادت کا رخ دوسرے کی طرف ہوجاتا ہے اس لئے کہ عاشق کا دل معشوق کی بندگی میں منہمک رہتا ہے۔یہ الگ بات ہے کہ عشق خلاصہ عبودیت ہے۔ اس لئے

"گذشتہ سے پیوستہ" تفصیلی بحث کی ہے خرائطی کے نزدیک اس کے دیگر طرق بھی ہے۔"اعتدال القلوب میں مئولفؒ نے "روضۃ المحبین"،ص ۱۸۲ میں تحریر کیا ہے کہ یہ یعقوب بن عیسیٰ کی روایت ہے۔ضعیف راوی ہے اس کو دلیل میں نہیں لایا جاسکتا" ناقدین حدیث نے اس کو ضعیف کہا ہے اور اس کو کذاب قرار دیا ہے۔

[1] امام بخاری نے ۶/ ۳۲، ۳۳ میں کتاب الجہاد کے باب الشہادۃ سبع سوی القتل کے تحت اور امام مسلم نے ۱۹۱۴ میں کتاب الامارۃ کے باب بیان الشہداء کے......حدیث ابوہریرہ کو بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ (حاشیہ جاری)

کہ عاشق میں اپنے محبوب سے ذلت وانکساری اور محبت وتعظیم میں لگا رہتا ہے۔پھر ایسی صورت میں جب کہ دل غیر اللہ کا پجاری ہو کیوں کر اس کو موحدین کے اعلیٰ ترین لوگوں اور سرداروں میں شمار کیا جائے اور اولیاء اللہ کے مخصوص لوگوں کے زمرہ میں اسے گردانا جائے۔یہ کیسے ممکن ہے۔

اگر بالفرض اس حدیث کی سند سورج کی طرح بالکل واضح ہوتو یہ غلطی اور وہم پر محمول ہوتی کیونکہ کسی بھی صحیح

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق کا لفظ ثابت نہیں ہے۔

پھر عشق کی بعض صورتیں حلال اور بعض حرام ہیں۔ پھر کیسے یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر ایسے عاشق کو جو عشق چھپائے اور عفیف بن کر رہے۔ اس کے شہید ہونے کا حکم لگائیں گے۔ آپ اگر مشاہدہ کریں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ بہتیرے غیروں کی بیویوں سے عشق کرتے ہیں اور بہت سے امرد لڑکوں اور زانی عورتوں پر جان دیتے ہیں۔ کیا ایسے عشق

"گذشتہ سے پیوستہ" "اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ الشُّھَدَاءُ خَمْسَۃٌ اَلْمَطْعُوْنُ وَ الْمَبْطُوْنُ وَ الْغَرِقُ وَ صَاحِبُ الْھَدَمِ وَ الشَّھِیْدُ فِی سَبِیْلِ اللّٰہِ" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شہداء کل پانچ قسم کے لوگ ہیں۔ مرض طاعون میں مرا ہو۔ پیٹ کی بیماری سے مرا ہو۔ پانی ڈوب کر مرنے والا۔ کسی عمارت سے دب کر کر مرنے والا اور خدا کی راہ میں مرنے والا اور امام مالکؒ نے موطا ۱/ ۲۳۳، ۲۳۴ میں، ابوداؤد نے ۳۱۱۱ میں، نسائی نے ۴/ ۱۳، ۱۴ میں اور ابن ماجہ نے ۲۸۰۳ میں حدیث جابر بن عتیک کو مرفوع سند کے ساتھ ان الفاظ کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اَلشُّھَدَاءُ سَبْعَۃٌ سِوَی الْقَتْلِ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اَلْمَطْعُوْنُ شَھِیْدٌ وَ الْغَرِقُ شَھِیْدٌ۔ وَ صَاحِبُ ذَاتِ الْجَنْبِ شَھِیْدٌ وَ الْمَبْطُوْنُ شَھِیْدٌ وَ الْحَرِقُ شَھِیْدٌ وَ الَّذِیْ یَمُوْتُ تَحْتَ الْھَدَمِ شَھِیْدٌ وَ الْمَرْأَۃُ تَمُوْتُ بِجَمْعٍ شَھِیْدَۃٌ' شہداء کل سات ہیں۔ راہ خدا میں قتل ہونے کے علاوہ۔ طاعون زدہ شہید ہے۔ پانی میں ڈوب کر مرنے والا شہید۔ ذات الجنب کی بیماری میں مرنے والا شہید ہے اور حالت زچگی میں مرنے والی عورت بھی شہید ہے۔ ابن حبان نے ۱۶۱۶ میں۔ حاکم نے ۱......۳۵۲ میں اس کو صحیح قرار دیا اور ذہبی نے اس کی موافقت کی اسی باب میں حاکم نے ۲......۱۰۹ میں عمر سے اور ابوداؤد نے ۲۴۹۹ میں ابو مالک اشعری سے اور حکام نے ۲/ ۷۸ میں ابو مالک ہی سے اور بخاری نے ۱۰/ ۱۶۲، ۱۶۴ میں انس اور عائشہ سے اور امام احمد بن حنبل نے ۴/ ۲۰۱ اور ۵/ ۳۲۳ میں عبادہ بن صامت سے اور دارمی نے بھی ۲/ ۲۰۸ میں عبادہ ہی سے اور امام حنبل نے ۴/ ۱۵۷ میں عقبہ بن عامر سے روایت کی ہے۔

سے درجہ شہادت مل سکتا ہے اور بدیہی طور پر کیا یہ دین محمدی کے خلاف نہیں ہے؟ پھر یہ کیسے ممکن ہے جب کہ عشق ایک خطرناک بیماری ہے جس کی دوائیں شرعی اور فطری دونوں حیثیتوں سے اللہ نے بنائی ہیں۔ اگر عشق حرام قسم کا ہو تو اس کا علاج کرنا واجب ہے ورنہ مستحب ہے۔

اگر آپ ان امراض آفات پر ذرا سا بھی غور فکر کریں گے۔ جن کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے لئے شہادت قرار دیا تو آپ کو بخوبی معلوم ہوجائے گا کہ یہ ایسی بیماریاں ہیں۔ جو لا علاج ہیں۔ جیسے طاعون زدہ۔ اسہال کا مریض، مجنون، آتش زدہ پانی میں ڈوب کر مرنے والا شخص اور اس عورت کی موت جو زچگی کے علام میں ہو۔ یہ ساری بیماریاں خدا کی جانب سے ہیں۔ اس میں انسانی کاوش کا کوئی دخل نہیں اور نہ اس کا کوئی علاج ہی ہے اور ان کے اسباب میں بھی حرمت کا کوئی شائبہ نہیں اور نہ اس پر فساد قلب اور غیر اللہ کی عبودیت مرتب ہوتی ہے۔ جو عشق کا خاصہ ہے۔

اگر اس حدیث کے بطلان کے لئے پیش کردہ حقائق کافی نہ ہوں تو پھر ناقدین حدیث کی طرف رخ کرنا چاہیے جو احادیث اور اس کے علل کو بخوبی جاننے والے ہیں۔ اس سلسلہ میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ کسی امام حدیث نے بھی اس حدیث کے صحیح ہونے کی گواہی نہیں دی اور نہ کسی نے اس کو حسن ہی قرار دیا ہے۔ بلکہ انہوں نے

کھلے لفظوں میں حدیث سوید کا انکار کیا ہے اور انہوں نے اس کو اس حدیث کی وجہ سے مرتکب کبائر گردانا ہے اور بعض محدثین نے اس حدیث کی بنیاد پر اس سے جنگ وقتال کو مباح قرار دیا ہے۔ چنانچہ ابو احمد بن عدی نے اپنی ''کامل'' میں تحریر کیا ہے کہ یہ حدیث سب سے زیادہ منکر ہے۔ جس کو سوید نے بیان کیا ہے۔ امام بیہقی کا بیان ہے کہ اس پر محدثین کا انکار موجود ہے۔ اسی طرح ابن طاہر نے ''ذخیرہ'' میں بیان کیا ہے اور حاکم نے ''تاریخ نیسا بور'' میں اس کو ذکر کرتے ہوئے کہا مجھے اس حدیث پر تعجب ہے۔ اگر اس میں سوید راوی نہ ہوتا تو یہ شاید صحیح اور ثقہ ہوتی ہے۔

علامہ ابو الفرج ابن جوزی نے اپنی کتاب ''موضوعات'' میں اس کو بیان کیا ہے اور ابو بکر ازرق پہلے اس حدیث کو سوید سے بسند مرفوع روایت کرتے تھے جب ان پر ملامت کی گئی تو انہوں نے اسناد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گرا دیا اور مسند کو ابن عباس تک محدود رکھا۔

اور سب سے بڑی مصیبت اس حدیث میں یہ ہے کہ اس کی سند ہشام بن عروہ سے حضرت عائشہ کے واسطہ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک لے جائی گئی ہے جس کو حدیث کی ادنیٰ معرفت ہوگی اور جو اس کے علل سے ذرا بھی واقفیت رکھتا ہوگا۔ وہ اس کو کبھی حدیث تسلیم ہی نہیں کر سکتا اور نہ وہ یہ مان سکتا ہے کہ یہ حدیث ماجشون عن ابن ابی حازم عن ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے مرفوعاً ثابت ہے اور اس حدیث کے ابن عباس پر موقوف ہونے کی صحت کی بات بھی قابل غور ہے۔ اس لئے کہ سوید جو اس حدیث کا راوی۔ اس پر لوگوں نے بڑی لعن طعن کی ہے اور یحییٰ بن معین نے تو اس حدیث کا سختی سے انکار کیا ہے اور کہا کہ یہ ساقط کذاب ہے۔ اگر میرے پاس گھوڑا اور نیزہ ہوتا تو میں اس سے قتال کرتا۔ امام احمد بن حنبل نے فرمایا کہ سوید متروک الحدیث ہے۔ امام نسائی نے بیان کیا کہ یہ ثقہ نہیں ہے۔ امام بخاری نے فرمایا کہ وہ نابینا ہو گیا۔ ایسی حدیثیں بیان کی جو حدیث رسول ہو ہی نہیں سکتی۔ ابن حبان نے کہا وہ ثقہ راویوں سے معضل روایتیں بہتر بات ابو حاتم رازی کی ہے کہ وہ سچا تو ہے مگر حدیث میں تدلیس بہت زیادہ کرتا تھا۔ دار قطنی نے بھی بیان کیا وہ ثقہ تث تھا مگر بڑھاپے میں جب اس پر ایسی حدیثیں پڑھی جاتیں جس میں کچھ نکارت ہوتی تو وہ سن کر اس کی اجازت دے دیا کرتا تھا۔ اس کی حدیث کو امام مسلم نے بیان کیا تو ان کو ملامت کیا گیا۔ لیکن امام مسلم نے اس کی صرف ان حدیثوں کو بیان کیا ہے جو دوسرے طرق سے بھی مروی ہیں اور اس میں منفرد بھی نہیں اور نہ وہ منکر ہے اور نہ شاذ ہے مگر یہ مذکورہ حدیث تو بالکل منکر ہے۔ واللہ اعلم۔

ظظظ

فصل (۱۱۲)

خوشبو کے ذریعہ حفظان صحت کی بابت ہدایت نبوی

عمدہ خوشبو روح کی غذا ہے اور روح قوائے انسانی کے لئے سواری ہے اور قویٰ میں خوشبو سے بالیدگی آتی ہے اور دماغ دل اور تمام باطنی اعضاء کو نفع پہنچتا ہے۔ قلب کو فرحت ملتی ہے۔ نفس خوش ہوتا ہے اور روح میں بالیدگی آتی ہے۔ خوشبو روح کے لئے نہایت موزوں چیز ہے اور جان بخش ہے۔ روح اور معدہ خوشبو کے درمیان قریبی تعلق پایا جاتا ہے۔ اس لئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا کی دو محبوب ترین چیزوں میں سے ایک خوشبو بھی تھی۔

صحیح بخاری میں مذکور ہے کہ آپ کبھی خوشبو کو رد نہیں فرماتے تھے ۱؎

اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ طِيبُ الرِّيحِ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ ۲؎

جس کسی کو خوشبو پیش کی جائے وہ اسے واپس نہ کرے کیونکہ وہ سب سے بہتر خوشبو اور ہلکے محمل والی ہے۔

سنن ابوداؤد اور نسائی میں حضرت ابوہریرہ سے مرفوعاً روایت موجود ہے کہ آپ نے فرمایا۔

مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ طِيبٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَإِنَّهُ خَفِيفُ الْمَحْمَلِ طَيِّبُ الرَّائِحَةِ ۳؎

۱؎ امام بخاری نے ۱۰/ ۳۱۲ میں کتاب اللباس کے باب من لم یرد الطیب کے تحت حدیث انس بن مالک کو نقل کیا ہے۔

۲؎ امام مسلم نے ۲۲۵۳ میں کتاب الالفاظ من الادب کے باب استعمال المسک کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

۳؎ ابوداؤد نے ۴۱۷۲ میں کتاب الترجل کے باب فی رد الطیب میں اور نسائی نے ۸/ ۱۸۹ میں کتاب الزینۃ کے باب الطیب میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کو ابن حبان نے ۱۴۷۳ میں صحیح قرار دیا ہے۔

جس کو خوشبو پیش کی جائے تو اسے واپس نہ کرے اس لئے کہ یہ بے بار ہلکا تحفہ ہے اور خوشبو بھی عمدہ ہے۔

مسند بزار میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔

آپ نے فرمایا۔

إِنَّ اللهَ طَيِّبٌ يُحِبُّ الطَّيِّبَ نَظِيفٌ يُحِبُّ النَّظَافَةَ كَرِيمٌ يُحِبُّ الْكَرَمَ جَوَادٌ يُحِبُّ الْجُودَ فَنَظِّفُوا أَفْنَاءَكُمْ وَسَاحَاتِكُمْ وَلَا تَشَبَّهُوا بِالْيَهُودِ يَجْمَعُونَ الْأُكُبَ فِي دُورِهِمْ ۱؎

خدا پاک ہے۔ پاکی کو پسند فرماتا ہے۔ پاکیزہ ہے پاکیزگی اسے محبوب ہے۔ کریم

ہے۔کرم کو پسند کرتا ہے۔سخی ہے جود و سخا کو پسند فرماتا ہے۔لہٰذا اپنے صحنوں اور آنگن کو صاف شفاف رکھو اور یہود کی طرح مت ہو جاؤ جو اپنے گھروں میں کوڑا کرکٹ جمع رکھتے ہیں۔

ابن ابی شیبہ نے بیان کیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ''سکہ'' نامی ایک طرح کی خوشبو تھی۔جس کو آپ استعمال کرتے تھے۔

نبی اکرم علیہ السلام سے یہ حدیث صحیح طور پر ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ لِلّٰہِ حَقًّا عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ اَنْ یَغْتَسِلَ فِیْ کُلِّ سَبْعَۃِ اَیَّامٍ وَاَنْ

ا۔ ترمذی نے ۲۸۰۰ میں سعد بن ابی وقاص سے اس کو بیان کیا ہے۔اس کی سند میں خالد بن الیاس راوی ہے۔جس کو ''تقریب'' میں متروک الحدیث کہا گیا ہے۔لیکن ''اوسط'' ۱۱/ ۲ میں طبرانی نے مجمع البحرین سے لے کر سعد سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔جو یوں ہے ''طهروا افنیتکم فان الیهود لا تطهرا فینتها'' کہ اپنے صحن خوب صاف رکھو۔کیونکہ یہود اپنے صحنوں کو صاف نہیں رکھتے۔اس کی سند حسن ہے۔اس باب میں امام مسلم نے ۹۱ میں ترمذی نے ۱۹۹۹ میں ابن مسعود سے مرفوعاً روایت بایں الفاظ کی ہے۔''انّ اللہ جمیل یحب الجمال'' اور بیہقی نے طلحہ بن عبید اللہ سے بیان کیا اور ابو نعیم نے ''حلیۃ'' ۵/ ۲۹ میں ابن عباس سے مرفوعاً روایت کی ہے۔ان اللہ تعالیٰ جواد یحب الجود و یحب معالی الاخلاق و یکرہ سفسافها۔

كَانَ لَهٗ طِيْبٌ اَنْ يَّمَسَّ مِنْهُ ا۔

ظظظ

فصل (۱۱۳)

آنکھوں کی حفاظت کا طریقہ نبوی

ابوداؤد نے اپنی سنن میں عبدالرحمن بن نعمان بن معبد بن ہوذہ انصاری سے روایت نقل کی ہے۔عبدالرحمن نے اپنے باپ نعمان سے انہوں نے ان کے دادا معبد بن ہوذہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سوتے وقت مشک آمیز سرمہ لگانے کا حکم دیا اور فرمایا کہ روزہ دار اس سے اجتناب کرے۔ ۲۔

اور سنن ابن ماجہ وغیرہ میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت منقول ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

كَانَتْ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُكْحُلَةٌ يَكْتَحِلُ مِنْهَا ثَلَاثًا فِيْ كُلِّ عَيْنٍ ۳۔

ا۔ بخاری نے ۲/ ۳۰۲ میں حدیث ابو سعید خدری سے بایں الفاظ اس کو بیان کیا ہے۔الغسل یوم الجمعة واجب علی کل محتلم و ان یستن و ان یمس طیبا ان وجد۔

۲۔ ابوداؤد نے ۲۳۷۷ میں کتاب الصوم کے باب فی الکحل عند النوم للصائم کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔اور نعمان بن معبد بن ہوذہ مجہول۔ابوداؤد

نے بیان کیا کہ مجھ سے یحییٰ نے بیان کیا کہ یہ حدیث منکر ہے۔ یعنی سرمہ والی حدیث۔

۳۔ ابن ماجہ نے ۳۴۹۹ میں، ترمذی نے ۱۷۵۷ میں، احمد نے ۱/ ۳۵۴ میں اور ترمذی نے ''شمائل'' ۱/ ۱۲۵، ۱۲۶ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد عباد بن منصور کے ضعف کی وجہ سے ضعیف ہے۔ مزید برآں اس کی یادداشت کے خراب ہونے اور اس کے تدلیس وتغیر کی بنیاد پر وہ ضعیف ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک سرمہ دانی تھی۔ جس سے آپ تین تین بار ہر آنکھ میں سرمہ لگاتے تھے۔

ترمذی میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ

كَانَ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كْتَحَلَ يَجْعَلُ فِي الْيُمْنٰى ثَلَاثًا يَبْتَدِئُ بِهَا فِي الْيُسْرٰى ثِنْتَيْنِ ۱؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سرمہ لگاتے تو دائیں آنکھ میں تین بار لگاتے۔ اسی سے شروع کرتے اور اسی پر ختم کرتے اور بائیں آنکھ میں دوبارہ لگاتے۔

اور ابوداؤد نے ایک مرفوع روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَنِ اكْتَحَلَ فَلْيُوْتِرْ ۲؎

جو شخص سرمہ لگائے طاق لگائے۔

اب یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ دونوں آنکھوں کی نسبت سے طاق مراد ہے! کہ ایک میں تین بار اور دوسری میں دو بار اور دائیں طرف سے ابتداء کرنا بہتر اور افضل ہے یا ہر آنکھ کے اعتبار سے طاق مراد ہے۔ اس طرح ہر آنکھ میں تین تین بار لگایا جائے۔ یہ دونوں مذکورہ قول امام احمد بن حنبل وغیرہ کے مذہب میں موجود ہے۔

۱؎ ترمذی کی یہ حدیث ابن عباس سے پہلے گذر چکی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ آپ ہر آنکھ میں تین تین بار سرمہ لگاتے تھے۔ لیکن اس روایت کو ابوالشیخ نے ''اخلاق النبی'' ص ۱۸۳ میں حدیث انس سے بیان ہے کہ رسول خدا اپنی دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں آنکھ میں دو بار اثمد کا سرمہ لگاتے تھے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ طبرانی نے ''الکبیر'' ۳/ ۱۱۹ میں حدیث ابن عمر سے مرفوعا بیان کیا کہ رسول اللہ جب سرمہ لگاتے تو دائیں آنکھ میں تین بار اور بائیں میں دو سلائی پھیرتے تھے۔ اس طرح وتر پر عمل کرتے۔ اس کی سند میں دو ضعیف راوی ہیں۔

۲؎ ابوداؤد نے ۳۵ میں کتاب الطہارۃ کے باب الاستتار فی الخلاء میں، دارمی نے ۱/ ۱۶۹، ۱۷۰ میں اور ابن ماجہ نے ۳۳۷ میں حدیث ابوہریرہ کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں حسین حبرانی راوی ہے۔ جس کو حافظ ابن حجر نے ''تقریب'' میں مجہول لکھا ہے اسی طرح اس سے روایت کرنے والا راوی ابوسعید کا بھی حال ہے۔ (حاشیہ جاری)

سرمہ آنکھوں کی حفاظت کا ضامن ہے۔ نور نظر کے لئے تقویت ہے اور اس کے لئے جلاء ہے اور مادہ ردیہ کو کم کرتا ہے اور اس کو باہر نکال پھینکتا ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آنکھوں کو زینت بخشتا ہے اور سونے کے وقت سرمہ لگانے میں خاص بات یہ ہوتی ہے کہ اس سے سرمن آنکھوں میں باقی رہتا ہے اور اس طرح آنکھ پورے طور پر سرمہ کو سمو لیتی ہے اور آنکھیں نیند وقت حرکت سے بھی باز رہتی ہیں۔ اس لئے حرکت سے جو نقصان ہوتا ہے نیند کے وقت اس سے

WWW.NAFSEISLAM.COM

آنکھیں [illegible]ظ رہتی ہیں اور طبیعت اس کے کام میں پورے طور پر لگ جاتی ہے اور اثمد میں اس کے علاوہ بھی خوبیاں ہیں۔

اور سنن ابن ماجہ میں سالم اپنے باپ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِالْإِثْمِدِ فَإِنَّهٗ يَجْعَلُوْ الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ ا ۔

تم اثمد بطور سرمہ استعمال کیا کر۔ اس لئے کہ یہ آنکھوں کو جلا بخشتا ہے اور پلک کے بالوں کو اگاتا ہے۔

اور ابونعیم کی کتاب میں مذکور ہے۔

فَإِنَّهٗ مُنْبِتَةٌ لِلشَّعرِ مُذْهِبَةٌ لِلْقَذٰى مُصَفَّاةٌ لِلْبَصَرِ ٢ ۔

"گذشتہ سے پیوستہ" اس کے باوجود ابن حبان نے ۱۳۲۲ میں اور عینی نے اپنی "عمدۃ القاری" ۱ / ۲ ۳۲۷ اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ البتہ حافظ ابن حجر کی رائے مضطرب ہے۔ چنانچہ انہوں نے "فتح الباری" ۲۲۵۱ میں اس کو حسن کہا اور تلخیص ۲ / ۱۰۳ میں ضعیف لکھا ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۴۹۵ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں عثمان بن عبدالملک نامی راوی لین الحدیث ہے اور بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ ابن عباس کی آنے والی حدیث اس کی شاہد ہے۔

۲۔ ابونعیم نے "حلقۃ" ۳ / ۱۷۸ میں اور طبرانی نے "الکبیر" نمبر ۱۸۳ میں حدیث علیؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ حافظ عراقی نے اس کی سند کو جید کہا ہے۔ حافظ منذری اور حافظ ابن حجر نے اس کو حسن کہا ہے اور ابن عمر کی حدیث جو گذر چکی اور ابن عباس کی حدیث جو آگے آ رہی ہے۔ اس کی شاہد ہیں۔

اس لئے کہ اثمد پلکوں کو گھنیری کرتا ہے اور آلائشوں کو ختم کر کے آنکھوں کو نور بخشتا ہے۔

اور سنن ابن ماجہ میں بھی عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت ہے۔ آپ نے فرمایا۔

خَيْرُ اَكْحَالِكُمْ اَلْإِثْمِدُ يَجْعَلُوْ الْبَصَرَ وَيُنْبِتُ الشَّعَرَ ا ۔

تمہارے سرموں میں سب سے بہتر سرمہ اثمد ہے۔ جو آنکھوں کو جلا بخشتا ہے اور پلک کے بالوں کو اگاتا ہے۔

ظظظ

(۱۱۴) فصل

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ

WWW.NAFSEISLAM.COM

مفرد دواؤں اور غذاؤں کا بیان

باا عتبار حروف تہجّی

''حرف همزه''

اثمد: سیاہ سرمہ کا ایک پتھر ہوتا ہے۔ جو اصفہان سے حاصل کیا جاتا ہے۔ اثمد کا اعلیٰ ترین پتھر وہ ہوتا ہے جسے مغرب کے دوسرے ممالک سے بھی حاصل کیا جاتا ہے۔ اثمد کا اعلیٰ قسم

ا۔ اس حدیث کی تخریج ابن ماجہ نے ۳۴۹۷ میں۔ امام احمد بن حنبل نے ۳۰۳۶ اور ۳۴۲۶ میں اور ابوداؤد نے ۳۸۷۸ میں اور بیہقی نے ۳/۲۴۵ میں کی ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔ ابن حبان نے ۱۴۳۹ اور ۱۴۴۰ میں اس کو صحیح قرار دیا ہے۔

وہ ہے جو بہت جلد ریزہ ریزہ ہو جائے اور اس کے ریزوں میں چمک ہو اور اس کا اندرونی حصہ چکنا ہو اور گرد و غبار سے پاک ہو۔

اس کا مزاج بارد یابس ہے۔ نظر کے لئے نفع بخش اور مقوی ہے اور آنکھ کے اعصاب کو مضبوط کرتا ہے اور اس کی صحت کا ضامن ہے اور زخموں کے مندمل کر کے پیدا شدہ گوشت کو نکال دیتا ہے اور اس کے میل کچیل کو ختم کر کے اس کو جلا بخشتا ہے اور اگر پانی آمیزہ شہد میں سرمہ کو ملا کر استعمال کیا جائے۔ تو درد سر ختم ہو جاتا ہے۔

اگر اس کا باریک کر کے تازہ چربی میں آمیز کر کے آتش زدہ حصہ پر ضماد کیا جائے تو خشکریشہ نہیں ہوگا اور جلنے کی وجہ سے پیدا ہونے والے آبلے کو ختم کرتا ہے اور یہ خاص طور پر بوڑھوں اور کمزور نگاہ والے لوگوں کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے اور اگر اس کے ساتھ تھوڑا سا مشک ملا کر استعمال کیا جائے تو ضعیف البصر کے لئے تریاق کا کام کرتا ہے۔

اُترج: ترنج کا ذکر صحیح ہے صحیح بخاری شریف میں آیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

مَثَلُ الْمُؤْمِنِ الَّذِی یَقْرَأُ الْقُرْاٰنَ کَمَثَلِ الْاُتْرُجَۃِ طَعْمُھَا طَیِّبٌ وَرِیْحُھَا طَیِّبٌ ا۔

قرآن پڑھنے والے مومن کی مثال اترنج کی طرح ہے جس کا ذائقہ خوشگوار اور خوشبو پسندیدہ ہوتی ہے۔

ترنج میں بہت سے منافع اور فوائد پائے جاتے ہیں۔ یہ چاروں چیزوں سے مرکب ہوتا ہے چھلکا، گودا، ترشی، اور بیج اور ہر حصہ ایک خاص مزاج رکھتا ہے۔ چنانچہ چھلکے کا مزاج گرم یابس ہے اور گودے کا مزاج گرم رطب ہے۔ ترشی کا مزاج سرد یابس ہے اور بیج مزاج کے اعتبار سے گرم یابس ہے۔

ا۔ امام بخاری نے ۸/۵۹ میں کتاب فضائل القرآن کے باب فضل القرآن کے علی سائر الکلام کے تحت اور امام مسلم نے ۷۹۷ میں کتاب صلوٰۃ المسافرین

کے باب فضیلۃ حافظ القرآن کے تحت حدیث ابوموسیٰ اشعریؓ سے اس کو نقل کیا ہے۔

اس کے چھلکے کا فائدہ، اگر سا کو کپڑے میں رکھ دیا جائے تو کپڑے میں گھن اور دیمک نہیں لگتے اور اس کی خوشبو خراب ہوا کے لئے مصلح اور دباء کے لئے دافع ہے اور اگر اس کو منہ میں رکھیں تو منہ کی بدبو کو ختم کرتا ہے اور اگر کھانے میں بطور مصالحہ اس کو استعمال کریں۔ تو ہاضمہ کے لئے معاون ثابت ہوگا۔ ''قانون'' کے مصنف شیخ نے لکھا ہے کہ ترنج کے چھلکے کا رس اگر مار گزیدہ کو پلایا جائے یا ڈسنے کی جگہ پر اس کے چھلکے کو پیش کر ضماد کیا جائے تو بہت زیادہ مفید ہے اور سوختہ چھلکے کو بطور طلاء استعمال کرنے سے برص کی بیماری ختم ہوجائے گی۔

مغز ترنج کا فائدہ:

یہ حرارت معدہ کو کم کر کے معتدل بناتا ہے۔ صفراوی مزاج کے لوگوں کے لئے نافع ہے اور یہ گرم بخارات کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ غافقی نے لکھا ہے کہ اس کا گودا استعمال کرنے سے بواسیر ختم ہوجاتی ہے۔

ترشی ترنج:

ترنج کے شربت میں پائی جانے والی ترشی قابض ہے اور صفراء کو ختم کرتی ہے۔ خفقان حار کے لئے نفع بخش ہے۔ یرقان کے مریضوں کی آنکھ میں اس کا سرمہ لگانا اور اس کا شربت استعمال کرنا دونوں ہی مفید ہے۔ صفراوی قے کو ختم کرتی ہے۔ کھانے کی اشتہا پیدا کرتی ہے۔ طبیعت کی ہنمائی کرتی ہے اور صفراوی اسہال کے لئے نافع ہے اور اس کی ترشی کو بطور شربت استعمال کرنے سے عورتوں کی خواہش جماع کو سکون ملتا ہے اور اس کو طلا کرنے سے مہاسے دور ہوجاتے ہیں اور یہ بھینسیا ا۔ داد کے لئے مفید ہے اور اس سے کپڑے پر لگا ہوا روشنائی کا داغ ختم ہوجاتا ہے۔ اس میں لطافت مواد اور ریزش کی قوت پائی جاتی ہے اور یہ ٹھنڈک پیدا کرتی ہے اور حرارت جگر کو بجھا دیتی ہے اور مقوی معدہ ہے اور صفراء کی تیزی کو توڑ کر اس کے آلا زم کو زائل کرتی ہے اور پیاس بجھاتی ہے۔

ا۔ القوبائ: ایک جلدی بیماری ہے۔ جس سے بدن میں خارش ہو کر اس کے چھلکے اترتے رہتے ہیں عام لوگ اس کو حزاز کہتے ہیں اور ہندوستان میں اسے بھینسیا داد کہتے ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

تخم ترنج:

اس میں تحلیل وتجفیف رطوبت کی قوت ہے۔ ابن ماسویہ بغدادی ا۔ مشہور طبیب نے لکھا ہے کہ ایک مثقال (½4) گرام وزن کے برابر تخم کو نیم گرم پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو زہر ہلاہل کے لئے تریاق ہے اور پکا کر طلا کرنا بھی مفید ہے اور اگر کوٹ کر سانپ کے ڈسے ہوئے مقام پر لگا دیں تو نفع ہوگا یا پاخانہ نرم کرتا ہے۔ منھ کی بدبو دور کرتا ہے اور یہی فائدہ اس کے چھلکے میں پایا جاتا ہے۔ بعض دوسرے اطباء نے لکھا ہے کہ اگر تخم ترنج کو نیم گرم پانی کے ساتھ پینے سے بچھو کے ڈنک کو فائدہ پہنچتا ہے۔ اسی طرح اسے پیس کر ڈنک زدہ مقام پر رکھا جائے تو درد جاتا رہتا ہے اور بعض دوسرے اطباء نے لکھا ہے کہ ہر قسم کے قاتل زہر کے لئے تخم ترنج تریاق کا کام کرتا ہے اور ہر طرح کے

کیڑے مکوڑے کی نیش زنی میں نفع بخش ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایران کے سلاطین میں سے ایک نے اطباء کے ایک گروہ سے ناخوش ہو کر ان کو جیل میں ڈال دینے کا حکم دیا اور ان کو اختیار دیا کہ وہ اپنے لئے کسی ایک چیز کو بطور سالن پسند کر لیں۔ اس کے سوا انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا۔ تو انہوں نے ترنج کو ترجیح دیا۔ ان سے دریافت کیا گیا کہ صرف ترنج ہی کو کیوں پسند کیا۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ اگر تازہ ہے تو خوشبودار ہے اور دیکھنے بھی یہ حسین ہے۔ اس کا چھلکا بھی خوشبودار ہوتا ہے اور اس کا مغز تو میوہ ہے اور اس کی ترشی سالن ہے اور اس کا تخم تریاق کا کام کرتا ہے۔ جس میں ہلکی روغنیت بھی نظر آتی ہے۔

اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس کے منافع کی تشبیہ خلاصہ موجودات یعنی اس مرد مومن سے دی گئی ہے جو قرآن تلاوت کرتا ہے اور بعض بزرگوں کا طریقہ یہ تھا کہ اس کو سامنے رکھ دیکھتے تھے۔ اس لئے کہ اس کے دیکھنے سے دلی فرحت حاصل ہوتی ہے۔

ا۔ یہ یوحنا بن ماسویہ بغدادی ایک سریانی طبیب تھا۔ بغداد میں پروان چڑھا اور ہارون رشید خلیفہ کے مقربین میں شامل ہو گیا اور یہ طبی کتابوں کے ترجمہ کرنے پر مامور تھا۔ عباسی سلاطین کا شاہی طبیب تھا اور ہارون رشید کے دور سے لے کر متوکل تک برابر شاہی طبیب رہا۔ مقام سامراء میں ۲۴۳ھ میں اس کا انتقال ہوا۔ قفطی کی کتاب تاریخ الحکماء ۳۸۰ تا ۳۹۱ ملاحظہ کیجئے۔

ارزٌ (چاول) چاول کے سلسلے میں لوگوں نے دو باطل موضوع حدیثیں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہیں۔ ان میں سے پہلی موضوع حدیث یہ ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لَوْ کَانَ رَجُلاً لَکَانَ حَلِیْمًا

اگر چاول انسان ہوتا تو بہت بردبار ہوتا۔

اور دوسری حدیث یہ ہے کہ جس میں آپ نے فرمایا۔

کُلُّ شَیْئٍ اَخْرَجَتْهُ الْاَرْضُ فَفِیْهِ دَاءٌ وَّ شِفَاءٌ اِلَّا الْاَرُزُّ فَاِنَّهٗ شِفَاءٌ لَا دَاءَ فِیْهِ۔

کہ دنیا میں جو چیز بھی زمین سے پیدا ہوتی ہے۔ ان میں سے ہر ایک میں بیماری اور شفاء دونوں ہی ہوتے ہیں۔ بجز چاول کے کہ اس میں صرف شفا ہوتی ہے بیماری نہیں ہوتی۔

ہم نے ان دونوں حدیثوں کو خاص طور پر محض تنبیہ اور بطور تحذیر یہاں بیان کر دیا ہے۔ تا کہ ان کی نسبت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ کی جائے اور اس کی نسبت کو غلط سمجھا جائے۔

چاول کا مزاج حار یابس ہے۔ گیہوں کے بعد اناج میں سب سے زیادہ کھائی جانے والی غذا ہے اور اس سے عمدہ ترین خلط پیدا ہوتی ہے اور پاخانہ کو معمولی طور سے سخت کرتا ہے مقوی معدہ ہے اور معدہ کی دباغت کرتا ہے اور معدہ میں ٹھہرا رہتا ہے۔ ہندوستانی اطباء کا خیال ہے کہ چاول کو اگر گائے کے دودھ میں پکا کر استعمال کیا جائے تو یہ سب سے مفید اور عمدہ غذا ثابت ہوگی۔ جسم میں شادابی پیدا کرتا ہے، منی بڑھاتا ہے۔ زیادہ غذائیت اس سے حاصل ہوتی اور یہ بدن کو نکھارتا ہے۔

آرز: ہمزہ مفتوح اور راء کے ساکن کے ساتھ صنوبر کو کہتے ہیں حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیان کیا ہے۔

مَثَلُ الْمُؤمِنِ مَثَلُ الْخَامَةِ مِنَ الزَّرْعِ تُفِيئُهَا الرِّيَاحُ تُقِيمُهَا مَرَّةً وَ تُمِيلُهَا أُخرىٰ وَمَثَلُ الْمُنَافِقِ مَثَلُ الْأَرْزَةِ لَا تَزَالُ قَائِمَةً عَلىٰ اَصْلِهَا حَتّٰى يَكُوْنَ انْجِعَا فُهَا مَرَّةً وَاحِدَةً ۱؎

مومن کی مثال کھیت کی تروتازہ پودے کی طرح ہے۔ اسے ہوا زمین پر بچھا دیتی ہے۔ کبھی کھڑا کر دیتی ہے اور کبھی اسے جھکا دیتی ہے۔

اور منافق کی مثال صنوبر کے درخت کی طرح ہے جو ہمیشہ اپنی جگہ پر کھڑا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ یکبارگی جڑ سے اکھڑ کر گر جاتا ہے۔

تخم صنوبر کا مزاج حار رطب ہے۔ اس کی خاصیت انفاج مود ہے۔ طبیعت کو نرم کر دیتا ہے اور اسے تحلیل کرتا ہے۔ اس میں ایک طرح کی تلخی ہوتی ہے جو پانی میں بھگونے سے ختم ہو جاتی ہے۔ یہ دیر ہضم ہے اور اس میں قوت غذائیت بکثرت ہوتی ہے۔ کھانسی اور پھیپھڑے کی رطوبات کو صاف کرنے کے لئے عمدہ دوا ہے۔ اس کے استعمال سے منی میں اضافہ ہوتا ہے اور مروڑ پیدا کرتا ہے۔ جو کھٹے انار کے کھانے سے دور ہوتا ہے۔

اِذخر (ایک قسم کی خوشبودار گھاس) اس کا ذکر صحیح بخاری کی مرفوع حدیث میں آیا ہے کہ آپ نے مکہ کی حرکت کے بارے میں فرمایا۔

لَا يُعْتَلىٰ خَلَاهَا فَقَالَ لَهٗ الْعَبَّاسُ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ اِلَّا الْاِذْخِرَ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ فَاِنَّهٗ لِقَيْنِهِمْ وَلِبُيُوْتِهِمْ فَقَالَ اِلَّا الْاِذْخِرَ ۲؎

۱؎ امام بخاری نے ۱۰/ ۹۲ میں کتاب المرضیٰ کے باب مَاجَاءَ فِی كَفَّارَةِ الْمَرْضٰی کے تحت اور امام مسلم نے ۲۸۱۰ میں کتاب فی صفات المنافقین کے باب مثل المومن کالزرع کے تحت حدیث کعب بن مالک سے اس کو بیان کیا ہے۔

خامة: پودے کا وہ حصہ جو شروع ایک ڈنٹھل لئے اگتا ہے۔ تفیئھا کے معنیٰ ہے وہ اس کو زمین پر جھکا دیتی ہے انجعافها یعنی جڑ سے اکھاڑ دینا۔

۲؎ امام بخاری نے ۴/ ۴۰ میں کتاب الحج کے باب لایعفر صید الحرم کے تحت اور امام مسلم نے ۱۳۵۳ میں کتاب الحج کے باب تحریم مکۃ وصیدھا کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ لایختلی خلاھا کا معنیٰ یہ ہے کہ (حاشیہ جاری)

مکہ کے سبزے بھی کاٹے جائیں تو آپ سے حضرت عباسؓ نے فرمایا کہ حضور اذخر گھاس کو اس سے مستثنیٰ کر دیجئے۔ کیونکہ یہ ان کے لئے زیب و زینت کا سامان ہے اور اس سے گھروں کا سجاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا ٹھیک ہے اذخر اس سے مستثنیٰ ہے۔

اِذخر کا مزاج دوسرے درجہ میں حار اور پہلے درجہ میں یابس ہے۔ یہ لطیف زود ہضم ہے اور سدوں شریانوں کے منہ کو کھولتا ہے اور بار بار پیشاب لاتا ہے اور ورم حیض رکھتی ہے اور کنکریوں کو ریزہ ریزہ کر کے خارج کر

دیتی ہے اور معدہ جگر اور گردوں کے سخت ورم اس کے پینے یا اس کے ضماد کرنے سے تحلیل ہوجاتے ہیں اور اس کی جڑ دانتوں کو مضبوط کرتی ہے اور معدہ کو تقویت بخشتی ہے۔ متلی روکتی ہے اور پاخانہ بستہ کرتی ہے۔

ظ ظ ظ

حرف باء

بطیخ (تربوزہ) ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تربوز کو تر کھجور کے ساتھ کھاتے تھے اور فرماتے۔

نَكْسِرُ حَرَّ هٰذَا بِبَرْدِ هٰذَا وَبَرْدَ هٰذَا بِحَرِّ هٰذَا ۱؎

کہ ہم اس کھجور کی گرمی کو تربوز کی ٹھنڈک کے ذریعہ اور تربوز کی ٹھنڈک کو کھجور کی گرمی کے ذریعہ ختم کرتے ہیں۔

"گذشتہ سے پیوستہ" اس کی گھاس نہ کاٹی جائے۔

اذخر:۔ اہل مکہ نزدیک ایک مشہور خوشبودار پودا ہے۔ جس کی جڑ اندر ہوتی ہے اور شاخیں پتلی ہوتی ہیں۔ یہ قابل کاشت ہموار اور غیر ہموار دونوں طرح کی زمینوں پر اگتا ہے۔

۱؎ ابوداؤد نے ۳۸۳۶ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الجمع بین لونین فی الاکل کے تحت اور ترمذی نے اپنی جامع ترمذی ۱۸۴۴ میں کتاب الاطعمۃ کے باب ماجاء فی اکل البطیخ بالرطب کے تحت اور شمائل ترمذی ۱/۹۶ میں حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس کو بیان کیا ہے اس کی اسناد صحیح ہے۔

تربوز کے بیان میں بہت سی احادیث وارد ہیں۔ مگر اس ایک حدیث کے علاوہ کوئی صحیح نہیں ہے۔ اس سے مراد سبز تربوز ہے۔ اس کا مزاج بارد رطب ہوتا ہے۔ یہ بوز میں جلاء مواد ہے اور کھیرے ککڑی سے بھی زیادہ زود ہضم ہے۔ معدہ سے بسرعت اتر کر نیچے چلا جاتا ہے اور اگر معدہ کے لئے کلط تیار نہ ہو تو یہ اسی کی جانب تیزی سے مستحیل ہوجاتا ہے اور اگر اس کا کھانے والا گرم مزاج ہے تو یہ اس کے لئے بے حد مفید ہے اور اگر ٹھنڈے مزاج والا ہے تو اس کے ضرر کو دور کرنے کے لئے اس سونٹھ وغیرہ جیسی چیزیں استعمال کرنی چاہیے۔ اس کو کھانے سے پہلے کھانا چاہیے پھر کھانا کھایا جائے۔ ورنہ متلی اور قے ہونے کا اندیشہ رہتا ہے اور بعض اطباء کا خیال ہے کہ تربوز کو کھانے سے پہلے کھانا معدہ کو جلا دیتا ہے اور اسے پورے طور پر دھل دیتا ہے اور اس کی بیماری کو جڑ سے نکال پھینکتا ہے۔

"بلح" (کچی کھجور جو نمو کے دوسرے مرحلہ میں ہو) امام نسائی اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حدیث ھشام بن عروہ کو بیان کیا ہے۔ جسے انہوں نے اپنے باپ عروہ سے اور انہوں نے عائشہؓ سے روایت کیا ہے کہ عائشہؓ نے بیان کیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ فَإِنَّ الشَّيْطٰنَ إِذَا نَظَرَ إِلَى ابْنِ اٰدَمَ يَاكُلُ الْبَلَحَ بِالتَّمْرِ يَقُوْلُ بَقِيَ ابْنُ اٰدَمَ حَتّٰى اَكَلَ الْحَدِيْثَ بِالْعَتِيْقِ ۱؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھاؤ اس لئے کہ شیطان جب ابن آدم کو کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ابن آدم رہ گیا حتی کہ نئی چیز کو پرانی کے ساتھ ملا کر کھا رہا ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۳۳۰ میں کتاب الاطعمہ کے باب اکل البلح بالتمر کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں یحییٰ بن محمد بن قیس محاربی ضریر ضعیف ہے اور محدثین نے اس حدیث کو منکرات میں شمار کیا ہے۔

اور ایک دوسری روایت میں یوں مذکور ہے۔

كُلُوا الْبَلَحَ بِالتَّمرِ فَاِنَّ الشَّيطٰنَ يَحزَنُ اِذَا رَأى ابنَ آدَمَ يَاكُلُه' فَيَقُولُ عَاشَ ابنُ اٰدَمَ حَتّٰى اَكَلَ الْجَدِيدَ بِالْخَلِقِ

کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاؤ۔ اس لئے کہ شیطان جب ابن آدم کو کچی کھجور چھوہارے کے ساتھ کھاتے ہوئے دیکھتا ہے تو کہتا ہے کہ ابن آدم رہ گیا حتی کہ نئی چیز کو پرانی کے ساتھ ملا کر کھا رہا ہے۔

اس حدیث کو بزار نے اپنی مسند میں روایت کیا ہے اور یہ اس کے ہی الفاظ ہیں۔

اس حدیث میں ''بالتمر'' کا باء مع کے معنی میں ہے۔ یعنی کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھاؤ۔

اطباء اسلام میں سے بعض نے کہا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچی کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھانے کا حکم فرمایا ہے۔ نیم نچتہ کھجور کو چھوہارے کے ساتھ کھانے کا حکم نہیں دیا ہے۔ اس لئے کہ کچی کھجور بارد یابس ہوتی ہے اور چھوہارہ عار رطب ہوتا ہے۔ ان دونوں کو ایک ساتھ کھانے سے ایک دوسرے کی اصلاح ہوگی اور نیم نچتہ کو چھوہارے کے ساتھ کھانے سے یہ بات نہیں پیدا ہوگی کیونکہ دونوں ہی گرم ہیں۔ اگرچہ چھوہارے کی حرارت نیم نچتہ کھجور سے زیادہ ہے اور فن طب کے اعتبار سے بھی دو گرم یا دو بارد چیزوں کو ایک ساتھ استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسا کہ اس کو پہلے بھی بیان کیا جا چکا ہے۔ اس حدیث میں فن طب کے بنیادی اصول کی جانب رہنمائی مقصود ہے اور یہ بھی بتلانا مقصود ہے کہ ایسی تدابیر مدنظر رکھنی چاہیے۔ جن سے غذا اور دوا ای کیفیات کا ایک دوسرے سے دفاع ہو سکے اور اس طبی قانون کو بھی رعایت کرنی چاہیے۔ جس سے صحت کو بحال رکھا جا سکے۔

کچی کھجور کا مزاج سرد اور خشک ہے۔ منھ، مسوڑھے اور معدہ کی بیماریوں میں نامع ہے اور سینہ پھیپھڑے کی بیماری میں یہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ اس میں خشونت۔ پائی جاتی ہے۔ یہ دیر ہضم ہے۔ اس میں معمولی غذائیت بھی ہوتی ہے۔ بلح کی کھجوروں کے درمیان وہی حیثیت ہے۔ جو حصرم (کچے انگور) کی نچتہ انگوروں میں ہوتی ہے۔ دونوں ریاح پیدا کرتے ہیں۔ بالخصوص ان دونوں کے کھانے کے بعد جب پانی پی لیا جائے تو پیٹ میں گڑبڑی پیدا ہو جاتی ہے۔ ان کا ضرر چھوہارے کے استعمال سے جاتا رہتا ہے۔ شہد اور مکھن کے استعمال سے بھی اس کا ضرر ختم ہو جاتا ہے۔

بسر (نیم نچتہ کھجور) صحیح بخاری میں ہے کہ ابوالھیثم بن تیھان نے جب جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق وعمر رضی اللہ عنہما کی مہمان نوازی کی تو اس موقعہ پر کھجور کا ایک خوشہ ان کی خدمت میں پیش کیا آپ نے ان سے فرمایا کہ تازہ کھجوروں کو چن کر لائے ہوتے۔اس پر ابوالھیثم نے کہا کہ میری خواہش یہ تھی کہ نیم نچتہ اور نچتہ کھجوروں میں سے جسے آپ پسند کریں۔ چن کر کھالیں۔ ا

نیم نچتہ کھجور حار یابس ہے۔اس کی خشکی اس کی حرارت سے بڑھی ہوئی ہے۔رطوبت کو خشک کرتی ہے۔معدہ کو صاف کرتی ہے۔ پاخانہ روکتی ہے اور منہ اور مسوڑہ کے لئے نافع ہے۔اس کی سب سے زیادہ نفع بخش وہ قسم ہوتی ہے۔جو آسانی چور ہوجائے اور شیریں ہو اس کا زیادہ استعمال اور اسی طرح کچی کھجوروں کا زیادہ کھانا انتڑیوں میں سدے پیدا کرتا ہے۔

بیض (انڈا) امام بیہقی نے شعب الایمان میں ایک مرفوع اثر نقل کیا ہے کہ انبیاء میں سے کسی نبی نے اللہ تعالیٰ سے اپنی غیر معمولی کمزوری کی شکایت تو اللہ تعالیٰ نے ان کو انڈا کھانے کا حکم دیا۔لیکن اس اثر کی صحت قابل غور ہے۔نئے انڈے پرانے انڈوں سے عمدہ ہوتے ہیں۔اسی طرح مرغی کا انڈا دیگر تمام پرندوں کے انڈے کے مقابل زیادہ معتدل ہوتا ہے۔کسی قدر برودت کی طرف مائل ہے۔

ا ترمذی نے ۲۳۰۷ میں کتاب الزہد کے باب ماجاء معیشہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس کو حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔اس کی سند حسن ہے امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم ۲۰۳۸ میں بالکل اسی طرح اس کو نقل کیا ہے۔

''قانون'' کے مصنف نے اس کی زردی کو حار رطب لکھا ہے۔یہ عمدہ صالح خون پیدا کرتا ہے۔معمولی طور پر تغذیہ کرتا ہے اور اگر انڈا ابال کر استعمال کیا جائے تو وہ معدہ سے تیزی کے ساتھ نیچے کی جانب جاتا ہے۔

ایک دوسرے طبیب نے لکھا ہے کہ زردی بیضہ مرغ مسکن درد ہے۔حلق اور سانس کی نالی کو چکنا اور ملائم کرتی ہے۔یہ حلق کے امراض کھانسی پھیپھڑے، گردے اور مثانہ کے زخموں کے لئے نفع بخش ہے۔اس کے استعمال سے حلق کی خشونت ختم ہوجاتی ہے۔بالخصوص شیریں بادام کے تیل کے ساتھ اس کا استعمال اور بھی نفع بخش ہے۔مواد سینہ کو نچتہ کر کے اس کو نرم کرتا ہے اور حلق کی خشونت کے لئے مسہل ہے۔اگر آنکھ میں گرم ورم ہوجائیں اور اس سے درد ہو تو انڈے کی سفیدی کے چند قطرے آنکھ میں ٹپکانے سے درد ختم ہوجائے گا اور آنکھ میں ٹھنڈک پہنچنے کی وجہ سے سکون ملے گا اگر آتش زدہ جلد پر اس کا ضماد کریں تو آبلے نہ آئیں گے اور اگر درد کے مقام پر اس کا ضماد کریں۔تو درد جاتا رہے گا اور اس کے ضماد لو سے حفاظت ہوگی اور اگر گوند کے ساتھ اس کو آمیز کر کے پیشانی پر ضماد کیا جائے تو نزلہ کے لئے مفید ثابت ہوگا۔

منصف ''قانون'' شیخ بوعلی سینا نے دل کی دواؤں میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ اگر چہ یہ دل کی عام دواؤں میں سے نہیں ہے۔پھر بھی اس کی زردی کو تقویت قلب میں خاص مقام حاصل ہے۔اس لئے کہ اس میں تین خوبیاں پائی جاتی ہیں۔یہ بہت جلد خون بن جاتی ہے دوسرے اس سے فضلہ کی مقدار کم ہوتی ہے اور تیسرے یہ کہ اس

سے پیدا ہونے والا خون دل کی غذائیت کے کام آنے والے خون کی طرح ہلکا ہوتا ہے۔ تیزی کے ساتھ دل کی جانب منتقل ہو جاتا ہے۔ اسی لئے جو ہر روح کو تحلیل کرنے والے عام امراض کی تلافی کے لئے اسے سب سے مناسب مانا جاتا ہے۔ کیونکہ اس سے بہت جلد تحلیل روح ہوتی ہے۔

بصل (پیاز) ابوداؤد نے اپنی سنن میں عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ آپ سے پیاز کے بارے میں دریافت کیا گیا تو آپ نے جاب دیا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری کھانا جو تناول فرمایا تھا۔ اس میں پیاز موجود تھی۔ ا۔

اور صحیحین میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث جو منقول ہے۔ اس میں ہے کہ آپ نے پیاز کھانے والے کو مسجد میں داخل ہونے سے منع فرمایا ہے۔ ۲۔

پیاز کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم ہے۔ اس میں رطوبت فضولی ہے جو مختلف پانیوں کے استعمال کے ضرر سے بچاتی ہے۔ زہریلی ہواؤں کو دفع کرتی ہے اور شہوت کو برانگیختہ کرتی ہے۔ معدہ قوی کرتی ہے اور باہ میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔ اس کے استعمال سے منی زیادہ ہوتی ہے۔ رنگ نکھرتا ہے۔ بلغم ختم ہو جاتا ہے۔ معدہ کو جلا ملتی ہے اور اس کا تخم استعمال کرنے سے بدن کے سفید داغ ختم ہو جاتے ہیں اور داء الثعلب ۳۔ پر اس کو رگڑنے سے خاصا نفع ہوتا ہے۔ اگر اس کو نمک کے ساتھ استعمال کیا جائے تو مسوں کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے اور اگر مسہل دوا کے استعمال کے بعد اس کو سونگھ لیں تو قے اور متلی نہیں آسکتی اور اس دوا کی بدبو بھی ختم ہو جائے گی اور اگر اس کے پانی کو نچوڑ کر ناک میں چڑھایا جائے تو دماغ صاف ہوتا ہے اور اگر کاب میں ٹپکائیں تو گراں گوشی کان کی طنین اور تیم گوش کے لئے نافع ہے اور سیلان اذن کے لئے مفید ہے اور آنکھ سے پانی بہنے کی صورت میں اس کو سرمہ کی سلائی سے لگائیں تو پانی کو روکتا ہے اور اگر اس کا تخم شہد کے ساتھ آمیز کر کے سرمہ کی طرح آنکھ میں لگائیں تو آنکھ کی سفید کے لئے نفع بخش ہے اور پکی ہوئی پیاز کثیر الغذا ہے۔ یرقان کھانسی اور سینے کی خشونت کے لئے نافع ہے۔ پیشاب لاتی ہے۔ پاخانہ نرم کرتی ہے۔ اگر ایسے کتے نے کسی کو کاٹ لیا جو باؤلا نہ تھا تو اس کے

ا۔ ابوداؤد نے ۳۸۲۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب فی اکل الثوم کے تحت اور امام احمد بن حنبل نے ۸۹۸ میں اس حدیث کا بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ابوزیاد خیاء بن سلمہ ایک راوی ہے جس کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں قرار دیا...... اس حدیث کے بقیہ روای ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

۲۔ امام بخاری نے ۹ / ۴۹۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب ایکرہ من الثوم والبقول کے ذیل میں اور امام مسلم نے ۵۶۴ میں کتاب المساجد ومواضع الصلوٰۃ کے باب نہی من اکل ثوما او بصلا او کراثا ونحوھا کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

۳۔ **داء الثعلب:** ۔ ایک مشہور بیماری ہے۔ جس میں بال جھڑ جھاتے ہیں۔

لئے مفید ہے۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ پیاز کے پانی کو نچوڑ کر برگ سداب کے ساتھ پکا کر مقام ماؤف پر رکھا جائے اور اگر اس حمول کیا جائے تو بواسیر کے منہ کھول دیتی ہے۔

لیکن اس میں نقصانات بھی ہیں۔ کہ اس کے استعمال سے آدھے سر کا درد ہوتا ہے اور درد سر پیدا کرتی ہے۔

اس سے ریاح کی بڑی مقدار پیدا ہوتی ہے۔ آنکھوں میں دھندلا پن پیدا کرتی ہے اور اس کا بکثرت استعمال کرنے سے نسیان ہوتا ہے۔ عقل کو فاسد کرتی ہے منھ کے مزہ کو بگاڑتی ہے اور منہ میں بدبو پیدا کرتی ہے۔ جس سے ہم نشین اور فرشتوں کو اذیت پہنچتی ہے۔ اگر اس کا استعمال پکا کر کریں تو یہ ساری مضرتیں ختم ہو جاتی ہیں۔

سنن میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پیاز اور لہسن کھانے والے کو حکم دیا کہ وہ اسے پکا کر کھائیں ا۔ اور اس کی بدبو کے خاتمہ کے لئے برگ سداب کا چبانا مفید ہے۔

باذنجان (بینگن) ایک موضوع حدیث جس کی نسبت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غلط طور پر کی گئی ہے۔ اس میں مذکور ہے کہ بینگن ارادہ سے کھائیں۔ ۲۔ اسی کے لئے مفید ہے۔ انبیاء کی طرف اس حدیث کی نسبت کرنا تو دور کی بات ہے۔ کسی عقل مند کی جانب اس کلام کو منسوب کرنا حماقت محض ہے۔ بینگن کی دو قسمیں ہیں۔ سیاہ و سفید۔

اس کے مزاج کے بارے میں اختلاف ہے کہ یہ...... ہے یا حار، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس کا مزاج حار ہے۔ اس کے استعمال سے سوداء کے اندر اضافہ ہوتا ہے اور بواسیر ہوتی ہے اسی طرح اس سے سدے پیدا ہوتے ہیں اور کینسر اور جذام جیسی مہلک بیماریاں رونما ہوتی ہیں۔ چہرے کا سیاہ کرتا ہے۔ رنگ بگاڑتا ہے۔ اس کے استعمال سے منھ میں بدبو پیدا ہوتی ہے۔ البتہ سفید بینگن ان مضرتوں سے خالی ہے۔

ظظظ

ا۔ امام مسلم نے ۵۶۷ میں اور نسائی نے ۲/ ۴۲ میں کتاب المساجد کے باب من یخرج من المسجد کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۳۶۳ میں کتاب الاطعمہ کے باب اکل الثوم والبصل کی ذیل یں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کے بطلان پر متعدد محدثین سے صراحت آئی ہے۔ دیکھئے "المنار المنیف" مؤلف کی اپنی تالیف ص ۵۱ اور ملا علی قاری کی کتاب المضوع" ص ۴۴ اور سیوطی کی تالیف اللآلی المضوعۃ"

حرف تاء

تمر۔ (خرما۔ چھوہارہ)

صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی حدیث میں مذکور ہے آپ نے فرمایا کہ جس نے صبح کے وقت سات چھوہارے کھائے اور دوسرے لفظوں میں یہ ہے کہ عوالی مدینہ کے سات چھوہارے کھانے کے بعد نہ اسے زہر نقصان دے گا اور نہ اس پر جادو کا اثر ہوگا۔ ا۔

ایک دوسری مرفوع حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جس گھر میں چھوہارے نہ ہوں۔ اس گھر کے لوگ بھوکے ہیں۔ ۲۔ آپ سے ثابت ہے کہ آپ نے چھوہارے کو پنیر کے ساتھ اور روٹی کے ساتھ کھایا اور اسی طرح بلا کسی چیز کے صرف چھوہارے کا کھانا بھی ثابت ہے۔ ۳۔

اس کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم ہے۔ درجہ رطب ہے یا یابس ہے؟ دونوں اقوال اطباء سے منقول ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

یہ جگر کے لئے مقوی پاخانہ کو ڈھیلا کرتا ہے۔ مقوی باہ ہے۔ بالخصوص جب صنوبر کے ساتھ اس کا استعمال باہ کو قوی کرنے میں طاق ہے اور حلق کی خشونت سے نجات دلاتا ہے اور ٹھنڈے علاقے کے لوگ جو اس کے کھانے کے عادی نہ ہوں۔ اس کے استعمال کرنے سے ان میں سدے پیدا ہوتا ہے اور دانتوں کو اذیت درد سر پیدا کرتا ہے۔

بادام اور دانہ پوستہ کے ذریعہ اس کے ضرر کو دفع کیا جا سکتا ہے۔ پھلوں میں سب سے زیادہ جسم کے لئے اس میں غذائیت ہوتی ہے کیونکہ اس میں حار رطب جو ہر موجود ہے۔ نہار منہ اس کے کھانے سے پیٹ کے کیڑے مر جاتے ہیں۔ کیونکہ اس میں حرارت ہونے کے ساتھ ہی

ا۔ امام بخاری نے ۰۱ / ۲۰۳ ۰ ۲۰۴ ۰ میں کتاب الطب کے باب الدواء بالعجوۃ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۰۴۷ میں کتاب الاشربۃ کے باب فضل حمر المدینہ کے تحت حدیث سعد ابن ابی وقاص سے اس کو بیان کیا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو امام مسلمؒ نے ۲۰۴۶ میں نقل کیا ہے۔

۳۔ ملاحظہ کیجئے سنن ابوداؤد ۳۲۵۹، ترمذی نے ۱۵۳۱ میں اور جامع ۱۸۴ اور شمائل میں اور ابوداؤد ۳۸۴۷ میں اور ابن ماجہ ۳۴۴۴ میں دیکھئے۔

تریاقی قوت موجود ہے اور اگر اس کی نہار منہ ہمیشہ استعمال کرتے رہیں۔ تو کیڑے کی تولید کم ہو جاتی ہے اور اسے کمزور کر دیتا ہے یا کم دیتا ہے۔ یا اس کو بالکل فنا کر دیتا ہے۔ یہ پھل، غذا، دوا، اور مشروب اور حلواء بھی ہے۔

تین (انجیر) چونکہ حجاز و مدینہ کی سرزمین پر انجیر کی پیداوار نہیں ہوتی۔ اس لئے حدیث میں اس کا ذکر نہیں ملتا۔ کیوں کہ انجیر کی پیداوار کے لئے کھجور اگانے والی زمین میں مناسب نہیں بلکہ اس کے برخلاف زمین کی ضرورت پڑتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں اس کی قسم کھا کر اس کے منافع اور فوائد کی اہمیت بیان کر دی ہے اور صحیح بات تو یہ ہے کہ یہی مشہور انجیر ہے۔ جس کی قسم کھائی گئی ہے۔

اس کا مزاج حار ہے اور رطوبت و یبوست کے متعلق اطباء سے دو قول منقول ہیں

عمدہ قسم کی انجیر نجتہ سفید چھلکے والی ہوتی ہے۔ یہ مثانہ اور گردہ کی ریگ کو صاف کرتی ہے اور زہر سے حفاظت رکھتی ہے۔ تمام پھلوں سے زیادہ اس میں غذائیت پائی جاتی ہے۔ سینے اور حلق اور سانس کی نالی کی خشونت میں نافع ہے۔ جر اور طحال کی صفائی کرتی ہے اور معدہ سے خلط بلغم کو جلا دے کر نکالتی ہے اور بدن کو شاداب بناتی ہے۔ البتہ اس کے کثرت استعمال سے جوں پڑ جاتی ہے۔

خشک انجیر کے تغذیہ کے ساتھ اعصاب میں قوت آتی ہے اور اخروٹ و بادام کے مغز کے ساتھ اس کا استعمال بے حد مفید ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ اگر زہر قاتل کے استعمال سے پہلے مغز اخروٹ اور سداب ا کے ساتھ اس کا استعمال کر لیں تو زہر سے نجات ہوتی ہے اور نفع بھی پہنچتا ہے۔

حضرت ابو داؤد سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں

ا۔ سداب: ایک سبز رنگ مائل بہ نیلگوں پودا ہے۔ جس سے تیز خوشبو کی لپٹ نکلتی ہے۔ اس کے پتے بیضوی شکل کے پر کی طرح نقطہ دار ہوتے ہیں۔ ماہ جولائی اگست میں پھول کھلتے ہیں۔ جو ستاروں کی شکل کے ہوتے ہیں۔ رنگ زرد مائل بہ سبز ہوتا ہے۔ تفصیل کے لئے التدوی بالاعشاب ص ۱۸۴ ملاحظہ کیجئے۔

ایک تھالی انجیر بطور ہدیہ پیش کی گئی آپ نے اہل مجلس سے فرمایا کہ کھاؤ! اور خود آپ نے کھایا اور فرمایا اگر یہ کہوں کہ جنت سے کوئی پھل اترا ہے۔ تو یہی وہ پھل ہوسکتا ہے کیونکہ جنت کے پھلوں میں گٹھلی نہ ہوگی۔ اسے کھاؤ کیونکہ یہ بواسیر ختم کرتی ہے۔ نقرس ا کے لئے نفع بخش ہے۔ اس حدیث کی صحت میں شبہ ہے۔

اس کا گودا بہت عمدہ ہوتا ہے۔ گرم مزاج والوں کے اندر تشنگی پیدا کرتا ہے اور بلغم مالح سے پیدا ہونے والی تشنگی کو بجھاتا ہے۔ مزمن کھانسی کے لئے مفید ہے پیشاب آور ہے اور جگر، طحال کے سدوں کو کھولتا ہے۔ گردے اور مثانہ کے لئے مفید ہے۔ نہار منہ اس کے استعمال کرنے سے مجاری غذا کھل جاتے ہیں۔ بالخصوص جب کہ اس کا استعمال مغز وبادام واخروٹ کے ساتھ کیا جائے۔ ثقیل غزاؤں کے ساتھ اس کا استعمال نہایت درجہ مضر ہے۔ سفید شہتوت بھی اسی درجہ کا نافع ہے۔ لیکن اس میں غذائیت اس سے کم ہوتی ہے اور معدہ کو نقصان بھی پہنچتا ہے۔

تلبینہ (حریرہ) اس کا بیان پہلے ہو چکا کہ یہ ایک قسم کا حریرہ ہے۔ جو جو کے آٹے سے بنتا ہے۔ اس کے فوائد کا بھی ذکر گذر چکا ہے۔ کہ یہ اہل حجاز کے لئے اصل جو کے آمیزے سے بھی زیادہ نفع بخش ہے۔

ظظظ

حرف ثاء

ثلج (برف)

صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا۔

اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ ۲؎

ا۔ نقرس: ایک مشہور بیماری ہے۔ جو پیر کے چھوٹے جوڑوں میں ہوتی ہے۔ اس کی صورت ورم ہوتی ہے۔ جو ٹخنوں اور پیروں کی انگلیوں کے جوڑوں میں پیدا ہوتا ہے۔

۲۔ اس حدیث کو امام مسلم نے ۵۹۸ میں کتاب المساجد کے باب یالقال بین تکبیرۃ حرام والقراءۃ کے تحت نقل کیا ہے۔

اے اللہ میرے گناہوں کو پانی۔ برف اور اولے سے تو دھولے۔

اس حدیث میں سمجھنے کا پیغام موجود ہے کہ بیماری کا علاج اپنی ضد سے کیا جاتا ہے۔ چونکہ گناہوں میں حرارت اور سوزش ہوتی ہے۔ اس لئے اس کا علاج اس کے مخالف چیز برف۔ اولہ اور ٹھنڈا پانی ہے اور یہ نہیں کہا جاسکتا کہ گرم پانی سے میل کچیل عمدہ طریقہ سے صاف کیا جاتا ہے۔ کیونکہ ٹھنڈے پانی میں جسم کو سخت بنانے اور اس کو قوت بخشنے کی خاصیت ہے۔ جو گرم پانی میں نہیں اور گناہوں سے دو اثر مرتب ہوتے ہیں۔ میل کچیل اور ڈھیلا پن۔ اس

لئے ضرورت اس کی ہے کہ اس کا علاج ایسی چیز سے کیا جائے جو دل میں نظافت پیدا کرنے کے ساتھ ہی اسے مضبوط کرے۔ اس لئے یہاں آب سرد اور برف کا ذکر کیا گیا تا کہ ان دونوں باتوں کی طرف رہنمائی ہو جائے۔

برف صحیح قول کی بنیاد پر بارد ہے اور جس نے اس کو گرم بتایا۔ اس نے غلطی کی اور اس کو یہ شبہ ہوا کہ حیوان کی پیدائش ٹھنڈے پانی میں ہوئی ہے۔ حالانکہ اس سے حرارت کا کیا واسطہ اس لئے کہ کیڑے تو ٹھنڈے پھلوں میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں اور سرکہ میں بھی پیدا ہو جاتے ہیں۔ جو کہ سرد ہوتا ہے اور اس کے استعمال کے بعد پیاس کا جو غلبہ ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹھنڈک سے حرارت بھڑکتی ہے اور خود اس میں ذاتی حرارت نہیں ہوتی برف معدہ اور اعصاب کے لئے مضر ہے اگر شدت حرارت کے باعث دانتوں میں درد ہو تو اس کے استعمال سے سکون حاصل ہو جاتا ہے۔

ثوم (لہسن) یہ پیاز کے انداز کا ہوتا ہے اور حدیث میں مذکور ہے کہ جو اسے کھانا چاہے اسے چاہئے کہ اس کو پکا کر اس کی بو ختم کر لے۔ [1]

---

[1] امام مسلم نے ۵۶۷ میں کتاب المساجد کے باب نهی من اکل ثوما او بصلا کے تحت اور ابن ماجہ نے ۱۰۱۴ میں کتاب اقامۃ الصلوٰۃ کے تحت اور ۳۳۶۳ میں کتاب الاطعمۃ کے ذیل میں اور نسائی نے ۲ / ۴۳ امام احمد نے "مسند" ۱ / ۱۵، ۴۹ میں حدیث عمر بن خطاب سے اس کو بیان کیا ہے اور امام احمد نے اس کو ۴ / ۱۹ میں قرہ مزنی کی حدیث سے بایں الفاظ روایت بے کیا ہے۔ قَالَ نَهٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ هَاتَيْنِ الشَّجَرَتَيْنِ وَقَالَ مَنْ اَكَلَهَا فَلَا يَقْرَبَنَّ مَسْجِدَنَا،، وَقَالَ، اِنْ كُنْتُمْ لَا بُدَّ اٰكِلِيْهَا فَاَمِيْتُوْهُمَا طَبْخًا،، (حاشیہ جاری)

آپ کے پاس بطور ہدیہ کھانا آیا۔ جس میں لہسن تھا تو آپ نے اسے حضرت ابو ایوب انصاری ؓ کو بھیج دیا۔ ابو ایوب نے عرض کیا کہ اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو اس کو نا پسند کرتے ہیں اور میری طرف اسے بھیج کر کھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں اس ذات اقدس سے سرگوشی کرتا ہوں۔ جس سے تم نہیں کرتے۔ [1]

اس کا مزاج چوتھے درجے میں حار یابس ہے۔ انسانی جسم میں اس سے بڑی گرمی پیدا ہوتی ہے اور اس کے استعمال سے خاصی خشکی پیدا ہوتی ہے۔ ٹھنڈے مزاج والوں کے لئے بہت نفع بخش ہے۔ اسی طرح جس کا مزاج بلغمی ہو یا جس کو فالج لگنے کا خطرہ ہو یہ نافع ہے۔ منی کو خشک کرتا ہے۔ سدوں کو کھولتا ہے۔ یہ غلیظ ریاح کو تحلیل کرتا ہے۔ کھانا ہضم کرتا ہے۔ دست لاتا ہے۔ پیشاب آور ہے کیڑے مکوڑوں لے ڈنک اور ہر طرح کے سردوموں میں تریاق کا کام کرتا ہے۔ اگر اس کو پیس کر سانپ کے کاٹے ہوئے یا بچھو کے ڈنک مارنے کی جگہ پر اس کا ضماد کر دیا جائے تو نفع دے گا اور تمام زہر کو کھینچ لے گا۔ یہ بدن کو گرم رکھتا ہے اور اکثر اجسام کے

"گذشتہ سے پیوستہ" انہوں نے بیان کیا کہ رسول نے ان دونوں خبیث درختوں سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ جو اسے کھائے وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے۔ نیز فرمایا کہ اگر اس کو کھانا ضروری ہو تو اس کو پکا کر کھاؤ۔ دونوں درختوں سے مراد لہسن اور پیاز ہے۔ علماء نے مساجد کے ساتھ عام مجالس جیسے عید گاہ، نماز جنازہ، اجتماع ولیمہ کو بھی شامل کیا ہے اور لہسن پیاز کے ساتھ ہر اس چیز کو شامل کر لیا ہے۔ جس میں ناگوار بو ہو۔ جس سے لوگوں کو اذیت ہو۔ اسی کے ساتھ بعض نے

گندہ ذہن کو بھی شامل کرلیا ہے اور ایسے مزدور پیشہ لوگوں کو بھی شامل کرلیا ہے جن کے بدن سے گندی بوآتی ہو یا ان کے کپڑے میل کچیل سے اٹے ہوں۔اسی طرح دباز دہ، اور متعدی امراض کے شکار لوگوں کو بھی اس فہرست میں شامل کرلیا۔

ا۔ امام بخاری نے ۲/ ۲۸۲، ۲۸۳ میں کتاب صفۃ الصلوۃ کے باب ما جاء فی الثوم النئی والبصل کے تحت اور کتاب الاطعمۃ کے باب ما یکرہ من الثوم والبقول کے ذیل میں اور کتاب الاعتصام کے باب الاحکام التی تعرف بالدلائل کے تحت اس کو ذکر کیا ہے اور امام مسلم نے ۵۶۴ (۷۳) میں کتاب المساجد کے تحت حدیث جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے اس کو نقل کیا ہے اور امام مسلم نے ہی ۲۰۵۳ میں کتاب الشربۃ کے تحت حدیث ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے اس کی تخریج کی ہے۔

لئے محافظ صحت ہے پانی کے تغیر کے اثرات کو ختم کرتا ہے اور پرانی کھانسی کے لئے مفید ہے۔اس کو کچا اور پکا کر اور بھون کر استعمال کیا جاتا ہے۔ٹھنڈک لگنے کی وجہ سے سینے میں ہونے والے درد کے لئے نافع ہے۔حلق میں پھنسے جونک کو نکال پھینکتا ہے۔اگر اس کو پیس کر سرکہ، نمک اور شہد کے ساتھ آمیز کر لے کھوکھلے داڑھ پر رکھا جائے تو اسے ریزہ ریزہ کر کے گرا دیتا ہے اور اگر داڑھ میں درد ہو تو درد کو ختم کرتا ہے اور اگر اس کا سفوف ۲ گرام شہد کے پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بلغم اور پیٹ کے کیڑوں کا نکالتا ہے اور بدن کے سفید داغ پر شہد کے ساتھ اس کا لگانے سے فائدہ ہوتا ہے۔

لہسن کے نقصانات: اس سے نقصان بھی ہوتا ہے۔درد سر پیدا کرتا ہے۔دماغ اور نگاہوں کو ضرر ہوتا ہے۔نگاہ اور قوت باہ کو کمزور کرتا ہے۔تشنگی پیدا کرتا ہے۔صفراء کو جوش میں لاتا ہے۔گندہ ذہنی پیدا کرتا ہے اور اگر اس کے کھانے کے بعد برگ سداب چبا لیا جائے۔تو اس کی بدبو ختم ہو جاتی ہے۔

ثرید صحیح بخاری و صحیح مسلم میں آپ سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ ا۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ایسی ہی فضیلت حاصل ہے جیسی ثرید کو تمام دوسرے کھانوں پر فضیلت ہے۔

ثرید اگر چہ مرکب ہوتی ہے جس کی ترکیب اجزاء روٹی اور گوشت ہوتے ہیں۔چنانچہ روٹی تمام غذاؤں میں اعلیٰ ترین غذا ہے اور گوشت تمام سالنوں کا سردار ہے۔پھر جب دونوں کو ملا دیا جائے تو پھر کی افضلیت کا پوچھنا ہی کیا ہے۔

روٹی اور گوشت میں سے کون افضل ہے۔اس سلسلہ میں لوگوں کے خیالات مختلف ہیں۔لیکن صحیح بات یہ ہے کہ روٹی کی ضرورت بہت زیادہ پڑتی ہے اور وہ سب کے لئے یکساں

ا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری ۷/ ۸۳ میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۴۴۶ میں ہر دو نے کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب فی فضل عائشہ رضی اللہ عنہا کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

طور پر مطلوب ہے اور گوشت افضل اور بہت عمدہ چیز ہے۔دوسری غذاؤں کے مقابل اور کو جوہر بدن سے زیادہ

مناسب ہے۔ نیز یہ جنتیوں کا بھی کھانا ہے۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے لوگوں سے تخاطب فرمایا۔ جنھوں نے سبزی، ککڑی، لہسن، دال اور پیاز کا مطالبہ کیا تھا اور من وسلویٰ سے گھبرا گئے تھے۔

اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِیْ هُوَ اَدْنٰی بِالَّذِیْ هُوَ خَیْرٌ (بقرہ:۶۱)

کیا تم لوگ اچھی چیز کے بدلے ادنیٰ چیز لینا چاہتے ہو۔

اکثر سلف نے فوم سے مراد گیہوں لیا ہے۔ اس تقدیر کی بنیاد پر اس آیت کے اندر اس بات کی صراحت ہے کہ گوشت گیہوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔

ظظظ

حرف جیم

جمّار (کھجور کا گابھ) قلب النخل (درخت کھجور کے تنہ کا اندرونی نرم حصہ)

صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

قَالَ بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جُلُوْسٌ اِذْ اُتِیَ بِجُمَّارِ نَخْلَةٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرَةِ شَجَرَةً مِثْلَ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَا یَسْقُطُ وَرَقُهَا [1]۔

ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ صمغ کھجور آپ کے پاس لایا گیا آپ نے فرمایا درختوں میں سے ایک درخت ایسا ہے۔ جو مسلمان آدمی کی طرح ہے۔ جس پر خزاں کبھی نہیں آتی اور اس کے پتے کبھی جھڑ کر نہیں گرتے۔

---

[1] امام بخاری نے صحیح بخاری ۹/ ۴۹۲ میں کتاب الاطعمۃ باب اکل الجمار کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۸۱۱ میں کتاب صفات المنافقین باب مثل النخلۃ کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

جمار کا مزاج پہلے درجہ میں بارد یابس ہے۔ زخموں کو مندمل کرتا ہے۔ نفث الدم میں نافع ہے۔ دست کو روکتا ہے۔ مرہ صفراء کے غلبہ کو ختم کرتا ہے۔ ہیجاب دم پیدا کرتا ہے کیموس [2] کے لئے نفع بخش ہے اور نہ مضر بلکہ دونوں کے درمیان ہے۔ معمولی طور پر تغذیہ بدن کرتا ہے۔ دیر ہضم ہے۔ اس کے درخت کا ہر حصہ مفیدہ۔ اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مرد مومن سے اس کی تشبیہ دی اس لئے اس کے منافع بہت زیادہ اور اس کا خیر غیر معمولی ہے۔

جبن (پنیر) سنن میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔

اُتِیَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بِجُبْنَةٍ تَبُوْکَ فَدَعَا بِسِکِّیْنٍ وَسَمّٰی وَقَطَعَ [2]۔

غزوۂ تبوک میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پنیر لایا گیا تو آپ نے چھری طلب کی اور بسم اللہ کر کے اس کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔

اس حدیث کا ابوداؤد نے روایت کیا ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے شام، عراق میں اس کو کھایا بغیر نمک ملائے ہوئے تازہ پنیر معدہ کے لئے بہت مفید ہے۔ بڑی آسانی سے اعضاء میں سرایت کرتا ہے۔ گوشت بڑھاتا ہے اور پاخانہ کو معتدل انداز میں نرم کرتا ہے۔ نمکین پنیر میں تازہ کے مقابل کم غذائیت ہوتی ہے اور معدہ کے لئے بھی نقصان دہ ہوتا ہے۔ آنتوں کو تکلیف دیتا ہے اور پرانا پنیر اور اسی طرح پکا ہوا پنیر قبض پیدا کرتا ہے۔ زخموں کے لئے نافع ہے۔ دست روکتا ہے۔ اس کا مزاج بارد رطب ہے۔ اگر اس کو بھون کو استعمال کیا جائے تو اس کا مزاج معتدل ہوجاتا ہے۔

ا۔ اطباء کی اصطلاح میں کیموس، اس حالت کو کہتے ہیں۔ جس پر کھانا معدہ میں ہضم ہونے کے بعد اس سے منتقل ہونے سے پہلے رہتا ہے۔

۲۔ ابوداؤد نے سنن ابوداؤد ۳۸۱۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب فی اکل الجبن کے ذیل میں اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

اس لئے کہ آگ اسے معتدل کر کے اس کی اصلاح کر دیتی ہے اور اس کے جوہر کو نہ دو ہضم بنا دیتی ہے اور اس کا ذائقہ اور خوشبو خوشگوار بنا دیتی ہے۔ نمکین پرانا پنیر حساء یابس ہوتا ہے۔ اس کو بھوننے سے اس کی اصلاح ہوجاتی ہے اور اس کا جوہر زرود ہضم ہوجاتا ہے اور اس کی تیزی ٹوجاتی ہے۔ اس لئے کہ آگ پر پکنے کے بعد اس کے گرم خشک اجزاء ختم ہوکر مناسب انداز میں باقی رہ جاتے ہیں اور نمکین پنیر لاغر کرتا ہے اور مثانہ وگردہ میں پتھری پیدا کرتا ہے اور یہ معدہ کے لئے بھی مضر ہے اور اس کا ملطفات کے ساتھ آمنیر کر کے استعمال کرنا تو اور زیادہ نقصان دہ ہے۔ کیونکہ وہ اس سے معدہ کی جانب نفوذ کر جاتا ہے۔

ظظظ

حرف حاء

حناء (مہندی) اس کی فضیلت کا بیان پہلے گذر چکا ہے اور اس کے فوائد کا بھی ذکر کیا جا چکا ہے۔ اس لئے اس کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

حبۃ السوداء۔ (شونیز، کلونجی) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حدیث ابوسلمہ حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

عَلَيْكُمْ بِهٰذِهِ الْحَبَّةِ السَّوْدَاءِ فَإِنَّ فِيهَا شِفَاءٌ مِنْ كُلِّ دَاءٍ إِلَّا السَّامَ ا۔

السَّام۔ موت کو کہتے ہیں۔

تم اس شونیز کو استعمال کیا کرو۔ اس لئے کہ اس میں موت کے علاوہ ہر بیماری کی شفاء موجود ہے۔

حبۃ السوداء۔ زبان فارسی میں شونیز کو کہتے ہیں۔ یہ زیرہ سیاہ ہے۔ جسے ہندوستانی زیرہ بھی کہتے ہیں۔ حربی نے حضرت حسن سے نقل کیا ہے کہ یہ رائی کا دانہ ہے۔

۱؎ امام بخاریؒ نے صحیح بخاری ۱۰/۱۲۱ میں کتاب الطب کے باب الحبة السوداء کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۲۱۵ میں کتاب السلام کے باب التداوی بالحبة السوداء کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

ہروی نے بیان کیا ہے کہ یہ بن کا سبز رنگ کا پھل ہے۔ حالانکہ یہ دونوں خیال محض خیال ہیں۔ حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں صحیح بات یہی ہے کہ شونیز (کلونجی) ہے۔

اس کے اندر بہت سے فوائد ہیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہر بیماری کا علاج فرمایا ہے اس کا مفہوم اس آیت میں بخوبی واضح ہوجاتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

تُدَمِّرُ كُلَّ شَيْءٍ بِأَمْرِ رَبِّهَا (احقاف۔۲۵)

یعنی ہر چیز میں بربادی وغیرہ کی صلاحت بحکم الٰہی پیدا ہوتی ہے۔

یہ تمام امراض باردہ میں نافع ہے اور عارضی طور پر امراض حار یابس میں بھی نفع بخش ہے۔ تریاردو دواؤں کی قوتوں کو اس کی طرف تیزی سے لیے جاتے ہیں۔ اس لئے کہ اس میں نفوذ اور قوت سرایت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اگر اس کا معمولی انداز میں ان دواؤں کا استعمال کیا جائے تو یہ باردہ نفوذ اور سرایت کر کے خاصا نفع بخش ہوجاتا ہے۔

''قانون'' کے مصنف شیخ نے بصراحت تحریر کیا ہے کہ قرص کافور میں زعفران کی آمیزش سے تیزی آجاتی ہے۔ کیونکہ زعفران میں قوت نافذہ غیر معمولی طور پر ہوتی ہے۔ اس قسم کی بہت سی مثالیں ہیں۔ جن کو ماہر اطباء جانتے ہیں اور امراض حارہ میں گرم دواؤں سے منفعت یہ کوئی بعید از قیاس بات نہیں۔

کیونکہ بہتیری دواؤں میں اس کا تجزیہ کیا جا چکا ہے۔ چنانچہ انزروت کے مرکبات آشوب چشم میں کام آتے ہیں۔ اسی طرح شکر گرم ہونے کے باوجود آشوب چشم میں استعمال کی جاتی ہے۔ حالانکہ آشوب چشم ورم حار ہے۔ تمام اطباء اس پر متفق ہیں۔ ایسے ہی خارش میں گندھک بہت زیادہ مفید ہے۔

شونیز کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ اس کے استعمال سے اپھارہ ختم ہوجاتا ہے۔ کدو دانے اس سے نکلتے ہیں۔ برص اور معیادی ۱؎ بخار کے لئے نافع ہے۔ اسی طرح بلغمی

۱؎ حمع الربع: ایسے بخار کو کہتے ہیں جو چوتھے دن کی باہمی سے آتا ہے۔

بخار کے لئے نفع بخش ہے۔ سدے کھول دیتا ہے۔ تحلیل ریاح کرتا ہے۔ رطوبات معدہ کو خشک کرتا ہے۔ اگر اس کو پیس کر شہد کے ساتھ معجون بنالیا جائے اور گرم پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو گردے اور مثانہ کی پتھری کو گلا کر نکال دیتا ہے۔ اگر اس کا چند دن مسلسل استعمال کیا جائے۔ تو پیشاب۔ حیض لاتا ہے اور دودھ زیادہ پیدا کرتا ہے اور اگر اس کو سرکہ کے ساتھ گرم کر کے شکم پر ضماد کیا جائے تو کدو دانے کو مارتا ہے اور اگر تازہ اندرائن کے رس کے ساتھ معجون یا جوشاندہ کے طور پر استعمال کریں تو پیٹ کے کیڑوں کو نکالنے میں زیادہ نفع بخش ہے۔ معدہ کو جلاء دیتا ہے کیڑوں کی پیدائش کو روکتا ہے اور تحلیل ریاح کرتا ہے اور اگر اس کو باریک پیس کر کسی باریک کپڑے میں چھان لیں اور اس کو برابر

سونگھیں تو نزلہ بارد کو ختم کرے گا۔

اس کا تیل بالخورہ کے لئے نفع بخش ہے۔مسّوں اور بدن کے تل ا؎ کی افزائش کو روکتا ہے اور اگر ۲½۔۴ گرام پانی کے ساتھ اس کو پی لیں۔تو دمہ اور ضیق نفس سے نجات مل جائے گی اور اس کا ضماد دیا جائے اور اس کو یرقان کے مریض کی ناک میں چڑھایا جائے تو اس سے پورا پورا فائدہ ہوتا ہے۔

اور اگر اس کو سرکہ میں ملا کر پکالیا جائے اور اس کی کلی کی جائے تو ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والے دانت کے درد میں مفید ہے اور اگر اس کے سفوف کو ناک میں چڑھایا جائے تو ابتداء آنکھ سے پانی گرنے میں مفید ہے اور اگر سرکہ میں ملا کر اس کا ضماد کیا جائے۔تو گرمی دانے اور تر کھجلی کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے اور دائمی بلغمی ورموں کو تحلیل کرتا ہے اور سخت ورموں کو ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کا تیل ناک میں چڑھایا جائے تو لقوہ میں کے لئے مفید ہے اور اگر اس کا تیل ۲¼ سے ۴¼ گرام تک استعمال کریں تو کیڑے مکوڑے کے ڈنک کے لئے نافع ہے اور اگر خوب باریک پیس کر گندہ بروزہ کے پھل کے تیل میں ملا کر اس کے دو تین قطرے کان میں ٹپکائیں تو ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والے کان کے درد کے لئے نافع ہے۔اسی طرح ریاح اور سدے کو دفع کرتا ہے۔

ا؎ خیلان: خال کی جمع ہے۔بدن کے تل کو کہتے ہیں۔یعنی ایسی سیاہ پھنسی جس کے اردگرد عموماً بال نکلتے ہیں۔رخسار کے تل پر اکثر اس کا اطلاق ہوتا ہے۔

اگر اس کو بھون کر باریک پیش لیں روغن زیتوں میں ملا کر اس کے تین یا چار قطرے ناک میں ڈالیں تو اس زکام کو جس میں بکثرت چھینک آتی ہے۔ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کا جلا کر روغن چنبیلی یا روغن مہندی میں ملا کر پنڈلی کے زخموں پر سرکہ سے دھونے کے بعد ملا جائے۔تو بے حد مفید ہے اور اس سے زخم بھی مندمل ہو جائے گا اور اگر سرکہ کے ساتھ پیس کر برص جسم کے سیاہ داغ اور بھنسیا ا؎ داد پر ملا جائے۔تو یہ بیماریاں جاتی رہیں گی اور اگر اس کو باریک پیس کر اس کا سفوف روزانہ دو درہم کے مقدار ٹھنڈے پانی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو باؤلے کتے کے کاٹے کے لئے بہت مفید ہے اور وہ ہلاکت سے بچ جائے گا اور اس کے تیل کا ناک میں چڑھایا جائے تو فالج اور رعشہ ۲؎ کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے اور ان کے مادے کو ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کا بخور کیا جائے تو کیڑے مکوڑے ختم ہو جاتے ہیں۔

اور اگر انزروت کو پانی میں گھول کر مقعد کے اندرونی حصہ پر مل دیا جائے پھر اس پر سفوف شونیز چھڑک دیا جائے تو یہ بواسیر کو ختم کرنے کے لئے اعلیٰ ترین اور بے حد مفید سفوف ثابت ہوگا۔اس کے منافع ہمارے بیان سے بھی کہیں زیادہ ہیں۔اس کی خوراک دو درم کے مقدار تک ہے۔بعض اطباء کا خیال ہے کہ اس کا زیادہ استعمال مضر اور مہلک ہے۔

حریر (ریشم) اس سے پہلے بیان کیا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زبیر اور عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما کو خارش کے روکنے کے لئے اس کے استعمال کرنے کی اجازت دی تھی۔اس کا مزاج اور اس کے فوائد

پہلے بیان ہو چکے ہیں۔اس کو دوبارہ یہاں بیان کرنے کی میں ضرورت نہیں سمجھتا۔

ا۔ حزاز۔حاء کے فتحہ کے ساتھ،جلد پر ہونے ایک بیماری ہے۔جس سے جلد چھل جاتی ہے اور پھیلتی ہے۔وہ اس بھوسی کی طرح ہوتی ہے۔جو سر سے گرتی ہے۔چنانچہ بدن سے بھوسی چھوٹتی ہے اور خارش ہوتی ہے۔

۲۔ کزاز۔غراب اور رمان کی طرح بولا جاتا ہے۔ایک بیماری ہے۔جو سخت سردی کے باعث اعصاب میں پیدا ہوتی ہے۔یا لرزہ کی بنا پر ہوتی ہے اس کو تشنج کہتے ہیں۔

حُرف (دانہ رشاد) ابو حنیفہ دینوری نے لکھا ہے کہ یہ وہی تخم ہے۔جس کو لوگ بطور دوا استعمال کرتے ہیں اور یہ ثفا ہے۔جس کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔اس کے پودے کو حرف کہتے ہیں اور عوام اسے تخم رشاد کہتے ہیں۔ابو عبید کا بیان ہے کہ ثفاء حرف کا ہی دوسرا نام ہے۔

وہ حدیث جس کی طرف اوپر اشارہ کیا گیا ہے۔اسے ابو عبید وغیرہ نے حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَاذَا فِي الْأَمَرَّيْنِ مِنَ الشِّفَاءِ؟ اَلصِّبرِ وَ الثُّفَاءِ؟

دو تلخ چیزوں میں کس قدر شفاء ہے۔صبر اور تخم رشاد میں۔

ابو داؤد نے اپنی مراسیل میں اس کو بیان کیا ہے۔

اس کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔یہ گرمی پیدا کرتا ہے۔پاخانہ نرم کرتا ہے۔پیٹ کے کیڑے اور کدو دانے کو نکالتا ہے۔ورم طحال کو تحلیل کرتا ہے۔شہوت جماع کا محرک ہے۔تر خارش اور بھنیسیا داد کو جڑ سے ختم کرتا ہے اور اگر شہد کے ساتھ ملا کر اس کا ضماد کیا جائے تو ورم طحال کو تحلیل کرتا ہے اور مہندی کے ساتھ جوشاندہ بنا کر پلائیں تو سینے کو مواد ردیہ سے صاف کرتا ہے اور اسی جوشاندہ کے پینے سے کیڑے مکوڑوں کے نیش سے بھی آرام ملتا ہے اور اگر کسی جگہ پر اس کا بخور کیا جائے تو کیڑے مکوڑے وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔بالوں کے گرنے کو روک دیتا ہے اور اگر جو کا آٹا اور سرکہ سے آمیز کر کے اس کا ضماد کیا جائے تو عرق النساء کے لئے مفید ہے اور اورام حارہ لو بال آخر تحلیل کر دیتا ہے۔

اور اگر پانی اور نمک کے ساتھ اس کو پھوڑوں پر ضماد کیا جائے تو اسے پکا دیتا ہے اور تمام اعضاء کے استرخاء کو روکتا ہے۔قوت باہ بڑھاتا ہے۔کھانے کی خواہش پیدا کرتا ہے۔جوف کی سوجن،دمہ اور صلابت طحال کے لئے بے حد مفید ہے۔پھیپھڑے کو صاف کرتا ہے حیض آور ہے۔عرق النساء کے لئے نفع بخش ہے اور اگر اس کو پیا جائے یا اس کا حقنہ لگایا جائے تو سرین کے سرے کا درد ختم ہو جاتا ہے۔کیونکہ حقنہ سے فضولات ختم ہو جاتے ہیں اور سینے اور پھیپھڑے کے لیس دار بلغم کو ختم کر کے صاف کرتا ہے۔

اگر اس کا سفوف پانچ درہم کی مقدار گرم پانی سے استعمال کریں۔تو پاخانہ نرم کرتا ہے ریاح کا تحلیل کرتا ہے اور ٹھنڈی سے ہونے والے درد قولنج کو دور کرتا ہے اور اگر اس کے سفوف کو پیا جائے۔تو برص کے لئے مفید ہے اور اگر

اس کو سرکہ کے ساتھ ملا کر برص اور جسم کے سفید داغ پر ضماد کیا جائے تو دونوں کے لئے مفید ہے اور ٹھنڈک اور بلغم کی وجہ سے پیدا ہونے والے سر درد میں نافع ہے اور اگر اس کو بھون کر پیا جائے تو پاخانہ بستہ کر دیتا ہے۔ بالخصوص اس کا سفوف کئے بغیر استعمال تو اور زیادہ مفید ہے۔ اس لئے کو بھوننے کے بعد اس کا لیس دار مادہ تحلیل ہو جاتا ہے اور اگر پانی میں پکا کر اس سے سر دھلا جائے تو سر کو میل کچیل اور لیس دار رطوبتوں سے صاف کرتا ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ اس کی قوت رائی کے دانے کی طرح ہے۔ اسی لئے سرین کے درد میں جس کو عرق النساء کہتے ہیں۔ اس کی سینکائی کرنا مفید ہے۔ اسی طرح سر درد میں بھی نافع ہے اگر ان بیماریوں میں سے کسی ایک بیماری میں بھی گرم کرنے کی ضرورت پڑے تو یہ مفید ہے۔ اسی طرح رائی کے تخم سے سینکائی کرنا بھی مفید ہے۔

اور کبھی دمہ کے مریضوں کی دواؤں میں بھی اس کو آمیزہ کیا جاتا ہے۔ تاکہ اخلاط غلیظ کو پوری طرح ختم کر دے۔ جس طرح تخم رائی اس کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔ لہٰذا یہ ہر طرح سے رائی کے تخم کے مشابہ اور برابر ہے۔

حلبة (میتھی) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی عیادت مکہ میں کی تو آپ نے فرمایا کہ کسی ماہر طبیب کو بلاؤ چنانچہ حارث بن کلدہ ا؎ کو بلایا گیا۔ اس نے ان کو دیکھ کر کہا کہ کوئی خطرے کی بات نہیں ہے۔ ان کے نسخہ میں میتھی کو تازہ عجوہ کھجور کے ساتھ جوش دیا جائے اور اسی کا حریرہ ان کو دیا جائے چنانچہ یہی کیا گیا، تو یہ شفایاب ہو گئے۔

ا؎ یہ ثقفی خاندان کے طائف کا باشندہ ہے۔ اس نے جاہلیت و اسلام دونوں زمانے دیکھے ایران (حاشیہ جاری)

میتھی۔ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہے۔ پانی میں جوش دینے کے بعد اس کا جوشاندہ حلق، سینہ اور شکم کو نرم کرتا ہے۔ کھانسی، خشونت اور دمہ اور تنگی تنفس کو دور کرتا ہے۔ قوت باہ بڑھاتا ہے۔ ریاح، بلغم، بواسیر کے لئے نہایت مجرب دوا ہے۔ آنتوں میں رکے ہوئے کیموس کو نیچے لاتا ہے اور سینے کے لیس دار بلغم کو تحلیل کر کے باہر نکالتا ہے۔ پیٹ کے پھوڑوں اور پھیپھڑے کی بیماریوں میں نافع ہے اور انتڑیوں میں ہوں تو گھی اور فالودہ کے ہمراہ اس کا استعمال مفید ہے۔

اور پانچ درہم وزن کے برابر فوہ ا؎ کے ساتھ اس کا استعمال حیض آور ہے اور اگر اس کو پکا کر اس سے سر دھلا جائے تو بالوں کو گھونگھریالا بناتا ہے۔ سر کی بھوسی کو ختم کرتا ہے۔

اس کے سفوف کو سہاگا اور سرکہ سے آمیز کر کے اس کا ضماد کریں تو ورم طحال کو تحلیل کرتا ہے اور عورت کے ورم رحم کی وجہ سے ہونے والے درد میں اگر اس کو میتھی کے پکائے ہوئے پانی میں بٹھا دیا جائے تو درد جاتا رہتا ہے اور اگر معمولی حرارت والے سخت ورموں پر اس کا ضماد کیا جائے تو نفع ہوگا اور اس کا تحلیل کر دے گا۔

"گذشتہ سے پیوستہ" کے علاقے کی طرف کوچ کیا اور وہیں کے اطباء سے فن طب حاصل کیا۔ حافظ ابن حجر نے "اصابہ" میں اس کی سوانح لکھی ہے اور ابن ابو حاتم نے نقل کیا ہے کہ اس کا مسلمان ہونا صحیح نہیں ہے۔ امام ابوداؤد نے ۳۸۷۵ میں صحیح سند کے ساتھ سعد سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں بیمار پڑا تو رسول خدا میری عیادت کے لئے تشریف لائے اور اپنا دست مبارک سینے پر دونوں چھاتیوں کے درمیان رکھا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنے دل میں اس کی

ٹھنڈک محسوس کی آپ نے فرمایا کہ تم کو دل کی بیماری ہے۔ قبیلہ بنو ثقیف کے طبیب حارث کا بلا کر اس سے علاج کراؤ کیونکہ وہ ایک ماہر طبیب ہے۔

اہ ایک درخت ہے۔ جس کی شاخیں پھیلی ہوئی اور موٹی ہوتی ہیں اور اس کی جڑیں باریک لمبی اور سرخ رنگ کی ہوتی ہیں۔ جو رنگائی کے کام آتی ہیں اور بعض امراض کے علاج میں بھی مستعمل ہیں۔ اس کو عروق الصباغین (انگریزوں کی جڑیں) بھی کہتے ہیں۔

اور اگر میتھی کا پانی پیا جائے تو ریاح کی وجہ سے ہونے والے مروڑ میں نافع ہے۔ زمق لا معذیر میں نافع ہے۔

اور اگر اس کو پا کر چھوہارے کے ساتھ کھایا جائے یا شہید یا انجیر زرد کے ساتھ استعمال کیا جائے تو سینے اور معدہ میں پیدا ہونے والے لیس دار بلغم کو تحلیل کرتا ہے اور پرانی کھانسی کے لئے مفید ہے یہ قبض شکن اور مسہل ہے اور ناخنوں کے تشنج کے لئے نفع بخش ہے اور اس کے تیل کو موم کے ساتھ ملا کر ناخنوں پر ملا جائے تو سردی کی وجہ سے پیدا ہونے والی پھٹن کو دور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں بہتیرے فوائد ہیں۔

قاسم بن عبدالرحمن سے روایت کی جاتی ہے انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میتھی کے ذریعہ شفاء حاصل کرو ا۔

بعض اطباء نے بیان کیا ہے کہ اگر لوگ میتھی کے فوائد سے آشنا ہو جائیں تو سونے کے دام کے برابر اس کی قیمت دے کر اس کو خرید نے لگیں گے۔

ظظظ

حرف خاء

خبز (روٹی) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔

تَكُوْنُ الْاَرْضُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خُبْزَةً وَّاحِدَةً يَتَكَفَّؤُهَا الْجَبَّارُ بِيَدِهَا كَمَا يَكْفَؤُ اَحَدُكُمْ خُبْزَتَهٗ فِى السَّفَرِ نُزُلًا لِاَهْلِ الْجَنَّةِ ۲۔

ا۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ کیجئے۔ علامہ شوکانی کی کتاب ''الفوائد المجموعۃ'' ص ۱۶۴ ص ۱۲۵، اور ملا علی قاری کی کتاب ''المصنوع'' ص ۱۱۷ اور مؤلف کی تالیف ''المنار المنیف'' ص ۵۴۔

۲۔ بخاری نے ۱۱/۳۲۱، ۳۲۲ میں کتاب الرقاق باب یقبض اللہ الارض یوم القیامۃ کے تحت اور مسلم نے ۲۷۹۲ میں کتاب صفات المنافقین کے باب نزل اہل الجنۃ کے ذیل میں حضرت ابوسعید خدری کی اس کو نقل کیا ہے۔

قیامت کے دن زمین ایک روٹی بن جائے گی۔ جس کو اللہ تعالیٰ اپنے ہاتھ سے جنتیوں کی مہمان نوازی کے لئے اوندھا کرے گا۔ جیسا کہ کوئی سفر میں اپنا زاد راہ اپنے ہاتھ سے نکال کر لیتا ہے۔

ابوداؤد نے اپنی سنن میں حدیث ابن عباس کو نقل کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

كَانَ اَحَبَّ الطَّعَامِ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ الثَّرِیْدُ مِنَ الْخُبْزِ وَالثَّرِیْدُ مِنَ الْحَیْسِ ا ؎

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے مرغوب غذا روٹی سے بنی ہوئی ثرید اور گھی، کھجور اور ستو سے تیار کی ہوئی ثرید تھی۔

ابوداؤد ہی نے اپنی سنن میں حدیث ابن عمر سے روایت کی ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے بیان کیا۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَدِدْتُ اَنَّ عِنْدِیْ خُبْزَۃً بَیْضَاءَ مِنْ بُرَّۃٍ سَمْرَاءَ مُلَبَّقَۃً بِسَمْنٍ وَلَبَنٍ فَقَامَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ فَاتَّخَذَہٗ فَجَاءَ بِہٖ فَقَالَ فِیْ اَیِّ شَیْءٍ کَانَ ھٰذَا السَّمْنُ؟ فَقَالَ فِیْ عُکَّۃِ ضَبٍّ فَقَالَ اَرْفَعْہُ ۲ ؎

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے پاس گیہوں کی روٹی ہو۔ جس میں گھی ملا ہوا ہو اور دودھ میں بھگوئی ہو۔ قوم کا ایک

ا ؎ ابوداؤد نے ۳۷۸۳ میں اس کو بیان کیا ہے اس کی سند میں ضعیف اور مجہول راوی ہے۔ ابوداؤد نے بیان کیا کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔

۲ ؎ ابوداؤد نے ۳۸۱۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الجمع بین لونین من الطعام کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۳۴۱ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الخبز الملبق یا سمن کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ایوب بن خوط متروک ہے۔ جیسا کہ تقریب میں مذکور ہے۔ ابوداؤد نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہے۔

شخص کھڑا ہوا اور جا کر ان چیزوں کو تیار کر کے آپ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ نے دریافت کیا کہ گھی کس برتن میں تھا۔ اس نے بتایا کہ گوہ کے ڈبے میں تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اسے اٹھا لے جاؤ۔

بیہقی نے حدیث عائشہ رضی اللہ عنہا کو مرفوعاً بیان کیا ہے۔ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔

اَکْرِمُوا الْخُبْزَ وَمِنْ کَرَامَتِہٖ اَنْ لَّا یُنْتَظَرَ بِہِ الْاِدَامُ ا ؎

روٹی کا اعزاز کرو۔ اس کا اکرام یہ ہے کہ اس کے ساتھ شوربے کا انتظار نہ کیا جائے۔

یہ حدیث موقوف ہونے کے زیادہ مشابہ ہے۔ اس کا مرفوع ہونا ثابت نہیں ہے اور نہ اس کے مقابل کے مرفوع ہونے کی بات صحیح ہے۔

اسی طرح روٹی کو چھری سے کاٹنے کی ممانعت جس حدیث میں آئی ہے۔ اس کی بھی کوئی اصل نہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ بلکہ یہ روایت تو چھری سے گوشت کاٹنے کی ممانعت کے سلسلہ میں ہے اور یہ بھی صحیح نہیں ہے۔

بیہقی نے مزید بیان کیا جب میں نے ابومعشر کی اس حدیث کے بارے میں احمد بن حنبلؒ سے دریافت کیا۔

عَنْ ھِشَامِ بْنِ عُرْوَۃَ عَنْ اَبِیْہِ عَنْ عَائِشَۃَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا تَقْطَعُوا اللَّحْمَ بِالسِّکِّیْنِ فَاِنَّ ذٰلِکَ مِنْ فِعْلِ الْاَعَاجِمِ ۲ ؎

ہشام بن عروہ نے اپنے باپ عروہ سے انہوں نے عائشہؓ سے اور انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام سے روایت کیا کہ آپ نے فرمایا کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کر نہ کھاؤ اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے۔

ا۔ حدیث صحیح نہیں ہے۔ دیکھئے علامہ سخاوی کی کتاب ''المقاصد الحسنۃ'' ''الفوائد المجموعۃ'' ص ۱۶۱، ص ۱۲۶ تذکرۃ الموضوعات ص ۱۳۴۔

۲۔ اس حدیث کو ابوداؤد نے ۳۷۷۸ میں نقل کیا ہے۔ ابومعشر ضعیف راوی ہے۔

تو امام احمد نے فرمایا کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے اور نہ یہ محدثین کے نزدیک کے معروف ہے نیز یہ حدیث حضرت عمرو بن امیہ اور حدیث مغیرۃ کے بھی خلاف ہے۔ حدیث عمر بن امیہ یوں مروی ہے۔

كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْتَزُّ مِنْ لَحْمِ الشَّاةِ ا۔

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بکری کا گوشت چھری سے کاٹتے تھے۔

اور حدیث مغیرہ میں مذکور ہے۔

اِنَّهُ لَمَّا اَضَافَهُ اَمَرَ بِجَنْبٍ فَشُوِيَ ثُمَّ اَخَذَ الشَّفْرَةَ فَجَعَلَ يَحْتَزُّ ۲۔

کہ جب انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مہمان بنایا تو آپ نے پہلو کو بھوننے کا حکم دیا پھر چھری لے کر آپ اس کا کاٹنے لگے۔

ظظظ

فصل (۱۱۵)

مفید غذاؤں کا بیان

روٹی کی عمدہ اور اعلیٰ ترین قسم وہ ہے جو خمیری اور عمدہ گوندھی ہوئی ہو۔ پھر تنور کی پکی ہوئی۔ روٹی کا درجہ ہے۔ اس کی اعلیٰ قسم تنور پر پکائی ہوئی روٹی پھر اس کے بعد بھوبھل میں پکائی ہوئی روٹی ہے اور سب سے عمدہ روٹی نئے تازہ گیہوں سے تیار کی جاتی ہے۔

ا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری ۹/۴۷۶ میں کتاب الاطعمۃ کے باب قطع اللحم بالسکین کے تحت اور امام مسلم نے ۳۵۵ (۹۳) میں بایں طور روایت کیا ہے۔ انہوں نے نبی علیہ الصلوٰۃ السلام کو دیکھا کہ آپ بکری کے شانہ کو اپنے ہاتھ میں لے کر کاٹ رہے ہیں۔ پھر نماز کے لئے جب بلایا گیا تو آپ چھری اور گوشت کا ٹکڑا رکھ کر نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور نماز ادا کی وضو بھی نہیں کیا۔

۲۔ امام احمد حنبل نے ۵/۲۵۲، ۲۵۵ میں اور ابوداؤد نے ۱۸۸ میں اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

غذا کے طور پر سب سے زیادہ مستعمل سفید گیہوں کی روٹی ہے۔ یہ دیر ہضم ہوتی ہے۔ کیونکہ اس میں بھوسی

کی مقدار کم ہوتی ہے۔اس کے بعد میدہ کی روٹی اور پھر بن چھنے آٹے کی روٹی ہوتی ہے۔

اس کے کھانے کا بہترین وقت یہ ہے کہ روٹی جس دن پکائی جائے اسی دن کی شام کو کھائی جائے۔نرم روٹی سے تلیین پیدا ہوتی ہے۔بہتر تغذیہ ہوتا ہے اور شادابی پیدا ہوتی ہے۔مزید برآں ہضم ہو کر جلد ہی معدہ سے نیچے اتر جاتی ہے اور خشک روٹی اس کے برخلاف ہوتی ہے۔

گیہوں کی روٹی کا مزاج دوسرے درجہ کے درمیان میں گرم ہے اور رطوبت و یبوست میں اعتدال کے قریب ہے اور یبوست کا مادہ اس میں آگ پر پکانے کی وجہ سے ہوتا ہے۔جتنی زیادہ نچپہ ہوگی۔اس میں اتنی ہی زیادہ خشکی ہوگی اور جتنی کم نچپتہ ہوگی اسی حساب سے اس میں رطوبت ہوگی۔

گیہوں کی روٹی میں غیر معمولی طور پر فربہ کرنے کی خاصیت موجود ہے اور سموسے سے اخلاط غلیظہ پیدا ہوتے ہیں اور روٹی کا چورا نفاخ ہے۔دیر ہضم ہے۔دودھ ملا کر بنائی ہوئی روٹی سے پیدا ہوتے ہیں۔البتہ اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے اور دیر میں معدہ سے نیچے اترتی ہے۔

جو کی روٹی پہلے درجہ میں بارد یابس ہے۔اس میں گیہوں کی روٹی سے کم غذائیت ہوتی ہے۔

خلّ (سرکہ) امام مسلم نے صحیح مسلم میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت نقل کی ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے گھر میں سالن طلب فرمایا۔گھر کے لوگوں نے کہا کہ سرکہ کے سوا کچھ نہیں ہے۔آپ نے اسے منگوایا اور اس کو کھانے لگے اور فرماتے رہے۔کہ بہترین سالن سرکہ ہے۔کیا ہی عمدہ سالن سرکہ ہے۔[1]

سنن ابن ماجہ میں ام سعد رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً روایت منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

[1] امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۰۵۲ میں کتاب الاشربۃ کے باب فضیلۃ الخل والتأدم بہ کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔

نِعْمَ الْإِدَامُ الْخَلُّ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ فِی الْخَلِّ فَإِنَّهٗ کَانَ إِدَامَ الْأَنْبِیَاءِ قَبْلِیْ وَلَمْ یَفْتَقِرْ بَیْتٌ فِیْهِ الْخَلُّ [1]

سرکہ کیا ہی عمدہ سالن ہے۔اے اللہ سرکہ میں برکت عطا کر اس لئے کہ مجھ سے پہلے یہ تمام انبیاء کا سالن تھا اور جس گھر میں سرکہ ہو وہ گھر محتاج نہیں ہے۔

سرکہ حرارت و برودت سے مرکب ہے۔مگر برودت زیادہ ہوتی ہے۔وہ تیسرے درجہ میں خشک ہے۔اس میں قوت تجفیف غیر معمولی طور پر ہوتی ہے اور مواد ضرور یہ کی سیلانی سے روکتا اور پاخانہ نرم کرتا ہے۔شراب سے بنا ہوا سرکہ ہیجان معدہ میں مفید ہے۔صفراء کو ختم کرتا ہے اور مہلک دواؤں کے ضرر کو دور کرتا ہے۔

اگر شکم میں دودھ اور خون جم جائیں تو ان کو تحلیل کرتا ہے۔طحال کے لئے نافع ہے معدہ کی صفائی کرتا ہے۔پاخانہ بستہ کرتا ہے اور اگر کہیں ورم ہونے والا ہو تو اس کو روک دیتا ہے۔ہاضمہ کے لئے معاون ہے۔بلغم کا دشمن ہے۔کثیف غذاؤں کو زود ہضم بناتا ہے۔خون کو پتلا کرتا ہے۔

اگر اس میں نمک ملا کر پیا جائے تو مہلک سماروغ سے بچاتا ہے اور اگر ستو کے ساتھ کھایا جائے۔ تو تالو کی جڑ سے چپاں جونک کو نکالتا ہے اور اگر گرم کر کے اس کی کلی کی جائے تو دانتوں کے درد کو ختم کرتا ہے اور مسوڑوں کو مضبوط کرتا ہے۔

انگلی کے سرے کے ورم کے لئے اس کا ضماد نافع ہے۔ اسی طرح پہلو کی پھنسی، گرم ورم اور آتش زدگی کے لئے اس کا طلاء مفید ہے۔ بھوک کی خواہش پیدا کرتا ہے۔ معدہ کے لئے خوشگوار ہے۔ جوانوں کے لئے عمدہ ہے۔ موسم گرما میں گرم علاقوں کے باشندوں کے لئے نفع بخش ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۳۱۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الاستدام بالخل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

خلال (دانت صاف کرنے کا تنکا) اس بارے میں دو حدیثیں مروی ہیں۔ جو پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتیں پہلی حدیث ابوایوب انصاری سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

يَا حَبَّذَا الْمُتَخَلِّلُوْنَ مِنَ الطَّعَامِ اِنَّهٗ لَيْسَ شَيْئٌ اَشَدَّ عَلَى الْمَلَكِ مِنْ بَقِيَّةٍ تَبْقٰى فِي الْفَمِ مِنَ الطَّعَامِ ا۔

کھانے کے بعد خلال کرنے والوں کو مبارکباد ہو۔ کیونکہ کھانے کے پھنسے ہوئے حصہ کی بدبو سے بڑھ کر کوئی دوسری چیز فرشتوں پر گراں نہیں ہے۔

اس حدیث میں واصل بن سائب ایک راوی ہے۔ جس کو امام بخاری اور علامہ رازی نے منکر الحدیث کہا ہے اور نسائی اور ازدی نے متروک الحدیث قرار دیا ہے۔

دوسری حدیث ابن عباس سے مروی ہے۔ اس کو عطاء نے ابن عباس سے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چھال اور آس سے خلال کرنے سے منع فرمایا ہے اور فرمایا کہ ان سے جذام کی رگوں کو غذا ملتی ہے۔

عبداللہ بن احمد نے بیان کیا کہ جب میں نے اپنے والد سے اس شیخ کے متعلق دریافت کیا۔ جن سے صالح وحاظی جن کو محمد بن عبدالملک ۲۔ بھی کہا جاتا ہے۔ حدیث بیان کی تو میرے والد نے جواب دیا کہ میں نے محمد بن عبدالملک انصاری کو دیکھا ہے۔ وہ ایک اندھا شخص تھا جو حدیث گھڑتا تھا اور جھوٹی روایت بیان کرتا تھا۔

بہر حال خلال مسوڑوں اور دانتوں کے لئے مفید ہے۔ ان دونوں کی اس سے حفاظت

ا۔ امام احمدؒ نے ۵/۴۱۶ میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں بھی ابوسورہ انصاری برادر ابوایوب انصاری ضعیف ہے۔ دیکھئے ملا علی احمدؒ قاری کی کتاب ''المصنوع''، ص ۶۱۔

۲۔ ''میزان الاعتدال'' میں اس کی سوانح مذکور ہے اور مصنف نے عبداللہ کا اپنے باپ سے سوال کرنے کا واقعہ بھی ذکر کیا ہے۔ لیطۃ کی جمع ہے۔ نرکل کے چھلکے کو کہتے ہیں جو اس سے لپٹا رہتا ہے۔

ہوتی ہے۔ منہ کی بدبو کو دور کرتا ہے۔ سب سے بہتر خلال وہی ہوتا ہے۔ جو خلال کی لکڑیوں مثلاً درخت

زیتون بید کی لکڑیوں سے بنایا گیا ہو۔ نرگل، آس، ریحان اور باذروج۔ ؎

☆☆☆

حرف دال

دہن (تیل) ترمذی نے اپنی کتاب ''الشمائل'' میں انس بن مالک رضی اللہ عنہا سے روایت نقل کی ہے۔ انسؓ نے بیان کیا۔

كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُكْثِرُ دُهْنَ رَاسِهٖ وَتَسْرِيْحَ لِحْيَتِهٖ وَيُكْثِرُ الْقِنَاعَ كَانَ ثَوْبَهٗ ثَوْبُ زَيَّاتٍ ؎

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم اکثر اپنے سر میں تیل لگاتے اور داڑھی میں شانہ کرتے تھے اور عمامہ کے نیچے باریک کپڑا رکھتے۔ جو تیل سے تر ہوتا۔ ایسا معلوم ہوتا تھ کہ آپ کا کپڑا کسی روغن فروش کا کپڑا ہے۔

تیل مسامات بدن کو بند کرتا ہے اور جلد سے ہونے والے تحلیل کو روکتا ہے۔ گرم پانی سے غسل کرنے کے بعد اس کو استعمال کیا جائے تو بدن کو خوبصورت بناتا ہے اور اس میں شادابی پیدا کرتا ہے۔ اگر بالوں میں لگایا جائے تو انہیں جاذب نظر اور دراز کرتا ہے۔ دانتوں سے بدن [redacted]طر رکھتا ہے اور بدن پر آنے والی دوسری آفات کا بھی دفعیہ کرتا ہے۔

ترمذی میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

؎ معتمد میں اسے حرک (جنگلی تلسی) بتایا گیا ہے اور کہا کہ یہ ایک مشہور خوشبو ہے۔ لیکن تفلیسی نے بیان کیا کہ یہ سبزی کی ایک قسم ہے۔

؎ ترمذی نے ''الشمائل'' نمبر ۳۲ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ربیع بن صبیح اور یزید رقاشی دو راوی ضعیف ہیں۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ ؎

روغن زیتون کھاؤ اور اسے لگاؤ

اس کا تفصیلی بیان انشاء اللہ بعد میں آئے گا۔

تیل گرم علاقوں مثلاً حجاز وغیرہ میں حفظان صحت اور اصلاح بدن کے لئے اعلیٰ اسباب میں سے ایک ہے اور ان علاقوں کے باشندوں کے لئے تیل کا استعمال از حد ضروری ہے۔ سرد علاقوں کے لوگوں کو اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ اس کا اتنا زیادہ استعمال کہ سر کو شرابور کرلیں آنکھ کے لئے مضر ہے۔

مفرد روغنوں میں سب سے زیادہ مفید روغن زیتون پھر گھی اور اس کے بعد روغن کنجد ہے۔

اور مرکب روغنوں میں سے بعض بارد رطب ہیں۔ جیسے روغن بنفشہ جو سر درد حار میں مفید ہے اور جن کو نیند نہ آتی ہو ان کے لئے خواب آور ہے۔ دماغ کو تازگی بخشتا ہے۔ درد آدھا سیسی سے حفاظت کرتا ہے۔ خشکی دور کرتا

ہے۔ یبوست ختم کرتا ہے۔ کھجل میں اس کا لگایا جاتا ہے۔ خشک کھجل میں بے حد مفید ہے۔ جوڑوں کی حرکت آسان کرتا ہے۔ موسم گرما میں مزاج والوں کے لئے مصلح ہے۔ اس کے بارے میں دو موضوع اور باطل حدیثیں ہیں جن کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں ہے۔

پہلی حدیث یوں بیان کی گئی ہے۔ روغن بنفشہ کی فضیلت تمام دوسرے روغنوں پر ایسی ہی ہے جیسی میری فضیلت دنیا کے تمام لوگوں پر ہے۔

دوسری حدیث یہ ہے کہ روغن بنفشہ کی فضیلت تمام دوسرے روغنوں پر ایسی ہی ہے

ا۔ ترمذی نے ۱۸۵۳ میں کتاب الاطعمۃ کے تحت، امام احمد نے ۳/۴۹۷ میں، دارمی نے ۲/۲۰۲ میں حدیث اسید بن ثابت یا ابو اسید انصاری سے روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عطاء شامی راوی جس کو ابن حبان علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ لیکن اس کی شاہد ایک حدیث ہے۔ جس کو ترمذی نے ۱۸۵۲ میں ابن ماجہ نے ۳۳۱۹ میں حاکم نے ۲/۱۲۲ میں حدیث عمرؓ سے روایت کیا ہے۔ جس سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

جیسی اسلام کی فضیلت دوسرے ادیان پر ہے۔ ا۔

ان روغنوں میں بعض گرم تر ہوتے ہیں۔ جیسے روغن بان ۲۔ یہ روغن اس کی کلی سے نہیں نکالا جاتا۔ بلکہ اس کے سفید بیج سے جو کسی قدر مٹیالہ پستہ کے دانہ کی طرح ہوتا ہے۔ نکالا جاتا ہے۔ اس سے روغن کی بڑی مقدار نکلتی ہے اور اس میں دسومت بھی خاصی ہوتی ہے۔ سختی اعصاب کے لئے مفید ہے۔ اس کا نرم کرتا ہے۔ سفید داغ، جھینپ کے لئے مسہل ہے۔ خشک تانتوں کو نرم کرتا ہے اور اعصاب کو گرم کرتا ہے۔

اس کے متعلق ایک ...... گھڑی ہوئی باطل حدیث ہے جس کی کوئی اصل نہیں۔ روغن بان کا استعمال کرو اس لئے کہ یہ عورتوں سے لطف اندوزی میں سب سے بڑھا ہوا ہے۔ اس کے خاص فوائد یہ ہیں کہ یہ دانتوں کو جلا بخشتا ہے اور اس کو جاذب نظر بناتا ہے۔ میل کچیل سے اس کو صاف کرتا ہے۔ جو شخص اس کو اپنے چہرے اور ہاتھ پیر پر ملے گا۔ اس کو نہ تو پتھری ہوگی اور نہ آدھا سیسی کا درد ہوگا اور اگر اس کا کوکھ اور اعضاء تناسل اور اس کے ارد گرد لگایا جائے تو گردے کی برودت کے لئے نافع ہے اور سلس البول سے نجات ملے گی۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ظظظ

حرف ذال

ذریوہ (ایک قسم کی خوشبو چرائتہ) صحیحین میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔
انہوں نے بیان کیا۔

طَيَّبْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِيَدِیْ بِذَرِيْرَةٍ فِي حَجَّةِ

ا۔ مولف کی تالیف المنار المنیف ۵۴ اور الفوائد المجموعۃ ص ۱۶۵، ۱۶۶ دیکھئے۔

۲۔ بان: ایک قسم کا درخت ہے۔ اس کے پتے بید کے پتوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔ اس کے بیج سے خوشبودار تیل نکالا جاتا ہے۔ اس کا واحد بانة ہے اس کی درازی کے باعث قد کو اسی سے تشبیہ دی جاتی ہے۔

الْوِدَاعِ لِحِلِّهِ وَاِحْرَامِهِ ا۔

میں نے حجۃ الوداع کے موقعہ پر احرام باندھنے اور احرام کھولنے کے وقت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے ہاتھ سے چرائتہ کی خوشبو لگائی۔

ذریرہ اس کے منافع، خاصیت کے بارے میں، تفصیلی بحث گذر چکی ہے۔ اس لئے ہم دوبارہ یہاں اس پر بحث نہ کریں گے۔

ذباب (مکھی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی متفق علیہ حدیث میں یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو کھانے میں مکھی کے ڈبونے کا ڈبونے کا حکم جب کھانے میں مکھی گر پڑے۔ اس لئے کہ اس کے ایک پر میں شفا ہوتی ہے۔ جو دوسرے پر کے لئے تریاق کا کام کرتی ہے۔ اس سے پہلے ہم مکھیوں کے فوائد پر بحث کر چکے ہیں۔

ذہب (سونا) ابوداؤد اور ترمذی نے روایت کیا کہ

اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ لِعَرْفَجَةَ بْنِ اَسْعَدَ لَمَّا قُطِعَ اَنْفُهُ يَوْمَ الْكُلَابِ وَ اتَّخَذَ اَلْفًا مِنْ وَرِقٍ فَاَنْتَنَ عَلَيْهِ فَاَمَرَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ يَتَّخِذَا اَنْفًا مِنْ ذَهَبٍ ۲۔

کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفجہ بن سعد کو رخصت دی۔ جنہوں نے جنگ کلاب میں ناک کٹ جانے کے بعد چاندی کی ایک ناک بنا کر لگا لی تھی۔

ا۔ امام بخاری نے ۱۰/ ۳۱۳ میں کتاب اللباس کے باب الذریرة کے تحت اور امام مسلم نے ۱۱۸۹ میں کتاب الحج باب الطیب للمحرم عندالاحرام کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو ابوداؤد نے ۴۲۳۲، ۴۲۳۳ میں کتاب الخاتم باب ماجاء ربط الاسنان کے تحت اور ترمذی نے ۱۷۷۰ میں کتاب اللباس باب ماجاء فی شد الاسنان کے تحت اور نسائی نے ۸/ ۱۶۳، ۱۶۴ میں کتاب الزینة باب من أصیب انفه هل یتخذ أنفا من ذهب کے ذیل میں اور امام احمد نے ۵/ ۲۳ میں اس کو بیان کیا ہے اور ترمذی نے اس کو حسن کہا اور ابن حبان نے ۱۴۶۶ میں صحیح کہا ہے اس باب میں بہت سی مرفوع۔ موقوف احادیث مروی ہیں۔ جن کو حافظ زیلعی نے "نصب الرایة" ۴/ ۲۳۷، ۲۳۸ میں تحریر کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

جب اس میں بدبو پیدا ہوئی تو پیغمبر خدا نے آپ کو سونے کی ناک بطور پلاسٹک سرجری لگانے کا حکم دیا۔

اس حدیث کے علاوہ عرفجہ کی رخصت کے سلسلہ میں محدثین کے نزدیک کوئی دوسری حدیث نہیں ہے۔

سونا دنیا کی زینت، طلسم وجود، نفوس کو فرحت بخش، پشت کے لئے مقوی، اور سرزمین پر معیشت کے لئے

قوت الٰہی کا راز ہے۔اس کے مزاج میں ساری کیفیات کا امتزاج موجود ہے اس میں ایک لطیف حرارت پائی جاتی ہے۔جس کی وجہ سے تمام لطیف اور فرحت بخش معجونوں میں اس کو شامل کیا جاتا ہے۔تمام معدنی اشیاء میں بلاشبہ سب سے زیادہ معتدل اور اشرف ہے۔اس کی خاصیت یہ ہے کہ اگر اسے زمین میں دفن کردیا جائے تو مٹی سے اس کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا اور نہ زنگ لگتا ہے۔اس کا برادہ اگر دواؤں میں آمیز کردیا جائے تو ضعف قلب کے لئے مفید ہے اور سوداء سے ہونے والے خفقان کے لئے نافع ہے اور وسوسہ، رنج وغم، خوف وخطر اور عشق جیسے امراض نفسانی سے نجات دلاتا ہے۔بدن کو فربہ اور مضبوط بناتا ہے اور زردی کو ختم کرکے رنگ نکھارتا ہے۔جذام سے نجات دیتا ہے۔تمام سوداوی بیماریوں اور زردروں میں بے حد مفید ہے اور بالخصوص بالخورہ اور داء الحیۃ (بال جھڑنے کی بیماری) جیسی بیماریوں میں اس کے کھانے اور اس کا ضماد کرنے سے بے حد فائدہ ہوتا ہے۔آنکھ کو جلا بخشتا ہے اور اسے تقویت پہنچاتا ہے۔اسی طرح آنکھ کی بہت سی بیماریوں کے لئے بے حد مفید ہے۔تمام اعضاء بدن کی تقویت کے لئے اکسیر ہے۔

اس کو منھ میں رکھنے سے گندہ دہنی دور ہوتی ہے۔اگر کوئی ایسے مرض میں مبتلا ہو جس کو داغ دینے کی ضرورت پیش آئے اور اس کو سونے سے داغ دیا جائے تو اس جگہ آبلے نہیں پڑتے اور مریض بہت جلد یاب ہوجاتا ہے۔

اگر سرمہ کی سلائی سونے کی بنا کر سرمہ اسے سے لگایا جائے تو آنکھ کو قوت دے اور اس کی روشنی بڑھائے گا اور اگر سونے کی انگوٹھی ہو جس کو نگینہ بھی سونے کا ہو اسے گرم کرکے اس سے کبوتر کے اگلے بازو کو داغ دیں۔تو پر ایک دوسرے سے چمٹ جائیں گے اور کبوتر پھر اس جگہ سے اڑ کر کہیں نہیں جاسکتا۔

اور لوگوں کو قوی مضبوط بنانے میں اس کو بڑی خصوصیت حاصل ہے۔یہی وجہ ہے کہ جنگ اور ہتھیاروں کے سلسلے میں بڑی چھوٹ دی گئی ہے۔چنانچہ ترمذی نے مزیدہ عصری سے حدیث روایت کی ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فتح مکہ کے روز میں داخل ہوئے۔آپ کی تلوار کا دستہ اور قبضہ سونے اور چاندی کا تھا۔ ا۔

سونا تو تمام لوگوں کو محبوب ہوتا ہے۔جب اس کو قابو میں کرلیتے ہیں۔تو پھر اس کو چھوڑنا نہیں چاہتے اور دنیا کی دوسری تمام مرغوبات اور پسندیدہ چیزوں سے بے نیاز ہوجاتا ہے۔خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ (آل عمران۔۱۴)

لوگوں کو اپنی خواہش کی چیزیں (خوبصورت) عورتیں اور بیٹے اور چاندی سونے کے ڈھیر اور (بڑے خوبصورت) پلے ہوئے گھوڑے اور چوپائے اور لہلہاتی کھیتیاں بھلی معلوم ہوتی ہیں۔

اور صحیح بخاری، صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْ كَانَ لِابْنِ اٰدَمَ وَادٍ مِنْ ذَهَبٍ لَابْتَغٰى اِلَيْهِ ثَانِيًا وَلَوْ كَانَ لَهٗ ثَانٍ لَابْتَغٰى اِلَيْهِ ثَالِثًا وَلَا

يَمْلَأُ جَوْفَ ابْنِ آدَمَ اِلاَّ التُّرَابُ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ

ا۔ ترمذی نے ۱۲۹۰ میں کتاب الجہاد باب ماجاء فی السیوف وحلیتھا کے تحت اور ''الشمائل'' ۱۰۱ میں اس کو روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں ہود بن عبداللہ بن سعد ایک راوی ہے۔ جس کو صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا ہے۔ اس کے باقی راوی ثقہ اور قابل اعتماد ہیں۔

عَلٰی مَنْ تَابَ ا۔

اگر انسانوں کے پاس سونے کی ایک وادی ہو تو وہ دوسری وادی کا خواہش مند نظر آئے گا اور اگر دوسری وادی بھی حاصل ہو تو وہ تیسری کا متمنی ہوگا اور انسانوں کا شکم صرف مٹی ہی بھر سکے گی اور خدا ہر اس شخص کی توبہ قبول کرتا ہے جو توبہ کرے۔

قیامت کے دن مخلوق اور اس کی عظیم کامیابی کے درمیان سب سے بڑا رخنہ یہی سونا ہی ہوگا۔ اس کی وجہ سے خدا کی نافرمانی کی جاتی ہے اور یہی قطع رحمی کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ اسی کے باعث کشت وخونریزیاں ہوتی ہیں اور حرام چیزیں حلال کر لی جاتی ہیں۔ حقوق سلب کر لئے جاتے ہیں۔ لوگوں پر ظلم وستم ڈھایا جاتا ہے دنیا اور اس کی چند روزہ زندگی میں سونا ہی مرغوب چیز سمجھی جاتی ہے اور آخرت اور جو کچھ آخرت میں خدا نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کے ذریعے میں خدا نے اپنے دوستوں کے لئے تیار کر رکھا ہے۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں۔ اس کے ذریعے کتنے حقوق تلف کئے گئے اور اس کی جگہ باطل کو زندگی ملی اور کتنے ظالموں کی مدد کر کے مظلوموں پر ظلم وستم ڈھایا گیا۔ جریری نے اس سلسلہ میں کیا ہے عمدہ بات لکھی ہے۔ ۲۔

تَبًّا لَهُ مِنْ خَادِعٍ مُمَاذِقٍ

اَصْفَرَ ذِیْ وَجْهَیْنِ كَالْمُنَافِقِ

فریب کار اور منافق کی طرح طلائی دورویہ کی طرف سبقت کرنے والے کے لئے تباہی وبربادی ہو۔

ا۔ امام بخاری نے ۱۱/ ۲۶۱، ۲۱۸ میں کتاب الرقاق باب مایتقی من فتنۃ المال کے تحت اور امام مسلم نے ۱۰۴۸ اور ۱۰۴۹ میں کتاب الزکوٰۃ باب لو کان لابن ادم وادیان لابتغی ثالثا کے تحت حدیث انس بن مالک عبداللہ بن عباس سے اس کو بیان کیا ہے۔

۲۔ یہ ابومحمد قاسم بن علی بن محمد عثمان حریری بصری ہیں۔ مقامات حریری کے مصنف ہیں جس میں لغات عرب میں مکمل حصہ دیا گیا ہے۔ اس کتاب میں لغات عرب میں فصاحت وبلاغت، عربی مثالیں اور زبان عرب کے اسرار ورموز کو (حاشیہ جاری)

يَبْدُوْ بِوَصْفَيْنِ لِعَيْنِ الرَّمِقِ

زِيْنَةُ مَعْشُوْقٍ وَلَوْنُ عَاشِقٍ

دزدیدہ نگاہوں سے دیکھنے والے کے لئے اس میں دو وصف نظر آتا ہے۔ معشوق کی زینت اور عاشق کا رنگ وروپ۔

وَحُبُّهُ عِنْدَ ذَوِی الْحَقَائِقِ

يَدْعُوْ اِلَی ارْتِكَابِ سُخْطِ الْخَالِقِ

حقیقت شناسوں کے نزدیک اس کی محبت خالق حقیقی کے غضب کی دعوت دیتی ہے۔

وَلَا اشْمَأَزَّ بَاخِلٌ مِنْ طَارِقٍ
وَلَا شَتَكَى الْمَطْوُلُ مَطْلَ الْعَائِقِ

اور نہ کوئی بخیل کسی مہمان کی آمد پر تیوریاں چڑھاتا اور نہ کسی دریوزہ گر کوٹال مٹول کرنے والے سے کوئی شکایت ہوتی۔

وَلَا اسْتُعِيذَ مِنْ حَسُوْدٍ رَاشِقٍ
وَشَرُّمَا فِيْهِ مِنَ الْخَلَائِقِ

اور نہ کسی تیز نظر حاسد سے پناہ طلب کی جاتی اور نہ اس شر سے پناہ مانگی جاتی جو انسانوں میں موجود ہے۔

اَنْ لَيْسَ يُغْنِيْ عَنْكَ فِي الْمَضَايِقِ
اِلاَّ اِذَا فَرَّ فِرَارَ الْآبِقِ

تنگیوں اور پریشانیوں میں بھی تجھ کو اس سے مفر نہیں مگر جب اس سے انسان بھاگ نکلے۔

ظظظ

''گذشتہ سے پیوستہ'' بیان کر دیا گیا ہے۔ اس کی وفات ۵۱۶ھ میں ہوئی اور مذکورہ ابیات تیسرے مقامد دیناریہ ص ۲۹، ۳۰، سے ماخوذ ہیں۔ اس کی سوانح کے لئے دیکھئے ''وفیات'' ۴/ ۶۴، ۶۸۔

حرف راء

لطب (تازہ کھجور)

قرآن مجید خدا نے مریم علیہا السلام کو مخاطب کر کے فرمایا۔

وَهُزِّیۡۤ اِلَیۡکِ بِجِذۡعِ النَّخۡلَۃِ تُسٰقِطۡ عَلَیۡکِ رُطَبًا جَنِیًّا فَکُلِیۡ وَاشۡرَبِیۡ وَقَرِّیۡ عَیۡنًا (مریم: ۲۵، ۲۶)

اور کھجور کے درخت کو اپنی طرف ہلا وہ تجھ پر تروتازہ کھجوریں گرائے گا۔ پھر اسے کھاؤ اور پانی پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ککڑی تر کھجور کے ساتھ کھا رہے ہیں۔ ا۔

اور سنن ابوداؤد میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چند تازہ کھجوروں سے روزہ افطار کرتے پھر نماز مغرب پڑھتے۔ اگر تازہ کھجوریں نہ ہوتیں تو چھاروں سے افطار

فرماتے۔ اگر چھوہارے بھی میسر نہ ہوتے تو چند گھونٹ پانی پی کر افطار کر لیتے۔ ۲؎

تازہ کھجور کا مزاج پانی کی طرح گرم تر ہے۔ بارد معدوں کو تقویت دیتی ہے اور اس کے عین موافق ہے۔ قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے۔ جسم کو شاداب بناتی ہے۔ سرد مزاج کے لوگوں کو یہ راس آتی ہے اور کثیر الغذاء ہونے کی وجہ سے خاصی غذائیت دیتی ہے۔

۱؎ امام بخاری نے صحیح بخاری ۹/ ۴۸۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب القثاء بالرطب کے تحت اور امام مسلم نے صحیح ۲۰۴۳ میں کتاب الاشربۃ کے باب اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲؎ ابوداؤد نے ۲۳۵۶ میں، ترمذی نے ۶۹۶ میں اور امام احمد حنبل نے ۳/ ۱۶۴ میں اس کو بیان کیا۔ اس کی سند صحیح ہے۔

اہل مدینہ اور ان جیسے دوسرے ان ممالک کے لئے جہاں کھجور پھل شمار کی جاتی ہے۔ سب سے اعلیٰ ترین پھل ہے۔ بدن کے لئے انتہائی نفع بخش ہے۔ اگر کوئی اس کا عادی نہ ہو۔ وہ ابکثرت استمال کرے تو اس کے بدن میں بہت تیزی تعفن پیدا کرتی ہے اور اس سے خراب خون پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بکثرت استعمال سے سر درد پیدا ہوتا ہے اور سودا میں اضافہ ہوتا ہے۔ دانتوں کو نقصان پہنچاتی ہے۔ اس کی اصلاح سکنجبین وغیرہ سے کی جاتی ہے۔

تازہ کھجور، چھوہارہ یا پانی سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے روزہ افطار کرنے میں بہت لطیف حکمت مضمر ہے۔ اس لئے کہ روزہ کی وجہ سے معدہ غذا سے خالی ہو جاتا ہے۔ اب جگر کے پاس کوئی ایسی چیز نہیں رہ جاتی جس کو وہ جذب کر کے قوی اور اعضاء کو بدل یا تحلل کے طور پر دے اور شیریں چیز جگر کو بہت زیادہ مرغوب ہے۔ اس لئے جگر کی طرف بہت جلد سرایت کر جاتی ہے اور اگر تازہ کھجور ہے تو جگر اسے اور زیادہ بڑھ کر قبول کرتا ہے۔ چنانچہ اس سے قویٰ اور جگر دونوں ہی کو قوت ملتی ہے۔ اگر کھجور نہ ہو تو چھوہارہ اپنی شیرینی اور غذائیت کے لحاظ سے بہتر ہے۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو چند گھونٹ پانی معدہ کی لپٹ اور روزہ کی گرمی کر بجھا دیتا ہے۔ پھر اس کے بعد کھانے کی خواہش ابھرتی ہے اور پوری رغبت سے کھانا کھایا جاتا ہے۔

ریحان (خوشبو) اللہ تعالیٰ نے اس کا ذکر قرآن مجید میں کیا ہے فرمایا:۔

فَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ وَّ جَنَّةُ نَعِيْمٍ

(واقعہ:۸۸،۸۹)

چنانچہ اگر وہ مقرب بندوں میں سے ہے تو عیش و آرام خوشبو اور نعمتوں کا باغ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا۔

وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ (رحمان ۔ ۱۲)

بھوسی والے دانے ہیں اور خوشبو ہے۔

صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

مَنْ عُرِضَ عَلَيْهِ رَيْحَانٌ فَلَا يَرُدَّهُ فَاِنَّهٗ خَفِيْفُ الْمَحْمِلِ طَيِّبُ الرَّائِحَةِ ۱؎

جس کو خوشبو پیش کی جائے اسے واپس نہ کرے اس لئے کہ یہ ہلکی ہوتی ہے اور خوشبو عمدہ بھی ہوتی ہے۔

سنن اور ابن ماجہ میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:۔

اَلَا مُشَمِّرٌ لِلْجَنَّةِ فَإِنَّ الْجَنَّةَ لَا خَطَرَ لَهَا هِيَ وَرَبِّ الْكَعْبَةِ نُوْرٌ يَتَلَأْلَأُ وَرَيْحَانَةٌ تَهْتَزُّ وَقَصْرٌ مَشِيْدٌ وَنَهْرٌ مُطَّرِدٌ وَثَمَرَةٌ نَضِيْجَةٌ وَزَوْجَةٌ حَسْنَاءُ جَمِيْلَةٌ وَحُلَلٌ كَثِيْرَةٌ فِي مَقَامٍ أَبَدًا۔ فِيْ حَبْرَةٍ وَنَضْرَةٍ فِيْ دُوْرٍ عَالِيَةٍ سَلِيْمَةٍ بَهِيَّةٍ قَالُوْا نَعَمْ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ نَحْنُ الْمُشَمِّرُوْنَ لَهَا قَالَ قُوْلُوْا اِنْ شَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَقَالَ الْقَوْمُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ ۲؎

کوئی ہے جو اپنے آپ کو جنت کے لئے تیار کرے۔ اس لئے کہ جنت کے لئے کوئی خوف وخطرناک نہیں۔ رب کعبہ کی قسم یہ جنت درخشاں نور، متحرک، خوشبو، بلند وبالا محل، بہتی نہر اور نپختہ پھل ہے اور خوش سیرت حسین وجمیل بیوی کی طرح طرح کے ملبوسات ہمیشہ ہمیش کے لئے نعمتوں کے ڈھیر نگاہوں کی شادابی وشگفتگی اور بلند وبالا بارونق مکانات کا نام ہے۔ صحابہ نے فوراً کہا۔ ہاں اے رسول خدا ہم لوگ اس کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ انشاء اللہ کہو۔ چنانچہ تم لوگوں نے انشاء اللہ کہا۔

۱؎ اس حدیث کی تخریج ص ۴۸۰ پر گذر چکی ہے۔

۲؎ اس کو ابن ماجہ نے ۴۳۳۲ میں کتاب الزہد کے باب صفۃ الجنۃ کے تحت اور ابن حبان نے ۲۶۲۰ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں ضحاک معافری ایک راوی ہے۔ جس کو صرف ابن حبان نے ثقہ قرار دیا اور اس کا استاذ سلیمان بن موسیٰ بھی اس کا ایک راوی ہے۔ جس کے بارے میں ناقدین حدیث کے درمیان اختلاف ہے۔

ریحان: ہر عمدہ خوشگوار اور خوشبودار پودے کو کہتے ہیں۔ ہر علاقہ کے لوگ اپنے لے کوئی نہ کوئی خوشبو خاص کر لیتے ہیں۔ مغربی ممالک کے لوگ آس کی خوشبو پسند کرتے ہیں۔ اسی کو عرب والے ریحان کے نام سے جانتے ہیں۔ عراق اور شام کے باشں دے پودینہ کی خوشبو پسند کرتے ہیں۔

اس کا مزاج درجہ اولی میں سرد اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کے باوجود یہ مرکب القوی ہے۔ اس میں سرد جوہر ارضی زیادہ ہوتا ہے۔ اس میں کسی قدر لطیف حرارت بھی ہوتی ہے۔ جس سے مکمل تجفیف ہوتی ہے۔ اس کے اجزاء قریب القوۃ ہیں اور اس میں داخلی وخارجی انداز پر قوت حابسہ وقوت قابضہ دونوں یکساں طور پر ساتھ ساتھ پائی جاتی ہیں۔

اسہال صفرادی کو روکتا ہے۔ گرم تر بخارات کے لئے دافع ہے اور اگر اس کو سونگھ لیا جائے تو غیر معمولی طور پر مفرح قلب ہے۔ اس کے سونگھنے سے وباء دور ہوتی ہے۔ اسی طرح اس کو گھر میں چھڑکنے سے بھی دباء دور ہوجاتی ہے

اور حالبین (وہ دو رگیں جن سے پیشاب گردہ سے مثانہ میں آتا ہے) میں پیدا ہونے والے ورم کے لئے نافع ہے۔ اگر اس کا ضماد کیا جائے اور اگر اس کی کونپل کو پیس کر سرکہ میں آمیز کر کے سر پر ضماد کیا جائے تو نکسیر کو روکتا ہے اور اگر اس کے خشک پتوں کو پیس کر رستے زخموں پر چھڑکا جائے تو نفع ہوتا ہے۔ کمزور اعضاء کو مضبوط بناتا ہے۔ انگلی کے سرے کے ورم کے لئے نافع ہے اور اگر پھنسیوں اور ہاتھ پیر کے زخموں پر اس کو چھڑکا جائے تو زخم مندمل کرتا ہے اور بغل کی گندگی کو ختم کرتا ہے اور اگر اس کے جوشاندہ میں مریض کو بیٹھا دیں تو مقعد اور رحم کے پھوڑوں کے لئے نافع ہوتا ہے۔ جوڑوں کے ڈھیلا پن کو ختم کرتا ہے اور اگر ٹوٹی ہوئی ہڈیوں پر اس کو لگایا جائے۔ تو اس پر گوشت نہ چڑھے گا اور اس کے لئے مفید ہوگا۔ سر کی بھوسی اور سر کے رستے زخموں کے لئے نافع ہے اور سر کی پھنسیوں کو ختم کرتا ہے گرتے ہوئے بالوں کو روکتا ہے اور بالوں کو سیاہ کرتا ہے اور اگر اس کے پتے کو پیس کر اس پر تھوڑا پانی بہایا جائے اور اس میں تھوڑا سا روغن گل یا روغن زیتون ملا کر ضماد رستے زخموں۔ پہلو کی پھنسیوں۔ بدن کے سردانے اور ام حارہ پتی اور بواسیر پر کیا جائے تو ان سب کو جڑ سے ختم کر دیتا ہے۔

اس کا تخم سینے اور پھیپھڑے میں آنے والے خون کا نکالنے میں نافع ہے۔ معدہ کی صفائی کرتا ہے۔ اس میں چونکہ جلا اور صفا کرنے کی قوت ہوتی ہے اس لئے سینہ اور پھیپھڑے کو ضرر نہیں پہنچاتا اس کی خاصیت یہ ہے کہ کھانسی کے ساتھ آنے والے دست (اسہال) کو روکتا ہے۔ ایک انوکھی دوا ہے۔ پیشاب آور ہے۔ مثانہ کی سوزش اور کیڑے مکوڑوں کے کاٹنے نیز بچھو کے ڈنک میں بھی نفع بخش ہے۔ اس کی جڑ سے خلال کرنا مضر ہے۔ اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

ریحان فارسی جسے پودینہ کہتے ہیں۔ صحیح قول کی بنیاد پر گرم ہے۔ اس کو سونگھنا گرم سر درد کے لئے مفید ہے۔ اگر مریض کے سر پر پانی کے چھینٹے دیئے جائیں۔ اس میں برودت و رطوبت عارضی ہوتی ہے۔ آخری درجہ میں بارد ہے۔ اس کے تر اور خشک ہونے کے بارے میں، دو قول منقول ہیں۔ لیکن صحیح قول یہی ہے کہ یہ چاروں (رطوبت، برودت، حرارت، یبوست،) مزاج رکھتا ہے۔ خواب آور ہے، اس کا تخم صفراوی اسہال کو روکتا ہے۔ مروڑ کو ختم کرتا ہے۔ مقوی قلب ہے۔ تمام سوداوی بیماریوں میں نفع بخش ہے۔

رمّان (انار) اس کے متعلق ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

فِيهِمَا فَاكِهَةٌ وَّنَخْلٌ وَّرُمَّانٌ (رحمٰن۔ ۶۸)

ان دونوں (جنتیوں میں پھل، کھجوریں اور شیریں انار ہوں گے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے موقوفاً مرفوعاً روایت ہے۔

مَامِنْ رُمَّانٍ مِنْ رُمَّانِكُمْ هٰذَا اِلَّا وَهُوَ امُلَقَّحُ بِحَبَّةٍ مِنْ رَمَّانِ الْجَنَّةِ ا ؎

تمہارا انار جہاں کہیں بھی ہے۔ یہ جنت کے دانہ سے قلم لگایا ہوا ہے۔

اس حدیث کا موقوف ہونا زیادہ قرین قیاس ہے۔ حرب وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ انار کو اس کے بیج کے باریک چھلکوں کے ساتھ کھاؤ اس لئے کہ یہ معدہ کی صفائی کرتا ہے۔

۱۔ اس کی سند میں محمد بن ولید بن ابان قلانسی راوی کذاب ہے۔ حدیثیں گھڑ کر بیان کرتا تھا اور ذہبی نے "میزان" ۴/۵۹ میں اس حدیث کو اباطیل میں شمار کیا ہے۔

شیریں انار حار رطب ہے۔ معدہ کے لئے عمدہ اور مقوی ہے۔ اس لئے کہ انار میں معمولی قبض ہوتا ہے۔ حلق، سینہ اور پھیپھڑے کے لئے نافع ہے۔ کھانسی کے لئے مفید ہے۔ اس کا رس پاخانہ نرم کرتا ہے اور بدن کو عمدہ انداز میں غذائیت دیتا ہے۔ بہت جلد سرایت کرتا ہے اور تحلیل ہو جاتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں رقت اور لطافت پائی جاتی ہے۔ معدہ میں معمولی حرارت اور ریاح بھی پیدا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے یہ قوت باہ کے لئے مقوی ہے۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے مناسب نہیں اس میں عجیب خاصیت پنہاں ہے۔ اگر اس کو روٹی کے ساتھ استعمال کیا جائے تو معدہ کی خرابی سے نجات دلاتا ہے۔

(ترش انار) بارد یابس ہوتا ہے۔ معمولی قابض ہے۔ سوزش معدہ کے لئے مفید ہے۔ پیشاب آور ہے۔ اس میں دوسری دواؤں کے بہ نسبت پیشاب لانے کی زیادہ صلاحیت موجود ہے۔ صفراء کو سکون بخشتا ہے۔ اسہال کو بند کرتا ہے۔ قے کو روکتا ہے اور رطوبات ردیہ کو کم کر کے معتدل بناتا ہے۔

جگر کی حرارت کو بجھاتا ہے۔ تمام اعضاء جسمانی کو تقویت پہنچاتا ہے۔ صفراوی خفقان میں مفید ہے اور دل کی بہت سی دوسری بیماریوں میں نفع بخش ہے۔ فم معدہ کے لئے نافع ہے۔ مقوی معدہ ہے اور معدہ کے رطوبات ردیہ کو نکال پھینکتا ہے۔ صفراء اور خون کی حرارت کو دور کرتا ہے۔

انار کے بیج کے باریک چھلکے ساتھ اس کا مشروب حاصل کیا جائے اور اس میں تھوڑی سی شہد آمیز کر کے پکا لیا جائے جب مرہم کی طرح ہو جائے تو آنکھوں میں سرمہ کی طرح لگایا جائے۔ تو یہ آنکھ کی زردی کو ختم کرتا ہے اور آنکھوں کو رطوبات غلیظہ سے صاف کرتا ہے اور اگر اس کو مسوڑھے پر لگایا جائے۔ تو منہ آنے کی بیماری کے لئے مفید ہے اور اگر شیریں و ترش دونوں طرح کے انار کو اس کے چھلکے ساتھ نچوڑ کر استعمال کیا جائے تو دست لانے کے لئے مفید ہے اور صفراوی گندے رطوبات کو نیچے لانے میں غیر معمولی تاثیر رکھتا ہے۔ سہ روزہ بخاروں میں نافع ہے۔

کھٹا میٹھا انار مزاج اور نفع دونوں کے اعتبار سے متوسطہ ہے۔ یہ ترش انار کی لطافت کے زیادہ سے قریب ہے۔ دانہ انار کو شہید میں آمیز کر کے اس کا طلا کرنا۔ انگلی کے سرے کی سوجن اور بڑے خبیث پھوڑوں کے لئے مفید ہے اور اس کے شگوفے زخموں کے لئے نافع ہیں۔

اطباء کا یہ قول مشہور ہے کہ جو انار بستانی کے تین شگوفے [1] ہر سال نگل لے تو اس کو پورے سال آشوب چشم سے نجات مل جائے گی۔

ظ ظ ظ

حرف زاء

زیت (زیتون) ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

يُوْقَدُ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبٰرَكَةٍ زَيْتُوْنَةٍ لَّا شَرْقِيَّةٍ وَّلَا غَرْبِيَّةٍ يَّكَادُ زَيْتُهَا يُضِيْٓءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْهُ نَارٌ

(نور: ۳۵)

وہ زیتون کے مبارک کے درخت (کے تیل) سے جلایا جاتا۔ جو نہ پورب کی جانب ہے اور نہ مغرب کی جانب (بلکہ عین بیچوں بیچ ہے) اس کا تیل (اتنا صاف ہوتا ہے) کہ خود بخود جلنے کو ہوتا ہے خواہ اسے آگ نہ چھوئے۔

ترمذی اور ابن ماجہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا۔

كُلُوا الزَّيْتَ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَإِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۲

روغن زیتون کھاؤ اور اس کو لگاؤ۔ اس لئے کہ یہ ایک مبارک درخت سے حاصل کیا جاتا ہے۔

اور بیہقی اور ابن ماجہ نے بھی عبداللہ بن عمر سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

---

۱ جنبذ الرمان بستانی انار کلی اور شگوفہ کو کہتے ہیں۔ بعض لوگوں نے اسے بند انار کہا ہے۔

۲ اس حدیث کی تخریج ص ۵۲۷ پر گزر چکی ہے۔ اس کی سند عمدہ ہے۔

اِئْتَدِمُوْا بِالزَّيْتِ وَادَّهِنُوْا بِهٖ فَإِنَّهٗ مِنْ شَجَرَةٍ مُّبَارَكَةٍ ۱

روغن زیتوں کو بطور سالن استعمال کرو اور اس کا روغن لگاؤ اس لئے کہ یہ ایک مبارک درخت سے حاصل ہوتا ہے۔

زیتون پہلے درجہ میں رطب ہے۔ اس کو خشک کہنے والوں کی بات صحیح نہیں ہے اور روغن زیتون زیتون ہی کی طرح ہے۔ نپختہ زیتون کا رس نہایت عمدہ اور بہتر ہوتا ہے اور نیم نپختہ سے نکلنے والا تیل سرد خشک ہوتا ہے اور سرخ زیتوں دونوں کے مابین متوسط ہوتا ہے۔ سیاہ زیتوں گرم کرنے والا ہوتا ہے۔ اور اسی میں اعتدال کے ساتھ رطب ہوتا ہے۔ ہر قسم کے زہر میں مفید ہے۔ دست آور ہے۔ پیٹ کے کیڑوں کو نکالتا ہے۔ پرانا روغن زیتون بہت زیادہ گرم کن اور محلل ہوتا ہے اور جو پانی کے ذریعہ نکالا جاتا ہے۔ اس میں حرارت کم ہوتی ہے اور لطیف تر اور نفع بخش ہوتا ہے۔ اس کی تمام قسموں سے جلد میں نرمی اور ملائمت پیدا ہوتی ہے۔ بالوں کی سفیدی کو روکتا ہے۔

زیتوں کا نمکین پانی آتش زدہ مقام پر آبلے نہیں آنے دیتا اور مسوڑھوں کو مضبوط بناتا ہے اور برگ زیتون بدن کے سرخ دانوں اور پہلو کی پھنسیوں، گندے زخموں اور پتی کو روکتا ہے۔ پسینہ بند کرتا ہے۔ اس کے علاوہ

اس کے بے شمار فوائد ہیں۔

زبد (مکھن) ابوداؤد نے اپنی سنن ابوداؤد میں بسر اسلمی کے دونوں بیٹوں سے روایت نقل کی ہے۔ ان دونوں نے بیان کیا کہ نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمارے یہاں تشریف لائے تو ہم نے آپ کی خدمت اقدس میں مکھن اور چھوہارہ پیش کیا۔ آپ کو مکھن اور چھوہارہ بہت مرغوب تھا۔ ۲ے

اے عبدالرزاق نے "المصنف" ۱۹۵۶۸ میں، ابن ماجہ نے ۳۳۱۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب "الزیت میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کے تمام راوی ثقہ ہیں۔ اس کو حاکم نے ۴ / ۱۲۲ میں صحیح لکھا ہے اور ذہبی نے اس کی موافقت کی ہے۔ ابن عباس کی حدیث اس کی شاہد ہے جس کو طبرانی نے "الاوسط" میں اور اسی طرح "المجمع" ۵ / ۴۳ میں نقل کیا ہے۔

۲ے اس حدیث کو ابوداؤد نے ۳۸۳۷ میں اور ابن ماجہ نے ۳۳۳۴ میں بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

مکھن کا مزاج گرم تر ہے۔ اس میں بہت سے فوائد ہیں۔ منجملہ ان کے ایک یہ ہے کہ یہ مادہ کا انضاج کر کے اس کو تحلیل کرتا ہے اور کانوں کے پہلوی حصہ میں اور حالبین (دو رگیں جن سے پیشاب گردہ سے مثانہ میں اترتا ہے) میں پائے جانے والے ورموں کو دور کرتا ہے اور منہ کا ورم بھی ختم ہو جاتا ہے اور اس کو تنہا استعمال کرنے سے عورتوں اور بچوں کے جسم کے تمام ورم کو ختم کر دیتا ہے اور اگر اس کو چاٹا جائے تو پھیپھڑے سے پیدا ہونے والے خون کو کارج کرنے میں نافع ہے اور پھیپھڑے کے ورموں کو نضج کرتا ہے۔

یہ دست آور ہے۔ سخت اعصاب کو نرم کرتا ہے اور سوداء اور بلغم کی حرارت کی وجہ سے ہونے والے ورموں کی سختی وصلابت کو دور کرتا ہے۔ بدن کی خشکی کو ختم کرتا ہے اور بچوں کے مسوڑھوں پر اس کو لگانے سے دانت نکلنے میں آسانی ہوتی ہے۔ خشکی اور ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والی کھانسی کے لئے مفید ہے۔ بالخورہ اور بدن کی خشونت کو ختم کرتا ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ مگر بھوک کم کر دیتا ہے۔ شیریں چیز مثلاً شہد اور چوھارہ بدہضمی میں نافع ہے چھوہارہ اور مکھن کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ساتھ تناول فرمایا اس میں ایک بہت بڑی حکمت ہے۔ کہ اس سے ایک دوسرے کی اصلاح ہو جاتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

زبیب (کش مش) اس کے متعلق دو احادیث مروی ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی صحیح نہیں ہے۔ پہلی حدیث ہے۔

نِعْمَ الطَّعَامُ الزَّبِيبُ يُطَيِّبُ النَّكْهَةَ وَيُذِيبُ الْبَلْغَمَ

کش مش کیا ہی عمدہ غذا ہے جو منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے اور بلغم کو پگھلا کر خارج کرتی ہے۔

اور دوسری حدیث یوں مروی ہے۔

نِعْمَ الطَّعَامُ الزَّبِيبُ يُذْهِبُ النَّصَبَ وَيَشُدُّ الْعَصَبَ وَيُطْفِيءُ الْغَضَبَ وَيُصَفِّي اللَّوْنَ وَيُطَيِّبُ النَّكْهَةَ

کش مش کیا ہی عمدہ غذا ہے۔ جو بیماری کو ختم کرتا ہے۔ اعصاب کو مضبوط بناتی ہے۔ آتش غضب

کو بھاتی ہے۔ رنگ نکھارتی ہے اور منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے۔

اس حدیث کا کوئی بھی ٹکڑا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

بہر حال بہترین کش مش وہ ہے جو سائز میں بڑی ہو۔ اس میں گودا اور رس بھر پور رہو اور چھلکا باریک ہو گٹھلی ناپید ہو اور اس کا تخم نہ چھوٹا ہو نہ بڑا۔

کش مش کا مزاج پہلے درجہ میں گرم، تر ہے اور اس کا تخم سرد خشک ہے۔ وہ انگور کی طرح مزاج رکھتا ہے۔ جس سے کش مش بنتی ہے۔ شیریں کش مش گرم ہوتی ہے اور ترش قسم کی کش مش قابض اور سرد ہوتی ہے اور سفید میں نسبتاً قبض زیادہ ہوتا ہے۔ اس کا گودا سانس کی نالی کے لئے موزوں ہے۔ کھانسی میں مفید ہے۔ مثانہ اور گردہ کے درد کو ختم کرتی ہے۔ معدہ کو مضبوط بناتی ہے۔ شکم کو نرم کرتی ہے۔

اس کے شیریں گودا میں انگور سے زیادہ غذائیت ہوتی ہے۔ البتہ خشک انجیر سے غذائیت میں کمتر ہے۔ اس میں قوت ناضجہ ہوتی ہے۔ ہاضم ہے۔ قبض پیدا کرتی ہے اور اعتدال کے ساتھ تحلیل مادہ کرتی ہے۔ غرضیکہ یہ معدہ جگر اور طحال کے لئے مقوی ہے۔ حلق، سینہ، پھیپھڑے، گردہ اور مثانہ کے درد میں مفید ہے۔ بہتر یہ ہے کہ کھاتے وقت اس کی گٹھلی پھینک دی جائے۔

کش مش بہترین غذا عطا کرتی ہے اور چھوہارے کی طرح سدے نہیں پیدا کرتی۔ اگر اس کو گٹھلی سمیت کھایا جائے تو معدہ جگر اور طحال کے لئے غیر معمولی طور پر نفع بخش ہے۔ اگر ہلتے ہوئے ناخنوں پر اس کا گودا چسپاں کر دیا جائے تو اسے جلد ہی اکھیڑ دیتا ہے۔ شیریں کش مش بغیر گٹھلی کے مرطوب المزاج اور بلغمی لوگوں کے لئے مفید ہے۔ جگر کو تازگی بخشتی ہے اور خصوصیت سے جگر کے لئے بے حد مفید ہے۔

حافظہ قوی کرنے کی بھی اس میں خوبی موجود ہے۔ زہری کا قول ہے کہ جو شخص حدیث یاد کرنا چاہے۔ اسے کش مش کھانا چاہیے اور منصور عباسی اپنے دادا عبداللہ بن عباس کا مقولہ نقل کرتے ہوئے بیان کرتے تھے کہ کش مش کی گٹھلی بیماری ہے اور اس کا گودا دوا ہے۔

زنجبیل (سونٹھ) اس کی تعریف میں قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:۔

وَیُسْقَوْنَ فِیْهَا كَاْسًا كَانَ مِزَاجُهَا زَنْجَبِیْلًا (انسان۔ ۱۷)

جنت میں انھیں ایسے پیالے بھرے ہوئے۔ پلائے جائیں گے۔ جن میں سونٹھ کی آمیزش ہوگی۔

ابو نعیم نے اپنی کتاب "الطب النبوی" میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ روم کے بادشاہ نے سونٹھ کی ایک ٹوکری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں بطور ہدیہ پیش کیا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب کو ایک ایک ٹکڑا عنایت کیا اور مجھے بھی ایک ٹکڑا کھلا دیا۔

سونٹھ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں تر ہے۔ گرم کن ہے۔ کھانا ہضم کرنے میں معاون ثابت ہوتی

WWW.NAFSEISLAM.COM

ہے۔اعتدال کے طور پر پاخانہ نرم کرتی ہے۔ٹھنڈک اور رطوبت کی وجہ سے ہونے والے جگر کے سدوں میں نافع ہے اور اس کو کھانے اور بطور سرمہ استعمال کرنے سے رطوبت کے باعث پیدا ہوا نے والا آں کھوں کا دھندلا پن ختم ہو جاتا ہے۔جماع کے لئے معاون ہے۔آنتوں اور معدہ میں پیدا ہونے والی ریاح غلیظ کو تحلیل کرتی ہے۔

بہر حال سونٹھ بارد معدہ اور بارد جگر دونوں کے لئے موزوں ہے۔اگر اس کو شکر کے ساتھ ملا کر دو درم کی مقدار گرم پانی سے کھالی جائے۔تو لیس دار لعابی رطوبات کے لئے مسہل کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں۔

اور خوش ذائقہ سونٹھ گرم خشک ہے۔قوت جماع میں ہیجان پیدا کرتی ہے۔منی زیادہ کرتی ہے۔معدہ اور جگر میں حرارت پیدا کرتی ہے۔کھانے کی خوش ذائقتی بڑھاتی ہے اور بدن پر بلغم کے غلبہ کو ختم کرتی ہے۔حافظہ زیادہ کرتی ہے۔جگر اور معدہ کی برودت کے لئے مناسب ہے اور پھل کھانے سے معدہ میں پیدا ہونے والی رطوبت کو ختم کرتی ہے۔منہ کی بدبو کو زائل کرتی ہے۔ثقیل غذاؤں اور کھانوں کے ضرر کو دور کرتی ہے۔

ظ ظ ظ

حرف سین

سنا (ایک وست آور دوا) سنا اور سنوت دونوں کا پہلے بیان ہو چکا ہے۔سنوت کے بارے میں سات اقوال ہیں۔پہلا قول یہ ہے کہ یہ شہد ہے۔دوسرا قول یہ کہ گھی کے ڈبے کا وہ جھاگ ہے۔جو گھی کے اوپر سیاہ لکیروں کی شکل میں نظر آتا ہے۔تیسرا قول ہے کہ یہ زیرہ کی طرح کا ایک دانہ ہے۔البتہ یہ زیرہ نہیں ہے۔چوتھا قول یہ کہ یہ زیرہ کرمانی ہے۔پانچواں قول یہ کہ سویا [1] چھٹا قول یہ کہ چھوہارہ ہے۔ساتواں قول یہ کہ یہ بادیان ہے۔

سفر جل (بہی) ابن ماجہ نے سنن میں اسماعیل بن محمد طلحی کی حدیث کو نقل کیا ہے۔جس کو اسماعیل نے نقیب بن حاجب سے اور نقیب نے ابو سعید سے اور انہوں نے عبد الملک زبیری سے اور عبد الملک نے طلحہ بن عبید اللہ سے روایت کیا ہے۔حضرت طلحہ کا بیان ہے۔کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ کے ہاتھ میں ایک بہی تھی۔مجھے دیکھ کر آپ نے فرمایا۔آ جاؤ طلحہ اسے لے لو اس لئے کہ یہ دل کو تقویت پہنچاتی ہے۔ [2]

اسی حدیث کو نسائی نے دوسرے طریقہ سے بیان کیا ہے۔

قَالَ اَتَیْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَھُوَ فِیْ جَمَاعَۃٍ مِنْ اَصْحَابِہٖ وَبِیَدِہٖ سَفَرْجَلَۃٌ یُقَلِّبُھَا فَلَمَّا جَلَسْتُ اِلَیْہِ دَھَابِھَا اِلَیَّ ثُمَّ قَالَ دُوْنَکَھَا اَبَاذَرٍ فَاِنَّھَا تَشُدُّ الْقَلْبَ وَتُطَیِّبُ النَّفْسَ وَتَذْھَبُ

---

[1] شبت:۔سبز پودوں کی قسم کا ایک پودا ہے۔جو شمر پودے کی طرح ہوتا ہے۔اس کے پھول زرد اور دانے لمبے سبز ہوتے ہیں۔اس کا شمار مصالحہ جات میں ہوتا ہے۔

[2] ابن ماجہ نے ۳۳۶۹ میں کتاب الاطعمۃ کے باب اکل الثمار کے تحت اس حدیث کو نقل کیا ہے۔اس کی سند میں نقیب بن حاجب ابو سعید اور

عبدالملک زبیری تینوں مجہول راوی ہیں۔ یہ حدیث دوسرے طرق سے بھی مروی ہے۔ جن کا حاکم نے ۴/۴۱۱ میں روایت کیا ہے۔ اس کی سند میں عبدالرحمن بن حماد طلحی ایک راوی ہے۔ جس کے بارے میں ابوحاتم کا بیان ہے۔ کہ یہ منکر الحدیث ہے اور ابن حبان وغیرہ نے کہا ہے کہ وہ قابل حجت نہیں۔

بِطَخَاءِ الصَّدْرِ ۱

طلحہ نے بیان کیا کہ میں خدمت نبوی میں حاضر ہوا نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ آپ کے ہاتھ میں ایک بہی تھی۔ جس کو آپ الٹ پلٹ کر رہے تھے۔ جب میں آپ کے پاس بیٹھ گیا تو آپ نے بہی میری طرف بڑھائی۔ پھر فرمایا کہ ابوذر اس کو لے لو اس لئے کہ یہ مقوی قلب ہے۔ سانس کو خوشگوار کرتی ہے اور سینے کی گرانی دور کرتی ہے۔

بہی کے متعلق اور بھی بہت سی احادیث مروی ہیں۔ لیکن یہ حدیث سب سے عمدہ ہے۔ دوسری حدیثیں صحیح نہیں ہیں۔ بہی کا مزاج بارد یابس ہے اور ذائقہ کے اعتبار سے اس کا مزاج بھی بدلتا رہتا ہے۔ مگر تمام بہی سرد اور قابض ہوتی ہیں۔ معدہ کے لئے موزوں ہیں شیریں بہی میں برودت و یبوست کم ہوتی ہے اور زیادہ معتدل ہوتی ہے اور ترش بہی میں قبض اور برودت و یبوست بہت زیادہ پائی جاتی ہے۔ بہی کی ساری قسمیں تشنگی کو بجھاتی ہیں اور قے کو روکتی ہیں۔ پیشاب آور ہے۔ پاخانہ بستہ کرتی ہے۔ آنتوں کے زخم کے لئے نافع ہے۔ خون کی سیلانی، ہیضہ اور متلی میں مفید ہے۔ اگر اس کو کھانے کے بعد استعمال کیا جائے۔ تو تبخیرے سے روکتی ہے اور اس کی سوختہ شاخیں اور دھلے ہوئے پتے۔ توتیاء کی طرح فوائد رکھتے ہیں۔ کھانے سے پہلے اس کو استعمال کرنے سے قبض ہوتا ہے اور کھانے کے بعد استعمال کرنے سے پاخانہ نرم کرتا ہے اور فضلات کو جلد خارج کرنے میں بے مثل ہے۔ اس کا زیادہ استعمال اعصاب کے لئے مضر ہے۔ قولنج پیدا کرتا ہے۔ معدہ میں پیدا ہونے والی صفراء کی حرارت کو کم کرتا ہے۔

اگر اس کو بھون لیا جائے تو خشونت کم ہوجاتی ہے اور ہلکا بھی ہوجاتا ہے اور اگر اس کے بیچ میں گڈھا کر کے اس کا تخم نکال لیا جائے اور اس میں شہد ملا کر گوندھے ہوئے آٹے پر اس کو لیپ دیں پھر اس کو گرم بھوبھل پر سینک دیں تو بے حد مفید ثابت ہوگا۔

شہد کے ساتھ اس کو بھون کو یا پکا کر اس استعمال کرنا بہتر ہوتا ہے۔ اس کا تخم حلق،

---

۱ یہ حدیث بھی ضعیف ہے۔

سانس کی نالی کی خشونت کو دور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سے دوسرے علاج میں بھی نافع ہے۔ اس کا روغن پسینہ روکتا ہے۔ معدہ کے لئے مقوی ہے۔ اس کا مربہ معدہ اور جگر کو تقویت پہنچاتا ہے۔ دل کو مضبوط کرتا اور سانسوں کو خوشگوار بناتا ہے۔

تجم الفواد کا معنی ہے۔ دل کو راحت بخشتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ اس کا معنی ہے کہ وہ دل کو کھولتا ہے اور کشادہ کرتا ہے۔ جمام الماء سے ماخوذ ہے یعنی بہت زیادہ پانی جو دور سے دور تک پھیلا ہوا ہو۔

طخاء یعنی گرانی دل کے لئے ایسی ہی ہوتی ہے۔ جیسے آسمان کے لئے بدلی ہوتی ہے۔ ابو عبید کا قول ہے کہ طخاء گرانی اور بے ہوشی کا نام ہے۔ چانچہ کہا جاتا ہے مَافِی السَّمَاءِ طَخَاءٌ یعنی آسمان میں بدلی اور تاریکی نہیں ہے۔

مسواک:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مرفوعاً حدیث مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَوْلَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُھُمْ بِالسِّوَاکِ عِنْدَ کُلِّ صَلٰوۃٍ ا ؎

اگر میری امت پر یہ بات شاق نہ ہوتی تو میں یقیناً ان کا ہر نماز کے وقت مسواک کرنے کا حکم دیتا۔

اور صحیحین کی ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب رات کو بیدار ہوتے تو اپنے منہ کو مسواک سے صاف کرتے تھے۔ ۲ ؎

صحیح بخاری میں ایک مرفوع حدیث تعلیقاً مروی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مسواک منہ کی صفائی اور خدا کی رضا مندی ہے۔ ۳ ؎

ا ؎ امام بخاری نے ۲/ ۱۲ ۳ میں کتاب اجمعہ باب السواک یوم الجمعہ کے تحت اور امام مسلم نے ۲۵۲ میں کتاب الطہارۃ باب ۱۰۱ السواک کے تحت اس کو حدیث ابوہریرہ سے نقل کیا ہے۔

۲ ؎ امام بخاری نے صحیح بخاری ۱۲۲ ۳ میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۵۲ میں اس کو نقل کیا ہے۔

۳ ؎ اس کو بخاری نے ۴/ ۷ ۱۳ میں کتاب الصوم باب السواک الرطب والیابس للصائم کے (حاشیہ جاری)

صحیح مسلم میں ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب گھر میں تشریف لے جاتے تو پہلے مسواک کرتے۔ ا ؎

مسواک کے بارے میں بے شمار احادیث منقول ہیں اور بسند مرفوع ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی وفات سے پہلے عبدالرحمن بن ابی بکر کی مسواک کی۔ ۲ ؎ یہ بھی صحیح طور سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔ کہ میں تم لوگوں کو بکثرت مسواک کرنے کی تعلیم دی ہے۔ ۳ ؎

مسواک کرنے میں بے شمار فوائد ہیں۔ منہ کی بدبو دور کر کے منہ کو خوشگوار کرتی ہے مسوڑھوں کو مضبوط بناتی ہے۔ بلغم ختم کرتی ہے۔ نگاہوں کی جلا بخشتی ہے۔ دانتوں کی زردی کو ختم کر کے صاف شفاف بناتی ہے۔ معدہ کو درست کرتی ہے۔ آواز صاف کرتی ہے۔ ہاضمہ کے لئے معاون ہے۔

کلام کے مجاری کو سہل بناتی ہے۔ مسواک کرنے کے بعد پڑھنے، ذکر واذکار کرنے نیز ادائیگی نماز کے لئے انسان میں نشاط پیدا ہو جاتا ہے۔ نیند کو زائل کرتی ہے۔ خدا کی رضامندی کے حصول کا ایک اہم سبب ہے۔ فرشتے پسند کرتے ہیں اور نیکیوں میں اس سے اضافہ ہوتا ہے۔

"گذشتہ سے پیوستہ" تحت حدیث عائشہ سے تعلیقاً روایت کیا ہے۔ امام شافعی نے ۱/ ۷ ۲ میں اور امام احمد نے ۶/ ۷ ۴، ۶۲، ۱۲۴، ۱۴۶ اور ۲۳۸ میں نسائی نے ۱/ ۱۰ میں اور دارمی نے ۱/ ۴۷ ۱ میں اس کو موصول قرار دیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ ابن خزیمہ نے اور ابن حبان نے ۱۴۳ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

ابوبکر کی حدیث سے اس کی تائید ہوتی ہے۔ جس کو امام احمد نے ۱/ ۳،۱۰ میں روایت کیا ہے اور حدیث ابوامامہ اس کی شاہد ہے۔ ابن ماجہ نے ۲۸۹ میں اس کا نقل کیا اور حدیث انس سے بھی اس کی شہادت ملتی ہے۔ جس کو ابونعیم نے ذکر کیا ہے اور حدیث ابن عباس بھی اس کی موید ہے۔ جسے طبرانی نے ''الاوسط'' میں بیان کیا ہے۔

ا۔ امام مسلم نے ۲۵۳ میں حدیث عائشہ سے اس کو روایت کیا ہے۔

۲۔ امام بخاری نے ۸/ ۱۰۶ میں اس کو ذکر کیا ہے۔

۳۔ امام بخاری نے ۲/ ۳۱۲ میں کتاب الجمعۃ باب السواک یوم الجمعۃ کے تحت حدیث انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

ہر وقت مسواک کرنا مستحب ہے۔ مگر نماز وضو اور بیدار ہونے اور منہ کو ذائقہ بدلنے کے وقت زیادہ بہتر ہے۔ چونکہ اس سلسلہ کی احادیث عام ہیں۔ اس لئے روزہ دار اور بلا روزہ سب کے لئے ہمہ وقت مستحب ہے۔ کیونکہ روزہ دار کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیز اس سے رضائے الٰہی بھی حاصل ہوتی ہے اور روزہ میں رضائے الٰہی عام حالات کے مقابل زیادہ مطلوب ہوتی ہے۔ اس سے منہ کی صفائی ہوتی ہے اور روزہ دار کے لئے پاکیزگی افضل عمل ہے۔

سنن ابوداؤد میں عامر بن ربیعہ سے مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَالَا أُحْصِیْ یَسْتَاکُ وَھُوَ صَائِمٌ[۱]

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بارہا دیکھا کہ آپ روزہ کی حالت میں مسواک کرتے تھے۔

امام بخاری نے عبداللہ بن عمر کا یہ قول نقل کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم صبح وشام مسواک کرتے تھے۔

اس پر لوگوں کا اجماع ہے کہ روزہ دار کلی کرے بعضوں نے اسے واجب قرار دیا ہے اور کچھ لوگ اسے مستحب کہتے ہیں اور کلی کرنا مسواک سے زیادہ اہم ہے اور گندہ دہنی اور ناگوار بدبو کے ساتھ قربت الٰہی کا حصول ممکن نہیں اور نہ اس کے تعبد کی جنس سے ہے اور حدیث میں جو یہ مذکور ہے کہ روزہ دار کے منہ کی بدبو قیامت کے دن خدا کے نزدیک پسندیدہ ہوگی یہ صرف بندہ کو روزہ پر ابھارنے کے لئے ہے۔ اس لئے نہیں کہ گندہ دہنی کا باقی رکھا جائے۔ بلکہ روزہ دار کو تو دوسروں کے مقابل مسواک کی زیادہ ضرورت ہے۔

اور اس لئے بھی کہ رضائے الٰہی کا حصول تو روزہ دار کے منہ کی بدبو کو خوشگوار سمجھنے سے بہت زیادہ اہم ہے اور اس لئے بھی کہ آپ کو مسواک کرنا روزہ دار کے منہ کی بدبو کو باقی رکھنے سے زیادہ پسند تھا۔

ا۔ ابوداؤد نے ۲۳۶۴ میں کتاب الصوم باب السواک للصائم کے تحت اور امام احمد نے ۳/ ۴۴۵ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں عاصم بن عبید اللہ ضعیف راوی ہے۔ اس کو بخاری نے صیغہ مجہول کے ساتھ ۴/ ۱۳۶ میں تعلیقاً ذکر کیا ہے۔

مزید برآں یہ کہ مسواک کرنے سے روزہ دار کے منہ کی بو کی وہ خوشبو زائل نہیں ہوجاتی جو خدا کے نزدیک بروز قیامت مشک سے بھی زیادہ محبوب ہوگی۔ بلکہ روزہ دار قیامت کے دن ایسی حالت میں آئے گا۔ کہ اس کے منہ کی بو مشک کی خوشبو سے بھی زیادہ خوشگوار ہوگی۔ یہی روزہ کی نشانی ہوگی۔ اگرچہ روزہ دار نے مسواک کرکے اس کو زائل

کرنے کی کوشش ہی کیوں نہ کی ہو۔ مگر پھر بھی خوشبو برقرار رہے گی۔ جیسے کہ جنگ کا زخمی شخص اس حال میں آئے گا کہ اس کے خون کا رنگ تو وہی ہوگا۔ جو عام لوگوں کے خون کا ہوتا ہے۔ مگر اس کی خوشبو مشک کی خوشبو کی طرح ہوگی۔ حالانکہ دنیا میں اس کے ازالہ کا حاکم دیا گیا ہے۔ مگر پھر بھی یہ خوشبو بہرحال برقرار رہے گی۔

اور دوسری بات یہ کہ بھوک کی وجہ سے ہونے والی منھ کی بدبو مسواک سے زائل نہیں ہوتی اس لئے کہ وہ معدہ کے بالکل خالی ہونے کی وجہ سے ہوتی ہے اور مسواک کرنے کے بعد بھی یہ سبب برقرار رہتا ہے۔ البتہ کا اثر جاتا ہے جو دانتوں اور مسوڑھوں پر جما ہوا ہوتا ہے۔

پیغمبر خدا علیہ السلام نے امت محمد یہ کو تعلیم دی کہ روزہ کی حالت میں کیا مستحب ہے اور کون سی چیز ناپسندیدہ ہے۔ مسواک کو ناپسندیدہ چیز میں شمار نہیں کیا۔ کیونکہ آپ جانتے تھے کہ امت کے لوگ کرکے رہیں گے۔ چنانچہ آپ نے ان کو مسواک کرنے کی ترغیب پوری شدومد کے ساتھ دلائی اور لوگ مشاہدہ کرتے تھے کہ آپ خود حالت روزہ میں متعدد بار مسواک کرتے تھے۔ جن کا شمار مشکل ہوتا اور آپ کو یہ بھی معلوم تھا کہ امت کے لوگ میری اقتداء کریں گے۔ اس لئے آپ نے کبھی بھی ان سے یہ نہیں فرمایا کہ زوال شمس کے بعد مسواک نہ کرو اور ضرورت کے ختم ہونے کے بعد کسی چیز کو بیان کرنا ممتنع ہے۔

سمن (گھی) محمد بن جریر طبری نے اپنی استاد کے ساتھ حضرت صہیب سے یہ حدیث مرفوعاً روایت کی ہے۔

عَلَيْكُمْ بِاَلْبَانِ الْبَقَرِ فَاِنَّهَا شِفَاءٌ وَسَمْنُهَا دَوَاءٌ وَلُحُوْمُهَا دَاءٌ۔

تم لوگ گائے کا دودھ استعمال کرو۔ اس لئے کہ وہ شفا ہے اور اس کا گھی دوا ہے اور گوشت بیاری ہے۔

امام ترمذی نے اس حدیث کو احمد بن حسن سے اس سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ احمد بن حسن نے بیان کیا کہ ہم سے محمد بن موسیٰ نسائی نے حدیث بیان کی ان سے دفاع بن دغفل سدوسی نے بیان کیا اور انہوں نے عبدالحمید بن صیفی بن صہیب سے روایت کی اور انہوں نے اپنے والد سے اور ان کے والد نے ان کے دادا سے روایت بیان کی ہے لیکن اس حدیث کی سند صحیح اور ثابت نہیں ہے۔ ا ۔

گھی کا مزاج پہلے درجہ میں تر گرم ہے۔ اس میں معمولی درجہ کی خاصیت جلاء ہے اور ایک قسم کی لطافت پائی جاتی ہے۔ نرم و نازک بدن میں پیدا ہونے والے اورام کے لئے یہ دوا ہے۔ مواد کو نضج کرنے اور نرم کرنے میں مکھن سے زیادہ قوت رکھتا ہے۔

حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ گھی سے کان کے اورام کا علاج میں نے کیا ہے اور ناک کے سرے کا ورم بھی اسے سے دور ہوا۔ مسوڑھوں پر گھی ملنے سے دانت جلد ہی نکل آتے ہیں اور اگر شہد اور تلخ بادام کے ساتھ استعمال کریں تو سینے اور پھیپھڑے کو جلا بخشتا ہے اور لیس دار کیموس غلیظ کو بھی ختم کرتا ہے۔ مگر اس سے معدہ کو وقتی طور پر نقصان

پہنچتا ہے۔ بالخصوص جب کہ مریض بلغمی مزاج کا ہو۔

گائے اور بھیڑ کا گھی شہد کے ساتھ استعمال کیا جائے تو سم قاتل سے نجات ملتی ہے اور سانپ کے ڈسے اور بچھو کے ڈنک مارنے میں نفع بخش ہوتا ہے ابن سنی نے اپنی کتاب میں حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ گھی سے زیادہ شفا دینے والی مفید ترین دوا کوئی نہیں۔

سمک (مچھلی) امام احمد بن حنبل نے اور ابن ماجہ نے اپنی سنن میں عبداللہ بن عمر کی حدیث کو مرفوعاً روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا۔

ا۔ دفاع بن دغفل ضعیف راوی ہے اور عبدالحمید بن صیفی لین ہے۔ حاکم نے ۴/ ۴۰۴ میں حدیث ابن مسعود سے اس حدیث کا ذکر کیا ہے۔ لیکن اس کی سند بھی ضعیف ہے۔ حاکم ہی نے ۴/ ۱۹۷ میں یوں نقل کیا ہے۔ (حاشیہ جاری)

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَ دَمَانِ اَلسَّمَکُ وَ الْجَرَادُ وَ الْكَبِدُ وَ الطِّحَالُ ا۔

ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے مچھلی اور ٹڈی، جگر اور طحال بستہ خون۔

مچھلی کی ہزاروں قسمیں ہیں۔ ان میں سب سے بہتر مچھلی وہی ہے ہوتی ہے۔ جو لذیذ ہو اور اس کی بو خوشگوار ہو اور اس کی مقدار اوسط درجہ کی ہو۔ کھال باریک ہو۔ اس کا گوشت نہ زیادہ سخت ہو اور نہ زیادہ خشک ہو اور ایسے شیریں پانی کی ہو جو سنگریزوں سے بہتا ہوا نکلے اور گھاس پھوس کی غذا ہو۔ نہ کہ وہ گندگی کھانے والی ہو اور سب سے بہترین جگہ اس کی یہ ہے کہ بہتے دریا سے نکالی ہوئی ہو جو ان دریاؤں کی چٹانی اور ریتلی جگہوں میں پناہ لئے ہوئے ہوں۔ بہتے ہوئے شیریں پانی میں رہتی ہوں۔ جن میں نہ کوئی گندگی ہو اور نہ کیچڑ ہو۔ پانی میں بکثرت موجیں اور تھپیڑے ہوں اور یہ سورج اور ہوا کی زد پر ہو۔

سمندری مچھلیاں، بہتر، عمدہ، پاکیزہ اور زود، ہضم ہوتی ہیں اور تازہ مچھلی بارد رطب ہوتی ہے۔ دیر ہضم ہوتی ہے۔ اس سے بلغم کی کثرت ہوتی ہے۔ مگر دریائی اور نہر کی مچھلیاں اس سے مستثنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ یہ بہتر اخلاط پیدا کرتی ہیں۔ بدن کو شادابی عطا کرتی ہیں۔ منی میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور گرم مزاج لوگوں کی اس سے اصلاح ہوتی ہے۔

نمکین مچھلی میں سب سے عمدہ وہ مچھلی ہے جو ابھی جلد ہی نمک سود کی گئی ہو۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ اس پر نمک لگائے ہوئے جتنا وقت گذرے گا۔ اسی قدر اس کی حرارت و یبوست بڑھتی جائے گی۔ سلور مچھلی میں لزوجت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ اس کو جری بھی کہتے

"گذشتہ سے پیوستہ" ان اللہ تعالیٰ لم ینزل داء الا انزل لہ شفاء الا الھرم۔ فعلیکم بالبان البقر فانھا ترم من کل شجرۃ۔

ا۔ امام احمد نے ۵۷۳۳ میں، ابن ماجہ نے ۳۲۱۸، ۳۳۱۴ میں اور امام شافعی نے ۲/ ۴۲۵ میں۔ دار قطنی نے ص ۵۳۹، ۵۴۰ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کا استاد کمزور ہے لیکن اس کو امام بیہقی نے ۱/ ۲۵۴ میں عبداللہ بن عمر پر موقوف کر کے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ لفظی طور پر یہ حدیث موقوف ہے اور حکماً یہ مرفوع ہے۔

ہیں۔ ان مچھلیوں کو یہود نہیں کھاتے تھے۔ اگر اس کو تازہ کھا لیا جائے تو پاخانہ نرم کرتی ہے اور اگر اس کو نمکین کر کے کچھ دنوں تک رکھ دیں پھر استعمال کریں۔ تو سانس کی نالی کو صاف کرتی ہے۔ آواز کو عمدہ بناتی ہے اور اگر اس کو پیس کر بیرونی طور پر اس کا ضماد کیا جائے تو آنوں ا؎ کو گراتی ہے اور بدن کے گہرے حصوں سے فضولات کو خارج کرتی ہے۔ اس لئے کہ اس میں قوت جاذبہ موجود ہے۔

نمک ملائی ہوئی جری مچھلی کے پانی میں آنتوں کے زخم کا مریض اگر بیماری کے شروع میں بیٹھا دیا جائے تو نجات ممکن ہے۔ اس لئے کہ مواد عرض کو ظاہر بدن تک کھینچ کا نکالتی ہے اور اگر اس کا حقنہ کیا جائے۔ تو عرق النساء سے نجات ملتی ہے۔

مچھلی کا سب سے عمدہ حصہ وہ ہے جو دم کے قریب ہوتا ہے۔ تازہ فربہ مچھلی کا گوشت اور چربی بدن کا تازگی بخشتی ہے۔ چنانچہ صحیحین میں جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہا کی حدیث مروی ہے انہوں نے بیان کیا۔

بَعَثَنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِی ثَلَاثَمِائَةِ رَاکِبٍ وَ اَمِیْرُ نَا اَبُوْ عُبَیْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ فَاَتَیْنَا السَّاحِلَ فَاَصَابَنَا جُوْعٌ شَدِیْدٌ حَتّٰی اَکَلْنَا الْخَبَطَ فَاَلْقٰی لَنَا الْبَحْرُ حُوْتًا یُقَالُ لَهَا عَنْبَرٌ۔ فَاَکَلْنَا مِنْهُ نِصْفَ شَهْرٍ وَ ائْتَدَمْنَا بِوَدَکِهٖ حَتّٰی ثَابَتْ اَجْسَامُنَا فَاَخَذَ اَبُوْ عُبَیْدَةَ ضِلْعًا مِنْ اَضْلَاعِهٖ وَحَمَلَ رَجُلًا عَلٰی بَعِیْرِهٖ وَنَصَبَهٗ فَمَرَّ تَحْتَهٗ ۲؎

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو تین سو سواروں کے ساتھ بھیجا اور ہمارے کمانڈر ابو عبیدہ بن جراح تھے۔ جب ہم ساحل بحر تک پہنچے تو ہمیں شدید بھوک نے آلیا اور اس بھوک میں ہم نے

ا؎ شیمہ آنول یہ اس پتلی جھلی کو کہتے ہیں۔ جس میں بچہ اپنی ماں کے شکم میں ملفوف ہوتا ہے اور پیدائش کے ساتھ یہ خارج ہوتی ہے۔

۲؎ بخاری نے ۵۳۱/۹ میں کتاب الصید والذبائح کے باب قول اللہ تعالیٰ "اُحِلَّ لَکُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ" کے تحت اور امام مسلم نے ۱۹۵۳ میں کتاب الصید ولذبائح باب اباحۃ میتۃ البحر کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

درختوں کے پتے جھاڑ کے کھائے۔ اتفاق سے سمندر کی موجوں نے ایک عنبر نامی مچھلی پھینکی۔ جس کو ہم نے ۱۵ دن تک کھایا اور اس کی چربی کا شوربہ بنایا۔ جس سے ہمارے جسم فربہ ہو گئے۔ حضرت ابو عبیدہ نے اس مچھلی کی ایک پسلی کو کھڑا کیا اور ایک شخص کو اونٹ پر سوار کر کے اس پسلی کی کمان کے نیچے سے گذارا تو اس کے نیچے سے وہ بآسانی گذر گیا۔

سلق (چقندر) ترمذی اور ابوداؤد نے ام منذر سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

دَخَلَ عَلَیَّ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ وَمَعَهٗ عَلِیٌّ وَلَنَا دَوَالِ مُعَلَّقَةٌ قَالَتْ فَجَعَلَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَاکُلُ وَعَلِیٌّ مَعَهٗ یَاکُلُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَهْ یَا عَلِیُّ فَاِنَّکَ نَاقِهٌ قَالَتْ فَجَعَلْتُ لَهُمْ سِلْقًا وَشَعِیْرًا فَقَالَ النَّبِیُّ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا عَلِيُّ فَأَصِبْ مِنْ هٰذَا فَإِنَّهُ أَوْفَقُ لَكَ

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے اور ہمارے یہاں لٹکتے ہوئے کھجوروں کے خوشے تھے۔ ام منذر بیان کرتی ہیں کہ رسول خدا صلعم اور آپ کے ساتھ حضرت علی ان خوشوں سے کھجور کھانے لگے۔ پھر آپ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ علی بس کرو۔ اس لئے کہ تم ابھی کمزور ہو۔ بیماری سے اٹھے ہو۔ ام منذر کا بیان ہے کہ میں نے ان کے لئے چقندر اور جو کا ڈش تیار کیا۔ تو رسول اللہ نے حضرت علی سے فرمایا کہ علی اس ڈش کو کھاؤ۔ اس لئے کہ یہ تیرے لئے مفید ترین ہے۔

یہ حدیث امام ترمذی کے نزدیک حسن غریب ہے۔ ا۔

ا۔ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

چقندر کا مزاج پہلے درجہ میں گرم خشک ہے۔ بعضوں اسے رطب بتایا ہے اور کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ یہ یبوست و رطوبت سے مرکب ہے۔ اس میں ہلکی برودت ہوتی ہے۔ یہ مواد کو تحلیل کرتا ہے اور سدے کھولتا ہے۔ سیاہ چقندر میں قبض ہے۔ بالخورہ، مہاسے، سر کی بھوسی اور بدن کے مسے کے لئے اس کا طلاء مفید ہے۔ جوں کو ختم کرتا ہے۔ شہد کے ساتھ اس کا پانی آمیز کر کے بالخورہ پر طلاء کرنے سے فائدہ ہوتا ہے اور جگر اور طحال کے سدوں کو کھول دیتا ہے۔ بہت زیادہ سیاہ چقندر پاخانہ بستہ کرتا ہے۔ بالخصوص جب کہ اس کو مسور کی دال کے ساتھ استعمال کریں۔ حالانکہ یہ دونوں ردی چیزیں ہیں اور سفید چقندر مسور کے ہمراہ پاخانہ نرم تلخ چیزوں کے ساتھ اس کا استعمال مفید ہے۔ البتہ غذائیت کم پائی جاتی ہے۔ کیموس روی پیدا کرتا ہے۔ خون کو جلاتا ہے۔ سرکہ اور رائی سے اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ اس کا زیادہ استعمال کرنے سے قبض اور اپھارہ پیدا ہوتا ہے۔

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

حرف شین

شونیز (کلونجی) اس کا تفصیلی بیان حبۃ السوداء کے ذیل میں کیا جا چکا ہے۔

شبرم (ایک گھاس کا نام ہے) ترمذی اور ابن ماجہ دونوں نے اپنی سنن میں اسماء بنت عمیس کی حدیث روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا ہے۔

قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاذَا كُنْتِ تَسْتَمْشِيْنَ؟ قَالَتْ بِالشُّبْرُمِ قَالَ حَارٌّ جَارٌّ ا۔

رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم کس چیز کے دست لائی ہو! انہوں نے کہا کہ شبرم سے آپ نے فرمایا کہ یہ بہت گرم اور نقصان دہ ہے۔

ا۔ اس حدیث کو ترمذی نے سنن ترمذی ۲۰۸۲ میں کتاب الطب کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۱ میں بیان کیا ہے۔ لیکن اس کی اسناد ضعیف ہے۔

شبرم کا درخت چھوٹا اور بڑا دونوں قسم کا ہوتا ہے۔ آدمی کے قد کے برابر یا اس سے کچھ لمبا ہوتا ہے۔ اس کی دو سرخ شاخیں ہوتی ہیں۔ جن پر سفیدی چڑھی ہوئی معلوم ہوتی ہے اور شاخوں کے آخری حصے پر پتیوں کا جھرمٹ ہوتا ہے۔ اس کی کلیاں چھوٹی زرد مائل بہ سفیدی ہوتی ہیں۔ پھول جھڑ جاتے ہیں اور اس کی جگہ سلائی نما کونپلیں رہ جاتی ہیں۔ جن میں بن کے پھل کی طرح چھوٹے تخم ہوتے ہیں۔ یہ بیج سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ ان میں رگیں ہوتی ہیں۔ جن پر سرخ چھلکے ہوتے ہیں۔ ان کو بطور دوا استعمال کیا جاتا ہے اور شاخوں سے نکلنے والے دودھ بھی کام میں آتے ہیں۔

شبرم چوتھے درجہ میں گرم خشک ہے۔ مسہل سوداء ہے۔ کیموسات غلیظہ کو نکالتا ہے۔ اسی طرح صفراء اور بلغم کے لئے بھی مسہل ہے۔ درد پیدا کرتا ہے اور قے لاتا ہے۔ اس کا بکثرت استعمال مہلک ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو استعمال سے پہلے چوبیس گھنٹے تازہ دودھ میں بھگو دیں اور دودھ کو دن میں دو یا تین مرتبہ بدلا جائے۔ پھر اس کو دودھ سے نکال کر دھوپ میں خشک کیا جائے اور اس کے ساتھ گلاب کتیراء ا۔ آمیز کر لیا جائے اور اس کو شہد پانی یا شیرہ انگور کے ہمراہ پیا جائے۔ اس کی خوراک مریض کی قوت برداشت کے مطابق دو دانگ سے چار دانگ تک ہے۔ حنین کے نزدیک شبرم کا دودھ ناقابل استعمال ہے۔ اس کا کھانا پینا بالکل ممنوع ہے۔ عطائی اطباء نے اس سے علاج کر کے بہت سے لوگوں کی جانیں لے لی ہیں۔

شعیر (جو) ابن ماجہ نے عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

كَانَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَخَذَ اَحَدًا مِنْ اَهْلِهِ الْوَعَكُ اَمَرَ بِالْحَسَاءِ مِنَ الشَّعِيرِ فَصُنِعَ ثُمَّ اَمَرَهُمْ فَحَسُوا مِنْهُ ثُمَّ يَقُولُ اِنَّهُ لَيَرْتُوا فُؤَادَ الْحَزِينِ وَلَيَسْرُو فُؤَادَ السَّقِيمِ كَمَا تَسْرُو

ا۔ قاموس میں ہے کہ کتیراء ایک درخت سے نکلنے والی رطوبت ہے۔ جو بیروت اور لبنان کے پہاڑوں پر پایا جاتا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

اِحْدَاكُنَّ الْوَسَخَ بِالْمَاءِ عَنْ وَجْهِهَا ا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر والوں میں جب کسی کو بخار آتا تو جو کا حریرہ استعمال کرنے سے حکم دیتے۔ چنانچہ حریرہ تیار کیا جاتا۔ پھر آپ ان کو حریرہ پینے کا حکم دیتے اور فرماتے کہ یہ رنجیدہ دل کو قوی کرتا ہے اور بیمار کے دل کو دھلتا ہے۔ جیسا کہ تم میں سے کوئی اپنے چہرے کے گرد و غبار کو پانی سے دھلتی ہو۔

یرتو کا معنی ہے۔ مضبوط بناتا ہے اور یسرو کا معنیٰ ہے دھلتا ہے اور زائل کرتا ہے۔

ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں کہ آب جو کا جوشاندہ اس کے ستو سے زیادہ غذائیت رکھتا ہے یہ کھانسی، حلق کی خشونت کے لئے مفید ہے۔ فضولات کی حدت کو جڑ سے ختم کرتا ہے۔ پیشاب آور ہے۔ معدہ کو جلا دیتا ہے۔

تشنگی دور کرتا ہے۔حرارت ختم کرتا ہے۔اس میں ایسی قوت پائی جاتی ہے۔جس سے جلا پیدا ہوتی ہے۔زود ہضم ہوتی ہے اور تحلیل مواد ردیہ ہوتی ہے۔

اس کا طریقہ یہ ہے کہ چھنے ہوئے عمدہ جو کی ایک مقدار لی جائے اور اس کے پانچ گنا صاف شیریں پانی اس میں ملا لیا جائے۔ پھر اس کو ایک صاف برتن میں رکھ کر ہلکی آنچ پر پکایا جائے کہ جل کر صرف پانچواں حصہ باقی رہ جائے پھر اسے صاف کر کے ضرورت کے مطابق استعمال کیا جائے۔

شواء (بھنا ہوا گوشت) اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی ضیافت کے بارے میں جو انہوں نے اپنے مہمانوں کے سامنے رکھی تھی۔اس طرح بیان کیا ہے۔

فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ (ھود۔۶۹)

۱۔ ابن ماجہ نے ۳۴۴۵ میں کتاب الطب التلبینۃ کے تحت اور ترمذی نے ۲۰۴۰ میں کتاب الطب باب ما یطعم المریض کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے اور امام احمد نے ۶/ ۳۲ میں اس کو بیان کیا ہے۔اس کی سند میں ام محمد والدہ محمد بن صائب کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے ثقہ نہیں قرار دیا۔اس کے بقیہ راوی ثقہ ہیں۔اس کے باوجود ترمذی نے اس حدیث کے بارے میں بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے۔اس باب میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مرفوعاً ایں الفاظ روایت ہے۔"التبینۃ مجمۃ لفؤاد المریض تذھب ببعض الحزن" یہ متفق علیہ حدیث ہے۔

ابھی چند ہی لمحے گذرے تھے کہ وہ بھنا ہوا بچھڑے کا گوشت لائے۔

حنیذ گرم پتھر پر بھنے ہوئے گوشت کو کہتے ہیں۔

ترمذی میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت مذکور ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک بھنا ہوا پہلو پیش کیا۔آپ نے اسے تناول فرمایا۔پھر نماز کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور وضو نہیں کیا۔ترمذی نے بیان کیا یہ حدیث صحیح ہے۔ ۱۔

ترمذی میں ہی عبداللہ بن حارث سے مروی ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مسجد میں بھنا ہوا گوشت کھایا۔ ۲۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ترمذی میں ایک دوسری حدیث مغیرہ بن شعبہ سے مروی ہے۔انہوں نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک رات مہمان ہوا۔آپ نے پہلو کو بھوننے کا حکم دیا۔

چنانچہ آپ کے حکم کی تعمیل کی گئی اور پہلو بھون کر خدمت نبوی میں پیش کیا گیا۔تو آپ کی چھری لے کر میرے لئے ٹکڑے ٹکڑے کرنے لگے۔اسی دوران حضرت بلال نماز کے لئے اذان دینے آ گئے۔تو آپ نے چھری زمین پر رکھ دی اور فرمایا تمہارے ہاتھ کام نہیں کرتے کاٹ کر کھاتے کیوں نہیں۔ ۳۔

سب سے عمدہ بھنا ہوا گوشت یک سالہ بھیڑ کا ہوتا ہے۔پھر تو خیز بچھڑے کا جو خوب فربہ ہو۔اس کا مزاج حار رطب مائل بہ یبوست ہوتا ہے۔یہ سوداء خوب پیدا کرتا ہے۔یہ تندرست وتوانا اور ریاضت کرنے والوں کی غذا ہے۔اس کو پکا کر کھانا زیادہ مفید ہے۔معدہ پر گرانی نہیں ہوتی اور یہ بھونے ہوئے اور مطجن گوشت سے زیادہ تر ہوتا ہے۔

ا۔ ترمذی نے ۱۸۳۰ میں کتاب الاطعمۃ باب ماجاء فی اکل الشواء کے تحت اور امام احمد نے ۶/ ۳۰۷ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔

۲۔ امام احمد بن حنبل نے ۴/ ۱۹۰، ۱۹۱ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ابن لھیعۃ سئی الحفظ راوی ہے۔ لیکن اس سے پہلے والی حدیث سے اس کی تائید ہو جاتی ہے۔

۳۔ امام احمد حنبل نے ۴/ ۲۵۲ میں اور ابوداؤد نے ۱۸۸ میں کتاب الطہارۃ باب فی ترک الوضوء مما مست النار کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔

دھوپ کی حرارت میں بھنا ہوا گوشت بہت زیادہ مضر ہوتا ہے اور انگاروں پر بھنا ہوا گوشت شعلوں پر بھنے سے بہتر ہوتا ہے اور انگاروں پر بھنے ہوئے گوشت کو حنیذ کہتے ہیں۔

شحم (چربی)

مسند میں حضرت انس کی حدیث مروی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ ایک یہودی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ضیافت کی اور آپ کی اس کی دعوت میں اس نے جو کی روٹی اور پگھلی ہوئی چربی جس کا ذائقہ بدل گیا تھا۔ پیش کیا۔ ۱۔

اور صحیح بخاری میں عبداللہ بن مغفل سے مروی ہے کہ انہوں نے بیان کیا کے غزوۂ خیبر کے دن ایک ڈول چربی لائی گئی۔ اسے میں نے لے لیا اور کہا کہ بخدا اس میں سے کسی کو بھی کچھ نہ دوں گا۔ یہ کہہ کر جب میں متوجہ ہوا۔ تو دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہنس رہے ہیں اور کچھ نہیں کہا۔ ۲۔

بہترین قسم کی چربی بالکل جوان جانور کی ہوتی ہے۔ اس کا مزاج گرم تر ہے۔ اس میں گھی سے کمتر رطوبت ہوتی ہے۔ اسی لئے اگر گھی اور چربی کو ایک ساتھ پگھلایا جائے تو چربی بہت جلد جم جاتی ہے۔ یہ حلق کی خشونت کے لئے مفید ہے۔ جسم کو ڈھیلا کرتی ہے اور تعفن پیدا کرتی ہے۔ نمکین لیموں سے اس کے ضرر کو ختم کیا جا سکتا ہے۔

اسی طرح سونٹھ سے اس کی اصلاح ہوتی ہے۔ بکری کی چربی زیادہ قابض ہوتی ہے اور بکرے کی چربی بہت جلد تحلیل ہو جاتی ہے۔ آنتوں کے زخموں میں نافع ہے۔ مینڈھے کی چربی ان میں سب سے زیادہ قوت بخش اور عمدہ ہوتی ہے۔ سحج ۳۔ اور پیچش کے مریضوں کو اس کی چربی کا حقنہ لگایا جاتا ہے۔

ا۔ امام احمد نے ۳/ ۲۱۱، ۲۷۰ میں اس کو بیان کیا۔ اس کی اسناد صحیح ہے اور امام بخاری نے ۴/ ۲۵۷، اور ۵/ ۹۹ میں، ترمذی نے ۱۲۱۵ میں حضرت انس سے روایت کیا کہ وہ حضور کے پاس جو کی روٹی اور پگھلائی ہوئی چربی لے کر آئے۔

۲۔ امام بخاری نے ۶/ ۱۸۲ میں کتاب الجہاد باب مایصیب من الطعام فی ارض الحرب کے تحت اور امام مسلم نے ۱۷۷۲ میں کتاب الجہاد کے باب جواز الاکل من الغنیمۃ من دار الحرب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۳۔ سحج: پیٹ کی ایک بیماری ہے۔ جس میں آنتوں کی دیواریں چھل جاتی ہیں اور ''زحیر'' پیچش کی بیماری کو کہتے ہیں۔

حرف صاد

صلوٰۃ (نماز) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ (بقرۃ۔۴۵)

صبر اور نماز کے ساتھ (خدا سے) مدد طلب کرو۔ بے شک یہ بہت بھاری ہے۔ مگر اللہ سے ڈرنے والوں پر نہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ (بقرۃ۔۱۵۳)

اے مومنو! صبر اور نماز کے ساتھ (خدا سے) مدد طلب کرو۔ بے شک خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

تیسری آیت میں ارشاد باری ہے۔

وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا لَا نَسْأَلُكَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُكَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى (طٰه۔۱۳۲)

اپنے متعلقین کو نماز کا حکم دیجئے اور خود بھی اس پر کاربند رہئے۔ ہم تم سے روزی کے طالب نہیں ہیں۔ (بلکہ) ہم ہی تم کو روزی دیتے ہیں اور انجام خیر پرہیزگاری کے لئے ہے۔

سنن میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب کوئی اہم معاملہ پیش آتا تو آپ نماز کے لئے بیقرار ہو جاتے۔ ا؎

ا؎ اس حدیث کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔ یہ صحیح حدیث ہے۔ اس کو امام احمد اور ابوداؤد نے حذیفہ بن یمان رضی اللہ عنہ کی حدیث سے روایت کیا ہے۔

ہم نے اس سے پہلے ہی نماز کے ذریعہ تمام دردوں سے اس کے استحکام سے قبل ہی شفا حاصل کرنے کی بات پیش کی ہے۔

نماز میں رزق کو کھینچ کر لانے کی قوت ہے۔ چہرہ کو تابانی بخشتی ہے۔ سستی کو دور کرتی ہے۔ نفس کے لئے فرحت بخش ہے۔ اعضاء جسمانی میں نشاط پیدا کرتی ہے۔ قوتوں کے لئے معاون ہے۔ سینہ کھولتی ہے۔ روح کو غذا دیتی ہے۔ دل کو روشنی عطا کرتی ہے اور تحفظ نعمت کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ برکت کو کھینچ کر لاتی ہے۔ مصیبت کو دور کرنے کی اس میں تاثیر موجود ہے۔ شیطان سے دور رحمن سے قریب کرنے والی ہے۔

الغرض نماز بدن اور دل...... دونوں کی صحت و نگرانی و حفاظت کی عجیب وغریب تاثیر رکھتی ہے اور ان دونوں سے مواد ردیہ کو نکال پھینکتی ہے۔ دنیا میں جتنے بھی لوگ کسی مشکل، بیماری، آفت، یا بلا کے شکار ہوتے ہیں۔ ان میں نماز پڑھنے والے کا تناسب کم سے کم تر ہوتا ہے اور اس کی عاقبت ہر طرح سے محفوظ و مامون رہتی ہے۔

دنیاوی شرور کو روکنے میں بھی نماز کی تاثیر عجیب ہے۔ بالخصوص جب کہ نماز اپنے انداز سے ادا کی جائے اور اس کا ظاہر و باطن بالکل درست ہو۔ تو پھر دنیا و آخرت کے شرور کا دافع اور ان دونوں کے مصالح و فوائد کا لانے والا اس

سے زیادہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نماز خدا کے ساتھ ربط پیدا کرنے کا نام ہے اور خدا کے ساتھ بندے کا تعلق جتنا ہی استوار ہوگا۔ اسی حساب سے بندے کے اوپر خیرات وحسنات اور عافیت وصحت سے اس کو نوازا جاتا ہے اور غنیمت وآسودگی عطا ہوتی ہے اور عیش وعشرت میسر ہوتی ہے اور مسرت وشادمانی کا ایک وافر حصہ ملتا ہے۔ یہ ساری چیزیں اس کے پاس ہوں گی اور اس کی طرف ان کا رخ ہوگا۔

صَبر:۔ صبر مصف ایمان ہے [1] اس لئے ایمان صبر اور شکر دو چیزں مرکب ماہیت کا

[1] ابونعیم نے "الحلیۃ" ۵/ ۳۴ میں اور خطیب بغدادی نے "تاریخ بغداد" ۳/ ۲۲۶، میں اور بیہقی نے "شعب الایمان" میں حدیث ابن مسعود سے اس کو روایت کیا ہے۔ لیکن اس کی سند میں محمد بن خالد مخزومی ضعیف ہے۔ حافظ ابن حجر نے "فتح الباری" ۱/ ۴۵ میں اس کو ضعیف دیا ہے اور اس کو ابن مسعود کا قول لکھا ہے۔

نام ہے۔ جیسا کہ بعض سلف کا قول ہے کہ ایمان دو برابر حصہ رکھتا ہے۔ نصف حصہ صبر اور دوسرا نصف شکر ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے خود بیان فرمایا۔

اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیَاتٍ لِکُلِ صَبَّارٍ شَکُوْرٍ (ابراھیم۔۵)

بے شک اس میں صبر کرنے والوں اور شکر گزاروں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

صبر کا ایمان میں وہی درجہ ہے۔ جو پورے بدن میں سر کو حاصل ہے۔ صبر کی تین قسمیں ہیں۔

فرائض خداوندی پر صبر کہ اس کو کسی طرح بھی ضائع نہ ہونے دے۔

خدا کی حرام کردہ اشیاء پر صبر کہ کبھی بھی اس کا ارتکاب نہ کرے۔

تیسری قسم قضاوقدر الٰہی پر صبر کرنا کہ اس پر ناراضگی کا کبھی اظہار نہ کرے۔

جس نے صبر کے ان تینوں مراحل کو مکمل کرلیا۔ اس کا صبر کامل ہوگیا اور اسے دنیا وآخرت کی لذت، عیش وعشرت اور کامیابی وکامرانی حاصل ہوگئی۔ اس لئے کہ صبر کے پل کو عبور کئے بغیر کوئی کامیابی سے ہمکنار ہوسکتا۔ جس طرح کوئی شخص پل صراط سے گذرے بغیر جنت تک نہیں پہنچ سکتا۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بہترین زندگی وہ ہے۔ جس کو ہم صبر کے ساتھ گذاریں اور اگر دنیا کے مراتب کمال جن کو انسانی سعی پیہم سے حاصل کرتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک پر غور کریں تو بخوبی معلوم ہو جائے گا۔ کہ ان میں سے ہر ایک کا تعلق صبر ہی سے ہے اور ہر وہ نقصان جس پر انسان قابل ندمت قرار پاتا ہے اور وہ اس کی قدرت کے ماتحت داخل ہوتا ہے۔ سب بے صبری کا نتیجہ ہوتا ہے۔

لہٰذا شجاعر پاک دامنی اور ایثار وجاں نثاری سب ایک گھڑی کے نتیجہ میں ظہور میں آتے ہیں۔

فَالصَّبْرُ طِلَّسْمٌ عَلٰی کَنْزًا لُعُلٰی
مَنْ حَلَّ ذَا الطِّلَّسْمَ فَازَ بِکَنْزِہٖ [1]

صبر بلندوں کے گنجینہ کا طلسم ہے۔ جس نے اس طلسم کو حل کیا۔ اس نے خزانہ پالیا۔

دل اور بدن کی اکثر بیماریاں بے صبری سے پیدا ہوتی ہے۔اس لئے، دونوں، بدنوں اور روحوں کی حفاظت وصحت کے لئے صبر سے زیادہ سفید کوئی اکیسری نسخہ نہیں۔ چنانچہ صبر فاروق اکبر ہے اور یہی سب سے بڑا تریاق ہے۔
اس میں خدا کی معیت نصیب ہوتی ہے۔ کیونکہ خدا اپنوں کا ساتھ دیتا ہے۔ وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ انھیں سے وہ محبت کرتا ہے اور اللہ کی نصرت صبر کے ساتھ ہی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ صبر کرنے والوں کی مدد فرماتا ہے اور صبر اس کے ماننے والوں کے لئے عمدہ چیز ہے۔ جیسا کہ خود فرمایا۔
وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصَّابِرِيْنَ (نحل۔۱۲۶)
اور اگر تم لوگ صبر سے کام لیتے تو یہ صبر صابرین کے لئے بہتر ہوتا۔
اور صبری درحقیقت کامیابی کا ذریعہ ہے۔
جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔
يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوْا اللهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (آل عمران۔۲۰۰)
اے مومنو! صبر کرو اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرو اور آپس میں ملے جلے رہو اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ تاکہ تم مراد پاؤ۔

ا۔ طلسم:۔اس کی جمع طلسمات آتی ہے۔یہ چند لکیریں یا ایسی تحریر ہے۔ جسے شعبدہ باز اس خیال سے استعمال کرتا ہے۔ کہ اس سے ہر موذی کا دفاع کیا جاسکتا ہے۔

صَبِر ا۔ (ایلوا) ابوداؤد نے کتاب المراسیل میں قیس بن رافع قیسی سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ ان دو تلخ چیزوں میں کسی شفا ہے۔ ایلوا اور رائی میں۔ ۲۔
سنن ابوداؤد میں ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ جب ابوسلمہ کا انتقال ہوا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے میں نے اپنے چہرے پر ایلوا مل رکھا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ ام سلمہؓ یہ کیا ہے۔؟ میں نے کہا اے رسول خدا یہ ایلوا ہے۔ اس میں خوشبو کا نام بھی نہیں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ چہرے کے حسن کو نکھارتا ہے۔ لہٰذا اس کو صرف رات ہی میں لگاؤ۔ دن میں اس کو استعمال کرنے سے آپ نے منع فرمایا ۳۔
ایلوا:۔ میں بہت سے فوائد ہیں۔ بالخصوص جب کہ ایلوا ہندی ہو۔ دماغ اور آنکھ کے اعصاب کے صفراوی فضولات کو نکال باہر کرتا ہے اور روغن گل کے ساتھ پیشانی اور کن پٹی پر اس کا طلاء کرنے سے سردرد سے نجات ملتی ہے۔ ناک اور منھ کے زخموں کے لئے نفع بخش ہوتا ہے۔ سوداء کو بذریعہ اسہال نکالتا ہے اور مالیخولیا کو دور کرتا ہے۔
فارسی ایلوا ذہن کو تیز کرتا ہے۔ دل کو قوی کرتا ہے اور معدہ کے بلغمی اور صفراوی فضولات کو صاف کرتا ہے۔ جب کہ اس کو پانی کے ساتھ دو چمچہ استعمال کریں اور جھوٹی بھوک اور فاسد خواہش سے روکتا ہے۔ اگر سردی کے موسم میں اس کو استعمال کریں تو دستوں کے ساتھ خون آنے کا خطرہ لاحق رہتا ہے۔

۱۔ صبر (ایلوا کہتے ہیں۔ڈاکٹر زھری نے لکھا ہے کہ آج بھی خوشبو میں اس کو استعمال کیا جاتا ہے اور یونانی دواخانوں میں ملتا ہے اور جدید ادویہ میں ایک خاص مقدار امساک کے لئے استعمال ہوتی ہے۔

۲۔ اس کو ابوداؤد نے مراسیل میں روایت کیا ہے۔اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔یہ ضعیف ہے۔

۳۔ ابوداؤد نے ۲۳۰۵ میں کتاب الطلاق باب فیما تجتنبہ المعتدۃ فی عدتھا کے تحت' نسائی نے ۶/ ۲۰۴،۲۰۵ میں کتاب الطلاق باب الرخصۃ للحادۃ ان تمتشط کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔اس کی سند میں مغیرہ بن ضحاک ایک راوی ہے۔جس کی توثیق صرف ابن حبان نے کی ہے۔نیز اس میں دو راوی مجہول ہیں۔آپ کا قول یشب الوجہ کا معنیٰ ہے کہ وہ چہرے کا بارونق اور حسین بناتا ہے۔یہ شبِ النار سے ماخوذ ہے۔یعنی اس نے آگ کو روشن کیا تو اس سے روشنی اور شعلے پھوٹ پڑے۔

صوم (روزہ) روزہ روحانی، قلبی اور جسمانی امراض کے لئے ڈھال ہے۔اس کے فوائد بے شمار ہیں۔

حفظان صحت اور مواد ردیہ کو خارج کرنے میں عجیب تاثیر رکھتا ہے اور نفس کو تکلیف دہ چیزوں کے تناول کرنے سے روکتا ہے۔خصوصاً جب کہ ارادہ کے ساتھ اعتدال کے طور پر مناسب شرعی وقت میں اس کو رکھا جائے اور فطری طور پر جسم کو اس کی ضرورت ہوتی ہے۔

پھر روزہ سے اعضاء وجوارح کو سکون ملتا ہے اور اس کی قوتوں کا تحفظ ہوتا ہے اور اس میں ایک ایسی خاصیت ہویت ہے۔جو ایثار انسانی کی نمائندگی کرتی ہے۔اس سے دل کو فوری یا آئندہ فرحت ملتی ہے۔جن لوگوں کے مزاج پر رطوبت وبرودت کا غلبہ ہو ان کے لئے روزہ ایک مفید ترین چیز ہے اور اس کی صحت روزہ رکھنے سے عمدہ ہوتی ہے۔

روزہ کا شمار روحانی اور طبعی دواؤں میں کیا جاتا ہے۔اگر روزہ دار ان چیزوں کا ملحوظ رکھے۔جن کو طبعی اور شرعی طور پر رکھنا ضروری ہے۔تو اس سے دل اور بدن کو بے حد نفع پہنچے گا اور روزہ سے مواد فاسدہ غریبہ جو بیماری پیدا کرنے کے لئے مستعد ہوتا ہے زائل ہوجاتا ہے اور مواد فاسدہ کو جو اس کے کم وبیش کے مطابق پیدا ہویت ہیں۔زائل کرتا ہے۔اسی طرح روزہ دار کو جن چیزوں کی حفاظت کرنی ہویت ہے۔وہ ان کی حفاظت کرلیتا ہے اور روزہ رکھنے کا جو مقصد، نکتہ اور علت غائی ہے۔اس کے باقی رکھنے پر معاون ثابت ہوتی ہے۔اور اس سے روزہ کی تکمیل ہوتی ہے۔اس لئے کہ روزہ سے کھانا پینا چھوڑ دینا مقصود نہیں۔بلکہ اس کے علاوہ کچھ اور مقصود ہے۔اسی چیز کے پیش نظر روزہ کو تمام اعمال میں یہ خصوصیت حاصل ہے کہ یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے لئے ہے اور چونکہ روزہ بندہ اور اس چیز کے درمیان ڈھال کا کام کرتا ہے جو انسان کے جسم وقلب دونوں کو فوری یا آئندہ ضرر رساں ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (بقرہ۔۱۸۲)

اے مومنو! تم پر روزہ فرض کیا گیا۔جیسا کہ تم سے پہلے کے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا۔تاکہ تم

تقوی شعار بن جاؤ۔

روزہ کا ایک یہ مقصد ہے کہ وہ ڈھال اور بچاؤ کا کام کرتا ہے اور یہی سب سے بڑی احتیاط اور سب سے زیادہ نفع بخش پرہیز ہے۔

اور دوسرا مقصد یہ ہے کہ دل اور اس کے ارادہ کو خدا کے لئے یکجا کر دیا جائے اوت نفس کے قوی کو محبت الٰہی اور اطاعت خداوندی کے لئے زیادہ سے زیادہ جاندار بنا دیا جائے اور روزہ کے بعض اسرار و رموز اور اس کے حکم ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔

ظظظ

حرف ضاد

ضب (گوہ) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

اَنَّ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ سَلَّمَ سُئِلَ عَنْهُ لَمَّا قُدِمَ اِلَیْهِ وَ امْتَنَعَ مِنْ اَکْلِهٖ اَحَرَامٌ هُوَ؟ فَقَالَ لَا وَلٰکِنْ لَمْ یَکُنْ بِاَرْضِ قَوْمِیْ فَاَجِدُنِیْ اَعَافُهٗ وَ اُکِلَ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ عَلٰی مَائِدَتِهٖ وَهُوَ یَنْظُرُ ا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب گوہ پیش کی گئی اور آپ نے اس کے کھانے سے احتراز فرمایا تو آپ سے دریافت کیا گیا کہ کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا کہ نہیں یہ حرام نہیں ہے۔ لیکن یہ ہمارے یہاں پایا نہیں جاتا۔ اس لئے میں پسند نہیں کرتا۔ لوگوں نے آپ نے کے سامنے دستر خوان پر کھایا اور آپ دیکھ رہے تھے۔

صحیحین میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ زمیں سے حلال قرار دیتا ہوں اور نہ حرام کہتا ہوں۔ ۲؎

ا۔ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔ ۲۔ اس روایت کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

گوہ...... گرم خشک ہے۔ جماع کی خواہش بڑھاتی ہے اور اگر اس کو پیس کر کانٹا چبھنے کے مقام پر ضماد کریں تو اس کو نکال پھینکتا ہے۔

ضفدع (مینڈک) امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا کہ مینڈک کو دوا میں استعمال کرنا جائز نہیں ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ہلاک کرنے سے منع فرمایا ہے۔ ان کا اشارہ اس حدیث کی طرف ہے۔ جس کو انہوں نے اپنی مسند میں عثمان بن عبدالرحمن رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک طبیب نے مینڈک کا ذکر بسلسلہ دوا کیا تو آپ نے اس کا مارنے سے روک دیا۔ ا؎

منف ''قانون'' شیخ نے لکھا ہے کہ مینڈک کا خون یا اس کا گوشت کھانے سے بدن متورم ہو جاتا ہے اور جسم

کا رنگ بٹیلا ہوجاتا ہے اور منی ہمہ وقت نکلتی رہے گی یہاں تک کہ انسان موت سے دور چار ہوجائے۔ اس کے ضرر کے اندیشے کو مدنظر رکھتے ہوئے۔ اطباء نے اس کا استعمال ترک کردیا۔ مینڈک کی دو قسمیں ہیں۔ ایک آبی کا اور دوسرا خشکی کا مینڈک، خشکی پر رہنے والے مینڈک کے کھانے سے انسان ہلاک ہوجاتا ہے۔

ظ ط ظ

حرف طاء

طیب (خوشبو) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:۔

حُبِبَ اِلَیَّ مَنْ دُنْیَا کُمُ النِّسَاءُ وَ الطِّیْبُ وجُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ ۲؎

تمہاری دنیا کی دو چیزیں مجھے بہت پسند ہیں۔ عورت اور خوشبو اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

۱؎ اس روایت کی تخریج پہلے ذکر کردی گئی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

۲؎ اس حدیث کی تخریج گذرچکی ہے۔ یہ صحیح ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم بکثرت کا استعمال فرماتے تھے۔ آپ کو گندی بوبہت ناگوار تھی اور آپ پر بہت، گراں گذرتی۔ خوشبو روح کی غذا ہے جو قوی انسانی کے لئے سواری ہے اور خوشبو سے دوگنی ہوتی اور بڑھتی رہتی ہے۔ جیسا کہ کھانے سے پینے سے اس میں اضافہ ہوتا ہے۔ آرام وسکون، احباب کی ملاقات وہم نشینی اور پسندیدہ امور کے واقع ہونے اور اسی طرح ناپسندیدہ شخص کے ناپید ہونے سے جس دل کو خوشی ملتی ہے اور اس کا دیکھنا گوارا نہ ہو جیسے گراں بار دشمن وغیرہ تو اس سے بھی اس میں بالیدگی آتی ہے۔ اس لئے کہ ان کی ہم نشینی اور ملاقات سے قویٰ میں ضعف پیدا ہوتا ہے اور رنج وغم سے انسان دوچار ہوتا ہے۔ ایسے گراں بار لوگ روح کے لئے وہی مقام رکھتے ہیں۔ جو بدن کے لئے بخار کا ہوتا ہے۔ یا گندی بو کا ہوتا ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو ان عادات واکلاق سے روکا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ہم نشینی میں ان کی تکلیف واذیت کا سبب ہوں۔ چنانچہ قرآن نے فرمایا:۔

وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَانِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ (احزاب۔ ۵۳)

لیکن جب تم کو دعوت دی جائے تو داخل ہوا کرو۔ پھر جب کھا چکو تو چلے جایا کرو اور باقی میں دل لگا کر بیٹھے نہ رہا کرو۔ اس سے نبیؐ کو تکلیف ہوتی ہے۔ مگر وہ حیا کی وجہ سے تم سے نہیں کہتے اور اللہ حق بات کے اظہار سے نہیں رکتا۔

غرضیکہ خوشبو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرغوب ترین چیزوں میں سے تھی۔ حفظان صحت انسانی میں اس کو خاص مقام حاصل ہے۔ اس سے بہت سے آلام وہموم دور ہوجاتے ہیں۔ اس لئے کہ قوت طبعی اس کے ساتھ ہوتی

ہے۔

طین (مٹی) اس سلسلے میں بہت سی موضوع احادیث وارد ہیں۔لیکن ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔جیسے یہ حدیث کو جس نے مٹی کھائی اس نے اپنے قتل میں مدد کی۔اسی طرح یہ حدیث ہے۔جس میں مذکور ہے اے حمیرائ! مٹی نہ کھا اس لئے کہ یہ شکم کو روک دیتی ہے اور نہ زردی پیدا کرتی ہے۔چہرے کی رونق ختم کر دیتی ہے۔ ا

مٹی کے سلسلہ میں ساری حدیثیں موضوع ہیں۔جن کی کوئی اصل نہیں اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں۔البتہ یہ صحیح ہے کہ مٹی نقصان دہ اور اذیت دینے والی ہے۔رگوں کے منہ کو بند کر دیتی ہے۔

اس کا مزاج سرد خشک ہے۔قوت تجفیف زیادہ ہوتی ہے۔پاخانہ بستہ کرتی ہے۔یہ سیلانی خون اور منہ کے زخموں کو پیدا کر دیتی ہے۔

طلح (فرمایا کیلا کا شگوفہ) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَ طَلْحٍ مَّنْضُوْدٍ (واقعہ۔۲۹)

اور تہہ بہ تہہ کیلوں کے شگوفے میں ہوں گے۔

اکثر مفسرین نے اس سے کیلا مراد لیا ہے منضود۔تہہ بہ تہہ ایک دوسرے پر چڑھی ہوئی کنگھی کی طرح بعضوں نے طلح کو کانٹے دار درخت کے معنیٰ میں لیا ہے۔جس کے ہر کانٹے کی جگہ میں ایک پھل دبا ہوتا ہے۔چنانچہ اس کا پھل ایک دوسرے لے پر چڑھا ہوا تہہ بہ تہہ ہوتا ہے۔جس طرح کیلے کا پھل ہوتا ہے۔یہی قول راجح معلوم ہوتا ہے اور اسلاف میں سے جن لوگوں نے اس سے کیلا مراد لیا ہے۔ان کا مقصد تمثیل ہے۔تخصیص نہیں۔

شگوفہ کیلے کا مزاج گرم تر ہوتا ہے۔ان میں سب سے عمدہ شیریں اور پختہ ہوتا ہے۔یہ سینہ،پھیپھڑے،کھانسی، گردوں اور مثانہ کے زخموں میں بے حد مفید ہے۔پیشاب آور ہوتا ہے۔منی بڑھاتا ہے۔جماع کی خواہش کو برانگیختہ کرتا ہے۔پاخانہ نرم کرتا ہے۔اگر اس کو کھانے سے پہلے کھایا جائے تو معدہ کے لئے مضر ہے۔صفراء اور بلغم زیادہ پیدا کرتا ہے شکر اور شہد کے ذریعہ اس کے ضرر کو دور کیا جاتا ہے۔

طلع (کھجور کا گابھا) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَ النَّخْلَ بَاسِقَاتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِيْدٌ (ق۔۱۰)

ا۔ مؤلف کی کتاب "المنار المنیف" ص ۶۱ ملاحظہ کیجئے۔

اور لمبی کھجوریں (پیدا کرتے ہیں) جن کے گابوھے تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔

دوسری جگہ فرمایا:۔

وَ نَخْلٍ طَلْعُهَا هَضِيْمٌ (شعرائ۔۱۴۸)

اور کھجوروں میں جن کے شگوفے بہت نازک اور تہہ بہ تہہ ہوتے ہیں۔

شگوفہ کھجور جو پھل آنے کے شروع میں کھجور کے درختوں پر پھوٹتا ہے۔اس کے چھلکے کو کفری کہتے ہیں۔نضید

منضود کے معنیٰ میں ہے۔ کہ کنگھی کی طرح ایک دوسرے پر چھڑی ہوئی جب تک شگوفہ غلاف میں بند رہے اسے نضید کہیں گے اور جب غلاف سے باہر نکل آیا تو وہ نضید نہ رہا۔ ہضیم اور نضید دونوں ہم معنیٰ ہیں۔

شگوفہ کی دو قسمیں ہیں۔ مذکور اور مونث۔

تلقیح:۔ تر کے مادہ کو جو پسے ہوئے آٹے کی طرح ہوتا ہے۔ مادہ میں داخل کر دینا جسے عرف عاصم تابیر کہتے ہیں اور یہ نر و مادہ کے درمیان جفتی کے حکم میں ہوتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

مَرَرْتُ مَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ نَخْلٍ فَرَاٰى قَوْمًا يُلَقِّحُوْنَ فَقَالَ مَايَصْنَعُ هٰؤُلَاءِ؟ قَالُوْا يَاخُذُوْنَ مِنَ الذَّكَرِ فَيَجْعَلُوْنَهٗ فِي الْأُنْثٰى قَالَ مَا اَظُنُّ ذٰلِكَ يُغْنِيْ شَيْئًا فَبَلَغَهُمْ فَتَرَكُوْهُ فَلَمْ يَصْلُحْ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّمَا هُوَ ظَنٌّ فَاِنْ كَانَ يُغْنِيْ شَيْئًا فَاصْنَعُوْهُ فَاِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ وَاِنَّ الظَّنَّ يُخْطِئُ وَيُصِيْبُ وَلٰكِنْ مَاقُلْتُ لَكُمْ عَنِ اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ فَلَنْ اَكْذِبَ عَلَى اللّٰهِ [1]

---

[1] امام مسلم نے ۲۳۶۱ میں کتاب الفضائل باب وجوج امتثال ما قالہ شرعا دون ما ذکرہ من معایش الدنیا علی سبیل الرای کے تحت بیان کیا ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک جماعت کے پاس سے گذرا جو کھجور کے درختوں پر چڑھی ہوئی تھی۔ آپ نے پوچھا کہ یہ کیا کر رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ وہ لوگ تابیر (حاشیہ جاری)

میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ایک کھجور کے درخت کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ لوگ تابیر کر رہے ہیں۔ آپ نے یہ دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں؟ لوگوں نے کہا کہ یہ نر کھجور کا مادہ لے کر مادہ میں داخل کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ میرے خیال سے اس سے کچھ فائدہ نہیں ہے۔ جب یہ خبر لوگوں کو ملی تو انہوں نے اس کو چھوڑ دیا۔ چنانچہ اس سال پھر عمدہ نہیں ہوا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میرا ایک خیال تھا۔ اگر اس سے کچھ فائدہ ہو تو اس کو کرو اس لئے کہ میں بھی تمہارے جیسا ایک انسان ہوں اور خیال کبھی غلط اور کبھی صحیح ثابت ہوتا ہے۔ لیکن جو باتیں میں وحی الٰہی کہتا ہوں تو میں اس میں ہرگز جھوٹ نہیں بولتا۔

''گذشتہ سے پیوستہ'' کر رہے ہیں۔ یعنی نر کھجور کو لے کر مادہ کھجور میں داخل کرتے ہیں۔ اس طرح تلقیح ہو جاتی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ اسے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ جب لوگوں کو اس کی خبر ہوئی تو انہوں نے اس عمل کو ترک کر دیا پھر آپ کو بتایا گیا کہ معاملہ میں یوں ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اگر اس سے فائدہ ہو تو اس کو تم لوگ انجام دو۔ اس لئے کہ یہ میرا ایک خیال تھا۔ جو صحیح ثابت نہ ہوا لہٰذا میرے خیال کو دلیل نہ بنانا البتہ جب میں خدا کی جانب سے تم سے کوئی بات کہوں تو اسے لازم پکڑ لینا۔ اس لئے کہ میں خدا پر غلط باتیں نہیں باندھتا۔'' امام مسلم نے ۲۳۶۲ میں رافع بن خدیج سے بایں الفاظ روایت کی ہے۔'' رافع نے بیان کیا کہ نبی اکرم علیہ الصلوۃ والسلام کیا کر رہے ہو؟ لوہوں نے بتایا کہ ہم اسے برابر کرتے آئے ہیں۔ آپ نے

فرمایا کہ اگر تم اسے نہ کرتے تو بہتر تھا۔ لوگوں نے اسے ترک کر دیا۔ تو اس سال پھل نہیں آئے یا اس سال پھل کم آئے۔ چنانچہ لوگوں نے اس کا تذکرہ آپ سے کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میں ایک انسان ہوں۔ جب میں تم کو دین کے متعلق کسی کا حکم دوں تو اسے اختیار کر لو اور اگر رائے وقیاس سے کسی چیز کا حکم دوں۔ تو میں ایک انسان ہوں اور امام مسلم نے ہی ۲۳ ٦٣ میں ..... عائشہؓ وانسؓ کی حدیث سے اس کو بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے پاس سے گذرے جو تابیر کر رہی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم لوگ اسے نہ کرتے تو بہتر ہوتا۔ اس سال خراب پھل آئے آپ پھر یہاں سے گذرے۔ تو دریافت کیا۔ کہ تمہارے کھجور کو کیا ہو گیا لوگوں نے کہا کہ آپ نے ہی ایسا ایسا کہا تھا۔ (حاشیہ جاری)

شگوفہ کھجور قوت باہ کے لئے مفید ہے۔ قوت جماع بڑھانا اور اگر عورت اس کے سفوف کا جماع کرنے سے پہلے حمول کرے تو حاملہ ہونے میں بھر پور مدد ملتی ہے۔ اس کا مزاج دوسرے درجہ میں سرد خشک ہے۔ معدہ کو تقویت پہنچاتا ہے اور اس کی حفاظت کرتا ہے اور خون کو گاڑھا کر کے اس کے ہیجان کو روکتا ہے۔ دیر ہضم ہے۔

گرم مزاجوں کے لئے ہی اس کا استعمال مفید ہے اور اگر اس میں زیادتی ہو جائے تو اس صورت میں گرم جو ارشات کا استعمال کرنا چاہیے۔ پاخانہ بستہ کرتا ہے۔ احشاء کو مضبوط بناتا ہے اور جمار (صمغ کھجور) اسی کے حکم میں ہے۔ اسی طرح کچی اور نیم نچتہ کھجور کا درجہ ہے اس کا بکثرت استعمال معدہ اور سینے کے لئے ضرر ساں ہے اس کے کھانے سے کچھ قولنج بھی ہو جاتا ہے۔ اس کا ضرر دور کرنے کے گھی یا مذکورہ اصلاح پسند چیزوں میں سے کسی کو اس کے ساتھ استعمال کرنا چاہیے۔

ظ ظ ظ

حرف عین

عنب (انگور) ''غیلانیات'' میں حبیب بن یسار کی حدیث عبداللہ بن عباس سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

رَأَیْتُ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَاکُلُ الْعَنَبَ خَرْطاً

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ انگور منہ سے لپک لپک کر کھا رہے تھے۔

ابو جعفر عقیلی نے اس حدیث کو بے بنیاد قرار دیا ہے۔ اس میں ایک راوی داؤد بن عبد الجبار ابو سلیم کوفی ہے۔ جس کو یحییٰ بن معین نے کذاب قرار دیا ہے۔

''گذشتہ سے پیوستہ'' بس پھل خراب ہو گیا۔ آپ نے فرمایا۔ تم لوگ اپنے دنیاوی معاملات کو بہتر طور پر جانتے ہو۔ امام نووی نے بیان کیا کہ علماء کی رائے یہ ہے کہ دنیاوی باہمی معاملات میں آپ کی رائے دیگر لوگوں کی طرح ہے۔ اس لئے اس طرح کی بات کا ہونا تعجب خیز نہیں اور اس میں کوئی خرابی بھی نہیں ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو انگور اور تربوز بہت مرغوب تھے۔

اللہ سبحانہ وتعالٰی نے قرآن مجید میں چھ مقامات پر انگور کو ان نعمتوں میں سے شمار کیا ہے جو بندوں پر دنیا اور جنت دونوں جگہ میں انعام کیا ہے۔ [1] انگور سب سے عمدہ پھل ہے۔ اس کے فوائد بھی زیادہ ہیں۔ تازہ اور خشک دونوں طریقے سے کھایا جاتا ہے۔ سبز اور نچتہ دونوں کو استعمال کرتے ہیں۔ پھلوں میں پھل، روزی میں روزی اور سوربوں میں بہترین شوربہ اور دواؤں میں نفع بخش دوا ہے اور مشروب بھی ہے۔

اس کا مزاج گیہوں کی طرح تر گرم ہے۔ عمدہ انگور سیلا اور بڑے سائز کا ہوتا ہے اور سفید انگور سیاہ سے عمدہ ہے۔ حالانکہ شیرینی میں دونوں یکساں ہوتے ہیں اور دو یا تین دن کا چنا ہوا انگور ایک دن کے توڑے ہوئے انگور سے عمدہ ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اپھارہ پیدا کرتا ہے اور مسہل ہوتا ہے۔

اور درخت پر اتنے وقت تک چھوڑ دیں کہ اس کا چھلکا سکڑ جائے۔ غذا کے لئے یہ عمدہ ہوتا ہے۔ بدن کو تقویت پہنچاتا ہے۔ کش مش اور انجیر کی طرح اس میں غذائیت ہوتی ہے۔ اور دیگر اس کی گٹھلی نکال لی جائے تو پاخانہ نرم کرنے کے لئے بہت مفید ہے۔ اس کو زیادہ کھانے سے سر درد پیدا ہوتا ہے۔ اس کی مضرت کو کھٹے میٹھے انار سے دور کیا جاسکتا ہے۔

انگور مسہل ہوتا ہے۔ فربہ بناتا ہے اور انگور سے عمدہ تغذیہ ہوتا ہے۔ یہ ان تین پھلوں میں سے شمار ہوتا ہے۔ جن کو لوگ پھلوں کا بادشاہ کہتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ انگور، کھجور، اور انجیر۔

عسل (شہد) اس کے فوائد کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔ ابن جریج نے بیان کیا کہ زہری کا قول ہے کہ شہد استعمال کرو۔ اس لئے کہ اس سے حافظہ عمدہ ہوتا ہے۔ وہ شہد سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ جس میں حدت کم ہو۔ سفید، صلاف اور شیریں ہو۔ پہاڑوں اور درختوں سے حاصل

---

[1] انگور کا ذکر قرآن مجید میں گیارہ جگہ آیا ہے۔ سورہ بقرہ ۲۶۶، سورہ انعام ۔ ۹۹، سورہ رعد ۔ ۴، سورہ نحل ۔ ۱۱، ۶۷، سورہ اسراء ۹۱ میں، سورہ کہف ۳۲، سورۃ المومنون ۱۹ میں اور سورہ یس ۳۴، سورہ نبا ۳۲ اور سورہ عبس ۲۸ میں آیا ہے۔

کی جانے والی شہد۔ میدانوں میں سے حاصل کی جانے والے...... بہتر ہوتا ہے۔ یہ شہد کی مکھیوں کے رس چوسنے کے مقام اور جگہ کے اعتبار عمدہ اور بہتر ہوتا ہے۔

عجوۃ (تازہ کھجور کی ایک عمدہ قسم) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

مَنْ تَصَبَّحَ بِسَبْعِ تَمَرَاتٍ عَجْوَۃٍ لَمْ یَضُرَّہٗ ذٰلِکَ الْیَوْمَ سَمٌّ وَلَا سِحْرٌ [1]

جس نے صبح کے وقت کھجور کے سات دانے کھا لیا اس کو اس دن زہر اور جادو نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

سنن نسائی اور ابن ماجہ میں حضرت جابر اور ابو خدری کی حدیث مرفوعا مروی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلْعَجْوَۃُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَھِیَ شِفَاءٌ مِنَ السَّمِّ وَالْکَمْأَۃُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُھَا شِفَاءٌ لِلْعَیْنِ ٢

عجوہ کھجور جنت سے آئی ہے۔ یہ زہر کے لئے شفاء ہے۔ کم اُۃ من کا ایک حصہ ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔

١۔ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔ ملاحظہ کیجئے کتاب کی تعلیق نمبر ٢ ص ١٦٥۔

٢۔ ترمذی نے ٢٠٦٧ میں کتاب الطب کے تحت حدیث سعد بن عامر کو محمد بن عمرو سے انہوں نے ابو سلمہ سے اور انہوں نے ابو ہریرہ سے اس کو روایت کیا ہے

اور اس کو حسن قرار دیا ہے اور یہ حسن ہے اور امام احمد بن حنبل نے ٣/ ٤٨۔ ابن ماجہ نے ٣٤٥٣ میں شہر بن حوشب سے روایت کیا۔ جسے ابو سعید خدری اور حضرت جابر نے روایت کیا ہے۔ اس باب میں رافع بن عمرو مزنی سے روایت ہے کہ عجوہ پھل اور اس کا درخت دونوں ہی جنت سے ہیں۔ اس کو احمد نے ٣/ ٤٢٦، ٥/ ٣١، ٦٥، میں اور ابن ماجہ نے ٣٤٥٦ میں ذکر کیا ہے۔ اس کی سند قوی ہے اور امام احمد نے ٥/ ٣٤٦ میں بریدہ سے روایت کی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس عجوہ سے مراد مدینہ منورہ کی کھجور ہے۔ جو وہاں کی کھجور کی ایک عمدہ قسم ہے۔ حجازی کھجوروں میں سب سے عمدہ اور مفید ترین کھجور ہے۔ یہ کھجور کی اعلیٰ قسم ہے انتہائی لذیذ اور مزے دار ہوتی ہے۔ جسم اور قوت کے لئے موزوں ہے۔ تمام کھجوروں سے زیادہ رس دار۔ لذیذ اور عمدہ ہوتی ہے۔ حرف تاء میں کھجور، اس کے مزاج اور اس کے فوائد کا تفصیلی بیان ہو چکا ہے اور اس سے جادو اور زہر کے وفاع کا ذکر بھی کر چکے ہیں۔ اس لئے اس کے اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

عنبر (ایک بہت بڑی سمندری مچھلی) صحیحین میں حدیث جابر گذر چکی ہے۔ جس میں ابو عبیدہ کا واقعہ مذکور ہے کہ صحابہ کرام نے عنبر کو ایک مہینہ کھایا اور اس کے گوشت کے کچھ ٹکڑے اپنے ساتھ مدینے بھی لے گئے تھے اور اس کو بطور ہدیہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا اسی سے لوگ استدلال کرتے ہیں۔ کہ سمندری کی صرف مچھلی ہی نہیں بلکہ تمام مردار مباح ہیں۔ اس پر یہ اعتراض ہے کہ سمندر کی موجوں نے اس کو ساحل پر زندہ پھینک دیا تھا۔ جب پانی ختم ہو گیا تو وہ مر گئی اور یہ حلال اس لئے ہے کہ اس کی موت پانی سے الگ ہونے کی بنیاد پر ہوئی۔ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرامؓ نے ساحل پر اس کو مردہ پایا تھا اور انہوں نے یہ نہیں دیکھا تھا کہ وہ ساحل پر زندہ آئی اور پھر پانی کے ختم ہونے کے بعد مر گئی۔

دوسری بات یہ ہے کہ اگر وہ زندہ ہوتی تو سمندر کی موجیں اسے ساحل پر نہ پھینکتیں اس لئے کہ یہ بالکل واضح ہے کہ سمندر صرف مردار کو ساحل پر پھینکتا ہے۔ زندہ جانوروں کو نہیں پھینکتا۔

اگر بالفرض یہ بات مان لی جائے۔ پھر بھی اس کو اباحت کے لئے شرط نہیں مانا جا سکتا اس لئے کہ کسی چیز کی اباحت میں شک کرتے ہوئے اسے مباح نہیں قرار دیا جاتا۔ اسی وجہ سے اس شخص کو ایسے شکار کے کھانے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ جو پانی میں ڈوب کر مر گیا ہو۔ اس لئے کہ اس کی موت کے سبب کے متعلق شک ہے۔ کہ اس کی موت بندوق کی گولی سے ہوئی ہے یا پانی کی وجہ سے۔

عنبر خوشبو میں بھی ایک اعلیٰ قسم ہے۔ مشک کے بعد اس کی خوشبو کا شکار ہوتا ہے۔ جس نے عنبر کو مشک سے بھی عمدہ بتایا۔ اس کا خیال صحیح نہیں ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے۔ آپ نے مشک کے بارے میں فرمایا کہ مشک اعلیٰ ترین خوشبو ہے۔ [1]

مشک اس کی خصوصیات اور فوائد کا بیان آگے آئے گا انشاء اللہ کہ مشک جنت کی خوشبو ہے اور جنت میں صدیقین کی نشستگاہیں بھی مشک کی بنی ہوں گی نہ کہ عنبر کی۔

یہ قائل صرف اس بات سے فریب کھا گیا کہ عنبر پر مرور ایام کے بعد بھی اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ سونے کے حکم میں ہے۔ لہٰذا یہ مشک سے بھی اعلیٰ ترین ہوئی۔ یہ استدلال صحیح نہیں۔ اس لئے کہ صرف عنبر کی اس ایک خصوصیت سے مشک کی ہزاروں خوبیوں کا مقابلہ نہیں کیا جاسکتا۔

عنبر کی بہت سی قسمیں ہیں اور اس کے رنگ بھی مختلف ہوتے ہیں۔ عنبر سفید، سیاہی مائل سفید، سرخ، زرد، سبز، نیلگوں، سیاہ اور دورنگا، ان میں سب سے عمدہ سیاہ مائل بہ سفید ہوتا ہے۔ پھر نیلگوں، اس کے بعد زرد رنگ کا ہوتا ہے اور سب سے خراب سیاہ ہوتا ہے۔ عنبر کے عنصر کے بارے میں لوگوں کا اختلاف ہے۔

ایک جماعت کا خیال ہے کہ یہ ایک پودا ہے۔ جو سمندر کی گہرائی میں اگتا ہے۔ اسے بعض سمندری جانور نگل جاتے ہیں اور جب کھا کر مست ہوجاتے ہیں تو اسے جگالی کی شکل میں باہر نکال پھینکتے ہیں اور سمندر اس کا ساحل پر پھینک دیتا ہے۔

بعض لوگوں کا یہ قول ہے کہ یہ ہلکی بارش ہے۔ جو آسمان سے جزائر سمندر میں نازل ہوتی ہے۔ اس کو سمندر کی موجیں ساحل پر پھینک دیتی ہیں۔ بعضوں نے کہا کہ یہ ایک سمندری جانور کا گوبر ہے۔ جو گائے کے مشابہ ہوتا ہے اور کچھ لوگوں نے اس کو سمندری جھاگ کی ایک قسم قرار دی ہے۔

مصنف "قانون" شیخ نے لکھا ہے کہ میرے خیال میں یہ سمندری چشموں سے ابلنے

---

[1] امام مسلم نے ۲۲۵۳ میں اور ترمذی نے حدیث ابو سعید خدری سے اس کو بیان کیا ہے۔

والا مادہ ہے۔ جسے سمندر کا جھاگ کہا جاتا ہے۔ یا یہ کسی لکڑی کے کیڑے کا پاخانہ ہے۔

اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ دل و دماغ، حواس، اعضائے بدنی کے لئے تقویت بخش ہے۔ فالج اور لقوہ میں مفید ہے۔ بلغمی بیماریوں کے لئے اکسیر ہے۔ ٹھنڈک کی وجہ سے ہونے والے معدہ کے دردوں اور ریاح غلیظہ کے لئے بہترین علاج ہے اور اس کے پینے سے سدے کھلتے ہیں اور بیرونی طور پر اس کا ضماد نفع دیتا ہے۔ اس کا نجور زکام سر درد کے لئے نافع ہے اور برودت سے ہونے والے درد آدھا سیسی کے لئے شافی علاج ہے۔ [1]

عود (اگر) عود ہندی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک تو کست ہے جو دواؤں میں استعمال کی جاتی ہے اور عام طور پر اسے قسط کہتے ہیں۔ دوسری قسم کو خوشبو میں استعمال کیا جاتا ہے اس کو الوہ کہا جاتا ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے اپنی صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ آپ خشک اگر جلا کر اور اس میں کافور ڈال کر بخور کرتے

تھے اور فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی طرح بخور کرتے تھے۔ ۲؎

اور اہل جنت کے عیش وعشرت کے بیان میں آپ ہی سے حدیث مروی ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ ان کی انگیٹھیاں اگر کی ہوں گی۔ ۳؎

مجامر۔ مجمر کی جمع ہے۔ جس چیز سے دھونی دی جائے اسے مجمر کہتے ہیں۔ جیسے عود وغیرہ اگر کئی قسمیں ہیں۔ ان میں سب سے عمدہ ہندی پھر چینی ہے۔ اس کے بعد قماری اور مندلی کا درجہ ہے۔

۱؎ ڈاکٹر ازہری نے لکھا ہے کہ فن طب میں عنبر کی افادیت علاجی کی بحث پورے طور پر واضح ہو کر سامنے نہیں آئی۔ اطباء ہمیشہ اس کا استعمال بطور مقوی باہ، محرک جماع کراتے رہے ہیں۔ یا فالج میں اس کا استعمال کراتے ہرے۔ اب اس زمانے میں اس کا استعمال عموماً عطر کی خوشبو بنانے کے فن میں ہوتا ہے۔

۲؎ امام مسلم نے ۲۲۵۴ میں کتاب الالفاظ باب استعمال المسک کے تحت یوں بیان کیا ہے کہ مشک اعلیٰ ترین خوشبو ہے۔

۳؎ امام بخاری نے ۶ / ۲۶۰، میں کتاب الانبیاء باب خلق آدم کے تحت اور امام مسلم نے ۲۸۳۴ (۱۵) میں کتاب الجنۃ کے باب اول زمرۃ تدخل الجنۃ کے تحت حدیث ابوہریرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔

سب سے عمدہ سیاہ اور نیلگوں رنگ کی ہوتی ہے جو سخت، چکنی اور وزن دار ہو اور سب سے خراب ہلکی پانی پر تیرنے والی ہوتی ہے۔ یہ مشہور ہے کہ عود ایک درخت ہے۔ جس کو کاٹ کر زمین میں ایک سال تک دفن کر دیتے ہیں۔ اسی طرح زمین اس کا غیر نفع بخش حصہ کھا جاتی ہے اور عمدہ لکڑی باقی رہ جاتی ہے۔ اس میں زمین کا کوئی اثر نہیں ہوتا اور اس کا چھلکا اور وہ حصہ جس میں خوشبو نہیں ہوتی۔ متعفن ہو جاتا ہے۔

اس کا مزاج تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ سدوں کو کھول دیتا ہے۔ ریاح شکن ہے۔ فضولات رطبی کا ختم کرتا ہے۔ احشاء اور قلب کو مظبوط بناتا ہے اور فرحت بخشتا ہے دماغ کے لئے بے حد نافع ہے۔ جو اس کو تقویت بخشتا ہے۔ اس حال کو روکتا ہے۔ مثانہ کی برودت کی وجہ سے ہونے والے سلس البول میں نافع ہے۔

ابن سمجون ۱؎ نے بیان کیا کہ عود کی مختلف قسمیں ہیں اور لفظ الوہ سب کو شامل ہے۔ اس کا استعمال داخلی اور خارجی دونوں طرح پر کیا جاتا ہے۔ کبھی اس کو تنہا اور کبھی اس کے ساتھ کچھ ملا کر دھونی دی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ کافور ملا کر بخور کرنے میں طبی نکتہ یہ ہے کہ اس سے ایک دوسرے کی اصلاح ہو جاتی ہے۔ بخور کرنے سے فضاء عمدہ اور ہوا، درست ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ ہوا ان چھ ضروری چیزوں میں سے شمار کی جاتی ہے۔ جس کی اصلاح سے بدن کی اصلاح ہوتی ہے۔

عدس (مسور) اس بارے میں جتنی بھی احادیث وارد ہیں۔ ان میں سے کسی کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ آپ نے اس کے متعلق کچھ نہیں فرمایا۔ جیسے یہ حدیث ہے کہ مسور کی پاکیزگی (۷۰) ستر انبیاء کی زبان مبارک سے بیان کی گئی ہے۔ اسی طرح ایک حدیث یہ ہے جس میں مذکور ہے کہ مسور رقت قلب پیدا کرتی ہے۔ اشک آور ہے اور یہ بزرگوں کی غذا ئیت ہے۔ جو کچھ اس بارے میں مذکو ہے۔ اس میں

سب

ا۔ یہ حامد بن سمجون چوتھی صدی کے فاضلین اطباء میں سے ہے۔فن طباعت میں ماہر تھا اور سفرد دواؤں کی قوت اور اس کے فوائد واثرات کو معلوم کرنے کی بے پناہ صلاحیت تھی۔عیون الانبیاء ۲/۵۱،۲۶،ملاحظہ کیجئے۔

سے اہم اور صحیح بات یہ ہے کہ یہود کی خواہش مسور کی تھی جس کو انہوں نے من وسلویٰ پر ترجیح دیا۔اس کا ذکر لہسن اور پیاز کے ساتھ قرآن میں کیا گیا ہے۔

اس کی طبیعت زنانہ ہے۔سرو خشک ہے۔اس میں دو متضاد قوتیں ہیں۔پہلی یہ کہ پاخانہ کو بستہ کرتا ہے اور دوسری یہ کہ مسہل ہے۔اس کا چھلکا تیسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔یہ چرپراہٹ لگانے والی اور مسہل ہے۔اس کا تریاق اس کا چلکا ہے۔اسی لئے مسلم مسور پسی ہوئی سے عمدہ ہوتی ہے معدہ پر ہلکی ہوتی ہے۔زود ہضم ہے۔نقصان بھی کم کرتی ہے۔اس لئے کہ اس کا مغز خشک وتر ہونے کی وجہ سے دیر ہضم ہوتا ہے۔اس کے کھانے سے سودا بہت زیادہ پیدا ہوتا ہے۔مالیخولیا میں تو بہت زیادہ مضر ہے اعصاب اور بصارت کے لئے نقصان دہ ہے۔

خون گاڑھا کرتی ہے۔سوداوی مزاج والوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔اس کا بکثرت استعمال ان کو بہت سی مہلک بیماریوں مثلاً وسواس، جذام اور میعادی بخار میں مبتلا کرتا ہے۔اس کے ضرر کی اصلاح چقندر اور پالک ساگ ا۔ سے ہوتی ہے۔

تیل کا زیادہ کھانا بھی اس کے ضرر سے دافع ہے اور نمکسود ۲۔ مسور سب سے زیادہ نقصان دہ ہوتی ہے۔ اس میں شیرینی آمیز کر کے بھی استعمال کرنے سے احتراز کرنا چاہیے۔اس لئے کہ یہ جگر میں سدے پیدا کرتی ہے۔ اس میں شدید خشکی ہوتی ہے۔اس لئے اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے دھندلا پن پیدا ہوتا ہے۔پیشاب کرنے میں پریشانی ہوتی ہے اور اورام باردہ پیدا ہوتے ہیں اور اسی طرح ریاح غلیظہ بھی پیدا کرتی ہے۔سب سے عمدہ مسور عمدہ دانے والی سفید رنگ کی ہوتی ہے۔جو جلد ہی پک جاتی ہے۔

لیکن بعض جاہلوں کا یہ خیال...... کہ مسور حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے دسترخوان کا خاصہ ہے۔جس کو وہ اپنے مہمانوں کے سامنے خاص طور پر پیش کرتے تھے۔ کھلا ہوا جھوٹ ہے

ا۔ قاموس میں ہے کہ اسفاناخ۔ایک مشہور پودا ہے۔جو عرب میں باہر سے لایا گیا اور اس میں جلاء اور صفا کرنے کی قوت ہوتی ہے۔سینے اور پشت کے لئے مفید ہے۔پاخانہ نرم کرتی ہے۔اسے ہندی میں پالک کہتے ہیں۔

۲۔ نمکسود، ایسے گوشت کا ٹکڑا جس کاٹ کر نمک اور مسالہ اس میں ملاتے ہیں۔دیکھئے "معتمد" ص ۵۲۵)

اور سراسر افترا پردازی ہے۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بھنے ہوئے بچھڑے کے گوشت سے ان کی ضیافت کا ذکر قرآن میں کیا ہے۔

بیہقی نے اسحق سے نقل کیا۔انہوں نے بیان کیا کہ عبداللہ بن مبارکؒ سے اس حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا۔جس میں مسور کا ذکر ہے۔کہ مسور کی پاکیزگی ستر انبیاء نے بیان کی ابن مبارک نے فرمایا کہ کسی نبی نے بھی اس کی پاکیزگی نہیں بیان کی ہے۔البتہ نقصان دہ اور نفاخ ہے پھر فرمایا کہ اس حدیث کو تم سے کس نے بیان

کیا؟ لوگوں نے جواب دیا کہ مسلم بن [ا] سالم نے بیان کیا۔ پوچھا کہ انہوں نے کس سے روایت ہے۔ لوگوں نے کہا کہ انہوں نے تو آپ سے روایت کی ہے۔ تو آپ نے فرمایا کہ اور مجھ سے بھی؟

ظظظ

حرف غین

غیث (بارش) قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اس کا ذکر آیا ہے۔ اس کا نام کان کے لئے لذت بخش ہے۔ روح اور بدن کو بارش بھلی لگتی ہے۔ اس کے ذکر سے کانوں میں زندگی آجاتی ہے اور اس کے نازل ہونے سے دل شاداب ہوجاتا ہے۔ بارش کا پانی اعلیٰ ترین، بہت زیادہ لطیف، نفع بخش اور سب سے زیادہ بابرکت ہوجاتا ہے بالخصوص اگر گرجتی بدلی کا پانی لایا ہوا ہو اور پہاڑیوں کی بلندیوں میں جمع ہوجائے۔ تو تمام پانیوں سے زیادہ مرطوب ہوتا ہے۔

اس لئے کہ وہ زمین پر زیادہ مدت تک باقی نہیں رہتا کہ زمین کی خشکی سے حصہ لے سکے اور اس میں خشک جوہر ارضی کی آمیزش نہیں ہوتی۔ اسی لئے اس میں جلد ہی تغیر وتعفن پیدا ہوجاتا ہے۔ کیونکہ اس میں غایت درجہ کی لطافت اور اثر پذیری ہوتی ہے۔ اس میں لوگوں کا اختلاف ہے کہ موسم ربیع کی بارش موسم سرما کی بارش سے زیادہ لطیف ہوتی ہے۔ یا نہیں اس بارے میں دو قول منقول ہیں۔

ا یہ سلم بن سالم بلخی زاہد ہے ابن معین، احمد، ابوزرعہ، ابوحاتم اور نسائی نے اس کو ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے مؤلف کی کتاب ''المنار المنیف'' ص ۵۱، ۵۲ اور ''الفوائد المجموعۃ'' ص ۱۶۱۔

جن لوگوں نے موسم سرما کی بارش کو ترجیح دیا ہے۔ اس کا سبب یہ بتاتے ہیں کہ اس وقت سورج کی تمازت کم ہوتی ہے۔ اس لئے سمندر سے پانی کا وہی حصہ جذب کرتی ہے۔ جو بہت زیادہ لطیف ہوتا ہے اور فضا صاف اور دخانی بخارات سے خالی ہوتی ہے۔ نیز فضا میں گرد و غبار بھی نہیں ہوتا کہ پانی میں مل جائے۔ اس لئے ان سب اسباب کی بنیاد پر اس زمانے کی بارش لطیف وصاف ہوتی ہے اور اس میں کوئی آمیزش نہیں ہوتی۔

اور جس نے ربیع کی بارش کو ترجیح دی ہے۔ اس کا خیال یہ ہے کہ آفتاب کی تمازت سے بخارات غلیظہ تحلیل ہوجاتے ہیں۔ جس سے ہوا میں رقت ولطافت پیدا ہوجاتی ہے۔ اس وجہ سے پانی ہلکا ہوجاتا ہے اور اس کے اجزاء ارضی کی مقدار کم تر ہوجاتی ہے اور پودوں اور درختوں اور خوش کن فضا کے مصارف ہوجاتی ہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے۔

انس کا بیان ہے۔

كُنَّا مَعَ رَسُولِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَصَابَنَا مَطَرٌ فَحَسَرَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ثَوْبَهُ وَقَالَ اِنَّهُ حَدِيثُ عَهْدٍ بِرَبِّهٖ [ا]

ہم لوگ پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ تھے کہ ہم کو بارش پہنچی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کپڑا اتار دیا اور فرمایا کہ یہ اپنے رب کے قریبی وعدہ کا ایفاء ہے۔

استقاء کے بارے میں ہدایات نبوی کی بحث میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بارش طلب کرنے اور بارش کے پانی کے ابتدائی قطروں کو متبرک سمجھنے کا بیان پہلے ہو چکا ہے۔

ظظظ

ا؎ امام مسلم نے صحیح مسلم ۸۹۸ میں کتاب الصلوٰۃ الاستقاء کے باب الدعاء فی الاستق اُ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

حرف فاء

فاتحتہ الکتاب (سورۃ فاتحہ) اس کو ام القرآن، سبع مثانی، شفاء نام، نافع دوا، کامل جھاڑ پھونک، کامرانی اور بے نیازی کی کلید، حافظ قوت قرار دیا گیا ہے اور جس نے اس کی قدر و منزلت پہچان کر اس ک حق ادا کیا اور اپنی بیماری پر عمدہ طور سے اس کی قرأت کی تو یہ اس کے لئے رنج و غم، حزن وملال اور خوف وڈر کے لئے دافع ثابت ہوگی اور اس نے شفاء حاصل کرنے اور اس کے ذریعہ علاج کرنے کا طریقہ معلوم کر لیا اور وہ از سر بستہ حاصل کر لیا۔ جو اسی کے لئے خاص طور پر چھپا کر رکھا گیا تھا۔

بعض صحابہ کرام کو جب اس کی وقعت و منزل کا علم ہوا اور ڈنک زدہ پر اس کو پڑھ کر دم کیا تو اسے فوری شفا ہوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت کیا کہ تم کو کیسے معلوم ہوا کہ سورۂ فاتحہ کے ذریعہ دم کیا جاتا ہے۔ ا؎

توفیق ایزدی نے جس کی یاوری کی اور جسے نر بصیرت عطا کیا گیا وہ اس سورہ کے اسرار و رموز سے واقف ہو گیا اور اسے یہ معلوم ہو گیا کہ توحید الٰہی کے کن خزانوں پر یہ مشتمل ہے۔ ذات وصفات واسماء وافعال خداوندی کی معرفت حاصل ہوگی اور شریعت، تقدیر و معاد کے دلائل اس پر واضح ہو گئے اور خالص توحید ربوبیت و توحید الوبیت کا عرفان ہوا اور اس نے توکل و تفویض کی حقیقت بھی کامل طور پر معلوم کر لی۔ کہ خدا ہی کے ہاتھ میں سب کچھ ہے۔ اسی کے لئے ساری تعریف ہے اور ہر طرح کی بھلائی اسی کے قبضہ قدرت میں ہے اور تمام امور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔ ہدایت کی طلب میں جو کہ سعادت دارین کا ذریعہ ہے۔ اسی خدا کی ضرورت ہے اور دنیا و آخرت کی بھلائیوں کے حصول اور دونوں جگھوں کی خرابیوں کی مدافعت سے سورہ کے معانی کا جو تعلق ہے۔ اس کو بھی اس نے معلوم کر لیا ہوگا اور اس حقیقت سے بھی آشنا ہو گیا کہ عافیت تام اور نعمت کامل، اسی کے ساتھ مربوط ہے اور اسی سرہ کے تحقق
پر

ا؎ یہ حدیث صحیح بخاری میں مذکور ہے۔ اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

اس کا دار و مدار ہے۔ ساتھ ہی بہت سی دواؤں اور دم سے اس کو بے نیاز کر دیا اور اسی کے ذریعہ خیر کے دروازے اس

کے لئے کھول دیئے گئے اور مفاسد کے شر اور اس کے اسباب کو اسی کے ذریعہ دفع کیا گیا۔

یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس کو سمجھنے کے لئے ایک عجیب فطرت، بڑی سمجھ اور ایمان کامل کی ضرورت ہے۔
خدا کی قسم کوئی فاسد بات یا باطل بدعت ایسی نہ ہوگی کہ سورہ فاتحہ نے اس کی تردید آسان سے آسان، نہایت واضح اور صحیح ترین راستوں سے نہ کی ہو اور معارف الٰہی کا کوئی دروازہ۔ دلوں کے اعمال ان کی بیماریوں کی دواؤں کا کوئی ذکر ایسا نہ ہوگا کہ سورہ فاتحہ نے اسے نہ کھولا ہو اور اسی نے ان خزانوں کی طرف رہنمائی کی۔
اور اللہ رب العالمین کی سیر کرنے والوں کی کوئی منزل ایسی نہ ملے گی۔ جس کی ابتداء اور انتہا سورہ فاتحہ میں نہ ہو۔

خدا کی قسم سورہ فاتحہ کی شان وعظمت تو اس سے بھی بالاتر ہے اور اس سے بھی کہیں بلند ہے جب بھی کسی بندے نے اس کے ساتھ پوری وابستگی اور دل بستگی کا اظہار کیا اسے فلاح نصیب ہوئی اور جس پر یہ حقیقت منکشف ہوگئی کہ اس کا املاء کرانے والا کون ہے اور کس نے اس کو کامل شفاء مضبوط بچاؤ اور کھلی روشنی بنا کر نازل کیا ہے۔ اس نے گویا اس کی حقیقت اور اس کے لوازم کو کماحقہ سمجھ لیا وہ کبھی کسی بدعت وشرکت کا شکار نہیں ہوگا اور نہ کوئی قلبی بیماری اسے لاحق ہوگی۔ اگر ہوئی بھی تو تھوڑی دیر کے لئے چندے آئی، چندے گئی کی مصداق ہوگئی۔
بہرحال سورہ فاتحہ زمین کے خزانوں کے لئے کلید ہے۔ اسی طرح جنت کے خزانوں کی بھی کلید ہے۔ لیکن ہر شخص کو اس کلیہ کے استعمال کرنے کا صحیح طریقہ معلوم نہیں۔ اگر خزانوں کے متلاشی اس سورہ کے نکتہ کو جان لیتے اور اس کے حقائق سے آشنا ہوجاتے اور اس کلید کے لئے سالوں سال کوشش کرتے اور اس کے استعمال کا صحیح طریقہ معلوم کر لیتے۔ تو پھر وہ ان خزانوں تک پہنچنے میں کوئی وقت ومزاحمت محسوس نہ کرتے۔
ہم نے جو کچھ اوپر بیان کیا ہے۔ سخن سازی یا استعارہ کے طور پر نہیں بلکہ حقیقت کی روشنی میں بیان کیا ہے۔ لیکن دنیا کے اکثر لوگوں سے اس راز کو پوشیدہ رکھنے میں اللہ تعالیٰ کی زبردست حکمت ہے۔ جس طرح کہ روئے زمین کے خزانوں سے لوگوں کو ناواقف رکھنے میں اس کی حکمت ہے۔ آنکھوں سے پوشیدہ خزانوں پر ارواح خبیثہ متعین رہتے ہیں۔ جو انسان اور ان خزانوں کے درمیان حائل رہتے ہیں۔
اور ان پر ارواح عالیہ کا غلبہ ہوتا ہے۔ جو اپنی قوت ایمان سے بھی پور ہوتی ہیں۔ ان ارواح عالیہ کے پاس ایسے ہتھیار ہوتے ہیں جن کا مقابلہ شیاطین نہیں کر سکتے اور نہ ان پر ان کا غلبہ ہوتا ہے۔ اسی وجہ سے ان کا ان کے سامان سے کچھ نہیں مل پاتا۔ کیونکہ جب یہ قتل کیا جائے گا۔ تب ہی مقتول سپاہی کا سامان حاصل ہوگا اور یہاں یہ صورت ہی نہیں پائی جاتی۔
فاغیة (حنا کی کلی) مہندی کی کلی کو کہتے ہیں۔ اس کی خوشبو نہایت عمدہ ہوتی ہے۔ چنانچہ بیہقی نے اپنی کتاب ''شعب الایمان'' میں عبداللہ بن بریدہ کی حدیث کو مرفوعاً ذکر کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَیِّدُ رِیَاحِیْنِ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ لْفَاغِیَةُ اھ

دنیا اور آخرت میں خوشبوؤں کی سردار حنا کی کلی ہے۔

اور شعب الایمان۔ میں ہی انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک سب سے پسندیدہ حنا کی کلی تھی۔ ان دونوں حدیثوں کے بارے میں خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ ہم اس کی صحت یا عدم صحت کی شہادت نہیں دے سکتے۔

اس کا مزاج معتدل حرارت اور متعدل یبوست ہے۔ اس میں معمولی طور پر قبض پایا جاتا ہے۔ اگر اونی کپڑوں کی تہہ کے درمیان اس کو رکھ دیا جائے تو دیمک لگنے سے [illegible]ط رہیں

ا۔ ابونعیم نے کتاب 'الطب'' میں اور طبرانی نے ''الاوسط'' میں اسی طرح ''المجمع'' ۵ / ۳۵ میں اس کو بیان کیا اس کی سند بہت ضعیف ہے۔

گے۔ فالج اور نمدد و کزاز کے مرہم میں اسے ڈالتے ہیں اور اس کا روغن ورم اعضاء کو تحلیل کرتا ہے اور اعصاب کو نرم بناتا ہے۔

فضۃ (چاندی) یہ بات ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشتری چاندی کی تھی اور اس کا نگینہ بھی چاندی کا تھا۔ ا۔ اور آپ کی تلوار کا قبضہ چاندی کا تھا۔ ۲۔ اور احادیث نبویہ میں چاندی کے زیور بنانے اور اس کو استعمال کرنے سے ممانعت صحیح طور پر منقول نہیں ہے۔ البتہ چاندی کے برتنوں میں پانی پینے سے منع کیا گیا ہے اور برتنوں کا باب زیورات بنوانے سے زیادہ تنگ ہے۔ اسی لئے عورتوں کو نقرئی لباس و زیور کی اجازت دی گئی اور نقرئی برتنوں کو حرام قرار دیا گیا۔ لہٰذا برتنوں کی حرمت سے لباس و زیور کی حرمت ثابت نہیں ہوتی۔

''سنن'' میں مرفوعاً روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ لیکن چاندی سے کھیل کود کرو۔ ۳۔ اس لئے اب اس کی تحریم کے لئے کھلی دلیل ضروری ہے۔ خواہ نص ہو یا اس پر اجماع ہو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی ثابت ہو تو خیر حرمت کا ثبوت مل جائے گا۔ ورنہ مردوں پر اس کی تحریم والی بات پر دل مطمئن نہیں۔ حدیث میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک ہاتھ میں سونا اور دوسرے ہاتھ میں ریشم لیا اور فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں اور عورتوں کے لئے حلال ہیں۔ ۴۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

ا۔ امام بخاری نے ۱۰/ ۲۷۱، ۲۷۲، میں، ترمذی نے ''الشمائل'' نمبر ۸۴ میں حدیث انسؓ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

۲۔ ترمذی نے شمائل (۹۹) میں اور جامع ترمذی ۱۶۹۱ میں، ابوداؤد نے ۲۵۸۳ میں، نسائی نے ۸ / ۲۱۹ میں اس کا نقل کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ قبیعہ: تلوار کے قبضہ کے کنارے پر چاندی یا لوہے وغیرہ کا جو ٹکڑا ہوتا ہے۔ اسے کہتے ہیں۔

۳۔ امام احمد نے ۲ / ۳۳۴، ۳۷۸، میں، ابوداؤد نے ۴۲۳۶ میں کتاب الخاتم کے باب ماجاء فی الذھب للنساء کے تحت اس کی تخریج کی ہے۔ اس کی اسناد حسن ہے۔

ا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔ متعدد صحابہ سے مروی ہے۔ جیسے علی، ابوموسیٰ اشعری، عمر عبداللہ ابن عمرو عبداللہ بن عباس، زید بن ارقم، واثلہ بن اسقع، عقبہ بن عامر اور حافظ زیلعی نے ''نصب الرایۃ'' ۴ / ۲۲۲، ۲۲۵ میں اس کی تخریج مکمل طور پر کی ہے۔

اس روئے زمین پر چاندی خدا کے رازوں میں سے ایک راز ہے اور ضرورتوں کے لئے طلسم ہے اور دنیا والوں کا باہم احسان بھی ہے۔ چاندی کا مالک دنیا والوں کی نگاہوں میں قابل رشک ہوتا ہے اور لوگوں کے دلوں میں اس کی عظمت ہوتی ہے۔ مجالس کا صدر نشین بنایا جاتا ہے اور اپنے دروازوں پر اس کا گرم جوشی کے ساتھ استقبال کرتے ہیں۔ اس کی ہم نشینی اور صحبت سے تکان نہیں ہوتی اور نہ کسی طرح دل پر بار محسوس کیا جاتا ہے۔ لوگوں کی انگلیاں اس کی طرف اٹھتی ہیں اور لوگ اس کے چشم براہ رہتے ہیں۔ اگر کوئی بات کہتا ہے تو لوگ سنتے ہیں۔ اگر کسی کی سفارش کر دے تو سفارش قبول ہوتی ہے۔ اگر گواہی دیتا ہے تو اس کی شہادت تسلیم کر لی جاتی ہے۔ اگر لوگوں کو خطاب کرتا ہے تو لوگ اس پر نکتہ چینی نہیں کرتے۔ اگر چہ یہ بہت زیادہ بوڑھا ہو اور اس کے سارے بال سفید ہو گئے ہوں۔ پھر بھی وہ لوگوں کو جوانوں سے زیادہ حسین و جمیل نظر آتا ہے۔

چاندی کا شمار فرحت بخش دواؤں میں ہوتا ہے۔ یہ رنج و غم، حزن و ملال کو دور کرتی ہے دل کی کمزوری اور خفقان کو ختم کرتی ہے اور بڑے بوڑھوں کے استعمال کئے جانے والے معجونوں میں اس کو ڈالتے ہیں۔ یہ اپنی قوت جاذبہ کے سبب سے دل کے اخلاط فاسدہ کو جذب کر لیتی ہے بالخصوص جب کہ زعفران اور شہد اس میں آمیز کر کے استعمال کریں تو اکسیر بن جاتی ہے۔

اس کا مزاج سرد خشک ہے۔ اس سے زارت ورطوبت کی ایک مقدار پیدا ہوتی ہے اور وہ جنیں جن کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دوستوں سے کیا ہے چار ہیں۔ دو سونے کی ہوں گی اور دو چاندی کی ہوں گی اور ان کے برتن زیور اور دوسری چیزیں سب اسی کی ہوں ہوگی چنانچہ صحیح بخاری میں ام سلمہ کی حدیث مرفوعا مروی ہے۔ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِی اٰنِیَةِ الذَّھَبِ وَ الْفِضَّةِ اِنَّمَا یُجَرْ جِرُ فِی بَطْنِهٖ نَارَ جَهَنَّمَ ا؎

ا؎ امام بخاری نے ۱۰ / ۸۴ میں کتاب الاشربۃ فی آنیۃ الذھب کے تحت اور امام مسلم نے ۲۰۶۵ میں کتاب اللباس والزینۃ کے باب تحریم استعمال اوانی الذھب والفضۃ فی الشرب وغیرہ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

چاندی اور سونے کے برتنوں میں نہ پانی پیو اور نہ ان کی تھالویں میں کھانا کھاؤ۔ اس لئے کہ یہ دنیا میں ان (کافر) لوگوں کے لئے ہے اور آخرت میں تم مسلمانوں کے لئے ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ چاندی کی تحریمہ کی حکمت یہ ہے کہ مخلوق میں نقود کی کمی کے باعث تنگی نہ ہو۔ اس لئے کہ اگر اس کے اوانی وظروف بنائے جانے لگیں تو وہ حکمت فوت ہو جائے گی۔ جس کے پیش نظر اس کو وضع کیا گیا ہے اور اس سے مصالح بنی آدم کو ٹھیس پہنچے گی۔ دوسرے لوگوں نے کہا ہے کہ اس کی حرمت کا سبب تکبر اور فخر ہے۔ ایک جماعت کا قول ہے کہ تحریم کی حقیقی علت یہ ہے کہ جب فقراء و مساکین دوسرے لوگوں کو اس کا استعمال کرتے ہوئے دیکھیں گے تو ان کی دل شکنی ہوگی اور ان کو تکلیف پہنچے گی۔

تحریم کے اسباب جو اوپر بیان کئے گئے ہیں۔ وہ قابل تسلیم نہیں ہیں۔ اس لئے کہ نقور کی کمی اور تنگی کے سبب

سے نقرئی زیوروں کا بنانا اور چاندی کو پگھلا کر اس کے ڈلے تیار کرنا بھی حرام ہونا چاہیے یا اسی ترح کی تمام چیزوں کو جن کا شمار اوانی وظروف میں نہیں ہوتا حرام قرار دینا چاہیے۔ تکبر اور فخر دغرور یہ تو ہمہ وقت حرام ہے۔ خواہ جس چیز میں بھی کیا جائے۔ رہ گیا فقراء ومساکین کی دل شکنی کا مسئلہ تو اس کا کوئی ضابطہ نہیں ہے۔ کیونکہ لوگوں کی بلند وبالا بلڈنگوں اور عمارتوں، عمدہ باغات لہلہاتی کھیتیاں، تیز رفتار عمدہ سواریاں اور ملبوسات فاخرہ اور لذیذ ومزیدار کھانے اور اسی طرہ کی دیگر مباح چیزوں کو دیکھ کر ان کی دل شکنی ہوتی ہے اور یہ ملول خاطر ہوتے ہیں۔ جب کہ ان تمام علتوں کا اعتبار نہیں۔ اس لئے کہ علت جب وہ ولی کیفیت ہے۔ جو اس کے استعمال سے پیدا ہوتی ہے اور ایسی حالت ہے جو عبودیت کی پورے طور پر منافی ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تحریم کی علت بیان کرتے ہوئے۔ فرمایا کہ یہ دنیا میں کافروں کے لئے ہے اس لئے کہ ان کے لئے عبودیت کا کوئی حصہ نہیں حاصل ہوتا جس سے وہ آخرت میں اس کی نعمتوں کو پاسکیں لہٰذا کسی خدا کے پرستار بندے کے لئے دنیا میں اس کا استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ دنیا میں اس کا استعمال صرف وہی شخص کرتا ہے۔ جو عبودیت الٰہی سے خارج ہے اور آخرت کے بجائے دنیا اور اس کی موجودہ حالت پر رضامند ہو گیا۔

ظ ظ ظ

حرف قاف

قرآن:۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ (اسراء۔ ۸۲)

ہم قرآن سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں۔ جو یقین کرنے والوں کے لئے شفاء اور رحمت ہے۔

اس آیت میں لفظ "مِنْ" راجح قول کی بنیاد پر بیان جنس کے لئے ہے۔ تبعیض کے لئے نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد باری ہے۔

يَآاَيُّهَا النَّاسُ قَدْجَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ (یونس۔ ۵۷)

اے لوگو! تمہارے رب کی جانب سے تمہارے پاس وعظ (اور نصیحت) اور سینوں کی بیماریوں کے لئے شفا پہنچ چکی ہے۔

قرآن مجید بدنی اور قلبی بیماریوں کے لئے شفاء کامل ہے اور دنیا وآخرت کے تمام امراض کے لئے شافعی علاج ہے۔

یہ الگ بات ہے کہ ہر ایک کو اس سے شفا حاصل کرنے کی اہلیت نہ ہو اور نہ شفا لینے کی توفیق ہو اگر مریض

علاج قرآنی کا صحیح طریقہ جانتا ہو اور صداقت وایمان کامل، جذبہ خالص اور پختہ اعتقاد کے ساتھ اپنی بیماری کا اس سے علاج کرے اور اس کی سرطوں کا پورا پورا لحاظ رکھے۔ تو پھر وہ کبھی کسی بیماری کا شکار نہیں ہو سکتا۔

یہ بات بھی قابل غور ہے کہ بیماریوں کی کیا مجال ہے کہ وہ آسمانوں اور زمین کے رب کا مقابلہ کریں اور اس کو توڑ دیں جب کہ خدا اس کلام کو اگر پہاڑوں پر نازل کر دیتا تو اسے چکنا چور کر دیتا اور اگر زمین پر اس کو نازل کر دیتا تو وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتی۔ اس لئے دنیا میں کوئی ایسی قلبی وجسمانی بیماری نہیں ہے۔ جس کے سبب وعلاج کی طرف قرآن نے رہنمائی نہ کی ہو اور اس سے پرہیز واحتیاء کی راہ وہی اختیار کر سکتا ہے۔ جس کو خدا نے اپنی کتاب کی سمجھ عطا فرمائی ہے۔ شروع ہی میں ہم نے قرآن کے ان رہنما اصولوں اور رہبر دستوروں کا ذکر رہا ہے۔ جن سے حفظان صحت پرہیز ایذا دینے والے مواد کا استفراغ کرنا ممکن ہے اور انھیں رہبر اصولوں کی روشنی میں ان تمام انواع صحت اذیت کی طرف رہنمائی کی جا سکتی ہے۔

قلبی بیماریوں کا ذکر تفصیل کے ساتھ موجود ہے اور اس کے اسباب وعلاج کا بھی تفصیلی بیان قرآن نے کیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:۔

اَوَ لَمْ یَکْفِهِمْ اَنَّاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْکَ الْکِتٰبَ یُتْلٰی عَلَیْهِمْ (عنکبوت۔۵۱)

کیا ان کو یہ کافی نہیں کہ ہم نے تم پر اپنی کتاب نازل کی جو ان پر تلاوت کی جاتی ہے۔

جس کو قرآن سے شفاء نہ ہوئی اس کو خدا شفا کی کوئی راہ نہیں دکھا سکتا اور جس کے لئے قرآن کافی نہ ہو۔ اس کی کفایت خدا کے یہاں ممکن نہیں۔

قثاء۔ (ککڑی) سنن میں عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ساتھ ککڑی کھاتے تھے۔ اس حدیث کو امام ترمذی وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ ا۔ ککڑی، دوسرے درجہ میں سرد تر ہے۔ معدہ کی شدت حرارت کو بجھاتی ہے یہ فاسد نہیں

ا۔ ابوداؤد نے سنن ابوداؤد ۳۸۳۵ میں کتاب الاطعمۃ باب الجمع بین لونین کے تحت اور ترمذی نے ۱۸۴۵، میں کتاب الاطعمت کے باب ماجاء فی اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں اس کو بیان کیا ہے اور ابن ماجہ نے ۳۳۲۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب القثاء والرطب یجتمعان کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے اور امام بخاری نے ۹/۵۴۴۵ میں کتاب الطعمۃ باب القثاء کے تحت اور امام مسلم نے ۲۰۴۳ میں کتاب الاشربۃ باب اکل القثاء بالرطب کے ذیل میں عبداللہ بن جعفر سے بایں طور روایت کیا ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ ککڑی کھجور کے ساتھ تناول فرما رہے تھے۔

ہوتی۔ اگر ہوتی بھی ہے تو بتدریج ہوتی ہے۔ مثانہ کے درد کے لئے نافع ہے۔ اس کی بو سے بیہوشی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کا تخم پیشاب آور ہے۔ اگر کتے کے کاٹے ہوئے مقام پر اس کے پتے کا ضماد کریں تو مفید ہے۔ دیر ہضم ہے۔ اس کی برودت سے معدہ کو کبھی ضرر بھی پہنچتا ہے۔ اس لئے اس کے استعمال کے وقت مصلح کا لحاظ رکھنا چاہیے۔ تا کہ وہ اس کی برودت ورطوبت کا معتدل کر دے جیسا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو تر کھجور کے ساتھ استعمال کیا۔ اگر اس کو

چھوہارے۔ کش مش، یا شہد کے ہمراہ استعمال کریں تو اس میں اعتدال پیدا ہو جائے گا۔

قُسط، کست ۔ یہ دونوں الفاظ مترادف ہیں۔

صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

آپ نے فرمایا:۔

خَيْرُ مَا تَدَاوَيْتُمْ بِهِ الْحِجَامَةُ وَ الْقُسْطُ الْبَحْرِيُّ ۱؎

جن چیزوں سے تم علاج کرتے ہو۔ ان میں سب سے بہترین دوا پچھنا لگوانا اور قسط سمندری ہے۔

مسند میں ام قیس کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا:۔

عَلَيْكُمْ بِهٰذَا الْعُوْدِ الْهِنْدِيِّ فَإِنَّ فِيْهِ سَبْعَةَ أَشْفِيَةٍ مِنْهَا ذَاتُ الْجَنْبِ ۲؎

تم اس عود ہندی کو بطور دوا استعمال کرو۔ اس لئے کہ اس میں سات بیماریوں کے لئے شفاء ہے ذات الجنب ان ہی میں سے ایک بیماری ہے۔

قسط دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک سفید رنگ کی ہوتی ہے۔ جس کو قسط سمندری کہتے

۱؎ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

۲؎ اس حدیث کو امام احمد نے ۶/ ۳۵۶ میں ذکر کیا ہے اور صحیح بخاری ۱۰/ ۱۲۴، ۱۲۵ میں کتاب الطب باب السعوط بالقسط الھندی والبحری کے تحت مذکور ہے۔

ہیں اور دوسری قسم کو ھندی کہتے ہیں۔ جو سفید رنگ کی قسط سے گرم تر ہوتی ہے اور سفید رنگ کی قسط اس سے کمتر ہوتی ہے۔ ان کے فوائد بے شمار ہیں۔ دونوں قسم کی قسط تیسرے درجہ میں گرم خشک ہوتی ہیں۔ بلغم کو خارج کرتی ہیں زکام کے لئے دافع ہیں۔ اگر ان دونوں کو پیا جائے تو معدہ و جگر کی کمزوری کے لئے نافع ہیں اور ان دونوں کی برودت کے لئے مفید ہیں۔ نیز بادی اور میعادی بخاری کے لئے مفید ہیں۔ پہلو کے درد کو ختم کرتی ہیں۔ ہر قسم کے زہر کے لئے تریاق کا کام کرتی ہیں اگر اس کو پانی اور شہد کے ساتھ ملا کر چہرے کی مالش کی جائے تو چھائیں جاتی رہتی ہے حکیم جالینوس نے لکھا ہے کہ قسط ٹیٹنس اور دردزہ میں مفید ہے اور کدو دانے کے لئے قاتل ہے۔

چونکہ فن طب سے نا آشنا اطباء کو اس کا علم نہ تھا کہ قسط ذات الجنب میں مفید ہے۔ اس لئے انہوں نے اس کا انکار کیا ہے۔ اگر یہ بات کہیں حکیم جالینوس سے ان کو ملتی تو اسے نص کا مقام دیتے۔ حالانکہ بہت سے متقدین اطباء نے اس بات کی تشریح کر دی ہے کہ قسط بلغم سے ہونے والے ذات الجنب کے درد میں مفید ہے۔ اس کو خطابی نے محمد بن جہم کے واسطہ سے بیان کیا ہے۔

ہم اس سے پہلے بھی یہ وضاحت کر چکے ہیں کہ انبیاء و رسل کی طب کے سامنے اطباء کی موجودہ طب کی حیثیت اس سے کم تر ہے۔ جو فسوس کاروں اور کاہنوں کا طریقہ علاج اطباء کے اس مکمل فن طب کے مقابلہ میں ہے۔

اور قابل غور بات یہ ہے کہ جو علاج وحی الٰہی کے ذریعہ تجویز کیا گیا ہو۔ اس کا مقابلہ اس علاج سے کیسے کیا جاسکتا ہے۔ جو صرف تجربہ اور قیاس کا رہین منت ہو۔ ان دونوں کے درمیان ایڑی چوٹی سے بھی زیادہ کا فرق ہے۔ یہ نادان تو ایسے بے عقل ہیں۔ کہ اگر ان کو یہود و نصاریٰ اور مشرک اطباء سے کوئی دوا مل جائے تو اسے آنکھ بند کر کے قبول کر لیتے ہیں اور تجربہ کی کوئی شرط اس کی قبولیت کے لئے نہیں پیش کرتے۔

ہم بھی اس بات کے منکر نہیں ہیں کہ عادت کا دواؤں کے اثر میں کاص مقام ہوتا ہے اور اس کی تاثیرات کے نافع و ضرر رساں ہونے میں یہ چیز مانع بن سکتی ہے۔ چنانچہ جو شخص کسی خاص دوا یا غذا کا عادی ہو۔ اس کے لئے یہ دوا زیادہ نفع بخش اور موزوں ثابت ہوتی ہے بہ نسبت اس شخص کے جو کہ اس کا عادی نہ ہو بلکہ جو دوا کا عادی نہیں ہوتا۔ اس کا اتنا فائدہ نہیں ہوتا یا کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔

اگرچہ فاضل اطباء کسی بات کو مطلقاً بیان کرتے ہیں مگر اس میں بباطن مزاج موسم مقامات اور عادات کی رعایت ہوتی ہے اور جب یہ قید اس کے کسی علاج یا تشخیص کے سلسلہ میں بڑھا دی جائے تو ان کے کلام اور ان کی علمی دسترس پر کوئی حرف نہیں آتا پھر کیسے صادق مصدوق صلی اللہ علیہ وسلم کے کلام پر حرف آسکتا ہے۔ چونکہ اکثر انسان جہالت و گمراہی کا پتلا ہوتا ہے اس لئے وہ اس سے باز نہیں آتے۔ ہاں وہ شخص اس زمرہ سے خارج ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ روح ایمانی اور نور بصیرت عطا کر کے ہدایت کرے اور اس کی مدد کرے۔

قصب السکّر (گنا) بعض صحیح احادیث میں سکر کا استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ حوض کوثر کے بارے میں ہے کہ اس کا پانی شکر سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ [1] سکر کا لفظ اس حدیث کے علاوہ کہیں اور نہیں ملتا۔

---

[1] ہمارے سامنے جو مصادر و مراجع موجود ہیں اس میں کہیں بھی یہ لفظ حوض کی صفت کے بیان مذکور نہیں ملتا۔ بلکہ "احلیٰ امن العسل" شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے۔ کے لفظ کے ساتھ صحیح مسلم ۲۲۴۷ میں حدیث ابو ہریرہ کے ذیل میں مذکور ہے۔ اسی طرح ترمذی ۲۴۴۷ میں اور مسلم نے ۲۳۰۰ میں۔ "مسند" ۵/۱۴۹ میں حدیث ابوذر کے تحت موجود ہے اور ترمذی ۲۵۴۵ میں حدیث انس بن مالک سے منقول ہے اور ترمذی ۳۳۵۸ میں بھی یہ روایت موجود ہے اور مسند ۲/۶۷ میں حدیث ابن عمر سے اور مسند ۲/۱۹۹ میں حدیث عبداللہ بن عمرو بن عاص سے منقول ہے اور اسی مسند ۱/۳۹۹ ہی میں حدیث ابن مسعود سے اور مسند کے ۵/۲۷۵، ۲۸۳ میں اور مسلم ۲۳۰۱ میں حدیث ثوبان سے مذکور ہے اور مسند ۵/۳۹۰، ۴۰۶ میں حدیث حذیفہ سے اور "مسند" ۵/۲۵۰ میں حدیث ابو امامہ سے منقول ہے۔ شکر کا لفظ ابو ہریرہ کی اس حدیث میں مذکور ہے۔ جس کو امام ترمذی نے جامع ترمذی ۲۴۰۶ میں کتاب الذہد کے تحت مرفوعاً ذکر کیا ہے۔ جس کے الفاظ یوں ہیں کہ آخری زمانہ میں کچھ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو دنیا کو دین کے ساتھ گڈمڈ کر دیں گے۔ بھیڑ کی نرم کھال پہن کر لوگوں کے سامنے نکلیں گے۔ ان کی زبان اور گفتگو شکر سے بھی زیادہ شیریں ہوگی اور ان کے (حاشیہ جاری)

شکر ایک نو ایجاد چیز ہے۔ اس بارے میں قدیم اطباء نے بحث نہیں کی ہے۔ نہ اسے جانتے ہی تھے اور نہ ہی مشروبات میں اس کا ذکر کرتے تھے۔ بلکہ ان کو صرف شہد سے واقفیت تھی اور اسی کو دواؤں کے ہمراہ استعمال کرتے تھے۔

اس کا مزاج گرم تر ہے۔ کھانسی کے لئے مفید ہے۔ رطوبت و مثانہ کو جلا دیتی ہے۔ سانس کی نالی کو صاف

کرتی ہے۔اس میں شکر سے زیادہ تلیین پائی جاتی ہے۔ قے پر ابھارتی ہے۔ پیشاب آور ہے۔قوت باہ میں اضافہ کرتی ہے۔

چنانچہ عفان بن مسلم نے بیان کیا کہ جو کھانے کے بعد کتا چوس لے تو وہ پورے دن جماع کا سرور ولطف لے سکے گا۔اگر اس کو گرم کر کے استعمال کیا جائے تو سینے اور حلق کی خشونت کو دور کرتا ہے۔اس سے ریاح پیدا ہوتی ہے۔اس لئے ریاح کو روکنے کے اس کو چھیل کر کھانا چاہیے اور اس کے بعد گرم پانی سے اس کو دھولیں تو اور زیادہ مفید ہے۔شکر صحیح قول کی بنیاد پر گرم تر ہے۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ بارد ہے۔سب سے عمدہ شکر سفید صاف وشفاف دانے [1] دار ہوتی ہے۔

پرانی شکر تازہ سے زیادہ لطیف ہوتی ہے۔اگر اس کو پکا کر اس کا جھاگ نکال لیا جائے تو تشنگی اور کھانسی میں مفید ہے۔

معدہ میں صفراء پیدا کرنے کی وجہ سے معدہ کے لئے مضر ہے۔لیموں یا عرق سنترہ یا انار ترش کے عرق سے اس کی مضرت دور کی جاسکتی ہے۔

چونکہ شکر میں حرارت اور تلیین کم پائی جاتی ہے۔اس لئے بعض لوگ اس کو شہد پر ترجیح دیتے ہیں اور اسی چیز نے ان کو شہد کے بجائے شکر کے استعمال پر آمادہ کیا۔ شہد کے فوائد شکر کے

"گذشتہ سے پیوستہ" دل بھیڑیے سے زیادہ خونخوار ہوں گے۔خدا تعالیٰ نے فرمایا۔کیا یہ میرے ساتھ دھوکا بازی سے کام لینا چاہتے ہیں۔یا مجھ پر جسارت کر دکھاتے ہیں۔میں نے بھی قسم کھالی ہے کہ میں ان پر ایسے فتنے برپا کروں گا۔جو ان میں سے حلیم وبردبار کو حیران چھوڑ دے گا۔اس کی سند میں یحیٰی بن عبید اللہ بن عبداللہ بن موہب متروک راوی ہے۔

[1] طبرزد فارسی معزب ہے۔اصل میں تبرزد ہے۔یعنی وہ سخت ہے۔نہ تو نرم اور نہ تبر پھاوڑے کو کہتے ہیں۔یعنی اس کا ابھار ارد گرد سے پھاوڑے کی طرح ہوتا ہے۔

بہ نسبت بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ نے شہد کو شفا اور دواء کے ساتھ ہی سالن اور شیرینی قرار دیا ہے۔ پھر شہد کے منافع کے مقابل شکر کا ذکر کیا؟

شہد میں تقویت معدہ پائی جاتی ہے۔ پاخانہ کم کرتی ہے۔ نگاہ تیز کرتی ہے۔اس کا دھندلا پن ختم کرتی ہے۔ اس کا غرغرہ کرنے سے خناق۔(سانس لینے میں دشواری ہونے والی بیماری) دور ہو جاتی ہے۔فالج ولقوہ سے نجات ملتی ہے اور وہ تمام بیماریاں جو برودت کی بنیاد پر جسم میں رطوبات پیدا کرتی ہیں۔سب کو شفاء بخشتی ہے اور رطوبات کو بدن کی گہرائیوں سے بلکہ تمام بدن سے ہی باہر نکال پھینکتی ہے۔صحت کی حفاظت کرتی ہے۔اسے فربہ بناتی ہے اور اس کے منہ کھول دیتی ہے۔آنتوں کی صفائی کرتی ہے کیڑے کو خارج کرتی ہے۔عفونت سے ہونے والی بدہضمی کے لئے قاطع ہے۔ساتھ ہی یہ مفید سالن بھی ہے۔بارد اور بلغمی مزاج والوں اور بوڑھوں کے لئے موزوں ترین دوا ہے۔ الغرض شہد سے زیادہ کوئی مفید دوا ہو ہی نہیں سکتی۔علاج کے لئے اور دواؤں سے مایوسی کے وقت یہی ایک چیز ہے۔

جو نافع ہوتی ہے۔ اعضائے انسانی کی محافظ ہے اور معدہ کی تقویت چند در چند کرتی ہے۔ پھر اس کے منافع خصوصیات کے سامنے شکر کا کہاں ذکر اور کیا مقام ہے۔

ظ ظ ظ

حرف کاف

کتاب الخمی۔ (تعویذ بخار)

مروزی نے بیان کیا کہ عبداللہ کو یہ معلوم ہوا کہ میں بخار میں مبتلا ہوں۔ تو انہوں نے میرے بخار کے لئے ایک رقعہ لکھ کر روانہ کیا جس میں یہ مذکور تھا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ بِسْمِ اللّٰہِ وَ بِاللّٰہِ مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰہِ قُلْنَا یَانَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَاَرَادُوْبِہٖ کَیْدًا فَجَعَلْنٰھُمُ الْاَخْسَرِیْنَ۔ اَللّٰھُمَّ رَبَّ جِبْرَائِیْلَ وَمِیْکَائِیْلَ وَاِسْرَافِیْلَ اِشْفِ صَاحِبَ ھٰذَا الْکِتَابِ بِحَوْلِکَ وَقُوَّتِکَ وَجَبْرُوْتِکَ اِلٰہَ الْحَقِّ۔ آمِین۔

اللہ کے نام سے شروع جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ اللہ کے نام سے اور اللہ کے ساتھ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ ہم نے کہا...... آگ ابراہیمؑ پر ٹھنڈا اور سلامتی بن جا۔ ابراہیم کے ساتھ ان (کافروں) نے فریب کرنے کا ارادہ کیا تھا۔ تو ہم نے ان کو ناکام بنا دیا۔ اے اللہ جبرئیل، میکائیل اور اسرافیل کے رب تو اپنی قوت وطاقت تصرف اور جبروت سے اس تعویذ والے کو شفا عطا کرا ے حقیقی معبود۔ آمین۔

مروزی نے بیان کیا کہ ابوالمنذ عمرو بن مجمع نے ابوعبداللہ یہ رقعہ پڑھ کر سنایا اور میں اسے سن رہا تھا۔ انہوں نے حدیث بیان کی کہ ہم سے یونس بن حبان نے حدیث بیان کی کہ میں نے ابوجعفر محمد بن علی سے تعویذ لٹکانے کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے کہا کہ اگر تعویذ میں کتاب الٰہی قرآن یا کلام رسول لکھا ہو تو اس کو لٹکاؤ اور اس سے شفا حاصل کرو۔ میں نے کہا کہ میں چار روزہ بخاری کے لئے "بسم اللہ و باللہ محمد رسول اللہ الخ تعویذ میں لکھتا ہوں۔ آپ نے کہا بہتر ہے۔

امام احمدؒ نے عائشہ صدیقہؓ وغیرہ ھا سے نقل کیا ہے کہ عرب لوگ اس بارے میں نرم رویہ اختیار کرتے تھے۔ حرب کا قول ہے کہ امام احمد بن حنبل اس بارے میں متشدد نہ تھے اور عبداللہ بن مسعود اس کو نہایت درجہ نا پسند کرتے تھے۔ امام احمد حنبل نے بیان کیا کہ مجھ سے تمائم کے بارے میں دریافت کیا گیا۔ جو نزول بلاء کے وقت عموماً گردن میں لٹکائی جاتی تھی۔ آپ نے فرمایا کہ میرے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

خلال نے بیان کیا کہ ہم سے عبداللہ بن احمد نے حدیث بیان کی فرمایا کہ میرے والد خوف زدہ شخص کے

لئے تعویذ لکھتے تھے اور نزول بلاء کے وقت ہونے والے بخار کے لئے بھی تعویذ لکھا کرتے تھے۔ کتاب عسرۃ ولادت

(ولادت کی پریشانی کی تعویذ)

خلال نے بیان کی کہ ہم سے عبداللہ بن احمد نے حدیث بیان کی فرمایا کہ جب کسی عورت کو دردزہ ہوتا اور ولادت کی پریشانی ہوتی تو میرے والد ایک سفید برتن یا کسی صاف پاک چیز میں عبداللہ بن عباس کی یہ حدیث لکھتے تھے۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْحَلِيْمُ الْكَرِيْمُ سُبْحَانَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَ مَا يُوْعَدُوْنَ لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا سَاعَةً مِّنْ نَّهَارٍ بَلَاغٌ (احقاف:۳۵)

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ حلیم کریم ہے۔ عرش عظیم کا رب اللہ پاک ہے۔ تمام تعریف اللہ رب العالمین ہی کے لائق ہے۔ جس روز وہ عذاب دیکھیں گے جس کا ان کو وعدہ کیا جاتا ہے۔ تو وہ سمجھیں گے کہ دنیا میں ہمارا قیام صرف ایک گھڑی بھر ہوا ہے۔ یہ (قرآن) تبلیغ ہے۔

كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحَاهَا (نازعات۔۴۶)

جس روز وہ اس کو دیکھیں گے تو وہ ایسے ہو جائیں گے گویا وہ دنیا میں دن کے آخری وقت یا ناشتہ کے وقت تک رہے ہوں۔

خلال نے بیان کیا کہ ابوبکر مروزی نے مجھے خبر دی کہ ابوعبداللہ کے پاس ایک شخص آیا اور کہا اے ابوعبداللہ! آپ ایسی عورت کے لئے تعویذ لکھتے ہیں۔ جو دو دن سے دردزہ میں مبتلا ہو؟ ابوعبداللہ نے فرمایا کہ اس سے کہو کہ ایک بڑا پیالہ اور زعفران لے کر میرے پاس آجائے۔ میں نے دیکھا کہ ابوعبداللہ بہت سی عورتوں کے لئے اس کو لکھا کرتے تھے۔

عکرمہ سے منقول ہے کہ انہوں نے عبداللہ بن عباس سے نقل کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گذر ایک گائے کے پاس سے ہوا۔ جس کا بچہ اس کے پیٹ میں پھنس گیا تھا تو اس نے کہا اے پیغمبر خدا آپ میرے لئے خدا سے دعا کیجئے کہ مجھے اس مصیبت سے نجات مل جائے۔ تو آپ نے یہ دعا فرمائی۔

يَا مُخَلِّصَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ وَيَا مُخْرِجَ النَّفْسِ مِنَ النَّفْسِ خَلِّصْهَا۔

اے نفس کو نفس سے پیدا کرنے والے اور اے نفس کو سے نفس نکالنے والے (خدا) تو اسے اس مصیبت سے نجات دے۔

انہوں نے بیان کیا یہ فوراً ہی بچہ باہر آ گیا اور گائے کھڑی ہو کر اسے سونگھنے لگی۔ پھر فرمایا کہ ولادت کی دشواری پیش آنے کی صورت میں اس کو لکھ کر دیا کرو۔ جتنے بھی دم کے طریقے اور الفاظ پہلے بیان کئے جا چکے ہیں۔ سب کو بطور تعویذ لکھ کر استعمال کرنا نافع اور مفید ہے۔

سلف کی ایک جماعت نے بعض قرآنی آیات کو لکھنے اور اس کے پینے کی رخصت دی ہے اور اسے شفاء قرار دیا ہے۔اس لئے کہ اللہ نے اسے شافی بتلایا ہے۔

عسر ولادت کا دوسرا تعویذ:۔ ان آیات کو ایک صاف پاک برتن میں لکھ کر حاملہ کو پلا دیا جائے اور اس کے شکم پر اس کو چھڑک دیا جائے۔

اِذَا السَّمَآءُ انْشَقَّتْ وَ اَذِنَتْ لِرَبِّهَا وَ حُقَّتْ وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ وَ اَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ (انشقاق۔۱،۴)

جب آسمان پھٹ جائے گا اور اپنے پروردگار کے حکم کو سننے کے لئے کان لگائے گا اور اسے لائق کیا گیا ہے اور جب زمین تان دی جائے گی اور اس میں جو کچھ ہوگا۔وہ باہر پھینک دے گی اور خالی ہو جائے گی۔

کتاب الرعاف (نکسیر کا تعویذ)

شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ مرعوف کی پیشانی پر یہ آیت لکھتے تھے۔

وَقِيْلَ يَآاَرْضُ ابْلَعِيْ مَآئَكِ وَيَا سَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ (ھود۔۴۴)

اور حکم دیا گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور حکم الٰہی پورا ہوا۔

میں نے آپ کو فرماتے ہوئے سنا کہ آپ نے اس کو بہت سے لوگوں کے لئے لکھا اور سب کے سب اچھے ہو گئے۔

اس کے بعد فرمایا کہ اس کو نکسیرہ زدہ کے خون سے لکھنا جائز نہیں جیسا کہ بہت سے نادان کرتے ہیں۔اس لئے کہ خون نجس ہے اور نجس چیز سے کلام الٰہی کو لکھنا جائز نہیں۔

نسکیر کا دوسرا تعویذ:۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک چادر کے ساتھ نکلے ایک نکسیر زدہ کا پایا تو چادر سے اس کو باندھ کر یہ آیت پڑھی۔

يَمْحُوْ اللّٰهُ مَايَشَآءُ وَ يُثْبِتُ وَ عِنْدَهٗ اُمُّ الْكِتٰبِ (رعد۔۳۹)

اللہ ہی جس (حکم) کو چاہتا ہے۔موقوف کر دیتا ہے اور جس کو چاہتا ہے قائم رکھتا ہے اور اسی کے پاس اصل کتاب ہے۔

کتاب للحزاز (بالخورہ کا تعویذ)

مریض کے سر پر یہ آیت لکھی جائے۔

فَاَصَابَهَآ اِعْصَارٌ فِيْهِ نَارٌ فَاحْتَرَقَتْ (بقرہ،۲۶۶) بِحَوْلِ اللّٰهِ وَ قُوَّتِهٖ

تو اس باغ کو تو آگ کا ایک جھونکا لگ جائے جس میں آگ ہو پھر وہ باغ جل جائے۔خدا کے تصرف اور قوت کے ذریعہ۔

اس کا دوسرا تعویذ، غروب آفتاب کے وقت لکھا جائے۔

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ اٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (حدید۔۲۸)

اے مومنو! اللہ سے ڈرو اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنی رحمت سے دوہرا (ثواب) عطا کرتے گا اور تم کو ایسا نور عطا کرتے گا۔جس کے ذریعہ تم چلتے پھرتے رہو گے اور وہ تم کو بخش دے گا۔اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔

کتاب اخر للحمی المثلثۃ (سہ روزہ بخار کا دوسرا تعویذ) تین عمدہ پتیوں پر اس کو لکھا جائے اور ہر روز ایک پتی لے کر بخار زدہ اپنے منہ میں رکھے اور پانی سے نگل جائے تو بخار ختم ہو جائے گا۔دعا یہ ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ فَرَّتْ بِسْمِ اللّٰهِ مَرَّتْ بِسْمِ اللّٰهِ قَلَّتْ

اللہ کے نام سے بھاگ کھڑا ہوا۔اللہ کے نام سے جاتا رہا اور خدا کے نام سے کم ہو گیا۔

کتاب اخر لعرق النساء (درد عرق النساء کا تعویذ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ اَللّٰهُمَّ رَبَّ كُلِّ شَيْءٍ وَّمَلِيْكَ كُلِّ شَيْءٍ وَخَالِقَ كُلِّ شَيْءٍ اَنْتَ خَلَقْتَنِيْ وَ اَنْتَ خَلَقْتَ النِّسَا فَلَا تُسَلِّطْهُ عَلَيَّ بِاَذًى وَّلَا تُسَلِّطْنِيْ عَلَيْهِ بِقَطْعٍ وَّاشْفِنِيْ شِفَاءً لَّا يُغَادِرُ سَقَمًا وَّلَا شَافِيَ اِلَّا اَنْتَ۔

شروع خدا کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔اے اللہ ہر چیز کے پروردگار اور ہر چیز کے مالک اور ہر چیز کے پیدا کرنے والے تو نے ہی مجھے پیدا کیا ہے اور تو ہی نساء کو پیدا کیا ہے اس کو مجھ پر تکلیف کے ساتھ مسلط نہ کر اور نہ اس کو مجھ پر کاٹنے کے لئے مسلط کر مجھے ایسی کامل شفا عطا فرما جو کسی بیماری کو نہ چھوڑے۔تو ہی شفا دینے والا ہے۔

کتاب للعرق الضارب (پھڑکتی رگ کا تعویذ)

ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں ابن عباس سے روایت نقل کی ہے۔کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو بخار اور تمام دردوں کے لئے یہ دعا سکھائی کہ تم اپنی زبان سے کہو تو شفا حاصل ہو گی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الْكَبِيْرِ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِيْمِ مِنْ شَرِّ كُلِّ عِرْقٍ نَعَّارٍ وَّمِنْ شَرِّ حَرِّ النَّارِ ا۔

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔(خدا) ایسا (قادر و منعم) ہے جس نے تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم لوگ بہت ہی کم شکر ادا کرتے ہو۔

اور اگر کوئی چاہے تو یہ آیت بھی لکھ سکتا ہے۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِی الَّیْلِ وَالنَّهَارِ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (انعام۔ ۱۳)

اور اسی (اللہ) ہی کی سب (ملک) ہے جو کچھ رات اور دن میں رہتے ہیں اور وہی بڑا سننے والا اور جاننے والا ہے۔

کتاب الخراج (پھوڑے کے لئے تعویذ)

پھوڑے کے اوپر یہ آیت لکھی جائے۔

وَیَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْجِبَالِ فَقُلْ یَنْسِفُهَا رَبِّیْ نَسْفًا فَیَذَرُهَا قَاعًا صَفْصَفًا لَا تَرٰی فِیْهَا عِوَجًا وَّلَآ اَمْتًا۔

(طٰه۔ ۱۰۵، ۱۰۷)

اور لوگ تجھ سے پہاڑوں کے متعلق پوچھتے ہیں۔ تو تو کہہ دے کہ ان کو میرا رب بالکل اڑا دے گا۔ پھر اس کو اس ایک ہموار میدان کر دے گا۔ جس میں (اے مخاطب) تو کوئی نا ہمواری دیکھے گا اور نا کوئی بلندی دیکھے گا۔

کمأة (سانپ کی چھتری) نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے آپ نے فرمایا۔

اَلْکَمْأَةُ مِنَ الْمَنِّ وَمَاؤُهَا شِفَاءٌ لِلْعَیْنِ۔

ا۔ امام ترمذی نے ۲۰۷۶ میں کتاب الطب میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند میں ابراہیم بن اسماعیل بن ابی حبیبہ راوی ضعیف ہے۔ نعر العرق۔ رگ کا پھڑکنا۔

کھمبی من کی ایک قسم ہے اور اس کا پانی آنکھ کے لئے شفاء ہے۔

امام بخاری۔ امام مسلم نے اس حدیث کو اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ [۱]

ابن اعرابی نے کم أة کو کمہ کی جمع خلاف قیاس بتایا ہے۔ اس لئے کہ جمع اور واحد کے درمیان صرف تاء کا فرق ہے اور اس کا واحد بھی تاء کے ساتھ ہے جب اس خدف کر دیا تو جمع کے لئے ہوگیا۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ کماة جمع ہے یا اسم جمع ہے؟ اس بارے میں دو قول مشہور ہیں۔ چنانچہ اہل لغت کا قول ہے کہ اس سے صرف دو لفظ کم أة وکم أ نکلتے ہیں۔ جیسے جب أة وجب ہے۔ ابن اعرابی کے علاوہ دوسرے لوگوں نے کہا کہ کم أة قیاس کے مطابق ہے۔ کم أة واحد کے لئے کم کثیر کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا خیال یہ ہے کہ کم أة واحد جمع دونوں کے لئے یکساں طور پر مستعمل ہے۔

جو لوگ پہلی لغت کے قائل ہیں۔ وہ شاعر کے اس کلام سے استدلال کرتے ہیں۔ کہ کم اکمؤ کی طرح جمع ہے۔

وَلَقَدْ　جَنَیْتُکَ　اَکْمُؤًا　وَعَسَا　قِلًا

وَلَقَدْ نَهَيْتُكَ عَنْ بَنَاتِ الْأَوْبَرِ ۲؎

اور میں تمہارے لئے عمدہ کھمبی اور سانپ کی چھتری چن کر لایا کہ تم کھاؤ اور میں نے تم کو بری قسم کی کھمبی کے کھانے سے روک دیا۔

ا؎ امام بخاری نے ۱۰/ ۷ ،۱۳، ۱۳۸ میں کتاب الطب باب المن شفاء للعین کے تحت اور امام مسلم نے ۲۰۴۹ میں کتاب الاشربۃ باب فضل الکم اۃ کے ذیل میں حدیث سعید بن زید رضی اللہ عنہ سے اس کو بیان کیا ہے۔

۲؎ یہ بیت "مجالس ثعلب" ص ۶۲۴، "خصائص" ۳/ ۵۸ "الکامل" ص ۱۲۶۴ "مجمع الامثال" ۱۰/ ۱۶۹، "المقتضب" ۴/ ۴۸ "المصنف" ۳/ ۱۳۴، اور المحتسب ۲/ ۱۲۴ میں مذکور ہے۔ اس سے لغت یا نحو کی کوئی کتاب خالی نہ ہونے کے باوجود اس کے قائل کا پتہ نہیں۔ اس شعر میں استدلال کی خاص جگہ الاوبر کے الف الام کی زیادتی ہے "جنیتک" کا معنیٰ ہے کہ کھمبی میں نے تمہارے لئے چن کر تمہارے پاس لایا۔ "بنات الاوبر" بری قسم کی کھمبی شاعر کی مراد یہ ہے کہ وہ اپنے محبوب کے پاس موسم ربیع کی عمدہ کھمبی کھانے کے لئے لایا اور اس کو بری قسم کی کھمبی کھانے سے روک دیا۔ اس لئے کہ اس میں کچھ بھی فائدہ نہیں ہے۔

اس شعر سے کم کے مفرد اور کم اۃ کے جماع ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔

کھمبی زمین پر خودرو ہوتی ہے۔ اس کے چھتری دار ہونے کی وجہ سے کم اۃ کہتے ہیں اور محاورہ میں کم اۃ الشہادۃ گواہی چھپانے کے معنی میں مستعمل ہے۔ کھمبی زیر زمین مستور ہوتی ہے۔ اس میں پتے اور ڈنٹھل نہیں ہوتے اس کا مادہ جوہر ارضی بخاری ہے۔ جو زمین میں اس کی سطح کے برابر موسم سرما کی ٹھنڈک کے باعث تحقن ہوتا ہے۔

ربیع کی بارش میں یہ بڑھ جاتی ہے۔ پھر یہ زمین پر اگ آتی ہے اور سطح زمین پر جسم وشکل کے ساتھ ابھرتی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو زمین کی چیچک کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ صورت اور مادہ میں چیچک کے بالکل مشابہ ہوتی ہے کیونکہ اس کا مادہ رطوبت دموی ہوتی ہے۔ جو عموماً جوانی اور نمو کے وقت ہی جلد پر ابھر آتی ہے جب کہ حرارت کا پورے طور پر غلبہ ہوتا ہے اور قوت اس کو مزید بڑھا دیتی ہے۔

یہ موسم بہار میں عام طور پر پائی جاتی ہے اس کو خام و پختہ دونوں طریقے سے کھایا جاتا ہے عرب اسے گرج کا پودا کہتے ہیں۔ اس لئے کہ گرج کی کثرت سے یہ زیادہ پائی جاتی ہے اور کڑک ہی کی وجہ سے زمین پھٹتی ہے۔ دیہات کے باشندوں کی یہ غذا ہے اور عرب کی زمین پر اس کی پیداوار زیادہ ہے۔ عمدہ قسم کی کھمبی وہی ہوتی ہے۔ جو ریتلی زمین کی ہو۔ جہاں پانی کم ہو۔

اس کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک قسم مہلک ہوتی ہے۔ جس کا رنگ سرخی مائل ہوتا ہے۔ اس سے دمہ کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

یہ تیسرے درجہ میں بارد رطب ہے۔ معدہ کے لئے مضر ہے اور دیر ہضم ہے۔ اگر اس کو بطور سالن استعمال کیا جائے تو اس سے قولنج۔ سکتہ اور فالج پیدا ہوتا ہے۔ معدہ میں درد ہوتا ہے اور پیشاب میں پریشانی لاحق ہوتی ہے۔ تازہ خشک کے مقابل کم ضرر رساں ہے۔ جو اس کو کھانا چاہے اسے چاہیے کہ تر مٹی میں دفن کر دے اور اس کو نمک پانی

اور پہاڑی پودینہ کے ساتھ جوش دے اور روغن زیتون اور گرم مصالحہ کے ساتھ کھائے کیونکہ اس کا جوہر ارضی غلیظ ہوتا ہے۔ جس کو غذا بنانا مضر ہے۔ لیکن اس میں پانی کا ایک لطیف جوہر بھی پایا جاتا ہے۔ جو اس کی لطافت پر دلالت کرتا ہے۔ اس کو بطور سرمہ استعمال آنکھوں کے دھندلا پن اور اور گرم آشوب چشم کے لئے بے حدث مفید ہے۔ مختلف فاضل اطباء نے اس کا اعتراف کیا ہے کہ کھمبی کا پانی آنکھ کو جلا بخشتا ہے۔ اس کا ذکر مسیحی اور مصنف ''القانون'' وغیرہ نے بھی کیا ہے۔

آپ کے پاس اس قول الکمأۃ مِنَ الْمَنِّ کے بارے میں دو قول منقول ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ بنی اسرائیل پر جو من نازل کیا گیا تھا۔ وہ صرف حلوا نہ تھا۔ بلکہ بہت سی چیزیں ان پودوں میں سے تھیں۔ جو بلا کاشت صنعت اور بغیر سیرابی کے خودرو تھے۔ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان پر انعام فرمایا تھا۔

مَنّ مفعول کے معنیٰ میں مصدر کا صیغہ ہے۔ یعنی ممنون کے معنیٰ میں ہے۔ خدا نے ہر ایسی چیز جو بندے کو عطا کی جس میں بندے کی کوئی کاشت و محنت نہ ہو وہ محض من ہے۔ اگرچہ اس کی ساری نعمتیں ہی بندے پر من ہوں۔ مگر جس میں کسب انسانی کا دخل نہ تھا۔ اس کو خاص طور پر من قرار دیا اس لئے کہ وہ بندے کے واسطے کے بغیر من ہے اور خدا تعالیٰ نے میدا تھیہ میں ان کی غذا کم أۃ (کھمبی) بنائی جو روٹی کے قائم مقام تھی اور ان کا سالن سلویٰ بنایا جو گوشت کے قائم مقام تھا اور ان کا حلوا اس شبنم کو بنایا جو درختوں پر نازل ہوئی تھی۔ چنانچہ یہ حلواء کے قائم مقام ہوا۔ اس طرح سے بنو اسرائیل کی معیشت کی تکمیل فرمائی۔

اس کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول پر غور فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ کھمبی من کی ایک قسم ہے۔ جس کو خدا نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا۔ گویا کہ کھمبی کو من میں شمار فرمایا اور اس کا ایک جزء قرار دیا اور ترنجبین[1] جو درختوں پر گرتی ہے۔ وہ بھی من ہی کی ایک قسم ہے۔ پھر نئی اصطلاح میں اس کو من پر بولا جانے لگا۔

---

[1] ترنجبین:۔ معتمد کے صفحہ نمبر ۵۰ پر مذکور ہے کہ یہ شہد کی طرح جمع ہوئی دانے دار تر ہوتی ہے۔ جو آسمان سے گرتی ہے۔ اس کی تاویل شیریں تراوٹ اور شبنم سے کی جاتی ہے۔ یہ اکثر خراسان میں درخت حاج پر گرتی ہے۔ جس کو درخت قتاد بھی کہتے ہیں۔ یہ شبنم کافور کی طرح جمی ہوئی ہوتی ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کم أۃ کو نبی علیہ الصلوٰۃ السلام نے اس من کے مشابہ قرار دیا جو آسمان سے نازل ہوا تھا۔ وجہ شبہ یہ ہے کہ یہ بغیر کسی محنت و مشقت اور بغیر کاشت اور آبیاری کے پیدا ہوتا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ کھمبی کی حیثیت ہونے کے باجود اس میں ضرر کا کیا سوال ہوتا ہے اور یہ اس میں کس طرح پیدا ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آپ نے اس پر غور نہیں کیا کہ باری تعالیٰ نے اپنی تمام مصنوعات کو جانچ پڑتال کر کے اور پوری طرح پرکھنے کے بعد پیدا فرمایا اور ممکن حد تک اس میں عمدگی و بہتری کا عنصر شامل رہا اور وہ اپنی پیدائش کے ابتدائی مرحلہ میں تمام آفات و علل سے خالی تھی اور اس سے وہ منفعت پوری ہوتی رہی۔ جس کے لئے اسے پیدا کیا گیا تھا۔ اب اس کی تخلیق کے بعد اس میں آفات و علل دوسرے امور کی وجہ سے جو ان سے ملے ہوئے تھے۔ یا

ماحول کے اثرات کی بنا پر یا اختلاط و امتزاج کی بنیاد پر یا کسی دوسرے سبب سے پیدا ہو گئے۔ جو اس کے فساد اور اسباب کا کوئی تعلق نہ رہتا۔ تو پھر وہ عمدہ اور بہتر ہوتی۔ اس میں فساد کا کوئی عنصر موجود ہی نہ ہوتا۔

جسے دنیا اور اس کی ابتداء کے حالات سے ذرا بھی واقفیت ہوگی اسے یہ بھی معلوم ہوگا۔ کہ فضائے عالم نباتات وحیوانات عالم میں تمام فسادات اس کی تخلیق کے بعد ہی پیدا ہوئے ہیں اور باشندگان عالم کے اس احوال میں بھی تخلیق کے بعد فسادات رونما ہوئے۔ جہاں جس قسم کے مواد و مفاسد ظہور پذیر ہوئے۔ اسباب سامنے آئے وہ مفاسد پیدا ہوتے گئے۔ انسانوں کی بداعمالی اور انبیاء ورسل کی مخالفت پر ان کی آمادگی ہمیشہ فساد عام وخاص کی وجہ سے ہوتی رہی۔ ان کی بنا پر اہل دنیا پر مصائب وآلام کا نزول ہوا امراض واسقام پیدا ہوئے۔ طاعون رونما ہوئے اور قحط پڑے۔ خشک سالی سے دو چار ہوئے۔ زمین کی برکتیں۔ اس کے پھل پھول اور درخت ختم ہو گئے۔ منافع کا دور تک پتہ نہ تھا اور یکے بعد دیگر نے نقصانات کے سامان ہوتے رہے۔ اگر آپ کے علم کی رسائی اس منزل تک نہیں تو پھر خدا کا یہ قول سامنے رکھے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ (روم۔ ۴۱)

خشکی اور ترمذی میں انسانوں کی بداعمالی کی پاداش میں فساد ظاہر ہوتا ہے۔

اس آیت کریمہ کو احوال عالم کے سامنے رکھ کر ذرا اس پر غور اور دیکھو کہ دونوں میں کس قدر مطابقت ہے اور یہ تو آپ دیکھتے ہی ہیں کہ ہمہ وقت آفات وعلل پھلوں۔ کاشتوں اور حیوانات میں پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ پھر ان آفات کے نتیجہ میں دوسری آفتیں رونما ہوتی ہیں۔ جیسے باہم مل جل کر ایک دوسرے کے ساتھ چل ہی رہی ہوں۔ جب لوگوں میں مظالم وفسق وفجور عام ہو جاتے ہیں تو اللہ رب العزت ان کی غذاؤں۔ پھلوں میں آفات وعلل پیدا کر دیتا ہے جن سے ان کی فضا متاثر ہوتی ہے۔ ان کے دریا چشمے متعفن ہو جاتے ہیں۔ ان کے جسم برباد ان کی صورتیں مسخ اور ان کی شکلیں بدل جاتی ہیں۔ ان کے اخلاق میں پستی آجاتی ہے۔ پھر آفات کا دور دورہ ہوتا ہے۔ جو ان کی بداعمالی مظالم اور برائیوں کے نتائج ہوتے ہیں۔

گیہوں وغیرہ کے دانے آج کے مقابل پہلے بڑے سائز کے ہوئے تھے اور ان میں برکت بھی تھی۔ چنانچہ امام احمدؒ نے اپنی استاد کے ساتھ روایت کیا کہ بنو امیہ کے خزانے میں ایک تھیلی تھی۔ جس میں کھجور کی گٹھلی کی طرح گیہوں تھے۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ یہ عدل وانصاف کے دور کی پیداوار ہے۔ اس واقعہ کو امام احمد نے اپنی مسند ا ے میں ایک حدیث کے اثر سے روایت کیا ہے۔

یہ بیماریاں اور عمومی آفات گذشتہ امتوں کے عذاب پسماندہ حصہ ہے۔ جو ہم تک پہنچا ہے۔ پھر یہ بیماریاں اور آفتیں گھات لگائے رہیں۔ آنے والے لوگوں کے اعمال کی سزا کے لئے متعین رہیں۔ یہ خدا کا قانون عدل وانصاف ہے۔ اسی کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ فرمایا۔ جب آپ نے طاعون کے بارے میں فرمایا کہ یہ اس عذاب اور گرفت کا ایک بقیہ حصہ ہے۔ جسے خدا نے بنی اسرائیل پر نازل کیا تھا۔

ا ۲/ ۲۹۲۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ایک قوم پر ہوا کو سات رات اور آٹھ دن مسلط کر دیا تھا۔ اسی بادو باراں کا ایک حصہ آج بھی باقی رہ گیا ہے۔ جو رہ رہ کر دنیا کو بے چین کرتی ہے۔ اس مثال میں خدا کی جانب سے درس وعبرت نصیحت ہے۔

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس دنیا میں نیک وبد اعمال کے آثار کے لئے ایسے مقتضیات نازل کئے ہیں جن سے کسی کو مفر نہیں۔ چنانچہ اس نے احسان، زکوٰۃ اور صدقہ روکنے سے بارش روک دی قحط اور خشک ا سالی مسلط کر دی اور مسکینوں پر ظلم وستم، ناپ تول میں کمی اور توانا کا کمزور پر ظلم وزیادتی ایسے سلاطین وحکام کے جبر واستبداد کا سبب بنتا ہے۔ جن سے اگر رحم کی درخواست کی جائے تو رحم نہیں کھاتے اور اگر انہیں متوجہ کیا جائے تو متوجہ نہیں ہوتے یہ عوام ورعایا کی بداعمالی کی پاداش میں امراء کی صورتوں میں سامنے آتے ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنی حکمت بالغہ اور عدل وانصاف کے پیش نظر لوگوں کے اعمال کو مختلف اور مناسب صورت وقالب میں ظاہر کرتا رہتا ہے۔ کبھی جابر وسرکش حکام کے انداز میں اور کبھی قحط وخشک سالی کی صورت میں کبھی سخت گیر دشمن کی شکل میں کبھی جابر وسرکش حکام کے انداز میں اور کبھی عام بیماریوں کی صورت میں کبھی مصائب وآلام رنج وغم کی شکل میں ظاہر کرتا ہے۔ جو انسانوں کا ایسا

ا ابن عمر کی مرفوع حدیث میں مذکور ہے کہ کسی قوم میں جب تک برائی کھل کر سامنے نہیں آتی اس وقت تک ان میں طاعون اور ایسے مصائب وامراض نہیں پھیلتے جن کا تجربہ ان کے اسلاف کو نہ تھا اور جب وہ ناپ وتول میں کم کرنے لگیں تو ان کو قحط سالی۔ تنگدستی اور بادشاہوں کے مظالم سے دوچار ہونا پڑتا ہے اور جب انہوں نے زکوٰۃ روک دی تو آسمان سے بارش بھی روک دی گئی۔ اگر چوپاتے نہ ہوتے تو بارش بالکل نہ ہوتی اور جب کسی قوم نے اللہ اور اس کے رسول سے کئے ہوئے وعدہ کو توڑا تو خدا نے ان پر ایسے دشمن مسلط کئے جو غیر قوم کے تھے۔ تو انہوں نے ان کے قبضہ سے تمام چیزیں چھین لیں اور جب ان کے ائمہ نے کتاب اللہ سے فیصلہ کرنا چھوڑ دیا تو باہمی جنگ وجدال ان کے درمیان پیدا کر دی۔ اس حدیث کو ابن ماجہ نے ۴۰۱۹ میں بیان کیا اس کی سند میں خالد یزید راوی ضعیف ہے۔ لیکن اس کا حاکم نے ۴/ ۵۴۰ میں دوسری سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے اور اسی سے اس حدیث کی تقویت ہو جاتی ہے۔ باب میں ابن عباس کا اپنا قول مذکور ہے۔ جس کو بیہقی نے ۳/ ۳۴۶ میں صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

تعاقب کرتے ہیں۔ کہ کبھی اس سے جدا ہی نہیں ہوتے۔ کبھی آسمان وزمین کی برکتوں سے مخلوق کو محروم کر دیتا ہے۔ کبھی ان پر شیاطین کو مسلط کر دیتا ہے۔ جو ان کو طرح طرح کے عذاب میں پھانستے رہتے ہیں۔ تاکہ کلمہ حق ثابت ہو جائے اور ہر ایک شخص جس کے لئے پیدا کیا گیا ہے وہ ثابت ہو جائے اور ایک باہوش شخص اطراف کی سیر اپنی بصیرت کے ساتھ کرتا ہے اور اس کا بغور مشاہدہ کرتا ہے اور باری تعالیٰ کے عدل وانصاف اور اس کی حکمت بالغہ کے مواقع کو دیکھتا ہے۔ تو اس وقت اس پر یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ رسل وانبیاء اور ان کے متبعین ہی خاص طور پر راہ نجات پر ہیں اور دنیا کے سارے لوگ ہلاکت وبربادی کے راستے پر رواں دواں ہیں اور ہلاکت کے گھر کی طرف جارہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنا کام پورا ہی کر کے رہے گا۔ اس کے حکم کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔ اس کے آرڈر کو کوئی پھیرنے والا

نہیں۔اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول "اس کا پانی آنکھ کے لئے شفا ہے" میں تین ۳ اقوال ہیں۔

پہلا قول یہ ہے کہ اس کا پانی آنکھ میں استعمال کی جانے والی دواؤں میں ملالیا جائے اس کو تنہا استعمال نہ کیا جائے اس کو ابوعبیدہ نے بیان کیا ہے۔

دوسرا قول یہ ہے کہ اس کے خالص پانی کو نچوڑ کر...... پکالیا جائے۔ پھر اسے لگایا جائے اس لئے کہ آگ اس کو نضج کرنے کے بعد اس میں لطافت پیدا کرتی ہے اور اس کے فضلات اور تکلیف وہ رطوبات کو باہر کر دیتی ہے اور اس میں صرف نفع بخش اجزا باقی رہ جاتے ہیں۔

تیسرا قول یہ ہے کہ کھمبی کے پانی سے مراد وہ پانی ہے۔ جو بارش کے بعد حاصل ہوتا ہے اور وہ بارش کا پہلا قطرہ ہے جو زمین کی جانب آتا ہے۔ اس کے بعد اضافات ہوتے ہیں۔ جو اضافت اقترانی کہلاتے ہیں۔ نہ کہ اضافہ جزئی۔ اس کو ابن جوزی نے بیان کیا ہے۔ یہ بعید از قیاس اور بہت کمزور قول ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اگر کھمبی کا پانی صرف آشوب چشم کی برودت کے لئے استعمال کیا جائے تو اس کا پانی ہی شفا ہے اور اگر کسی دوسرے بیماری میں استعمال کرنا ہو تو مرکب بہتر ہے۔

غافقی نے بیان کیا کہ اگر کھمبی کے پانی میں اثمد گوندھ کر اس کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کی تمام دواؤں میں سب سے بہتر دوا ہے۔ پلکوں کو قوت دیتا ہے۔ روح باصرہ کو قوی کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے اور نزلہ کے لئے دفاع کا کام کرتا ہے۔

کباث (پیلو کا پھل) صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ حدیث مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ ہم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ پیلو کے پھل چن رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ سیاہ رنگ کا پھل چن لو اس لئے کہ یہ سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ ۱؎

کَباث:۔ کاف کے فتحہ اور باء موحدہ مخففہ اور ثاء مثلثہ پڑھا گیا ہے۔ درخت پیلو کے پھل کو کہتے ہیں۔ یہ حجاز میں پایا جاتا ہے۔ اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ اس کے فوائد درخت کے منافع کی طرح ہی ہیں۔ معدہ کے لئے مقوی ہے۔ ہاضمہ درست کرتا ہے۔ بلغم کو خارج کرتا ہے۔ پشت کے درد کو دور کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی بیماریوں میں نافع ہے۔

ابن جلجل نے بیان کیا کہ اگر اس کو پیس کر پیا جائے تو پیشاب لاتا ہے۔ مثانہ صاف کرتا ہے اور ابن رضوان نے لکھا ہے کہ یہ معدہ کو مضبوط بناتا ہے۔ پاخانہ بستہ کرتا ہے۔

کَتَم (نیل) امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری میں عثمان بن موہب سے روایت کی انہوں نے بیان کیا۔

دَخَلْنَا عَلٰی اُمِّ سَلَمَةَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهَا فَاَخْرَجَتْ اِلَیْنَا شَعْرًا مِنْ شَعْرِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَاِذَا هُوَ مَخْضُوْبٌ بِالْحِنَّاءِ وَالْكَتَمِ ۲؎

ا۔ امام بخاری نے ۹ / ۴۹۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الکباث دھورق الاراک کے تحت اور امام مسلم نے ۲۰۵۰ میں کتاب الاشربۃ کے باب فضیلۃ الا سود من الکباث کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲۔ امام بخاری نے ۱۰ / ۲۹۸، ۲۹۹، میں کتاب اللباس کے باب مایذکر فی الشیب کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

ہم لوگ ام المومنین ام سلمہؓ کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے ہمیں پیغمبر علیہ الصلوٰۃ السلام کے ہوئے مبارک میں سے ایک بال دکھایا تو وہ مہندی اور نیل سے رنگا ہوا تھا۔

سنن اربعہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت مذکور ہے آپ نے فرمایا کہ سب سے عمدہ چیز جس سے تم سفید بالوں کو رنگین بناؤ مہندی اور نیل ہے۔ ا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے حناء اور نیل کا خصاب لگایا۔ ۲۔

سنن ابوداؤد میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

مَرَّ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَجُلٌ قَدِ اخْتَضَبَ بِالْحِنَّاءِ فَقَالَ مَا أَحْسَنَ هٰذَا؟ فَمَرَّ آخَرُ قَدِ اخْتَضَبَ بِالْحِنَّاءِ وَ الْكَتَمِ فَقَالَ هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا۔ فَمَرَّ آخَرُ بِالصُّفْرَةِ فَقَالَ هٰذَا أَحْسَنُ مِنْ هٰذَا كُلِّهِ ۳۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے سے ایک شخص گذرا جس نے مہندی کا خصاب لگا رکھا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا یہ کتنا عمدہ ہے؟ پھر دوسرا شخص گذرا جس نے مہندی اور نیل کا خضاب لگایا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ

ا۔ امام احمد نے ۵ / ۱۴۷ میں۔ ترمذی نے ۱۷۵۳ میں۔ ابوداؤد نے ۴۲۰۵ میں نسائی نے ۸ / ۱۳۹ میں اور ابن ماجہ نے ۳۶۲۲ میں اس کو ذکر کیا ہے۔ اس کی سند صحیح ہے۔ اس کی تصحیح ابن حبان نے ۱۴۷۵ میں کی ہے اور یہ "المصنف" ۴۷ ۲۰۱ میں بھی مذکور ہے۔

۲۔ امام بخاری نے ۷ / ۲۰۰، ۲۰۱ میں کتاب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اور امام مسلم نے ۲۳۴۱ میں کتاب الفضائل باب شیبہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

۳۔ ابوداؤد نے ۴۲۱۱ میں۔ ابن ماجہ نے ۳۶۲۷ میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں حمید بن وہب لین الحدیث ہے اور ان سے روایت کرنے والا راوی محمد بن طلحۃ الیامی صدوق ہے مگر واہمہ زدہ ہے۔

وآلہ وسلم نے فرمایا کہ یہ اس سے بھی عمدہ ہے۔ پھر ایک تیسرا شخص گذرا جس نے زرد رنگ کا خضاب لگا رکھا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا کہ یہ سب سے عمدہ ہے۔

غافقی نے بیان کیا کہ نیل ایک پودا ہے۔ جو میدانی علاقوں میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کا پتہ زیتون کے پتے کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی لمبائی قد آدم کے برابر ہوتی ہے۔ پھل سیاہ مرچ کی طرح ہوتے ہیں۔ جن کے بیچ میں گٹھلی

ہوتی ہے۔ جب اس کو توڑا جائے تو سیاہ ہوتا ہے۔ اگر اس کے پتے کا رس نچوڑ کر دو تولہ کی مقدار پی لیا جائے تو شدید قسم کی قئے آتی ہے۔ کتے کے کاٹنے پر مفید ہے اور اس کی جڑیں پانی میں ابال دی جائیں تو روشنائی۔

کندی کا بیان ہے کہ تخم نیل کو بطور سرمہ استعمال کریں تو آنکھ کے نزول الماء کو تحلیل کر دیتا ہے اور ہمیشہ کے لئے آنکھ نزول الماء سے محفوظ ہو جاتی ہے۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ کتم نیل کے پتے کو کہتے ہیں میں یہ ایک واہمہ ہے۔ اس لئے کہ برگ نیل کتم کے علاوہ دوسری چیز ہے۔ صاحب صحاح نے لکھا ہے کہ کتم بالتحریک ایک پودا ہے جس کو نیل کے ساتھ ملا کر خضاب کے طور پر استعمال کرتے ہیں۔

بعضوں نے یہ کہا کہ نیل ایک پودا ہے۔ جس کے پتے لمبے ہوتے ہیں۔ رنگ مائل بہ نیلگوں ہوتا ہے۔ یہ درخت بید کی پتیوں سے بڑا ہوتا ہے۔ لوبیا (سیم) کے پتے کی طرح ہوتا ہے مگر اس سے بڑا ہوتا ہے۔ حجاز و یمن میں پیدا ہوتا ہے۔

اگر کوئی یہ اعتراض کرے کہ صحیح بخاری میں حضرت انس سے ثابت ہے کہ انہوں نے بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خضاب استعمال نہیں کیا۔ [1]

اس کا جواب امام احمد حنبلؒ نے دیا ہے فرمایا کہ انسؓ کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خضاب استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھنے والے نہ دیکھنے والے کے برابر نہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور ان کے ساتھ محدثین کرام کی ایک جماعت

---

[1] امام بخاری نے صحیح بخاری ۱۰/ ۲۹۷ ۔ میں اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۴۱ ۲۳ میں اس کی تخریج کی ہے۔

نے خضاب نبوی کو ثابت کیا ہے اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا انکار کیا ہے۔

یہ بھی اعتراض کیا جاتا ہے کہ صحیح مسلم میں ابوقحافہ کے واقعہ میں سیاہ خضاب لگانے سے ممانعت موجود ہے۔ کہ جب ابوقحافہ کو آپ کے پاس لایا گیا تو ان کے سر اور داڑھی کے بال بیلے کے پھول کی طرح سفید تھے۔ تو آپ نے فرمایا کہ سفید بالوں کو بدبو البتہ سیاہ کرنے سے اس کو بچانا۔ [1]

اور کتم بال کو سیاہ کرتا ہے۔ لہٰذا اس سے بھی ممانعت حدیث کی روشنی میں ہونی چاہیے۔ تو اس کا جواب دو طریقہ سے دیا گیا ہے۔

پہلا جواب یہ ہے کہ حدیث میں خالص سیاہی سے ممانعت کی گئی ہے۔ لیکن اگر مہندی میں کتم وغیرہ ملا کر استعمال کیا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔ اس لئے کہ کتم اور مہندی کے خضاب سے بال سرخ وسیاہ کے مابین ہوتے ہیں۔ نیل کے برخلاف اس لئے کہ نیل سے بال گہرا سیاہ ہو جاتا ہے۔ یہ سب سے عمدہ جواب ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ جس سیاہ خضاب سے ممانعت حدیث میں وارد ہے۔ وہ فریب دینے والا خضاب ہے۔ جیسے کوئی باندی اپنے آقا کو فریب دینے کے لئے مخضاب کرے۔ یا کوئی سن رسیدہ عورت بال میں خضاب لگائے تا کہ

اس کا شوہر فریب میں مبتلا ہو جائے۔ یا کوئی بوڑھا اپنی عورت کو دھوکہ دینے کے لئے سیاہ خضاب بال میں لگائے تو یہ سب فریب اور دھوکا ہے۔ لیکن جہاں فریب اور دھوکا کا شائبہ نہ ہو وہاں کوئی مضائقہ نہیں جیسا کہ حضرت حسن اور حسین رضی اللہ عنہما کے بارے میں صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ دونوں سیاہ خضاب استعمال فرماتے تھے۔ اس کو ابن جریر نے اپنی کتاب ''عبداللہ بن جعفر سعد بن ابی وقاص، عقبہ بن عامر، مغیرہ بن شعبہ، جریر بن عبداللہ، عمرو بن عاص کے بارے میں کیا ہے اور اس کا تابعین کی ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ جن میں عمرو بن عثمان علی بن عبداللہ بن عباس، ابو سلمہ بن عبدالرحمن،

ا۔ امام مسلم نے ۲۱۰۲ میں کتاب اللباس باب استحباب خضاب الشیب بصفرۃ وحمرۃ وتحریمہ بالسواد کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

عبدالرحمن بن اسود، موسیٰ بن طلحہ، زہری، ایوب اسماعیل بن معدیکرب وغیرہ ہیں اسی طرح علامہ ابن جوزی نے بھی اس کو محارب بن دثار،

اس کا جواب امام احمد حنبلؒ نے دیا ہے فرمایا کہ انسؓ کے علاوہ بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خضاب استعمال کرتے ہوئے دیکھا ہے اور دیکھنے والے نہ دیکھنے والے کے برابر نہیں۔ چنانچہ امام احمد بن حنبل اور ان کے ساتھ محدثین کرام کی ایک جماعت یزید، ابن جریج، ابو یوسف، ابو اسحٰق، ابن ابی لیلیٰ، زیاد بن علاقہ، غیلان بن جامع، نافع، بن جبیر، عمرو بن علی المقدمی اور قاسم بن سلام وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ سارے رواۃ بھی خود استعمال کرتے تھے۔

کرم (انگور کا درخت) یہ انگور کے درخت کی بیل ہوتی ہے۔ اب اس کو کرم کہنا مکروہ ہے۔ چنانچہ امام مسلم نے صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا۔

لَایَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ لِلْعِنَبِ اَلْکَرْمَ اَلْکَرْمُ الرَّجُلُ الْمُسْلِمُ وَفِی رَوَایَۃٍ اِنَّمَا الْکَرْمُ قَلْبُ الْمُؤمِنِ ا۔

تم میں سے کوئی انگور کو کرم نہ کہے۔ کرم تو مسلمان مرد ہے اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ کرم تو مومن کا دل ہوتا ہے۔

دوسری حدیث میں آپ نے فرمایا کہ کرم نہ کہو بلکہ حبلۃ وعنب کہا کرو۔ ۲۔

اس میں دو معنیٰ ہیں۔ ایک تو یہ کہ عرب درخت انگور کو کرم کہا کرتے تھے۔ اس لئے کہ اس کے منافع بے شمار تھے اور خیر کا پہلو بھی غیر معمولی تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انگور کے درخت کو ایسا نام قرار دینا ناپسند کیا۔ جس سے لوگوں کے دلوں میں غیر معمولی محبت پیدا ہو جائے اور اس سے بنائی جانے والی شراب سے بھی ان کو محبت ہو جائے۔ جب کہ یہ ام الخبائث ہے۔ اس لئے جس سے شراب تیار کی جاتی ہے۔ اس کا ایسا عمدہ نام جس میں خیر ہی خیر ہو۔ ...... رکھنا درست نہیں۔

ا۔ امام مسلم نے ۲۲۴۷ میں کتاب الالفاظ کے باب کراہۃ تسمیۃ العنب کرما کے تحت حدیث ابو ہریرہ سے اس کو بیان کیا ہے اور یہ حدیث اسی طرح بخاری ۱۰/ ۴۶۵، ۴۶۷ میں مذکور ہے۔

۲۔ امام مسلم نے ۲۲۴۸ میں کتاب الالفاظ کے تحت حدیث وائلؓ سے اس کو ذکر کیا ہے۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ جملہ "لَیسَ الشَّدِیدُ بِالصُّرَعَةِ" ۱؎ اور لَیسَ الْمِسْکِینُ بِالطَّوَّافِ ۲؎ کے قبیل سے ہے۔ یعنی تم لوگ درخت انگور کے منافع کی کثرت کو دیکھ کر اس کا نام کرم رکھتے ہو۔ جب کہ قلب مومن یا مرد مسلم اس کہ نام کا زیادہ حق دار ہے۔ اس لئے کہ مومن سراپا نفع وخیر ہوا کرتا ہے۔ لہٰذا یہ قلب مومن کی تقویت وتنبیہ کے لئے ہے کہ مومن کے دل میں خیر ہی خیر، جود وسخاوت اور ایمان، روشنی، ہدایت وتقویٰ اور ایسی خوبیاں ہوتی ہے۔ جو درخت انگور سے بھی زیادہ اس بات کی مستحق نہیں ہیں کہ اسے کرم کہا جائے۔

شاخ انگور سرد خشک ہے اور اس کی پتیاں، ٹہنیاں اور عرموش پہلے درجے کے آخر میں بارد ہوتی ہیں۔ اگر اس کو پیس کر سر درد کے مریض کو ضماد کیا جائے تو سکون ہوتا ہے۔ اسی طرح گرم اورام اور معدہ کی سوزش کو ختم کرتا ہے اور اس کی شاخوں کا شیرہ اگر پیا جائے تو قے رک جاتی ہے اور پاخانہ بستہ ہوتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کا تازہ گودہ اور اس کی پتیوں کا مشروب پیا جائے۔ تو آنتوں کے زخموں، نفث الدم اور قے دم کو دور کرتا ہے اور درد معدہ کے لئے نافع ہے اور درخت انگور کا رستا ہوا مادہ جو شاخوں پر سپایا جاتا ہے۔ بالکل گوند کی طرح ہوتا ہے۔ اگر اس کو پیا جائے تو پتھریوں کو نکالتا ہے اور اگر اس کو داد کھجلتی کے زخموں پر لگائیں۔ تو اچھا ہوتا ہے۔ اس

۱؎ بخاری نے ۱۰/۴۳۱ میں کتاب الادب کے باب الحذر من الغضب کے ذیل میں حدیث ابو ہریرہ سے بیان کیا ہے۔ حدیث یہ ہے۔ اِنَّمَا الشَّدِیْدُ الَّذِی یملک نفسہ عِندَ الغضب صُرعہ صاد کے ضمہ راء کے فتحہ زبردستیہ پہلوان کو کہتے ہیں۔ حزۃ، عزۃ، خدعۃ کی طرح لفظ ہے۔

۲؎ امام مسلم نے ۱۰۳۹ میں کتاب الزکوۃ باب المسکین الذی لا یجد غنی کے تحت حدیث ابو ہریرہ ابو ہریرہ سے ان الفاظ کے ساتھ بیان کیا ہے کہ مسکین وہ نہیں جو در بدر پھیرے لگائے اور لوگ اسے ایک یا دو لقمہ۔ یا ایک دو، کھجور دے دیں۔ صحابہ کرام نے عرض کیا کہ اے پیغمبر خدا پھر مسکین کون ہے؟ آپ نے فرمایا کہ مسکین وہ ہے جو آسودگی کا کوئی راستہ نہیں رکھتا اور لوگوں کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ اس کو صدقہ دیں اور لوگوں سے کچھ سوال بھی نہیں کرتا اور ایک دوسری روایت میں ہے۔ کہ مسکین پاک دامن ہے۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ کر معلوم کر سکتے ہو۔ لَا یَسْئَلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا، وہ لوگوں سے لپٹ کر سوال نہیں کرتے۔

کو استعمال کرنے سے پہلے پانی اور نظرون سے عضو کو دھو لینا چاہیے۔ اگر اس کو روغن زیتون کے ہمراہ استعمال کیا جائے تو بال صفا کا کام دیتا ہے اور سوختہ شاخوں کی راکھ کو سرکہ، روغن گل اور عرق سذاب کے ساتھ ملا کر ضماد کیا جائے تو طحال کے ورم کے لئے نافع ہوتا ہے اور انگور کی کلیوں کا روغن قابض ہوتا ہے اور روغن گل جیسی تاثیر وقوت اس میں بھی ہوتی ہے۔ اس کے فوائد کھجور کی طرح بے شمار ہیں۔

کُرَفس (احمود) ایک بالکل غلط حدیث روایت کی گئی ہے۔ جس کی نسبت رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا صحیح نہیں اس میں مذکور ہے کہ آپ نے فرمایا۔

مَنْ اَکَلَہٗ ثُمَّ نَامَ عَلَیْہِ نَامَ وَ نَکْھَتُہٗ طَیِّبَۃٌ وَیَنَامُ اٰمِنًا مِنْ وَجَعِ الْاَضْرَاسِ وَ الْاَسْنَانِ

جو شخص احمود کھا کر کے سو جائے تو سونے کی حالت میں اس کے منہ کی بو خوش گوار ہو گی اور دانتوں اور واڑھوں کے درد سے [illegible]ظ ہو کر سوئے گا۔

اس حدیث کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرنا باطل ہے یہ سراسر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افتراء پردازی ہے۔ احمود بستانی کے استعمال سے منہ کی خوشبودار اور خوش گوار ہوتا ہے اور اگر اس کی جڑ گردن میں لٹکائی جائے تو درد دنداں میں مفید ہوتی ہے۔

اس کا مزاج گرم خشک ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ تر ہوتی ہے۔ جگر اور طحال کے سدوں کو کھولتی ہے اور اس کا پتہ بارد معدہ اور جگر کے لئے مفید ہے۔ پیشاب آور ہوتا ہے اور حیض جاری ہوتا ہے۔ پتھریوں کو توڑ کر خارج کر دیتا ہے۔ اس کا تخم قوت میں اس سے زیادہ ہوتا ہے۔ قوت باہ بڑھاتا ہے۔ گندہ دہنی کو دور کرتا ہے۔ امام رازی نے بیان کیا ہے کہ اگر بچھو کے ڈنک مارنے کا اندیشہ ہو تو اس کے استعمال سے پرہیز کرنا چاہیے۔

کراث (گندنا) اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے۔ جس کی نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ باطل اور موضوع حدیث ہے۔ اس میں مذکور ہے۔

مَنْ اَکَلَ الْکُرَّاثَ ثُمَّ نَامَ عَلَیْہِ نَامَ اٰمِنًا مِنْ رِیْحِ الْبَوَاسِیْرِ وَاعْتَزَلَهُ الْمَلَکُ لِنَتْنِ نَکْهَتِہٖ حَتّٰی یُصْبِحَ ا۔

جو گندنا کھائے اور پھر اسی حالت میں سو جائے تو اسے ریح بواسیر کا خطرہ نہیں ہوتا اور فرشتے اس کی بدبو کی وجہ سے صبح تک اس سے الگ رہتے ہیں۔

اس کی دو قسمیں ہیں۔ نبطی اور شامی۔

.... جس میں چھتری ہوتی ہے۔ یہ گرم خشک ہوتی ہے۔ اس سے سر درد پیدا ہوتا ہے۔ اگر اس کو پکا کر کھایا جائے یا اس کا عرق پیا جائے تو بواسیر بارد کے لئے مفید ہے اور اگر اس کے تخم کے سفوف کو تارکول میں ملا کر اس کو بخور کیا جائے تو داڑھ کے کیڑے کو باہر نکال پھینکتی ہے اور اس کے درد کو ختم کرتی ہے۔

اور سرین کو اس کے تخم کی دھونی دی جائے تو بواسیر کے لئے مفید ہے۔ یہ تمام خصوصیات نبطی گندنا کی ہیں۔ ان خصوصیات وفوائد کے باوجود اس سے دانتوں اور مسوڑھوں کو نقصان بھی ہوتا ہے۔ درد سر پیدا کرتا ہے اور برے خواب نظر آتے ہیں۔ کوربینی پیدا کرتا ہے۔ گندہ دہنی کا سبب بنتا ہے۔ اسی طرح پیشاب اور حیض لاتا ہے۔ قوت بڑھاتا ہے اور دیر ہضم ہے۔

ظظظ

حرف لام

لحم (گوشت) اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

وَاَمْدَدْنٰھُمْ بِفَاکِهَةٍ وَّلَحْمٍ مِّمَّا یَشْتَھُوْنَ

(طور۔۲۲)

اور ہر طرح کے پھل پھول اور ہر قسم کے گوشت سے جو بھی وہ چاہتے ہیں ہم ان کو وافر دے رکھا ہے۔

ا۔ یہ ایک طویل موضوع حدیث کا ٹکڑا ہے۔ اس کا امام سیوطی نے "ذیل المضوعات" صفحہ ۱۴۱، ۲۴۲، بیان کیا ہے اور علامہ سیوطی سے اس حدیث کو ابن عراق نے "تنزیہ الشریعۃ المرفوعۃ" ۲/ ۲۶۶ میں نقل کیا ہے۔

وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ
(واقعہ۔۲۱)

..........دست جس کی خواہش کریں گے۔ (وہ لے کر آئیں گے)۔

اور سنن ابن ماجہ میں ابوالدرداء کی حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے۔

آپ نے فرمایا۔

سَيِّدُ طَعَامِ أَهْلِ الدُّنْيَا وَأَهْلِ الْجَنَّةِ اللَّحْمُ ا۔

دنیا والوں اور جنتیوں کے کھانے کا سردار گوشت ہے۔

اور بریدہؓ سے ایک مرفوع حدیث مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ دنیا اور آخرت کا بہترین سالن گوشت ہے۔ ۲۔ اور صحیح بخاری میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے آپ نے فرمایا۔

فَضْلُ عَائِشَةَ عَلَى النِّسَاءِ كَفَضْلِ الثَّرِيْدِ عَلٰى سَائِرِ الطَّعَامِ ۳۔

عائشہ رضی اللہ عنہا کو تمام عورتوں پر ویسی ہی فضیلت حاصل ہے۔ جیسے کہ ثرید کی فضیلت تمام کھانوں پر ہے۔

ثرید گوشت اور روٹی کا آمیز ہوتا ہے۔ جیسا کہ ایک شاعر نے بیان کیا:

إِذَا مَا الْخُبْزُ تَأْدِمُهُ بِلَحْمٍ
فَذٰلِكَ أَمَانَةُ اللّٰهِ الثَّرِيْدُ ۴۔

جب تم روٹی کو گوشت کے سالن کے ساتھ استعمال کرو۔ تو امانت الٰہی کی قسم یہی ثرید ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۳۰۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب اللحم کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں دو راوی مجہول اور ایک ضعیف ہے۔

۲۔ اس کو بیہقی نے بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں عباس بن بکار کذاب اور وضاع ہے دیکھئے "الفوائد المجموعۃ" ص ۱۶۸"

۳۔ اس کو امام بخاری نے ۶/ ۳۲۰، ۳۲۱، ۷/ ۸۳، ۹/ ۷۹ میں اور امام مسلم نے ۲۴۳۱ میں حدیث ابوموسیٰ اشعری سے بیان کیا ہے۔

۴۔ اس شعر کے قائل کا کچھ پتہ نہیں کہ کون ہے۔ اس کو سیبویہ نے "الکتاب" ۱/ ۴۳۳ اور ۲/ ۱۴۴ (حاشیہ جاری)

زہری نے بیان کیا کہ گوشت خوری سے ستر قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ محمد بن واسع کا خیال ہے کہ گوشت خوری سے بصارت زیادہ ہوتی ہے۔ چنانچہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے فرمایا کہ گوشت کھاؤ۔ اس لئے کہ گوشت بدن کے رنگ کا نکھارتا ہے۔ پیٹ کو بڑھنے نہیں دیتا۔ اخلاق وعادات کو بہتر بناتا

ہے۔ نافع کا بیان ہے کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ماہ رمضان بلاناغہ گوشت کھاتے تھے اور سفر میں بھی گوشت کھانا نہ چھوڑتے تھے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ جس نے چالیس رات گوشت کھانا چھوڑ دیا۔ اس کا اخلاق برا ہوجائے گا۔ اس میں بدخلقی آجائے گی۔

لیکن حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی وہ حدیث جس کو ابوداؤد نے مرفوعاً روایت کیا ہے۔ کہ گوشت کو چھری سے کاٹ کرنا کھاؤ۔ اس لئے کہ یہ عجمیوں کا طریقہ یہ ہے۔ بلکہ اس کو نوچ کر کھاؤ اس لئے کہ یہی زیادہ عمدہ اور بہتر ہے۔ ا ے

اس کو امام احمد بن حنبل باطل قرار دیا ہے۔ کیونکہ دو حدیثوں سے جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا صحیح طور پر گوشت کا چھری سے کاٹ کر کھانے کا ثبوت ملتا ہے۔

گوشت کی مختلف قسمیں ہوتی ہیں۔ جو اپنے اصول وطبیعت کے اعتبار سے مختلف ہوتی ہیں۔ ہم یہاں پر ہر قسم کے حکم اس کی طبیعت ،منفعت ،ومضرت کو بیان کریں گے۔

بھیڑ کا گوشت:۔ دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں تر ہوتا ہے۔ یک سالہ بچہ کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ جس کا ہاضمہ اچھا ہو۔ اس میں صالح خون پیدا کرتا ہے۔ اور قوت بخشا

''گذشتہ سے پیوستہ'' میں نقل کیا ہے اور یہی شعر شرح ''المفصل'' ۹ / ۹۲، ۱۰۲، اور ۱۰۴ میں موجود ہے اور ''اللسان'' میں ادم کا لفظ موجود ہے تادم کا معنی ہے ملانا۔ خلط ملط کرنا اور ''امانۃ اللہ'' پر نصب ہرف جر کے حذب ہونے کی وجہ سے ہے۔ اصل عبارت یہ ہے ''احلق بامانۃ اللہ'' زمخشری نے بیان کیا کہ باء کو خدف کرنے کے بعد مقسم بفعل مضمر کو منسوب کر دیتے ہیں اور استشہاد میں یہی شعر نقل کیا۔

ا ے امام ابوداؤد نے ۳۷۷۸ میں کتاب الاطعمۃ باب فی اکل اللحم کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں ابومعشر نجیح بن عبدالرحمن سندی راوی ضعیف ہے۔

ہے۔ سرد اور معتدل مزاج والوں کے لئے عمدہ غذا ہے۔ اسی طرح جو لوگ ٹھنڈے مقامات اور موسم سرما میں پوری ریاضت ومحنت کرتے ہیں۔ ان کے لئے نافع ہے اور سوداوی مزاج والوں کے لئے بھی مفید ہے۔ ذہن اور حافظ کو قوی بناتا ہے۔ لاغر اور بوڑھے بھیڑ کا گوشت خراب اور مضر ہوتا ہے۔ اسی طرح بھیڑ مادہ کا گوشت ضرر رساں ہوتا ہے۔ ان میں سب سے عمدہ گوشت سیاہ رنگ کے بھیڑ کا ہوتا ہے۔ اس لئے کہ وہ معدہ پر گراں نہیں ہوتا اور زیادہ نفع بخش اور لذیذ ہوتا ہے اور خصی کا گوشت اور بھی عمدہ اور منفعت بخش ہوتا ہے۔ سرخ رنگ کے فربہ جانور کا گوشت ہلکا ہوتا ہے اور غذائیت عمدہ ہوتی ہے اور بکری کے چھوٹے بچے کے گوشت غذائیت معمولی ہوتی ہے اور معدہ میں تیرتا رہتا ہے اور بہترین گوشت جو ہڈی سے چپکا ہوا ہوتا ہے۔ دائیں طرف کا گوشت بائیں طرف سے اور اگلا حصہ پچھلے حصہ سے عمدہ ہوتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اگلے حصہ اور سر کو چھوڑ کر بالائی حصہ کا گوشت بہت زیادہ مرغوب تھا۔ اس لئے کہ یہ زیریں حصہ کے مقابل زیادہ ہلکا اور عمدہ ہوتا ہے۔ فرزدق نے ایک شخص کو گوشت خریدنے کے لئے بھیجا تو اس سے کہا کہ اگلا حصہ لینا اور خبردار سر اور شکم کا گوشت نہ خریدنا۔ اس لئے کہ ان دونوں میں بیماریاں ہوتی ہیں اور گردن کا

گوشت عمدہ لذیذ ہوتا ہے۔ زود ہضم اور ہلکا ہوتا ہے۔ دست کا گوشت سب سے ہلکا لذیذ ترین زود ہضم اور بیماری سے خالی ہوتا ہے۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پشت کا گوشت مرغوب تھا۔ [۱] کہ اس میں غذائیت زیادہ ہوتی ہے اور صالح خون پیدا کرتا ہے۔ سنن ابن ماجہ میں مرفوعاً روایت ہے کہ سب سے لذیذ اور عمدہ گوشت پشت کا ہوتا ہے۔ [۲]

۱۔ امام بخاری نے ۶/۲۶۵ میں کتاب الانبیاء کے باب قول اللہ عزوجل "وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰی قَوْمِہٖ" کے تحت اور مسلم نے ۱۹۴ میں کتاب الایمان کے باب ادنیٰ اھل الجنۃ منزلۃ فیہا کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۳۰۷ میں کتاب الاطعمۃ باب اَطایب اللحم کے ذیل میں اس کو حدیث ابو ہریرہ سے نقل کیا ہے۔

۲۔ ابن ماجہ نے ۳۳۰۸ میں کتاب ال اطعمۃ کے باب اَطایب اللحم کے تحت اور احمد نے ۱/۲۰۴ میں۔ حاکم نے ۴/۱۱۱ میں اور ابو شیخ نے "اخلاق النبی صلی اللہ علیہ وسلم"، ص ۲۰۰ میں اس کو بیان کیا۔ اس کی سند میں ایک مجہول راوی ہے۔

بکری کا گوشت:۔ اس میں حرارت معمولی ہوتی ہے۔ خشک ہے، اس سے پیدا ہونے والی خلط نہ بہت عمدہ ہوتی ہے نہ عمدہ ہضم ہوتی ہے اور غذائیت بھی بہتر ہوتی ہے۔ بکرے کا گوشت تو عام طور پر خراب ہوتا ہے۔ خشکی بے حد دیر ہضم اور خلط سوداوی پیدا کرتا ہے۔

جاحظہ نے بیان کیا کہ مجھے ایک فاضل طبیب نے بتایا کہ اے ابو عثمان، خبردار بکری کا گوشت نہ کھانا اس لئے کہ اس سے غم پیدا ہوتا ہے۔ سوداء میں جان آ جاتی ہے۔ نسیان لاتا ہے اور خون خراب کرتا ہے اور بخدا اس بے عقل اولاد پیدا ہوتی ہے۔

بعض طبیبوں نے لکھا ہے کہ بوڑھی بکری کا گوشت برا ہے۔ بالخصوص بوڑھوں کے لئے تو اور زیادہ مضر ہے۔ لیکن جو اس کے کھانے کا عادی ہو اس کے لئے کوئی کرابی نہیں اور حکیم جالینوس نے یک سالہ بکری کے بچہ کے گوش کو کیموس محمود کے لئے معتدل غذاؤں میں شمار کیا ہے اور مادہ بچہ نر سے زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ نسائی نے اپنی سنن میں نبی صلی اللہ علیہ سے روایت کی ہے۔ آپ نے فرمایا۔

اَحْسِنُوْا اِلَی الْمَاعِزِ وَاَمِیْطُوْا عَنْھَا الْاَذٰی فَاِنَّھَا مِنْ دَوَابِ الْجَنَّۃِ [۱]

بکرے کی نگہداشت اچھی طرح کرو اور اس سے تکلیف دور کرتے رہو۔ اس لئے کہ جنت کے چوپایوں میں سے ہے۔

اس حدیث کا ثبوت محل نظر ہے اور اطباء نے اس کی مضرت کا جزئی حکم لگایا ہے۔ کلی عام حکم نہیں ہے اور یہ مضرت معدہ کی قوت وضعف پر منحصر ہے اور ضعیف مزاج والوں کی حیثیت سے ہے۔ جو اس کے عادی نہیں ہوتے بلکہ صرف ہلکی غذا استعمال کرنے کے عادی ہوتے ہیں اور یہ شہر میں رہنے والے خوش حال لوگ ہیں۔ جن کی تعداد مختصر ہوتی ہے۔

بکری کے یک سالہ بچہ کا گوشت تقریباً معتدل ہوتا ہے۔ بالخصوص جب تک وہ دودھ پیتا رہے اور ابھی جلدی کا پیدا نہ ہو۔ وہ زود ہضم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس میں ابھی دودھ کی قوت موجود ہوتی ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ اکثر حالات میں اکثر لوگوں کے لئے موزوں ہوتا ہے۔

اے اس حدیث کے بارے میں معلومات نہ ہوسکی۔ شاید اس کو اپنی سنن ''الکبری'' میں ذکر کیا ہے۔

اونٹ کے گوشت سے بھی زیادہ لطیف ہوتا ہے اور اس سے پیدا ہونے والا خون معتدل ہوتا ہے۔

گائے کا گوشت:۔ سرد خشک ہوتا ہے دیر ہضم ہوتا ہے۔ معدہ سے دیر میں نیچے کی طرف اترتا ہے۔ سوداوی خون پیدا کرتا ہے۔ بڑے جفاکش اور محنتی لوگوں کے لئے مناسب ہوتا ہے۔ اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے سوادی امراض جیسے برص، خارش، داد، جذام فیل پا، کینسر، دسواس، چاررزوہ بخار، اور بہت زیادہ ورم پیدا ہوتا ہے یہ سب بیماریاں اس شخص کو لاحق ہوتی ہیں جو اس کا عادی نہ ہو اور نہ اس کی مضرت کو مرچ سیاہ، لہسن، دارچینی اور سونٹھ وغیرہ سے دور کرے۔ سانڈ کے گوشت میں برودت کمتر ہوتی ہے اور گائے میں خشکی کمتر ہوتی ہے بچھڑے کا گوشت بالخصوص جب کہ بچھڑا فربہ ہو۔ نہایت معتدل، لذیذ، عمدہ اور پسندیدہ ہوتا ہے۔ وہ گرم تر ہوتا ہے اور عمدہ طریقہ سے جب ہضم ہوجائے تو اس کا شمار قوت بخش غذا میں......ہوتا ہے

گھوڑے کا گوشت:۔ صحیح بخاری میں اسماء رضی اللہ عنہا سے مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں ہم نے گھوڑا ذبح کیا اور اس کا گوشت کھایا۔ اے

اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کہ آپ نے گھوڑے کے گوشت کھانے کی اجازت دی اور گدھوں کے گوشت سے روکا۔ ان دونوں روایتوں کو امام بخاری اور امام مسلم نے اپنی صحیح میں بیان کیا ہے۔ ۲ے

مقدام بن معدیکرب کی یہ حدیث پایہ ثبوت کو نہیں پہنچی کہ آپ نے اس کا گوشت کھانے سے روکا ہے۔ امام ابوداؤد اور دیگر محدثین اسی بات کے قائل ہیں۔ ۳ے

اے امام بخاری نے صحیح بخاری ۹/۵۵۹ میں کتاب الطعمۃ کے باب لحوم الخیل کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۱۹۴۲ میں کتاب الصید کے باب فی اکل لحوم الخیل کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

۲ے امام بخاری نے ۹/۵۵۹ میں اور امام مسلم نے ۱۹۴۱ میں حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے اس کو بیان کیا ہے۔

۳ے ابوداؤد نے ۳۷۹۰ میں کتاب ال اطعمۃ کے باب فی اکل لحوم الخیل کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں بقیہ بن ولید ایک راوی ہے۔ جو ضعفاء سے مدلس حدیثیں روایت کرتا ہے۔ اس کے علاوہ اس میں صالح بن یحییٰ بن مقدام بن معدی کرب لین الحدیث راوی ہے۔ یہ معنعن روایت کرتا ہے۔

قرآن مجید میں گھوڑے کے ساتھ خچر اور گدھے کے ذکر سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ گدھے کے گوشت کا بھی اسی طرح حکم ہے۔ جس طرح سے کہ مال غنیمت گدھے کے حصہ کو وہ حکم نہیں ہے۔ جو گھوڑے کا ہے اور اللہ تعالیٰ کبھی دو متماثل چیزوں کو ساتھ ساتھ بیان کرتا ہے اور کبھی دو مختلف

چیزوں کو ایک جگہ ذکر کرتا ہے۔ یہی اسلوب الٰہی ہے اور ارشاد باری ''لِتَرْكَبُوْهَا'' کہ اس کو بطور سواری استعمال کرو اس میں اس کے گوشت کھانے سے ممانعت کو کوئی ثبوت نہیں۔ اس لئے کہ سواری کے علاوہ کسی دوسرے طریقہ منفعت سے روکنے کا بھی تو ذکر نہیں ہے۔ بلکہ یہ محض اس کی منفعت کا ایک طریقہ سواری کرنے کا ذکر ہے نیز دونوں حدیثیں اس کے گوشت کو حلال قرار دینے کے لئے صحیح طور پر ثابت ہیں جن کا کوئی معارض نہیں۔

گھوڑے کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ سوادئی غلیظ پیدا کرتا ہے۔ لطیف المزاج لوگوں کے لئے اس کا استعمال ضرر رساں ہے۔ ان کو استعمال ضرر رساں ہے۔ ان کو استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

اونٹ کا گوشت۔ اس بارے میں روافض اور اہل سنت کے درمیان اسی طرح کا اختلاف ہے۔ جیسا یہود اور اہل اسلام کے درمیان ہے۔ چنانچہ یہود و روافض اس کی مذمت کرتے ہیں اور اس کو استعمال کرنا حرام سمجھتے ہیں اور دین اسلام میں اس کے گوشت کی حلت معلوم ہے اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سفر اور حضر میں اس کو استعمال کیا ہے۔

اونٹ کے بچہ کا گوشت تمام گوشتوں میں لذیذ ترین پاکیزہ تر اور مقوی ہے۔ بھیڑ کے گوشت کی طرح جو اس کا عادی ہو اس کو کبھی کسی قسم کا نقصان نہیں ہوتا اور اس کے استعمال سے کوئی بیماری بھی نہیں ہوتی اور جن اطباء نے اس کی مذمت کی ہے۔ وہ صرف شہر میں رہنے والے ان خوش حال لوگوں کو مدنظر رکھ کر کہتے ہیں جو اس کے عادی نہیں ہوتے۔ اس لئے کہ اس میں حرارت و یبوست ہوتی ہوتی ہے۔ سوداء پیدا کرتا ہے۔ دیر ہضم ہے۔ اس میں ناپسندیدہ قوت موجوت ہوتی ہے۔ اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دو صحیح حدیثوں میں اس کے کھانے کے بعد وضو کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ [1] اور ان حدیثوں کا کوئی معارض نہیں اور نہ صرف ہاتھ دھونے سے اس کی تاویل کرنی درست ہے۔

اس لئے کہ کلام رسول میں وضو کے لفظ کے استعمال کا جو انداز ہے۔ اس کے یہ خلاف ہے کیونکہ آپ نے بکری اور اونٹ کے گوشت کے استعمال کے حکم جدا جدا بیان کیا ہے کہ بکری کے گوشت میں وضو اختیاری ہے کیجئے یا نہ کیجئے مگر اونٹ کے گوشت کو استعمال کے بعد وضو کرنا حتمی ہے۔ اگر لفظ وضو کو صرف ہاتھ دھونے پر محمول کیا جائے تو پھر مَنْ مَسَّ فَرْجَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ [2] کو جو اپنی شرم گاہ چھوئے اسے وضو کر لینا چاہیے۔ اس حدیث میں بھی لفظ وضو کو اسی پر محمول کرنا چاہیے۔ حالانکہ معاملہ یوں نہیں ہے۔

دوسری بات یہ کہ اونٹ کا گوشت کھانے والا صرف ہاتھ ہی استعمال نہیں کرتا بلکہ ہاتھ سے اٹھا کر اس کو منھ میں رکھتا ہے۔ اس لئے وضو سے صرف ہاتھ دھونا مراد لینا بے کار ہے بلکہ شارع علیہ السلام کے کلام کا ایسا معنیٰ نکالنا ہے۔ جو اس کے معہود و مفہوم کے مخالف ہے۔ نیز اس کا معارضہ اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دو حکموں میں سے آخری حکم آگ پر پکائی چیزوں کے استعمال سے وضو نہ کرنا تھا۔ اس کی چند وجہیں ہیں۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ یہ حکم عام ہے اور وضو کا حکم ان میں سے خاص ہے۔

---

[1] اس کی تخریج گذر چکی ہے۔

۲؎ امام مالک نے ۱/۴۲ میں احمد نے ۶/۴۰۶ میں۔ ابوداؤد نے ۱۸۱ میں نسائی نے ۱/۱ میں اور ابن ماجہ نے ۴۷۹ میں۔ ترمذی ۸۳ میں حدیث بسرہ بنت صفوان سے اس کو روایت کیا ہے اور..... ترمذی نے بیان کیا کہ یہ حدیث حسن صحیح ہے اور یہ ایسی ہی ہے۔ بہت سے حفاظ حدیث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے۔ لیکن اس حدیث کے حکم کو مندوب پر محمول کیا جائے گا۔ یہی حنیفہ کا مذہب ہے۔ اس لئے کہ وجوب سے مذب کی طرف پھیرنے والا سبب حدیث طلحہ بن علی میں موجود ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ آدمی اپنی شرم گاہ کو چھوتا ہے۔ تو اس کا کیا حکم ہے؟ آپ نے فرمایا کہ وہ بھی جسم کا ایک حصہ ہے۔ اس حدیث کو احمد نے ۴/۲۲، ۲۳، میں۔ ابوداؤد نے ۱۸۲ میں۔ ترمذی نے ۸۵ میں۔ نسائی نے ۱/۳۸ میں۔ ابن ماجہ نے ۴۸۳ میں بیان کیا ہے۔ اس کی اسناد صحیح ہے۔ اس کو عمرو بن علی فلاس، ابن مدینی، طحاوی اور ابن حبان نے ۲۰۷ میں اور ابن حزم نے صحیح قرار دیا ہے۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ سبب مختلف ہے۔ چنانچہ اونٹ کے گوشت استعمال کرنے سے یہاں وضو کا حکم دیا گیا ہے۔ گوشت خواہ تازہ ہو یا نچتہ یا خشک ہو اور وضو میں آگ کی تاثیر کا کوئی دخل نہیں اور آگ پر پکے ہوئے گوشت کے استعمال سے وضو نہ کرنے کا جو حکم ہے۔ اس میں یہ وضاحت کرنی مقصود ہے کہ آگ وضو کا سبب نہیں ہے۔ پھر ان دونوں کے درمیان کیا مطابقت؟ یہاں تو ایک طرف وضو کے سبب کو ثابت کیا جا رہا ہے۔ کہ وہ اونٹ کے گوشت کا استعمال کرنا ہے اور دوسری طرف وضو کے سبب کی نفی کی جا رہی ہے کہ آگ پر پکا ہوا ہونا وضو کا سبب نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اس وضاحت سے ثابت ہو گیا کہ ان دونوں کے درمیان کسی طرح سے بڑی کوئی تعارض نہیں ہے۔

تیسری وجہ یہ کہ شارع علیہ السلام نے لفظ عام کی حکایت نہیں کی ہے۔ بلکہ دو حکموں میں سے ایک پر عمل کرنے کی خبر دی ہے۔

اور دونوں میں سے ایک دوسرے پر مقدم ہے۔ جس کی صراحت خود حدیث میں کی گئی ہے۔ کہ صحابہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اونٹ کا گوشت پیش کیا آپ نے اسے کھایا پھر نماز کا وقت ہو گیا۔ تو آپ نے وضو کر کے نماز ادا فرمائی پھر آپ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ نے کھایا اور وضو کئے بغیر نماز ادا کی۔ تو یہاں دو حکموں میں سے آخری حکم پکے ہوئے گوشت سے وضو نہ کرنا ثابت ہوا اسی طرح حدیث مروی ہے۔ مگر راوی نے مقام استدلال کی رعایت سے اس کو مختصر بیان کیا۔ اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ آپ نے اونٹ کے گوشت سے وضو کے حکم منسوخ کر دیا۔ یہاں تک کہ اگر لفظ وضو عام متاکر اور مقادم ہوتا پھر بھی اس کو منسوخ قرار دینا درست نہیں اور خاص کو عام پر مقدم کرنا ضروری ہوتا اور یہاں یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے۔

گوہ کا گوشت: ۔ اس کے گوشت کے حلال ہونے کے بارے میں حدیث پہلے گذر چکی ہے۔ اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ جماع کی خواہش کو ابھارتا ہے۔

ہرن کا گوشت: ۔ ہرن عمدہ قسم کا شکار ہے۔ اس کا گوشت بھی بہتر اور پسندیدہ کا ہوتا ہے یہ گرم خشک ہوتا ہے۔ بعضوں نے اس کو بہت زیادہ معتدل قرار دیا ہے۔ معتدل تندرست بدن والوں کے لئے نفع بخش ہے۔ ہرنی کے نوزائیدہ بچہ کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔

جوان ہرنی کا گوشت پہلے درجہ میں گرم خشک ہوتا ہے۔ بدن میں خشکی پیدا کرتا ہے۔ تر بدن والوں کے

لئے موزوں ہے مصنف ''قانون'' شیخ نے بیان کیا کہ وحشی جانوروں میں سب سے عمدہ جواں سال ہرنی کا گوشت ہوتا ہے۔ اگرچہ اس کا میلان سوداء کی طرف ہوتا ہے۔

خرگوش کا گوشت:۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا۔

اَلْفَجْنَا اَرْنَبًا فَسَعَوْا فِیْ طَلَبِهَا فَاَخَذُوْهَا فَبَعَثَ اَبُوْ طَلْحَةَ بِوَرَكِهَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقَبِلَهَا [1]

ہم نے ایک خرگوش کو بھڑکا کر نکالا۔ لوگوں نے اس کا پیچھا کیا اور اس کو پکڑ کر لاتے۔ تو طلحہ نے اس کی سرین کا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیج۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا۔

خرگوش کا گوشت معتدل ہوتا ہے۔ یبوست وحرارت کی طرف اس کا میلان معمولی طور پر ہوتا ہے۔ اس کے سرین کا گوشت سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ اس کو بھون کر کھانا سب سے عمدہ طریقہ ہے۔ دست بستہ کرتا ہے۔ پیشاب آور ہے پتھری کو توڑ کر خارج کرتا ہے اس کے سر کو کھانا رعشہ کے لئے مفید ہے۔

گورخور کا گوشت:۔ صحیحین میں ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ یہ اور دیگر صحابہ کرام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ آپ کے کسی عمرہ میں تھے۔ انہوں نے ایک نیل گائے کا شکار کیا تو آپ نے صحابہ کرام کو اس کے کھانے کا حکم دیا۔ حالانکہ سبھی لوگ حالت احرام

---

[1] امام بخاری نے صحیح بخاری ۹ / ۵۰۷ میں کتاب الصید کے باب الأرنب کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۱۹۵۳ میں کتاب الصید کے باب اباحة الأرنب کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔''

میں تھے۔ صرف ابوقتادہ نے احرام نہ باندھا تھا۔ [1]

سنن ابو ماجہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ ہم نے غزوہ خیبر کے موقع پر گھوڑے اور نیل گائے کا گوشت کھایا۔ [2]

نیل گائے کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ اس میں غذائیت کافی ہوتی ہے۔ سوداوی غلیظ خون پیدا کرتا ہے۔ البتہ اگر اس کی چربی کو روغن قسط میں آمیزک کے بطور طلاء استعمال کریں تو درد پشت اور گردہ کی ریاح غلیظہ کے لئے مفید ہے اور اس کی چربی کا بطور طلاء کریں استعمال کرنے سے جھائیں ختم ہوجاتی ہے۔ غرضیکہ تمام وحشی جانوروں کا گوشت سوداوی خون غلیظہ پیدا کرتا ہے۔ ہرن کا گوشت ان میں سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ اس کے بعد خرگوش کا گوشت بہتر ہوتا ہے۔

پیٹ کے بچے کا گوشت:۔ موزوں مناسب نہیں ہوتا۔ کیونکہ جنین میں خون رکا رہتا ہے۔ مگر حرام نہیں ہے۔ کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

ذَكَاةُ الْجَنِيْنِ ذَكَاةُ أُمِّهِ ۳

جنین کا ذبح اس کی ماں کا ذبح کرنا ہے۔

اہل عراق نے اس کے گوشت کو کھانا جائز قرار دیا ہے۔ مگر یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر وہ زندہ ہو اور اس کو ذبح کیا گیا ہو تو جائز ہے۔ لوگوں نے اس حدیث کی توجیہہ کی ہے کہ اس کا مفہوم یہ ہے کہ اس کا ذبیحہ کی طرح ہے۔ یہ لوگ اس حدیث کو تحریم کے لئے حجت قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ یہ استدلال باطل

۱ؔ اس کی تخریج حج کے بارے میں ہدایات نبی کے بیان میں گذر چکی ہے۔

۲ؔ ابن ماجہ نے ۳۱۹۱ میں کتاب الذبائح کے باب لحوم الخیل کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند قوی ہے۔

۳ؔ یہ حدیث اپنے مختلف طرق وشواہد کی بنیاد پر صحیح ہے۔ اس کو حدیث ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے ابوداؤد نے ۲۸۲۷ میں۔ احمد نے ۳/۳۱، ۳۹، ۴۵، ۵۳، میں اور ابن ماجہ نے ۳۱۹۹ میں ترمذی نے ۱۴۷۶ میں روایت کیا ہے اور اس کو صحیح کہا ہے اور ابن حبان نے ۱۰۷۷ میں اس کو حسن کہا ہے۔ اس باب میں حضرت جابر۔ ابو ہریرہؓ ابن عمرؓ۔ ابو ایوب، ابن مسعود، ابن عباس، کعب بن مالک ابوداؤد دائی، اور ابوامامہ سے روایت ہے۔ ان تمام روایتوں کو حافظ زیلعی نے "نصب الرایۃ" ۴/۱۸۹، ۱۹۱، میں بیان کیا ہے۔

ہے۔ اس لئے کہ یہ حدیث کے شروع میں یوں ہے کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اور عرض کیا کہ اسے رسول خدا ہم کو بکری ذبح کرتے ہیں تو ہم اس کے پیٹ میں بچہ پاتے ہیں اسے ہم کھائیں یا نہیں؟ اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کو کھا سکتے ہو۔ اس لئے کہ اس کا ذبیحہ اس کی ماں کا ذبیحہ ہے۔

قیاس بھی اس کی حلقت کا مقتضی ہے۔ اس لئے کہ بچہ جب تک حمل ہوتا ہے وہ اپنی ماں ہی کا ایک حصہ ہوتا ہے۔ اس لئے ماں کا ذبح اس کے تمام اجزاء کا ذبح ہو گیا۔ اسی کی طرف شارع علیہ السلام نے اپنے قول سے اشارہ فرمایا ہے۔ کہ "ذکاتہ ذکاۃ امہ" کہ اس کی ماں کا ذبح اس کا ذبح ہے۔

جس طرح کا جانور کے ذبح سے اس کا ہر جز...... ذبح ہو جایا کرتا ہے۔ اگر اس کے گوشت کے کھانے کے بارے میں کوئی صریح حدیث وارد نہ ہوتی پھر بھی صحیح قیاس اس کے حلال ہونے کا مقتضی ہوتا۔

ذَبَحْتُ لِرَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ شَاةً وَنَحْنُ مُسَافِرُوْنَ۔ فَقَالَ "اَصْلِحْ لَحْمَهَا" فَلَمْ اَزَلْ اُطْعِمُهُ مِنْهُ اِلَى الْمَدِيْنَةِ ۱

ہم نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم بکری ذبح کی ہم مسافر تھے آپ نے فرمایا کہ اس کے گوشت کو درست کرلو۔ چنانچہ گوشت خشک کرلیا گیا اور ہم مدینہ تک برابر کھاتے رہے۔

خشک گوشت نمک سود گوشت سے زیادہ نفع بخش ہوتا ہے۔ بدن کو تقویت بخشتا ہے خارش پیدا کرتا ہے۔ ٹھنڈے تر مسالوں سے اس کا ضرر دور کیا جاتا ہے۔ گرم مزاج کے لوگوں کے لئے موزوں ہے اور نمک ۲ سود گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ خشکی پیدا کرتا ہے فربہ اور تازہ جانور کے گوشت کا نمک سود سب سے عمدہ ہوتا ہے درد قولنج کے لئے مضر ہے۔ دودھ اور روغن میں ملا کر اس کو پکانے سے اس کی مضرت ختم ہو جاتی ہے۔ گرم تر مزاج والوں کے لئے عمدہ ہوتا ہے۔

ا۔ امام ابوداؤد نے ۲۸۱۴ میں کتاب الاضاحی کے باب فی المسافر یضحی کے تحت اور امام مسلم نے ۱۹۷۵ میں کتاب الاضاحی کے باب بیان ماکان من النھی عن لحوم ضاحی کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔
۲۔ صفحہ ۵۸۸، میں نمک سود کی تشریح گذر چکی ہے ملاحظہ کیجئے۔

فصل (۱۱۶)

پرندوں کے گوشت کا بیان

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:۔
وَلَحْمِ طَيْرٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ
(واقعہ۔۲۱)
اور چڑیا کا گوشت جس کو وہ پسند کریں گے۔ (لائیں گے)
اور مسند بزار وغیرہ میں مرفوعاً روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔
اِنَّکَ لَتَنْظُرُ اِلَی الطَّیْرِ فِی الْجَنَّةِ فَتَشْتَھِیْهُ فَیَخِرُّ مَشْوِیًّا بَیْنَ یَدَیْکَ ا۔
بے شک تم جنت میں چڑیوں کی طرف دیکھو گے۔ تو اس کی خواہش ہوگی۔ اتنے میں وہ بھنی ہوئی تمہارے سامنے پڑی ہوگی۔
پرندوں کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ حرام اور حلال
حرام پنجے والی ہوتی ہیں۔ جو پنجے سے شکار کرتی ہیں۔ جیسے باز، شاہین اور شکرا حرام چڑیوں میں سے بعض مردار کھاتی ہیں جیسے گدھ، کرگس، لقلق، چیل، کوا سفید وسیاہ اور کوا سیاہ، ان میں سے بعض کو مارنا ممنوع ہے۔ جیسے ہدہد، لٹورا، اور ان میں سے بعض کو مارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسے زاغ وزغن۔

ا۔ مؤلف نے ''حادی الارواح'' ص ۱۱۹ میں۔ ابن کثیر نے ۴/ ۲۸۷ میں حسن بن عرفہ کی سند سے اس کی تخریج کی ہے۔ جو یوں ہے۔ حدثنا خلف بن خلیفة عن حمید الاعرج عن عبداللہ بن الحارث عن ابن مسعود اور حمید بن اعرج کو بہت سے ناقدین حدیث نے ضعیف قرار دیا اور ابن حبان نے بیان کیا کہ وہ ابن حارث کے واسطہ ابن مسعود سے ایک نسخہ روایت کرتے۔ جو سب کی سب موضوع ہیں۔

حلال پرندے بھی مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک مرغی ہے۔ چنانچہ اس کے بارے میں صحیح بخاری وصحیح مسلم میں حدیث ابوموسیٰ مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مرغی کا گوشت تناول فرمایا۔ ا۔
مرغی کا گوشت پہلے درجہ میں گرم تر ہوتا ہے۔ معدہ پر ہلکا ہوتا ہے۔ زود ہضم ہے۔ اس سے عمدہ خلط پیدا ہوتی ہے۔ دماغ اور منی میں اضافہ ہوتا ہے۔ آواز صاف کرتا ہے۔ خوبصورتی پیدا کرتا ہے۔ عقل کو تقویت بخشتا ہے۔ صالح خون پیدا کرتا ہے۔ رطوبت کی طرف مائل ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کو ہمیشہ کھانے سے نقرس کی

بیماری ہوتی ہے۔ حالانکہ یہ خیال باطل ہے۔ اس کا کوئی بھی ثبوت نہیں۔

مرغ کا گوشت:۔ مزاج کے اعتبار سے بہت زیادہ گرم ہوتا ہے اور نسبتاً رطوبت اس میں کم ہوتی ہے۔ پرانے مرغ کا گوشت ایک مفید دوا کا کام کرتا ہے۔ اگر اس کو تخم معصفر اور سوئے کے ساگ کے پانی کے ساتھ پکا کر استعمال کریں۔ تو قولنج، شکم کی سوجن اور ریاح غلیظ کے لئے بے حد مفید ہوتا ہے اور اس کا خصیہ عذاب کے اعتبار سے عمدہ اور زود ہضم ہوتا ہے۔ چوزے کا گوشت تو بہت زیادہ زود ہضم ہوتا ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے اور اس سے پیدا ہونے والا کوہ عمدہ لطیف ہوتا ہے۔

تیتر کا گوشت:۔ دوسر درجہ میں گرم خشک ہوتا ہے۔ ہلکا اور زود ہضم چکور کا گوشت، عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ اس کا بکثرت استعمال نگاہ کو تیز کرتا ہے۔

بطخ کا گوشت:۔ گرم تر ہوتا ہے۔ اس کے کھانے سے فضولات کی کثرت ہوتی دیر ہضم ہے اور معدہ کے لئے بھی مناسب نہیں۔

سرخاب کا گوشت:۔ سنن ابوداؤد میں حدیث بریہ بن عمرو بن سفینہ سے مذکور ہے۔ جس کو انہوں نے اپنے باپ عمر سے اور ان کے باپ نے ان کے دادا سفینہ سے روایت کی ہے

۱۔ امام بخاری نے ۹/ ۵۵۶، ۵۵۷ میں کتاب الذبائح کے باب الدجاج کے تحت اور امام مسلم نے ۱۶۴۹ (۹) میں کتاال ایمان باب من ندب حلف یمینا فرای غیرھا خیرا منہا کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

انہوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سرخاب کا گوشت کھایا۔ ۱۔ سرخاب کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ دیر ہضم ہوتا ہے۔ جفاکشی اور محنتی لوگوں کے لئے نفع بخش ہے۔

سارس کا گوشت:۔ خشک اور معدہ پر ہلکا ہوتا ہے۔ اس کی برودت وحرارت کے بارے میں اطباء مختلف ہیں۔ سوداوی خون پیدا کرتا ہے۔ محنت ومشقت کرنے والے جفاکش لوگوں کے لئے موزوں ہوتا ہے۔ بہتر ہے کہ اس کو ذبح کر کے ایک یا دو دن تک چھوڑ دیا جائے پھر کھایا جائے۔

گورے اور چنڈال کا گوشت۔ اس بارے میں نسائی نے اپنی سنن میں عبداللہ ابن عمرو سے ایک حدیث روایت کی ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَا مِنْ اِنْسَانٍ یَقْتُلُ عُصْفُوْرًا فَمَا فَوْقَہُ بِغَیْرِ حَقِّہِ اِلَّا سَأَلَہُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ عَنْھَا قِیْلَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ وَمَا حَقُّھَا؟ قَالَ تَذْبَحُہُ فَتَاکُلُہُ وَلَا تَقْطَعُ رَاسَہُ وَتَرْمِیْ بِہٖ ۲۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص کسی گورے یا اس سے بڑی کوئی چڑیا ناحق مارے گا۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے بارے میں سوال کرے گا۔ آپ سے دریافت کیا گیا کے اے رسول خدا اس کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا کہ تم اس کو ذبح کر کے کھاؤ اور اس کا سر کاٹ کر

پھینکا نہ کرو۔

سنن نسائی میں عمرو بن شرید اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے بیان کیا۔

ا۔ ابوداؤد نے سنن ابوداؤد ۳۷۹۷ میں اور امام ترمذی نے جامع ترمذی ۱۸۲۰ میں اس کو بیان کیا۔ اس کی سند ضعیف ہے۔

۲۔ نسائی نے ۷/۲۰۷ میں کتاب الصید کے باب اباحۃ اکل العصافیر کے تحت اور ۷/۲۳۹ میں باب من قتل عصفورا بغیر حقھا کے تحت اور شافعی نے ۲/۲۳۹، ۲۴۰ میں امام احمد نے ۶۵۵۰، ۶۵۵۱ میں دارمی نے ۲/۸۴ میں، طیالسی نے ۲۲۷۹ میں حدیث عبداللہ بن عمرو بن العاص سے نقل کیا ہے۔ اس کی سند میں صہیب مولی ابن عامر کو ابن حبان کے علاوہ کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ بقیہ راوی ثقہ ہیں۔ لیکن اس کی شاہد حدیث ابن شرید عن ابیہ ہے جو آگے آ رہی ہے۔ اس سے یہ حدیث قوی ہو جاتی ہے۔

سَمِعْتُ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ مَنْ قَتَلَ عُصْفُورًا عَبَثًا عَجَّ إِلَى اللّٰهِ يَقُولُ يَا رَبِّ إِنَّ فُلَانًا قَتَلَنِي عَبَثًا وَلَمْ يَقْتُلْنِي لِمَنْفَعَةٍ۔ ا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا کہ جس نے کسی گورے کو بلا ضرورت مارا تو وہ دربار الٰہی میں فریاد کرے گا اور کہے گا اے میرے رب فلاں نے مجھے بلا ضرورت قتل کیا تھا۔ کسی نفع کے لئے مجھے نہیں مارا۔

اس کا گوشت گرم خشک ہوتا ہے۔ دست بستہ کرتا ہے۔ قوت باہ کو بڑھاتا ہے۔ اس کا شوربہ پاخانہ نرم کرتا ہے جوڑوں کے لئے مفید ہے۔ اگر اس کا مغز دماغ سونٹھ اور پیاز کے ساتھ پکا کر استعمال کیا جائے تو جماع کی خواہش کو ابھارتا ہے اور اس سے خراب خلط پیدا ہو جاتی ہے۔

کبوتر کا گوشت:۔ گرم تر ہوتا ہے۔ جنگلی کبوتر میں رطوبت کم تر ہوتی ہے۔ اس کے چوزوں میں بہت زیادہ رطوبت ہوتی ہے۔ گھریلو اڑنے کے قابل چوزوں کا گوشت بہت ہلکا ہوتا ہے۔ اس میں غذائیت عمدہ ہوتی ہے۔ نر کبوتر کا گوشت فالج۔ عضو کی بے حسی، سکتہ، اور رعشہ کے لئے شفا ہے اسی طرح اس کے سانسوں کی بو سونگھنے سے فائدہ ہوتا ہے اور اس کے چوزوں کے کھانے سے عورتوں کو جلد حمل قرار پاتا ہے۔

گردہ کے لئے مفید ہے۔ خون زیادہ کرتا ہے۔ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک باطل حدیث روایت کی گئی ہے۔ جس کی کوئی اصل نہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تنہا ہونے کی شکایت کی تو آپ نے فرمایا کہ کبوتری کو ساتھی بنا لو۔ ۲۔

ا۔ امام احمد نے ۴/۲۳۹، میں اس کو بیان کیا ہے۔ صالح بن دینار کے علاوہ تمام راوی ثقہ ہیں۔ کیونکہ ابن حبان کے علاوہ صالح کو کسی نے بھی ثقہ نہیں کہا۔ لیکن حدیث اپنی پہلی والی حدیث کی تائید سے حسن ہو جاتی ہے۔

۲۔ مؤلف کی کتاب المنار المنیف ص ۱۰۶ ملاحظہ کیجئے۔

اس حدیث سے بہتر تو یہ حدیث ہے جس میں مذکور ہے کہ رسول اللہ صلعم نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ ایک کبوتری کا پیچھا کر رہا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ایک شیطان نہ کا پیچھا کر رہا ہے۔ ا۔

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ اپنے خطبہ میں کتوں کو مارنے اور کبوتر کے ذبح کرنے کا حکم فرماتے تھے۔

تیتر کا گوشت: خشک ہوتا ہے۔ اس کے کھانے سے سوداء پیدا ہوتا ہے۔ اس حال رو کتا ہے۔ بدترین غذا ہے۔ صرف استسقاء کی بیماری کے لئے مفید ہے۔

بٹیر کا گوشت۔ گرم خشک ہوتا ہے۔ جوڑوں کے درد کے لئے نافع ہے۔ حرارت جگر کے لئے مضر ہے۔ سرکہ اور دھنیا کے استعمال کرنے سے اس کی مضرت جاتی رہتی ہے۔ ایسی چڑیوں کے گوشت کھانے سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جو گندے مقامات پر رہتی ہیں اور کھنڈرات میں اپنا بسیرا کرتی ہیں۔ تمام پرندوں کا گوشت چوپایوں کے مقابل زود ہضم ہوتا ہے اور گردن اور بازو کا گوشت تو زود ہضم ہوتا ہے مگر اس میں غذائیت کم تر ہوتی ہے اور پرندوں کا مغز دماغ چوپایوں کے مقابل زیادہ عمدہ ہوتا ہے۔

ٹڈی: ۔صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبداللہ بن ابی اونی سے روایت ہے انہوں نے بیان کیا کہ۔

غَزَوْنَا مَعَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَبْعَ غَزَوَاتٍ نَاكُلُ الْجَرَادَ ۲

ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غزوہ میں شرکت کی اور ٹڈی کھائی۔

۱۔ امام ابوداؤد نے ۴۹۴۰ ۳/۱۴ میں کتاب الادب باب اللعب بالحمام کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۷۶۵ میں۔ احمد نے ۲/۳۶۵ اور امام بخاری نے الادب المفرد نمبر ۱۳۰۰ میں حدیث ابوہریرہ سے اس کو نقل کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ ابن حبان نے ۲۰۰۶ میں اس کو صحیح کہا ہے۔

۲۔ اس حدیث کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

مسند میں عبداللہ بن ابی اونیٰ ہی سے روایت ہے۔

أُحِلَّتْ لَنَا مَيْتَتَانِ وَدَمَانِ الْحُوتُ وَالْجَرَادُ وَالْكَبِدُ وَالطِّحَالُ

ہمارے لئے دو مردار اور دو خون حلال کئے گئے۔ ٹڈی، مچھلی، اور جگر اور طحال۔

اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا گیا اور عبداللہ بن عمر پر موقوفاً بھی مروی ہے۔ ۱ ٹڈی گرم خشک ہے۔ اس میں غذائیت کم ہوتی ہے۔ ہمیشہ اس کو کھانے سے لاغری پیدا ہوتی ہے۔ اگر اس کی دھونی دی جائے تو سلس البول اور پیشاب کی پریشانی کو ختم کرتی ہے بالخصوص عورتوں کے لئے یہ بہت زیادہ مفید ہے۔ بواسیر میں بھی اس کی دھونی دی جاتی ہے اور بچھو کے ڈنک مارنے پر فربہ ٹڈیوں کو بھون کر کھایا جاتا ہے۔ مرگی کے مریضوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ خراب خلط پیدا کرتی ہے۔ بلاوجہ اس کے مردار کے حلال ہونے میں دو قول ہیں۔ جمہور اس کو حلال قرار دیتے ہیں اور امام مالک نے اس کو حرام بتایا ہے۔ اگر یہ کسی سبب سے جیسے اچانک جھپٹنے یا جلانے وغیرہ سے مرجائے تو اس کے مردار کے مباح ہونے میں کسی قسم کا اختلاف نہیں۔ ۲

ظظظ

فصل (۱۱۷)

مناسب ہے کہ ہمیشہ گوشت خوری کی عادت نہ ڈالی جائے۔ اس لئے کہ اس سے دموی امراض اور امتلائی بیماریاں اور تیز قسم کے بخار ہوتے ہیں۔ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ گوشت کا استعمال ذرا سنبھل کر کرو۔ اس لئے کہ اس کی خواہش شراب کی طرح ہوتی ہے۔ اس کو امام مالک نے موطا میں حضرت عمر سے نقل کیا ہے۔

۳ـ بقراط نے لکھا ہے کہ

ا۔ اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔ اس کا موقوف ہونا صحیح ہے۔ مگر یہ مرفوع کے حکم میں ہے۔ اس لئے کہ اس جیسی بات رائے اور قیاس سے نہیں کہی جاسکتی۔

۲ـ ''ملاحظہ کیجئے'' ابن اقدامہ مقدسی کی کتاب ''المغنی'' ۸/ ۵۷۲، ۵۷۳۔

۳ـ امام مالک نے موطا ۲/ ۹۳۵ میں کتاب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے باب ماجاء فی اکل اللحم کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند میں انقطاع ہے۔

اپنے شکم کو جانوروں کا قبرستان نہ بناؤ۔

دودھ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اس کے متعلق فرمایا:۔

وِاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ (نحل۔ ۶۶)

ان جانوروں میں تمہارے لئے عبرت ہے۔ ان کے شکم میں جو گوبر اور خون ہے۔ اس کے درمیان میں سے خالص اور پینے والوں کے لئے خوش گوار دودھ ہم تم کو پلاتے ہیں۔

اور جنت کے متعلق فرمایا:۔

فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ وَاَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ (محمد۔ ۱۵)

اس (جنت) میں بہت سی نہریں ایسے پانی کی ہوں گی جن میں ذرا تغیر نہ ہوگا اور بہت سی نہریں ایسے دودھ کی ہوں گی۔ جن کا ذائقہ ذرا بھی نہ بدلے گا۔

سنن میں مرفوع سند سے مروی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

مَنْ اَطْعَمَهُ اللّٰهُ طَعَامًا فَلْيَقُلْ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَارْزُقْنَا خَيْرًا مِّنْهُ وَمَنْ سَقَاهُ اللّٰهُ لَبَنًا فَلْيَقُلْ۔ اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْهِ وَزِدْنَا مِنْهُ فَاِنِّيْ لَا اَعْلَمُ مَا يُجْزِيْ مِنَ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ اِلَّا اللَّبَنَ ا۔

جس کو خدا کھانا کھلائے اسے کہنا چاہیے کہ اللہ ہمارے لئے اس میں برکت عطا فر اور اس میں سے بہتر رزق ہمیں دے اور جس کو خدا دودھ پلائے اسے کہنا چاہیے کہ اے اللہ

ہمارے لئے اس میں برکت عطا کر لو اس کو زیادہ کر اس لئے کہ میں دودھ کے علاوہ کوئی دوسری چیز نہیں جانتا۔ جو کھانے پینے دونوں کے لئے کافی ہوتی ہے۔

ا۔ اس حدیث کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔ یہ حسن ہے امام احمد بن حنبل وغیرہ نے اس کو بیان کیا ہے۔

دودھ اگرچہ دیکھنے میں بسیط معلوم ہوتا ہے۔ مگر وہ درحقیقت تین جوہروں سے طبعی طور پت مرکب ہے۔ پنیر، گھی، اور پانی، پنیر باردرطب ہوتا ہے۔ بدن کو غذائیت بخشتا ہے اور گھی حرارت ورطوبت میں معتدل ہے۔ تندرست انسانی جسم کے لئے موزوں ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں اور پانی گرم اور تر ہوتا ہے۔ اس حال لاتا ہے۔ بدن کو تازگی بخشتا ہے اور دودھ مجموعی طور پر اعتدال سے بھی زیادہ سرد اور تر ہوتا ہے۔ بعض لوگوں کا قول ہے کہ دودھ دوہنے کے وقت اس کی حرارت ورطوبت بڑھتی ہے۔ بعضوں نے اس کو برودت ورطوبت میں معتدل قرار دیا ہے۔

بہترین دودھ تھن سے نکالا ہوا تازہ ہوتا ہے۔ جیسے جیسے وقت گذرتا ہے۔ اس میں نقص پیدا ہوتا جاتا ہے۔ تھن سے دودھ نکالنے کے وقت اس میں برودت کم تر ہوتی ہے اور رطوبت بہت زیادہ ہوتی ہے۔ ترش دودھ اس کے برخلاف ہوتا ہے۔ پیدائش کے چالیس دن کے بعد والا دودھ سب سے عمدہ ہوتا ہے۔ جس دودھ میں بہت زیادہ سفیدی ہو تو وہ بہت خوب ہوتا ہے اور اس کی بو بھی خوش گوار ہوتی ہے اور لذیذ ہوتا ہے۔ اس میں معمولی شیرنی پائی جاتی ہے اور معتدل چکنائی ہوتی ہے۔ رقت وغلظت میں بھی متعدل ہوتا ہے۔ تندرست جوان جانور سے لیا گیا ہو جس کا گوشت معتدل ہو اور اس کا چارہ اور پانی بھی معتدل ہو۔

دودھ عمدہ خون پیدا کرتا ہے۔ خشک بدن کو شاداب بناتا ہے۔ بہترین غذائیت مہیا کرتا ہے۔ وسواس رنج وغم اور سوداوی بیماریوں کے لئے بہت زیادہ نفع بخش ہے اور اگر اس میں شہد ملا کر پیا جائے تو اندرونی زخموں کو متعفن اخلاط سے بچاتا ہے۔ شکر کے ساتھ اس کو پینے سے رنگ نکھرتا ہے۔ تازہ دودھ جماع کے ضرر کی تلافی کرتا ہے۔ سینے اور پھیپھڑے کے لئے موافق ہوتا ہے۔ سبل (آنکھ کی ایک بیماری جس میں آنکھ پر پردہ پڑ جاتا ہے) کے مریضوں کے لئے عمدہ غذا ہے۔ البتہ سر، معدہ، جگر اور طحال کے لئے ضرررساں ہے۔ اس کا زیادہ استعمال دانتوں اور مسوڑھوں کے لئے نقصان دہ ہے۔ اسی لئے دودھ پینے کے بعد کلی کرنا چاہیے۔ چنانچہ بخاری اور مسلم میں روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دودھ پیا پھر پانی طلب فرمایا اور کلی کیا۔ پھر فرمایا کہ دودھ میں چکنائی ہوتی ہے۔ ا

بخار زدہ لوگوں کے لئے مضر ہے اسی طرح سر درد والوں کو بھی نقصان کرتا ہے۔ دماغ اور کمزور سر کے لئے تکلیف دہ ہے۔ اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے کور چشمی اور شب کوری پیدا ہوتی ہے۔

جوڑوں میں درد اور جگر کے سدے پیدا ہوتے ہیں۔ معدہ اور احشاء میں اپھارہ ہوتا ہے۔ شہد اور سونٹھ کے مربہ سے اس کی اصلاح کی جاتی ہے۔ یہ تمام بیماریاں اس کو لاحق ہوتی ہے۔ جو اس کا عادی نہ ہو۔

بھیڑ کا دودھ: سب سے گاڑھا اور مرطوب ہوتا ہے۔ اس میں ایسی چکنائی اور بو ہوتی ہے۔ جو بکری اور

گائے کے دودھ میں نہیں ہوتی۔ یہ فضولات بلغمی پیدا کرتا ہے اس کو ہمیشہ استعمال کرنے سے جلد میں سفیدی پیدا ہوتی ہے۔ اس لئے اس میں پانی ملا کر پینا چاہیے۔ تاکہ جسم کو اس کا کم تر حصہ ملے۔ تشنگی کے لئے تسکین بخش ہے۔ اس میں برودت بہت زیادہ ہوتی ہے۔

بکری کا دودھ:۔ لطیف معتدل ہوتا ہے اور مسہل ہوتا ہے۔ خشک بدن کو شاداب بناتا ہے۔ حلق کے زخموں اور خشک کھانسی کے لئے بے حد مفید ہے اور نفث الدم کو ختم کرتا ہے۔

دودھ عمومی طور پر جسم انسانی کے لئے نفع بخش مشروب ہے۔ اس لئے کہ اس میں غذائیت اور خون کی افزائش ہوتی ہے اور بچپن ہی سے انسان اس کا خوگر ہوتا ہے اور یہ فطرت انسانی کے عین مطابق ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں روایت ہے کہ

اَنَّ رَسُولَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اُتِیَ لَیْلَۃَ اُسْرِیَ بِہٖ بِقَدَحٍ مِنْ خَمْرٍ وَّقَدَحٍ مِنْ لَبَنٍ فَنَظَرَ اِلَیْھِمَا ثُمَّ اَخَذَا للَّبَنَ فَقَالَ جِبْرِیْلُ

ا۔ امام بخاری نے صحیح بخاری ۱/۲۰۷۔ میں الوضوء کے باب حل یمضمض من اللبن کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۳۵۸ میں کتاب الحیض کے باب نسخ الوضوء مما مست النار کے تحت حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَاکَ لِلْفِطْرَۃِ لَوْ اَخَذْتَ الْخَمْرَ غَوَتْ اُمَّتُکَ ا۔

شب معراج میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شراب کا ایک پیالہ اور دودھ کا ایک پیالہ لایا گیا آپ نے دونوں کو دیکھا۔ پھر دودھ کا پیالہ اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اس پر حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے جس نے آپ کی رہنمائی فطرت کی جانب فرمائی۔ اگر آپ شراب کا پیالہ اٹھا لیتے تو آپ کی امت گمراہ ہو جاتی۔

ترش دودھ دیر میں آنتوں کو چھوڑتا ہے۔ خلط خام پیدا کرتا ہے۔ اس کو گرم معدہ ہی ہضم کرتا ہے اور اسی کے لئے یہ مفید بھی ہے۔

گائے کا دودھ:۔ بدن کو غذا دیتا ہے اور اس کو شاداب بناتا ہے۔ اعتدال کے ساتھ اس حال لاتا ہے۔

گائے کا دودھ سب سے معتدل ہوتا ہے اور اس میں رقت و غلظت اور چکنائی بکری اور بھیڑ کے دودھ کے مقابل عمدہ ہوتی ہے۔ سنن میں عبداللہ بن مسعود سے مرفوعاً روایت مذکور ہے کہ تم لوگ گائے کا دودھ استعمال کرو۔ اس لئے کہ یہ ہر درخت سے غذا حاصل کرتی ہے۔ ۲۔

اونٹنی کا دودھ:۔ فصل کے شروع ہی میں اس کے فوائد کا ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں پر دوبارہ اس کے ذکر کرنے کی کوئی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

لُبان (کندر) اس کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک حدیث وارد ہے۔ جس میں آپ نے فرمایا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

بِخِرُوْا بُیُوْتَکُمْ بِاللُّبَانِ وَ الصَّعْتَرِ

اپنے گھروں کو کندر اور صعتر (پہاڑوں پودینہ) کی دھونی دو۔

ا۔ اس کی تخریج پہلے گذر چکی ہے۔

۲۔ اس کو اصحاب سنن میں سے کسی نے بھی روایت نہیں کیا ہے۔ یہ محض مؤلف رحمۃ اللہ کا وہم ہے۔ البتہ یہ حدیث مستدرک ۷/۱۹۷ میں مذکور ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔

لیکن یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہے۔ البتہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی جاتی ہے کہ ایک شخص نے آپ سے نسیان کی شکایات کی آپ نے اس سے فرمایا کہ کندر استعمال کیا کرو۔ اس لئے کہ اس سے دل مضبوط ہوتا ہے اور نسیان ختم ہو جاتا ہے۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ایک اثر ہے کہ اس کو شکر کے ساتھ نہار منہ استعمال کرنا۔ پیشاب اور نسیان کے لئے مفید ہے۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بھی مروی ہے کہ ان سے ایک شخص نے نسیان کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ کندر استعمال کیا کرو۔ اس کو رات میں بھگو دو اور صبح بیدار ہو کر نہار منھ اس کا مشروب پیو اس لئے کہ یہ نسیان کے لئے بہت عمدہ ہوتا ہے۔

اس کا طبعی سبب ظاہر ہے۔ اس لئے کہ نسیان اگر کسی سوء مزاج بارد رطب کو لاحق ہو تو وہ اس کے دفاع پر غالب رہتا ہے۔ چنانچہ مریض جو کچھ دیکھتا ہے [redacted] نہیں رکھ پاتا۔ لہٰذا کندر اس کے لئے بے حد مفید ہوگا۔ لیکن اگر نسیان کسی عارضی چیز کے غلبہ کے سبب سے ہو۔ تو اس کو مرطبات کے استعمال کے ذریعہ دور کرنا۔ آسان ہوتا ہے۔ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ خشکی کی وجہ سے نسیان ہوگا تو نیند نہ آئے گی۔ ماضی کی باتیں یاد ہوں گی۔ مگر حالیہ باتیں یاد نہ رہیں گی اور اگر نسیان رطوبت کے سبب سے ہو تو اس کے برعکس ہوگا۔

بعض چیزیں خاص طور پر نسیان پیدا کرتی ہیں۔ جیسے گدی کے گڈھے پر پچھنا لگوانا۔ سبز دھنیا کا بکثرت استعمال، ترش سیب کھانا۔ رنج و غم کی کثرت، ٹھہرے ہوئے پانی میں دیکھنا اور اس میں پیشاب کرنا۔ سوئی دیئے ہوئے شخص کی طرف دیکھنا۔ قبروں کی تختیوں کو بار بار پڑھنا اونٹ کی دو قطاروں کے درمیان چلنا۔ حوض میں جوں ڈالنا، اور اسی طرح چوہے کا پسماندہ کھانا یہ ساری باتیں تجربہ کی بنیاد پر بیان کی گئی ہیں۔ ا۔

ا۔ یہ سمر نیرم کا طریقہ علاج ہے۔ جو عوام میں سے مروج ہے اور وہم کے غلبہ کی شدت کی بنیاد پر لوگ اسے تجربہ قرار دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ مؤلف پر رحم فرمائے کہ بہت مدت تک ان جیسی چیزوں سے بچے رہے۔

الغرض کندر دوسرے درجہ میں گرم اور پہلے درجہ میں خشک ہوتا ہے۔ اس میں معمولی قبض ہوتا ہے۔ اس کے فوائد زیادہ ہیں۔ مضرت کم ہے۔ کندر خون بہنے اور خون آنے سے روکتا ہے۔ درد معدہ کو دور کرتا ہے۔ غذا ہضم کرتا ہے۔ دست آور ہے۔ ریاح کو دور کرتا ہے۔ آنکھ کے زخموں کو جلا بخشتا ہے۔ ہر قسم کے زخموں میں گوشت دوڑاتا ہے کمزور معدہ کو تقویت بخشتا ہے اور اس میں گرمی پیدا کرتا ہے۔ بلغم کو خشک کرتا ہے اور سینے کی رطوبات کو صاف کرتا ہے کور چشمی کو دور کرتا ہے۔ خراب قسم کے زخموں کو پھیلنے سے روکتا ہے۔ اگر اس کو تنہا یا صعتر فارسی (پہاڑی پودینہ) کے

ساتھ چبایا جائے تو بلغم کو خارج کرتا ہے۔ زبان کی بندش کو ختم کرتا ہے۔ ذہن کو بڑھاتا ہے اور اس کو تیز کرتا ہے۔ اس اگر اس کی بھاپ کی دھونی دی جائے تو وباء میں مفید ہوتا ہے ہوا کو آلائش سے صاف کر کے خوش گوار کرتا ہے۔

ظ ظ ظ

حرف میم

ماء (پانی) یہ زندگی کا مادہ اور مشروبات کا سردار ہے۔ عناصر اربعہ میں سے ایک بلکہ اس کا اصلی رکن ہے۔ اس لئے کہ آسمان اس کے بخار سے پیدا کئے گئے اور زمین کی تخلیق اس کے جھاگ سے عمل میں آئی اور ہر جاندار چیزوں کو اللہ نے پانی ہی سے بنائی۔

پانی کے بارے میں اختلاف کہ یہ غذا کا کام کرتا ہے۔ یا صرف غذا کے نفوذ کا ذریعہ ہے؟ اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ جس کو ہم پہلے ویان کر چکے ہیں اور ھم اس کی دلیل اور اس سے راجح قول کا ذکر بھی کر چکے ہیں۔ پانی سرد تر ہوتا ہے۔ حرارت کو ختم کرتا ہے۔ بدن کے رطوبات کا محافظ ہے اور جو رطوبات تحلیل ہو جاتی ہیں۔ اس کی تلافی کرتا ہے۔ غذا کو لطیف بناتا ہے اور اس کو بدن کی رگوں میں پہنچاتا ہے۔ پانی کی خوبی دس طریقوں سے معلوم کی جاتی ہے۔

۱۔ رنگ دیکھ کر معلوم کی جاتی ہے کہ وہ صاف ستھرا ہے۔

۲۔ بو سے معلوم ہوتی ہے کہ اس میں کوئی دوسری بو نہیں ہونی چاہیے۔

۳۔ ذائقہ سے معلوم پڑتی ہے۔ کہ وہ شیریں اور لذیذ ہو جیسے نیل اور فرات کا پانی ہوتا ہے۔

۴۔ اس کے وزن سے جان لی جاتی ہے کہ وہ ہلکا ہو اور اس کا قوام لطیف ہو۔

۵۔ اس کی خوبی اس کی گذر گاہ سے معلوم ہوتی ہے کہ اس کا راستہ اور گذر گاہ عمدہ ہے۔

۶۔ منبع سے کہ اس کے پانی نکلنے کی جگہ دور ہے۔

۷۔ دھوپ اور ہوا کے اس پر گذرنے سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ زمین دوز نہ ہو جہاں دھوپ اور ہوا کا گذر نہ ہو سکے۔

۸۔ اس کی حرکت سے کہ وہ تیزی کے ساتھ بہتا ہے۔

۹۔ اس کی کثرت سے معلوم کی جاتی ہے کہ وہ اتنا زیادہ ہو کہ جو فضلات اس سے ملے ہوئے ہوں۔ ان کو دور کر سکے۔

۱۰۔ اس کے بہاؤ کے رخ سے معلوم ہوتی ہے کہ وہ شمال سے جنوب کی طرف یا مغرب سے مشرق کی جانب جا رہی ہو۔

اگر ان خوبیوں کو دیکھا جائے تو یہ پورے طور پر صرف چار ہی دریا میں پائی جاتی ہیں۔ دریائے نیل، دریائے فرات، سیحوں اور جیحون۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے حدیث مروی ہے۔ انہوں نے بیان کیا۔

قَالَ رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ سَيْحَانُ وَ جَيْحَانُ وَ النِّيْلُ وَ الْفُرَاتُ كُلٌّ مِنْ اَنْهَارِ الْجَنَّةِ ا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سیحون، جیحون، نیل اور فرات سب جنت کی نہروں میں سے ہیں۔

پانی کے ہلکے ہونے کا اندازہ تین طریقے سے کیا جاتا ہے۔

ا۔ امام مسلم نے ۲۸۳۹ میں کتاب الجنۃ وصفۃ نعیمھا کے باب مافی الدنیا من انہار الجنۃ کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔ مصنفؒ نے وہم کی بنیاد پر اس کو امام بخاری کی طرف منسوب کیا ہے۔ حالانکہ امام بخاری نے اس کو روایت نہیں کیا ہے۔

ا۔ پانی سردی اور گرمی سے بہت جلد متاثر ہو اور ان کو بہت جلد قبول کر لے چنانچہ بقراط حکیم کا بیان ہے کہ جو پانی جلد گرم ہو جائے اور جلد ہی ٹھنڈا بھی ہو جائے وہی سب سے ہلکا ہوتا ہے۔

۲۔ میزان سے اس کا اندازہ کیا جاتا ہے۔

۳۔ دو مختلف قسم کے پانی میں دو ہموزن روئی کے پھائے بھگوئے جائیں۔ پھر ان کو پورے طور پر خشک کر کے وزن کیا جائے تو جو سب سے ہلکا ہوسکا۔ اس کا پانی بھی اس طرح ہلکا ہوگا۔

پانی میں اگرچہ حقیقتاً سردتر ہے۔ مگر اس کی قوت کسی ایسے عارضی سبب سے متغیر و منتقل ہوتی رہتی ہے۔ جو اس کے تغیر کا موجب بنتا ہے۔ اس لئے کہ جس پانی کا شمالی حصہ کھلا ہوا اور دوسرے حصہ پر چھپا ہوا ہو وہ ٹھنڈک ہوتا ہے اور اس میں معمولی خشکی ہوتی ہے جو شمالی ہوا کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح دوسری سمتوں کے پانی کا حکم ہے۔

اور کان سے نکلنے والا پانی اسی کان کی طبیعت کے مطابق ہوگا اور اسی انداز کا اثر بدن پر نمایاں ہوگا۔ شیریں پانی مریضوں اور تندرست لوگوں کے لئے مفید ہے۔ ٹھنڈا پانی اور بھی زیادہ مفید لذیذ ہوتا ہے۔ اس کو نہار منھ اور جماع کرنے کے بعد پینا مناسب نہیں۔ اسی طرح نیند سے بیدار ہونے کے بعد جماع کے بعد اور تازہ پھل کھانے کے بعد اس کو پینا نہیں چاہیے۔ اس کا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

لیکن اگر کھانے کے بعد پانی کی ضرورت محسوس ہو تو متعین مقدار میں پینا چاہیے۔ اس میں کوئی مضائقہ نہیں البتہ زیادہ پینا مضر ہے۔ اگر پانی کی چسکی لے تو یہ کبھی بھی نقصان نہیں کرے گا۔ بلکہ معدہ کو تقویت بخشے گا اور شہوت کو ابھارے گا اور تشنگی ختم کرے گا۔

نیم گرم پانی اپھارہ پیدا کرتا ہے اور مذکورہ فوائد کے برخلاف اثرات دکھلاتا ہے باسی نیم گرم پانی تازہ سے عمدہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا ہے اور آب سرد اندرونی طور پر خارجی طور پر استعمال کرنے کے مقابل زیادہ نافع ہے اور گرم اس کے برعکس ہوتا ہے۔ ٹھنڈا پانی عفونت دم میں زیادہ نافع ہے۔ اسی طرح بخارات کب سر کی کی طرف جانے سے روکتا اور عفونت سے بچاتا ہے۔ یہ گرم مزاج گرم مقام اور جوان العمر لوگوں کے لئے موزوں ہوتا

ہے موزوں ہوتا ہے اور نضج اور تحلیل کی ضرورت میں بہرصورت نقصان دہ ہوتا جیسے زکام، ورم وغیرہ اور بہت زیادہ ٹھنڈا پانی دانتوں کو نقصان پہنچاتا ہے اور ایسے پانی کا بکثرت استعمال خون کو پھاڑتا ہے اور نزلے کو حرکت دیتا ہے۔

بہت زیادہ ٹھنڈا یا گرم پانی دونوں اعصاب اور اکثر اعضاء جسمانی کو نقصان پہنچاتا ہے۔ اس لئے کہ ان میں سے ایک محلل ہے اور دوسرا کثافت پیدا کرتا ہے۔ گرم پانی سے اخلاط حادہ کی سوزش ختم ہو جاتی ہے۔ نضج و تحلیل کا کام کرتا ہے۔ رطوبات ردیہ کو نکال پھینکتا ہے۔ بدن کو شاداب بناتا ہے اور اس میں گرمی پیدا کرتا ہے۔ اس کے پینے سے ہاضمہ خراب ہوتا ہے۔ غذا کے ساتھ استعمال کرنے سے یہ معدہ کی بالائی سطح پر تیرتا رہتا ہے اور اسے ڈھیلا کرتا ہے۔ تشنگی دور کرنے میں بھی زیادہ عمدہ نہیں ہے۔ بدن کو لاغر بناتا ہے۔ امراض ردیہ کا نقیب ہے۔ اکثر امراض میں مضر ہے البتہ بوڑھوں کے لئے موزوں ہے۔ اسی طرح مرگی۔ سردی کی وجہ سے سر درد کے مریضوں اور آشوب چشم کے بیماریوں کے لئے گرم پانی مناسب ہے۔ خارجی طور پر اس کا استعمال بہت زیادہ ہے۔

آفتاب کی تمازت سے گرم شدہ پانی کے بارے میں کوئی حدیث یا اثر صحیح طور پر ثابت نہیں ہے اور نہ قدیم اطباء میں سے اس کو کسی نے خراب سمجھا اور نہ اس کو معیوب قرار دیا۔ بہت زیادہ گرم گردے کی چربی کو پگھلا دیتا ہے۔ حرف عین کے تحت بارش کے پانی کا بیان ہو چکا ہے۔ اس لئے یہاں اعادہ کی کوئی ضرورت نہیں۔

برف اور اولے کا پانی:

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت مذکور ہے آپ نے نماز کے استفتاح میں یہ دعا فرماتے تھے۔

اَللّٰھُمَّ اغْسِلْنِیْ مِنْ خَطَایَایَ بِمَاءِ الثَّلْجِ وَالْبَرَدِ [1]

---

[1] اس حدیث کی تخریج گذر چکی ہے۔

اے خدا مجھے گناہوں سے برف اور اولے کے پانی کے ذریعہ دھل دے۔

برف میں ایک وکانی کیفیت وماجدہ موجود ہے اور اس کا پانی بھی اسی کیفیت کا ہوتا ہے۔ برف کے پانی سے گناہوں کو دھونے کی درخواست کرنے میں جو حکمت مضمر ہے اس کا بیان پہلے ہو چکا ہے کہ اس سے دل میں ٹھنڈک، مضبوطی اور تقویت تینوں چیزیں حاصل ہوتی ہیں اور اسی سے دلوں اور جسموں کے علاج بالغہ کی حقیقت منکشف ہو جاتی ہے اور بخوبی یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ بیماریوں کا علاج اس کے اضداد سے کس طرح کرنا چاہیے۔

اولے کا پانی برف کے مقابل زیادہ لذیذ اور لطیف ہوتا ہے۔ لیکن بستہ اور منجمد پانی تو وہ جیسا ہوگا۔ اسی حساب سے اس کی خوبیاں ہوں گی اور برف جن پہاڑوں یا زمینوں پر گرتا ہے۔ ان کی ہی کیفیت سے ان میں اچھائی اور خرابی پیدا ہوتی ہے۔ حمام و جماع اور ورزش اور گرم کھانا کھانے کے بعد برف کا پانی پینے سے سختی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ اسی طرح کھانسی کے مریضوں۔ سینے کے درد سے متاثر اور ضعف جگر کے مریض اور سرد مزاج کے لوگوں کو اس سے پرہیز کرنا چاہیے۔

کنویں اور نالوں کا پانی۔ کنویں کا پانی بہت کم لطیف ہوتا ہے اور زمین دوز نالوں کا پانی ثقیل ہوتا ہے۔ اس لئے کہ کنویں کا پانی گھرا ہوا ہوتا ہے۔ جس میں تعفن کا امکان ہوتا ہے اور نالوں کے پانی پر ہوا کا گذر نہیں ہوتا۔ اس کو نکال کر فوراً نہیں پینا چاہیے۔ بلکہ تھوڑی دیر رکھ دیا جائے تاکہ ہوا اپنا کام کر جائے اور اگر ایک رات گذرنے کے بعد اس کو استعمال کریں تو اور بہتر ہے اور جس پانی کا گذر سخت زمین سے ہو یا غیر مستعمل کنویں کا پانی ہو سب سے خراب ہوتا ہے۔ بالخصوص جب کہ اس کی متی بھی خرب ہو تو اور بھی زیادہ خراب اور دیر ہضم ہوتا ہے۔

آب زمزم:

تمام پانیوں کا سردار۔ سب سے اعلیٰ، سب سے بہتر اور قابل احترام ہے۔ لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ اور سب سے زیادہ بیش بہا ہے اور لوگوں کے نزدیک سب سے نفیس پانی ہے۔ یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے پیر مارنے سے پیدا ہوا اور یہی حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سیرابی کا ذریعہ بنا۔ ا۔

صحیح بخاری میں مرفوعاً حدیث مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوذر رضی اللہ عنہ سے فرمایا جو کعبہ اور اس کے پردوں کے درمیان چالیس دن تک رہے اور ان کے پاس کھانے پینے کے لئے کچھ بھی نہ تھا۔ تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ یہ (آب زمزم) مزیدار کھانا ہے۔ ۲۔ اور امام مسلم کے علاوہ دوسروں نے اپنی سند سے اس میں اتنا اضافہ کیا کہ یہ پانی بیماری کے لئے شفا ہے۔ ۳۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت مذکور ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

مَاءُ زَمْزَمَ لِمَا شُرِبَ لَهُ ۴۔

ا۔ دار قطنی نے ۲/۲۸۹ میں۔ حاکم نے ۱/۴۷۳ میں اس کو حدیث ابن عباس سے محمد بن حبیب جارودی کے واسطہ سے بیان ہے کہ محمد بن حبیب نے سفیان بن عیینہ سے سفیان نے ابن نجیح سے اور انہوں نے مجاہد سے اور مجاہد نے عبداللہ بن عباس سے روایت کیا حافظ ابن حجر نے "تلخیص" میں بیان کیا کہ محمد بن حبیب جارودی صدوق ہے۔ مگر اس کی روایت شاذ ہے۔ اس کی اس حدیث کو تمام حفاظ اصحاب عیینہ جیسے حمیدی۔ ابن ابی عمر وغیرہ نے عن ابن عیینہ ابن ابی نجیح عن مجاہد عن ابن عباس کے طریق سے روایت کیا ہے اور حدیث میں لفظ "ھزمتہ جبریل" کا مفہوم ہے کہ حضرت جبرئیلؑ نے اپنے پیر سے زمین پر مارا تو پانی کا سوتا پھوٹ پڑا "ھزمتہ" سینے کے گڑھے کو کہتے ہیں اور تفاصہ میں مذکور ہے۔ اذاغمز تھا بیدک یعنی جب تم اس کو اپنے ہاتھ سے اشارہ کرو۔ "ھزمت البئر" کنواں کھودنے کے معنی میں مستعمل ہے۔ حدیث کے لفظ وسقیا اللہ اسماعیل کا مفہور ہے۔ کہ اللہ نے اس کو ظاہر کیا تاکہ اس کے ذریعہ شروع میں حضرت اسماعیل کو سیراب کرے۔ پھر بعد کے لوگ بھی سیرابی حاصل کریں۔

۲۔ امام مسلم نے ۴۷۳ ۲۴ میں کتاب فضائل الصحابۃ کے باب من فضائل ابی ذر رضی اللہ عنہ کے تحت اس کو نقل کیا ہے۔

۳۔ بزار نے بیہقی نے ۵/۱۴۸ میں۔ طیاسی نے ۲/۱۵۸ میں۔ طبرانی نے الکبیر اور الاوسط میں اس کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ جیسا کہ حافظ منذری نے الترغیب والترہیب ۲/۱۳۳ میں اور ھیثمی نے المجمع ۳/۲۸۶۔ میں لکھا ہے۔

۴ ابن ماجہ نے ۳۰۶۲ میں اور امام احمد نے۔ بیہقی نے ۵ / ۱۴۸ میں بیان کیا ہے اور عبداللہ بن مؤمل

آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے۔ اسی کے لئے مفید ہے۔

اس حدیث کو عبداللہ بن مومل کی وجہ سے ایک جماعت نے ضعیف قرار دیا ہے۔ اس کو عبداللہ نے محمد بن منکدر سے روایت کی ہے اور ہم نے اس حدیث کو عبداللہ بن مبارک سے بایں طور پر روایت کی ہے۔ کہ جب وہ حج کے موقعہ پر آب زمزم پر پہنچے تو کہا کہ ابن ابی الموالی نے محمد بن منکدر عنجابر عن النبی کی سند سے اس کو روایت کیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا آب زمزم جس مقصد کے لئے پیا جائے۔ اسی کے لئے مفید ہے اور میں اس کو قیامت کے دن کی تشنگی دور کرنے کے لئے پیتا ہوں۔ ابن ابی موالی ثقہ ہے۔ لہٰذا یہ حدیث حسن ہے اور بعض ائمہ حدیث نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور بعض نے اس کو موضوع بتلایا ہے۔ حالانکہ یہ دونوں قول بے بنیاد ہیں۔

میں نے اور دوسرے لوگوں نے بھی شفاء امراض کے بارے میں عجیب تجربہ کیا ہے اور خود مجھے متعدد امراض میں اس سے شفا حاصل ہوئی اور خدا نے اس پانی کے ذریعہ مجھے شفا عطا فرمائی اور میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ بہت سے لوگوں نے پندرہ دنوں تک صرف اسی پانی کو

"گذشتہ سے پیوستہ" اگر چہ ضعیف ہے۔ لیکن منفرد نہیں بلکہ ابن ابی الموالی نے جس کا نام عبدالرحمن ہے۔ اس کی متابعت کی ہے۔ اس کو مؤلف نے بیان کیا ہے اور بیہقی نے ۵ / ۲۰۲ میں باب الرخصۃ رنی خروج ماء زمزم کے تحت ابراہیم بن طہمان عن الزبیر کے طریق سے عمدہ سند کے ساتھ اس کو بیان کیا ہے۔ لہٰذا یہ حدیث صحیح ہے۔ اس کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسی طرح منذری اور دمیاطی نے بھی اس کو صحیح کہا ہے اور حافظ ابن حجر نے اس کو اس کو حسن قرار دیا ہے۔ امام ترمذی نے ۹۶۳ میں اور بیہقی نے ۵ / ۲۰۲ میں اس کو عائشہ رضی اللہ عنہا سے یوں نقل کیا ہے۔ اَنَّهَا كَانَتْ تَحْمِلُ مِنْ مَاءِ زَمْزَمَ وَتُخْبِرُ اَنَّهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَحْمِلُهُ" کہ وہ آب زمزم لے جاتی تھیں یہ بھی کہتی ہیں کہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کو لاتے تھے۔ امام ترمذی نے اس کو حسن کہا ہے۔ یہ حدیث حسن ہے۔ اس کو امام بخاری نے "التاریخ الکبیر" ۳ / ۱۸۹ میں بایں الفاظ نقل کیا ہے۔ اَنَّهَا حَمَلَتْ مَاءَ زَمْزَمَ فِي الْقَوَارِيْرِ وَ قَالَتْ حَمَلَهُ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْاَدَاوِيْ وَالْقِرَبِ فَكَانَ يَصُبُّ عَلَى الْمَرْضٰى وَيَسْقِيْهِمْ، یہ عائشہؓ آب زمزم شیشیوں میں لاتی تھیں اور یہ کہتیں کہ اس کو رسول خدا صلعم مشکوں اور مشکوں میں لاتے تھے اور اس سے مریضوں کو نہلاتے اور انھیں پلاتے تھے۔

نوش کیا اور یہ ان کو تغذیہ دیتا رہا اور انھیں بھوک کا احساس نہیں ہوتا اور عام لوگوں کی طرح طواف کعبہ کرتے رہے۔ مجھے بعض لوگوں نے یہ بھی بتایا کہ چالیس روز تک اس پر گذارہ کیا۔ اس کے باوجود اس میں بیوی سے جماع کرنے کی قوت پورے طور پر موجود رہی وہ مباشرت کرتے تھے اور روزہ رکھتے اور بار بار طواف کعبہ بھی کرتے تھے۔

دریائے نیل کا پانی: ۔ نیل جنت کی ایک نہر یہ بلاد حبشہ کی وادی کے کنارہ میں واقع جبال قمر کے پیچھے سے نکلی ہے۔ جہاں کہ بارش کا پانی ٹھہرتا ہے اور سیلاب آتے رہتے ہیں۔ پھر وہ سیلاب ایسے چٹیل میدانوں کی طرف رخ کرتے ہیں۔ جہاں روئیدگی کا دور دور تک پتہ نہیں ہوتا۔ اس سے وہاں پر کھیتیاں لہلہا اٹھتی ہیں۔ ان کھیتیوں سے جانور اور انسان دونوں فیضیاب ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ زمین جہاں سے اس پانی کا گذر ہوتا ہے بہت سخت ہوتی ہے۔ ا اگر عادت کے مطابق معمولی بارش ہوتی ہے۔ تو نباتات کے اگنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا اور اگر بہت زیادہ

بارش ہوجاتی ہے تو مکانات اور باشندوں کو نقصان ہوتا ہے اور ذرائع معیشت و مصالح معطل ہوکر رہ جاتے ہیں۔ اس لئے بارش دور دراز علاقوں میں ہوتی ہے۔ پھر یہ بارش ان زمینوں کی طرف ایک بڑی نہر کی شکل میں آجاتی ہے اور ان میں زیادتی بحکم الٰہی معلوم وقتوں میں اتنی ہی ہوا کرتی ہے۔ جس سے ان علاقوں میں شادابی آجائے اور روئیدگی کے لئے کافی ہو۔ پھر جب یہ علاقے پورے طور پر سیراب ہوجاتے ہیں اور شادابی آجاتی ہے۔ تو آہستہ آہستہ پانی کم ہوجاتا ہے اور نیچے چلا جاتا ہے۔ کہ کھیتی پورے طور پر ہوسکے مصلحت و معیشت کی تکمیل ہو۔ اس پانی میں دس ۱۰ خصوصیات موجود ہیں۔ جن کا ذکر پہلے ہوچکا ہے چنانچہ نیل کا پانی بہت زیادہ لطیف بلکہ شیریں اور لذیذ ہوتا ہے۔

سمندر کا پانی:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث ثابت ہے۔ جس میں آپ نے سمندر کے بارے میں فرمایا۔

هُوَ الطَّهُوْرُ مَاؤُهُ الْحِلُّ مَيْتَتُهُ ۲؎

ا؎ طین لا بلیز۔ اس مصری مٹی کو کہتے ہیں۔ جس دریائے نیل سیلاب کے بعد چھوڑ جاتی ہے۔

۲؎ اس کی تخریج گذر چکی ہے۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

سمندر کا پانی پاک ہے اور اس کا مردار حلال ہے۔

اللہ نے اس کا پانی نمکین شور، تلخ کھاری بنایا تا کہ روئے زمین پر بسنے والے انسانوں اور چوپایوں کی ضروریات کی تکمیل ہوسکے۔ اس لئے کہ یہ ہمیشہ ٹھہرا ہوا رہتا ہے۔ اس میں بکثرت حیوانات پائے جاتے ہیں۔ جو اسی میں مرتے ہیں اور ان کی قبریں نہیں تیار کی جاتیں۔ اگر سمندر کا پانی شیریں ہوتا تو ان جانوروں کے رہنے اور اس...... میں مرنے کی وجہ سے متعفن ہوجاتا اور دنیا کی ہوا میں اس علاقے سے گذرتیں ہیں وہ بھی ان سمندری فضا سے متاثر ہو کر متعفن ہوجاتیں اور ساری دنیا میں فساد عام ہوجاتا اور بیماریاں پھیلتیں ہیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے اپنی حکمت بالغہ کے تقاضا کے تحت اس کو اتنا نمکین بنایا کہ اگر ساری دنیا کے مردار۔ آلائشیں اور مردے ڈالے جائیں پھر بھی اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہوگا اور ابتدائے آفرینش سے آج تک اس کے ٹھہراؤ نے اس میں کسی قسم کا تغیر نہیں ہونے دیا اور قیامت تک یہ اسی طرح رہے گا۔

سمندر کو نمکین و شور بنانے کی یہی حقیقی علت غائی ہے اور اس کا فاعلی سبب یہ ہے کہ زمین شور اور نمکین ہوجائے۔

بایں ہمہ سمندر کے پانی سے غسل کرنا ظاہر جلد کی مختلف بیماریوں کے لئے سود مند ہے اور اس کا پانی پینا جلد کے ظاہر و باطن دونوں کے لئے ضرر رساں ہے اس لئے کہ یہ مسہل ہوتا ہے اور لاغر بناتا ہے۔ اس کے پینے سے جلد پر خارش، داد پیدا ہوتی ہے۔ اس سے اپھارہ پیدا ہوتا ہے۔ نیز تشنگی مزید بڑھتی ہے اور جس کے لئے اس کو پینا ناگزیر ہو تو اس کو اس کی مضرت کو دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔

پہلا طریقہ یہ ہے کہ پانی کو ہانڈی میں رکھا جائے اور ہانڈی کے اوپر نے رکھی جائے۔ جس پر نیا دھنا ہوا

دن ہو اور ہانڈی کے نیچے آگ جلا کر اسے پکایا جائے یہاں تک کے بخارات اٹھ کر اون تک پہنچ جائیں۔ جب زیادہ ہو جائیں تو اون کو نچوڑ لیں اس کو گرنے نہ دیں یہاں۔ تک کہ پانی کا صاف ستھرا حصہ نکل کر باہر آ جائے اور نمکین شور پانی۔ ہانڈی کی سطح زیریں میں باقی رہ جائے۔

دوسرا طریقہ یہ ہے سمندر کے کنارے ایک بڑا گڈھا کھودا جائے۔ جس کی طرف سمندر کا پانی بہایا جائے۔ پھر اسی کے قریب دوسرا گڈھا بنا کر اس کی طرف پانی ڈالا جائے۔ پھر ایک تیسرا گڈھا بنائیں اور اس کی طرف پانی بہایا جائے غرض اسی طرح یہ عمل کیا جائے گا۔ جب تک کہ پانی شیریں نہ ہو جائے۔ جب اس گدلے پانی کا پینا ناگزیر ہو تو اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں سنگریزے یا دیوار کی لکڑی کا ایک ٹکڑا یا شعلہ زن انگارہ اس میں ڈال دیں کہ اسی میں بجھ جائے۔ یا اس میں گل ارمنی یا گیہوں کا ستو آمیز کر لیں۔ تو اس کی کدورت و غلاظت نیچے بیٹھ جائے گی۔

مشک۔ صحیح مسلم میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یہ حدیث منقول ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَطْيَبُ الطِّيْبِ الْمِسْکُ [1]

سب سے بہترین خوشبو مشک ہے۔

اور صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے۔ وہ فرماتی ہیں۔

كُنْتُ اُطَيِّبُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَبْلَ اَنْ يُحْرِمَ وَيَوْمَ النَّحْرِ قَبْلَ اَنْ يَطُوْفَ بِالْبَيْتِ بِطِيْبٍ فِيْهِ مِسْکٌ [2]

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کے احرام باندھنے سے پہلے اور یوم نحر کو خانہ کعبہ کا طواف کرنے سے پہلے ایسی خوشبو لگاتی تھی۔ جس میں مشک کی آمیزش ہوتی تھی۔

۱۔ امام مسلم نے ۲۲۵۲ میں کتاب الالفاظ کے باب استعمال المسک کے تحت یوں نقل کیا ہے۔ انہ اطیب الطیب کہ یہ سب سے عمدہ ہوتی ہے۔

۲۔ امام بخاری نے ۳/ ۳۱۵، ۳۱۶، میں کتاب الحج کے باب الطیب عند الاحرام کے تحت اس کو ذکر کیا ہے۔

مشک تمام خوشبوؤں کی سرتاج ہے۔ سب سے بہتر اور خوشگوار ہوتی ہے۔ اس کو ضرب المثل کی حیثیت حاصل ہے۔ اسی سے دوسری خوشبو کی تشبیہ دیتے ہیں۔ لیکن اس جیسی کوئی خوشبو نہیں ہوتی اور جنت کے ٹیلے کے مشک کے ہوں گے۔ اس کا مزاج دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ نفس کو فرحت بخشتی ہے اور قوی کرتی ہے۔ اس کے پینے اور سونگھنے سے تمام باطنی اعضاء کو تقویت ملتی ہے۔ اور ظاہری اعضاء پر جب اس کو لگایا جائے تو بوڑھوں اور سرد مزاج کے لوگوں کے لئے نافع ہے۔ بالخصوص موسم سرما میں تو اور ہی مفید ہے۔ بے ہوشی اور خفقان کے لئے بہترین دوا ہے۔

اور ضعیف القوۃ میں حرارت غریزی کو ابھارتی ہے۔ آنکھ کی سفیدی کو جلا بخشتی ہے اور رطوبات چشم کو نکال

پھینکتی ہے۔ جسم کے تمام اعضاء سے ریاح کو خارج کرتی ہے۔ زہر کے اثر کے لئے تریاق ہے۔ سانپ کے ڈسنے پر مفید ہے۔ اس کے فوائد بے شمار ہیں۔ مفرحات میں اسے اعلیٰ ترین مفرح کا درجہ حاصل ہے۔

مَرزنجوش ۱؎ (ایک قسم کی بوٹی کا نام ہے) اس کے متعلق ایک حدیث وارد ہے مگر اس کی صحت کی ہمیں واقفیت نہیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِالْمَرْزَنْجُوْشِ فَإِنَّهُ جَيِّدٌ لِلْخَشَامِ ۲؎

تم لوگ مرزنجوش استعمال کیا کرو۔ اس لئے کہ زکام کے لئے مفید ہے۔

یہ تیسرے درجہ میں گرم اور دوسرے درجہ میں خشک ہے۔ اس کو سونگھنا یا رد سر درد کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح بلغمی اور سوداوی سر درد کے لئے نافع ہے زکام اور ریاح غلیظہ میں سود مند ہے۔ دماغ اور نتھنوں میں پیدا ہونے والے سدوں کو کھولتا ہے اور اکثر اورام باردہ کو تحلیل کرتا ہے۔ اکثر مرطوب، بارد، درد اور ورم میں مفید ہے۔ اس کا حمول حیض آور ہے اور عورتوں کو

۱؎ مرزنجوش:۔ بہت زیادہ شاخوں والا ایک پودا ہے۔ جو زمین سے اگتے ہی زمین پھیل جاتا ہے۔ اس کے پتے گول اور روئیں دار ہوتے ہیں۔ اس کی خوشبو بہت زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔

۲؎ علامی سیوطی نے اس کو ''الجماع اصغیر میں بیان کیا ہے اور ابن سنی اور ابو نعیم کی طرف اس کو منسوب کیا کہ ان دونوں نے اس کو کتاب الطب میں حدیث انس سے روایت کیا ہے اور اس کے ضعف کی طرف بھی اشارہ کیا ہے۔

حاملہ کرنے میں ماون ثابت ہوتا ہے اور اس کے خشک پتوں کو پیس کر خون جمی آنکھوں پر ٹکور کیا جائے تو خاصا فائدہ ہوتا ہے اور اگر بچھو کے ڈنک زدہ مقام پر اس کو سرکہ کے ساتھ آمیز کر کے ضماد کریں تو سود مند ہوتا ہے۔

اس کا روغن پشت اور گھٹنوں کے درد میں مفید ہے۔ تکان دور کرتا ہے۔ جو ہمیشہ اسے سونگھا کرے اس کو نزول الماء کی بیماری نہ ہوگی۔ اگر اس کے عرق کو تلخ بادام کے روغن کے ساتھ آمیز کر کے ناکوں میں چڑھائیں تو نتھنوں کے سدوں کو کھول دیتا ہے اور نتھنوں۔ دماغ میں پیدا ہونے والی ریاح کو توڑتا ہے۔

ملح (نمک) ابن ماجہ نے اپنی سنن میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث ذکر کی ہے۔ جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَيِّدُ اَدَامِكُمُ الْمِلْحُ ۱؎

اعلیٰ ترین سالن نمک ہے۔

نمک ہر چیز کا سرتاج، مصلح ہے اور ہر چیز کے ذائقہ کا دارومدار اسی پر قائم ہے۔ اکثر سالن نمک کے ذریعہ ہی تیار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ مسند بزار میں مرفوع روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

سَيُوْشِكُ اَنْ تَكُوْنُوْا فِى النَّاسِ مِثْلَ الْمِلْحِ فِى الطَّعَامِ وَلَا يَصْلُحُ الطَّعَامُ اِلَّا بِالْمِلْحِ ۲؎

عنقریب وہ دور آنے والا ہے۔جس میں تم لوگ کھانے میں نمک کی طرح ہوگے اور کھانے کی اصلاح نمک کے ذریعہ ہوتی ہے۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۳۱۵ میں کتاب الاطعمۃ کے باب الملح کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔اس کی سند میں عیسیٰ بن ابی عیسیٰ حناط متروک الحدیث ہے۔تقریب التھذیب میں اسی طرح مذکور ہے۔

۲۔ ہیثمی نے "المجمع" ۱۰/۱۸ میں اس کو بیان کیا اور کہا کہ اس کو بزار اور طبرانی نے حدیث سمرہ سے روایت کیا ہے اور طبرانی کی اسناد حسن ہے۔

علامہ بغوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی تفسیر میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مرفوع روایت نقل کی ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ اَنْزَلَ اَرْبَعَ بَرَکَاتٍ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ اَلْحَدِیْدَ وَالنَّارَ وَالْمَاءَ وَالْمِلْحَ

اللہ تعالیٰ نے آسمان سے زمین کی طرف چار برکتیں نازل فرمائیں ہیں۔لوہا، آگ پانی اور نمک۔

اس حدیث کا موقوف ہونا زیادہ بہتر معلوم ہوتا ہے۔

نمک سے تمام جسم انسانی وغذا انسانی کی اصلاح ہوتی ہے اور ہر آمیزش کی اصلاح کرتا ہے۔جو کسی چیز پیدا ہوگئی ہوحتی کہ سیم وزر کی آمیزش کی اصلاح اسی سے وہتی ہے۔اس لئے کہ اس میں ایک ایسی قوت ہوتی ہے۔جو سونے کی زردی اور چاندی کی سفیدی کو مزید بڑھاتی ہے اور چمک دمک پیدا کرتی ہے اور اس میں جلاء اور تحلیل کی بھی قوت موجود ہے۔اسی لئے رطوبات غلیظ کو ختم کرتا ہے اور اسے خشک کرتا ہے۔بدن کو تقویت بخشتا ہے اور اسے فاسد اور متعفن ہونے سے روکتا ہے اور خارش کے زخموں کے لئے نافع ہے۔

اگر اس کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو آنکھ کے بد گوشت کو ختم کر دیتا ہے اور ناخنہ ا۔ کو جڑ سے ختم کرتا ہے۔نمک اندرانی ۲۔ سب سے عمدہ ہوتا ہے اور خراب زخموں کو پھیلنے سے روکتا ہے۔پائخانہ نیچے لاتا ہے۔اگر استسقاء کے مریضوں کے شکم پر اس کی مالش کی جائے تو ان کو آرام پہنچاتا ہے۔دانتوں کو صاف شفاف بناتا ہے اور ان کی گندگی کو ختم کرتا ہے۔مسوڑھوں کو مضبوط کرتا ہے۔علاوہ ازیں اس کے منافع وفوائد بے شمار ہیں۔

ظظظ

ا۔ ظفرۃ، ناخنہ، ایک زائد سفید گوشت ہوتا ہے۔جو آنکھ کی روشنی پر رفتہ رفتہ اثر انداز ہوتا ہے۔

۲۔ قاموس میں مذکور ہے کہ اندرانی یہ غلط ہے صحیح ذرآنی ہے۔یہ نمک بہت زیادہ سفید ہوتا ہے۔

حرف نون

نخل (کھجور کا درخت) قرآن مجید میں نخل کا ذکر متعدد مقامات پر آیا ہے۔ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک حدیث اس کے متعلق مذکور ہے۔ ابن عمرؓ نے بیان کیا۔

بَیْنَا نَحْنُ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذْ اُتِیَ بِجُمَّارِ نَخْلَۃٍ فَقَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ مِنَ الشَّجَرِ شَجَرَۃً مَثَلُھَا مَثَلُ الرَّجُلِ الْمُسْلِمِ لَایَسْقُطُ وَرَقُھَا اَخْبِرُوْنِیْ مَاھِیَ؟ فَوَقَعَ النَّاسُ فِیْ شَجَرِ الْبَوَادِیْ فَوَقَعَ فِیْ نَفْسِیْ اَنَّھَا النَّخْلَۃُ فَاَرَدْتُ اَنْ اَقُوْلَ ھِیَ النَّخْلَۃُ ثُمَّ نَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا اَصْغَرُ الْقَوْمِ سِنًّا فَسَکَتُّ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ ھِیَ النَّخْلَۃُ فَذَکَرْتُ ذٰلِکَ لِعُمَرَ فَقَالَ لَاَنْ تَکُوْنَ قُلْتَھَا اَحَبُّ اِلَیَّ مِنْ کَذَا وَکَذَا۔ ا ۔

ہم صحابہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے۔ اسی وقت کھجور کا گابھ آپ کے پاس لایا گیا۔ آپ نے فرمایا کہ درختوں میں ایسا درخت ہے۔ جو مرد مسلم کی طرح ہوتا ہے۔ اس کی پتیاں نہیں جھڑتیں بتاؤ وہ کون سا درخت ہے؟ لوگ جنگلی درختوں کو شمار کرنے لگے اور میرے دل میں یہ بات سمائی کہ یہ درخت کھجور ہے۔ چنانچہ میں نے ارادہ کرلیا کہ کہہ دوں یہ درخت کھجور ہے۔ پھر جب بزم پر نگاہ ڈالی تو میں سب سے کم عمر تھا۔ اس لئے میں نے خاموشی اختیار کر لی۔ چنانچہ خود آنحضور علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کھجور کا

ا ۔ امام بخاری نے صحیح بخاری ۹ / ۹۵ ۴ میں کتاب الاطعمۃ کے باب برکۃ النخلۃ کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۸۱۱ میں صفات المنافقین کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

درخت ہے۔ یہ بات میں نے اپنے والد حضرت عمر سے بیان کی انہوں نے فرمایا کہ عقل مند اگر تو نے کہہ دیا ہوتا تو بہت ہی اچھا ہوتا۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا کہ ایک عالم اپنے ساتھیوں کے سامنے مسائل رکھ سکتا ہے اور ان کو سکھلا سکتا ہے اور ان کی ذاتی رائے کا امتحان لے سکتا ہے۔ اسی سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مثال اور تشبیہ بیان کی جاسکتی ہے۔

اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرام اپنے اکابر کی عزت و تعظیم میں سکوت اختیار کرتے تھے اور ان کے سامنے گفتگو نہ کرتے تھے۔ بلکہ ان کا پاس و لحاظ کرتے تھے۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ انسان اپنے بیٹے کی صواب دید اور راست گوئی کی توفیق سے کس قدر خوشی محسوس کرتا ہے۔

نیز اس بات کی بھی وضاحت ہوجاتی ہے کہ بیٹا اپنے باپ کی موجودگی میں اگر کوئی بات جانتا ہو۔ تو اس کو بیان کرسکتا ہے۔ خواہ باپ کو اس کا علم نہ ہو۔ اس میں کوئی بے ادبی کا پہلو نہیں ہے۔

مرد مسلم کو درخت کھجور سے تشبیہ دینے سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمان میں کثرت خیر کھجور کے انداز کا ہوتا

ہے۔اس کا سایہ ہمیشہ رہتا ہے اور اس کا پھل خوشگوار ہوتا ہے اور اس کا وجود دائمی ہوتا ہے۔اس کا پھل خشک و تر دونوں طرح سے استعمال کیا جاتا ہے۔ کچا پکا دونوں طرح سے کھایا جاتا ہے۔ یہ غذا اور دوا بھی ہے۔ روزی شیرنی بھی، مشروب اور پھل بھی ہے۔ کھجور کے تنے سے مکانات، آلات اور ظروف تیار کئے جاتے ہیں۔اس کی پتیوں سے چٹائیاں، پیمانے، برتن اور پنکھے وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور اس کی چھال سے رسیاں اور گدے دار بستر وغیرہ بنائے جاتے ہیں اور اس کی گٹھلی اونٹوں کے لئے چارہ کا کام دیتی ہے۔

سرمہ اور دواؤں میں اس کا استعمال ہوتا ہے۔مزید برآں اس کے پھل کی خوبصورتی اس کے پودوں کا جمال اور دیدہ زیبی اور اس کی جاذب نظری۔اس کے پھل کی حسن ترغیب اس کی شادابی، تازگی، یہ تمام چیزیں ایسی ہیں۔جن کو دیکھ کر دل کو فرحت حاصل ہوتی ہے اور اس کے دیدار سے خدا خالق کون و مکاں کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اور اس کی صنعت کی ندرت اس کی قدرت کاملہ اور حکم بالغہ کا نظارہ عیاں ہو جاتا ہے۔اس درخت سے مرد مسلم کے علاوہ کون سی چیز زیادہ مشابہ ہو سکتی ہے۔جب کہ مسلمان سراپا خیر ہوتا ہے اور ظاہر و باطن دونوں طور پر اس سے نفع مقصود ہوتا ہے۔

یہی وہ درخت ہے جس کا تنا پیغمبر خدا کے فراق میں زار و قطار رویا تھا۔کہ اب قرب نبی نہیں رہا۔آپ کے اقوال زریں کا سماع نہیں رہا اور اسی درخت کے نیچے مریم علیہا السلام ولادت عیسیٰ علیہ السلام کے موقعہ پر آئی تھیں۔ چنانچہ اس کا ذکر ایک حدیث میں موجود ہے مگر اس حدیث کی سند قابل غور ہے۔

اَكْرِمُوا عَمَّتَكُمُ النَّخْلَةَ فَإِنَّهَا خُلِقَتْ مِنَ الطِّيْنِ الَّذِيْ خُلِقَ مِنْهُ آدَمُ ۔[1]

تم اپنے چچا درخت کھجور کی تعظیم کرو۔اس لئے کہ اس کی تخلیق بھی اسی مٹی سے ہوئی ہے۔

جس سے آدم علیہ السلام کی تخلیق عمل میں آئی تھی۔

لوگوں نے اختلاف کیا کہ کھجور کا درخت انگور کے بیلوں سے زیادہ افضل ہے۔یا انگور کی بیلیں اس سے بہتر ہیں۔اس سلسلہ میں دو قول ہیں۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن مجید میں متعدد مقامات پر ان دونوں کو ایک ساتھ ذکر کیا ہے۔لہٰذا ان میں کوئی دوسرے سے افضل و بہتر نہیں ہے۔اگر چہ ان دونوں میں سے ہر ایک اپنی اپنی جگہ بہتر اور عمدہ ہیں اور جو زمین اس کے لئے سازگار ثابت ہو وہی بہتر اور عمدہ ہے۔

---

[1] یہ حدیث صحیح نہیں ہے۔علامہ سیوطی نے ''الجامع الصغیر'' میں اس کو بیان کیا ہے اور اس کی نسبت ابو یعلیٰ اور ابن ابی حاتم اور عقیلی کی طرف کی ہے۔کہ انہوں نے اس کو ''ضعفاء'' میں بیان کیا ہے اور ابن عدی نے ''الکامل'' میں اور ابن سنی اور ابو نعیم ''الطب'' میں حدیث علی سے ذکر کیا ہے۔سند میں مسرور بن سعید ضعیف ہے۔

نرجس (نرگس) اس سلسلہ میں ایک حدیث ہے۔جو صحیح نہیں ہے۔یہ بایں الفاظ مروی ہے۔

عَلَيْكُمْ بِشَمِّ النَّرْجِسِ فَإِنَّ فِي الْقَلْبِ حَبَّةَ الْجُنُوْنِ وَالْجُذَامِ وَالْبَرَصِ لَا يَقْطَعُهَا

اِلْاَشَمُ النَّرْجِسَ ا؎
تم لوگ گل نرگس سونگھا کرو۔ اس لئے کہ دل میں جنون۔ جذام اور برص کا دانہ ہوتا ہے۔ جو گل نرگس کے سونگھنے سے ہی ختم ہوسکتا ہے۔

نرگس کے دوسرے درجہ میں گرم خشک ہے۔ اس کی جڑ سے اعصاب کے گہرے حصوں کے زخم مندمل ہوجاتے ہیں۔ اس میں موادردیہ کوخشک کرنے اور خارج کرنے کی قوت موجود ہے۔ اگراس کو پکا کراس کا جوشاندہ پیا جائے یا اس کو ابال کر استعمال کیا جائے تو قے آتی ہے اور قعر معدہ سے رطوبات کو نکال باہر کرتا ہے اور اگراس کو شہد اور گاؤدانہ کے ساتھ پکا کر استعمال کیا جائے تو زخموں کی آلائش کو صاف کرتا ہے اور ان پھوڑوں کو بدیر تیار ہوتے ہیں۔ اس کے منہ کھول کر مواد بہادیتا ہے۔

اس کا پھول حرارت میں معتدل اور لطیف ہوتا ہے۔ زکام بارد میں نفع بخش ہے۔ اس میں زبردست قوت تحلیل ہوتی ہے۔ دماغ اور نتھنوں کے سدوں کو کھول دیتا ہے۔ مرطوب اور سوداوی سردرد کے لئے مفید ہے۔ گرم مزاج کے لوگوں کو سردرد پیدا کرتا ہے۔ اگراس کے تنے کو صلیبی انداز میں چیر کر جلادیا جائے پھر بویا جائے تو دوگنا چوگنا اگتا ہے اور جوئی موسم سرما میں اسے سونگھتا رہے تو وہ موسم میں ذات الجنب کی بیماری سے مامون رہے گا۔ بلغم اور سوداء کی تیزی کے سبب سے ہونے والے سردرد کے لئے مفید ہے۔ اس میں ایک طرح کی عطریت ہوتی ہے۔ جو دل ودماغ کے لئے مقوی ہے۔ اسی طرح یہ بہت سے امراض کے لئے نفع بخش ہے۔

''تیسیر'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ اس کے سونگھنے سے بچوں کی مرگی ختم ہوجاتی ہے۔

ا؎ علامہ ابن جوزی نے اس کوموضوعات میں شمار کیا ہے۔

نَوْرَۃُ (چونے کا پتھر) ابن ماجہ نے ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔

اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ اِذَا اطَّلٰی بَدَاَ بِعَوْرَتِہٖ فَطَلَاھَا بِالنَّوْرَۃِ وَسَائِرَ جَسَدِہٖ اَھْلُہٗ ا؎

نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اس کو اطلاء کرتے تو پہلے اپنی شرم گاہ سے شروع فرماتے۔ چنانچہ آپ نے تو شرم گاہ پر چونے کے پتھر سے طلاء کیا اور آپ کے باقی پورے جسم پر آپ کے گھر کے لوگوں نے طلاء کیا۔

اس بارے میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ مگر مذکورہ حدیث ان میں سب سے عمدہ اور قوی ہے۔

یہ بات مشہور ہے کہ سب سے پہلے شخص جو حمام میں داخل ہوئے اور جن کے لئے بال صفا پتھر تیار کیا گیا وہ حضرت سلیمان داؤد علیہ السلام تھے۔ اس نسخہ کے اجزائے اصلیہ یہ ہیں کہ چونا آب نارسیدہ دو حصہ اور ہڑتال ایک حصہ لے کر دونوں کو پانی میں ملالیا جائے اور دھوپ یا حمام میں اتنی دیر تک رکھ کر چھوڑ دیا جائے کہ وہ پک جائے اور اس کی نیلگونیت اور تیز ہوجائے پھر اس کی مالش کی جائے اور اس کو لگانے کے بعد تھوڑی دیر تک بیٹھے رہیں تاکہ وہ اپنا

کام پورے طور کر جائے اس دوران پانی نے لگنے پائے پھر اس کو دھو کر اس کی جگہ مہندی کا طلاء کریں۔ تا کہ اس کی سوزش ختم ہو جائے۔

بنق۔(بیری کا پھل) ابو نعیم نے اپنی کتاب ''الطب النبوی'' میں ایک مرفوع حدیث روایت نقل کی ہے۔

اِنَّ اٰدَمَ لَمَّا اُھْبِطَ اِلَی الْاَرْضِ کَانَ اَوَّلَ شَیْءٍ اَکَلَ مِنْ ثَمَارِھَا النَّبِقُ

حضرت آدم علیہ السلام جب جنت سے زمین پر اتارے گئے تو آپ نے زمین کے پھلوں میں سے سب سے پہلا پھل جو کھایا وہ بیر تھا۔

ا۔ ابن ماجہ نے ۳۷۵۱ میں کتاب الادب کے باب الاطلاء بالنورۃ کے تحت اس کو بیان کیا ہے۔اس حدیث کی سند میں انقطاع ہے۔اس لئے کہ حبیب بن ابی ثابت نے ام سلمہ سے مرسل سند کے ساتھ اس کو روایت کیا ہے۔

بیر کا ذکر رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ایسی حدیث میں فرمایا ہے جس کی صحت مسلم ہے کہ آپ نے شب معراج میں سدرۃ المنتہیٰ کو دیکھا۔ جس کے بیر ہجر کے مٹکوں کی طرح بڑے بڑے تھے۔ا۔

نبق۔ بیری کے درخت کا پھل ہے۔ بیر پائخانہ بستہ کرتا ہے۔ اس حال میں مفید ہے۔ معدہ کی دباغت کرتا ہے۔ صفراء کے لئے سکون بخش ہے۔ بدن کو غذائیت عطا کرتا ہے۔ بھوک کی خواہش کو ابھارتا ہے۔ مگر بلغم پیدا کرتا ہے۔ ذرب صفراوی کے لئے نافع ہے دیر ہضم ہوتا ہے۔ اس سفوف احشاء کے لئے مقوی ہے۔

صفراوی مزاج والوں کے لئے موزوں ہے۔ اس کی مضرت شہد کے ذریعہ ختم کی جاتی ہے۔

اس کے تر اور خشک ہونے کے بارے میں اختلاف ہے۔ اس سلسلے میں دو قول ہیں۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ تازہ بار در طب ہوتا ہے اور خشک ہیر سرد خشک ہوتا ہے۔

ظظظ

حرف ھاء

ھِنْدِبا(کاسنی) اس سلسلہ میں تین احادیث مروی ہیں۔ لیکن ان میں سے کوئی بھی پیغمبر خدا سے صحیح طور پر ثابت نہیں ہیں۔ بلکہ ہر ایک موضوع ہے پہلے حدیث یہ ہے۔

کُلُوْا الْھِنْدَبَاءَ وَلَا تَنْفُضُوْهُ فَاِنَّهٗ لَیْسَ یَوْمٌ مِنَ الْاَیَّامِ اِلَّا وَقَطَرَاتٌ مِنَ الْجَنَّةِ تَقْطُرُ عَلَیْهِ۔

کاسنی کا استعمال کرو اس کو صاف نہ کرو۔ اس لئے کہ ہر روز اس پر قطرات جنت ٹپکتے رہتے ہیں۔

ا۔ امام بخاری نے اپنی صحیح بخاری ۶/۲۱۸ میں اور ۲۲۰ میں کتاب بدء الخلق کے باب ذکر الملئکۃ کے تحت اس حدیث کا مالک بن صعصعہ رضی اللہ عنہ سے

روایت کیا ہے۔

دوسری حدیث بایں الفاظ مروی ہے۔

مَنْ اَکَلَ الْھِنْدَبَائَ ثُمَّ نَامَ عَلَیْھَا لَمْ یَحِلَّ فِیْہِ سَمٌّ وَّلَا سِحْرٌ

جس نے کاسنی کھائی اور اسی حالت میں سو گیا تو اس پر جادو اور زہر میں سے کوئی اثر نہیں کرے گا۔

تیسری حدیث یہ ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ

مَامِنْ وَرَقَۃٍ مِنْ وَرَقِ الْھِنْدَبَائِ اِلَّا وَعَلَیْھَا قَطْرَۃٌ مِنَ الْجَنَّۃِ ا؎

کاسنی کے پتوں میں سے کوئی پتہ نہیں ہے جس پر قطرات جنت نہ گرتے ہوں۔

بہر حال کاسنی کا مزاج بہت جلد متغیر ہو جاتا ہے۔ سال کے موسم کے ساتھ بدلتا رہتا ہے۔ چنانچہ موسم سرما میں سرد تر رہتا ہے اور موسم گرما میں گرم خشک ہو جاتا ہے اور ربیع خریف کے موسم میں متعدل رہتا ہے اور اکثر حالات میں برودت و یبوست کی طرف مائل رہتا ہے۔ اس میں قبض بارد ہوتا ہے۔ معدہ کے لئے عمدہ ہے اگر اس کو پکا کر سرکہ کے ساتھ آمیز کر کے استعمال کیا جائے تو دست بستہ کرتا ہے۔ خصوصاً کاسنی بری تو معدہ کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔ اس میں قبض بہت زیادہ ہوتا ہے۔ ضعف معدہ کو دور کرتا ہے۔ اگر معدہ پر اس کا ضماد کیا جائے تو معدہ میں پیدا ہونے والی سوزش کو ختم کرتا ہے اور نقرس کی بیماری کے لئے مفید ہے۔ اسی طرح آنکھ کے گرم ورموں کے لئے نافع ہے۔ اگر بچھو کے ڈنک زدہ مقام پر اس کے پتے اور جڑ کا ضماد کیا جائے تو سوزش نیش کژدم جاتی رہتی ہے۔ یہ مقوی معدہ ہے۔ جگر میں پیدا ہونے والے سدوں کھول دیتا ہے اور جگر کے گرم دسر درد دوں میں بے حد مفید ہے اور طحال ہے رگوں اور آنتوں کے سدوں کو کھولتا ہے اور گردے کے مجاری کو صاف کرتا ہے۔

کڑوی کاسنی جگر کے لئے بہت زیادہ مفید ہے۔ اس کا نچوڑا ہوا عرق یرقان سدی کے لئے نافع ہے۔ بالخصوص جب کہ اس میں تازہ بادیان کے عرق کی آمیزش ہو اور اگر اس کے

ا؎ ملاحظہ کیجئے مئولف کی کتاب "المنار المنیف۔ ص ۵۴ اور ملا علی قاری کی کتاب "المصنوع فی معرفۃ الحدیث الموضوع" ص ۴۷ اور علامہ شوکانی کی کتاب "الفوائد المجموعۃ ص ۱۶۵، ۱۶۷، اور ابن مفلح کی کتاب "ال آداب الشرعیۃ" ۳/ ۶۵۔

پتے کو پیس کر گرم ورم پر ضماد کیا جائے تو اس کو سرد کر کے تحلیل کر دیتا ہے۔ معدہ کی جلاء کرتا ہے۔ خون اور صفراء کی حرارت کو ختم کرتا ہے۔ اس کو بغیر دھلے اور صاف کئے بغیر کھانا بہتر ہے۔ اس لئے کہ اگر اس کو دھل کر صاف کر دیا جائے گا۔ تو اس کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔ اس میں ٹھیک تریاقی قوت ہوتی ہے۔ جو ہر قسم کے زہر پر اثر انداز ہوتی ہے۔

اگر اس کے پانی کو بطور سرمہ استعمال کیا جائے تو شبکوری ا؎ کے لئے نافع ہوتا ہے۔ تریاق اس کے پتے کا استعمال کیا جاتا ہے۔ نیش کژدم کے لئے مفید ہے اور ہر قسم کے اثر کو ختم کرتا ہے۔ اگر اس کے پانی کو نچوڑ کر اس

پر روغن زیتوں ڈالا جائے۔ پھر استعمال کیا جائے تو بہت سی قاتل دواؤں کے اثر کو ختم کر دیتا ہے۔اسی طرح سانپ کے ڈسنے اور بچھو کے ڈنک مارنے پر نفع بخش ہوتا ہے اور بھڑ کے ڈنک مارنے پر بھی نافع ہوتا ہے۔اس کی جڑ کا دودھ آنکھ کی سفیدی کو جلا بخشتا ہے۔

ظظظ

حرف واو

ورس ۲ (ایک قسم کی گھاس سے ہے جو رنگنے کے کام آتی ہے۔)

امام ترمذی نے اپنی جامع ترمذی میں زید بن ارقم کی مرفوع روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ذات الجنب کی بیماری کے لئے روغن زیتون اور ورس کو نافع قرار دیتے تھے۔قتادہ اس کا ضماد کرنے کے قائل ہیں وہ کہتے ہیں کہ جس جانب مریض کو شکایت ہو۔اسی پر اس کا ضماد کیا جائے۔ ۳

---

۱ آنکھ سے دن اور رات میں دکھائی نہ دینا۔روزکوری اور شبکوری دونوں یکساں طور پر مستعمل ہیں۔

۲ ورس:۔ یہ تیل کے پودے کی طرح ایک زرد رنگ کا پودا ہے۔جس سے کپڑے وغیرہ رنگے جاتے ہیں اور خوبصورتی کے لئے چہرے پر اس کی مالش کی جاتی ہے۔

۳ امام ترمذی نے ۲۰۷۹ میں کتاب الطب ماجاء فی دواء ذات الجنب کے تحت اور ابن ماجہ نے ۳۴۶۷ میں اس کو بیان کیا ہے۔اس کی سند میں میمون ابوعبداللہ بصری ضعیف راوی ہے۔

ابن ماجہ نے اپنی سنن میں زید بن ارقم ہی سے حدیث روایت کی ہے۔زید نے بیان کیا کہ

نَعَتَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ ذَاتِ الْجَنْبِ وَرْسًا وَقُسْطًا وَزَیْتًا یَلَدُّ بِہٖ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذات الجنب کے لئے ورس قسط اور روغن زیتون کے پلانے کو مفید بتایا۔

ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ حدیث ثابت ہے انہوں نے بیان کیا کہ عورتیں ولادت کے بعد زچگی میں چالیس دن تک رکی رہتیں اور ہم سے بعض اپنے پر ورس کی مالش کرتیں تھیں تاکہ جھائیں سے نجات ملے۔۱

ابوحنیفہ لغوی نے بیان کیا کہ ورس کی کاشت کی جاتی ہے۔یہ بری پودا نہیں ہے اور سرزمین عرب کے علاوہ کہیں اور نہیں پائی جاتی اور عرب میں بھی صرف یمن کے علاقوں میں ہوتی ہے۔

اس کا مزاج دوسرے ابتدائی درجے میں گرم خشک اور اس میں سب سے بہتر سرخ رنگ والی چھونے میں نرم اور کم بھوسی والی ہوتی ہے چہرے کی شکن، کارش اور جلد پر پیدا ہونے والی پھنسیوں کے لئے اس کا طلاء مفید ہے۔اس میں قبض اوری کے ساتھ ہی رنگنے کی قوت بھی ہوتی ہے۔برص کے لئے اس کا پینا نافع ہے۔اس کی مقدار خوراک ایک درہم کے برابر ہوتی ہے۔

اس کا مزاج اور فوائد قسط بحری کی طرح ہیں۔ بدن کے سفید داغ۔ خارش پھنسیوں اور چہرے کے سرخی مائل سیاہ داغ کے لئے اس کا طلاء بہت زیادہ نفع بخش ہوتا ہے اور ورس رنگ ہوئے کپڑے استعمال کرنے سے قوت باہ میں غیر معمولی اضافہ ہوتا ہے۔

ا۔ امام احمد نے "المسند" ۶/۳۰۰ میں اور ابوداؤد نے ۳۱۱، ۳۲۱، ۳۲۲، میں ترمذی نے ۱۳۹ میں اور دارطعنی نے ص ۸۲ میں حاکم نے ۱/۱۷۵ میں بیہقی نے ۱/۳۴۴ میں اس حدیث کو بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔ اس کے بہت سے شواہد ہیں جن سے یہ قوی ہوجاتی ہے۔ حافظ زیلعی نے "نصب الرایۃ" ۱/۲۰۵، ۲۰۶ میں اس کو نقل کیا ہے۔

وسمة:۔ نیل کے پتے کو کہتے ہیں۔ یہ بالوں کو سیاہ بناتا ہے۔ ہم نے ابھی اس سے پہلے کتم کے بیان میں سیاہ خضاب کے جواز وعدم جواز کے اختلاف کی بحث میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ظظظ

حرف یاء

یقطین گول اور لمبے کدو کو کہتے ہیں۔ اگر چہ لفظ یقطین عربی زبان میں بالکل عام ہے کیونکہ لغت میں یقطین ہر اس درخت کو کہتے ہیں جو اپنی ڈنٹھل پر کھڑا نہ ہو جیسے تربوز، ککڑی کھیرہ وغیرہ ہوتا ہے۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

وَ اَنْبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (صافات۔ ۱۴۶)

اور ہم نے ان پر ایک بیل دار درخت بھی اگا دیا تھا۔

ممکن ہے یہ اعتراض پیدا ہو کہ جو درخت اپنی ڈنٹھل پر کھڑا نہیں ہوتا۔ اس کو تو نجم کہتے ہیں۔ اس کو شجر نہیں کہتے۔ کیونکہ شجر تو اس پودے کو کہتے ہیں۔ جو اپنی ڈنٹھل پر کھڑا ہو۔ اہل لغت اسی کے قائل ہیں۔

پھر ارشاد باری تعالیٰ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ (ایک بیل دار درخت) میں شجرۃ خلاف لغت کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر شجرہ کے لفظ کو مطلق بولیں تو اس کا معنی ہوتا ہے کہ جو درخت اپنی ڈنٹھل پر کھڑا ہو مگر جب کسی خاص قید کے ساتھ اس کو مقید کر دیا جائے تو یہ بات نہیں رہ جائے گی۔ چنانچہ اسماء کے سلسلہ میں مطلق ومقید کی بحث ایک بہت اہم اور منفعت بخش باب ہے۔ صرف اہل لغت ہی اس کے مراتب ومنافع سے پورے طور پر آشنا ہوتے ہیں۔

اور قرآن مجید میں یقطین کا جو ذکر ہے۔ اس سے مراد کدو کا درخت ہے۔ اس کے پھل کو کدو اور لوکی کہتے ہیں اور اس کے درخت کو یقطین کہتے ہیں۔ چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

کہ ایک درزی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر مدعو کیا۔ حضرت انس راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ میں بھی گیا۔ داعی نے آپ کی خدمت اقدس میں جو کی روٹی اور خشک گوشت اور کو کا بنا ہوا

سالن پیش کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے کھانے کے دوران رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ پیالے کے ارد گرد سے کدو تلاش کر کر کے کھا رہے تھے۔ اسی روز سے میرے دل میں کدو کی رغبت پیدا ہو گئی۔ ا؎

ابو طالوت بیان کرتے ہیں کہ میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس آیا جب کہ وہ کدو کھا رہے تھے اور کہتے تھے کہ اے درخت تو بھی کیا چیز ہے۔ میں تجھے پیغمبر خدا کے پسند کرنے کی وجہ پسند کرتا ہوں۔

''غیلانیات'' میں ہشام بن عروہ نے اپنے عروہ سے انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے۔ حضرت عائشہ نے فرمایا کہ مجھ سے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا! جب تم کوئی ہانڈی پکانے کے لئے تیار کرو۔ تو اس میں زیادہ مقدار میں کدو ڈال لو اس لئے کہ کدو رنجیدہ دلوں کو مضبوط کرتا ہے۔

کدو سرد تر ہوتا ہے۔ معمولی غذا دیتا ہے۔ یہ معدہ سے جلد نیچے کی جانب چلا جاتا ہے اور اگر ہضم ہونے سے پہلے فاسد نہ ہو تو اس سے عمدہ خلطی پیدا ہوتی ہے۔ اس کی خاصیت یہ ہے کہ اس کو جس چیز کے ساتھ استعمال کیا جائے ہضم ہونے کے بعد اسی میں تبدیل جاتا ہے۔ اگر رائی کے ہمراہ اس کو استعمال کریں تو خلط حریف پیدا ہوگی اور اگر نمک کے ساتھ کھائیں تو نمکین خلط ہوگی اور اگر قابض چیز کے ساتھ کھائیں تو قابض خلط میں تبدیل ہوگا اور اگر یہی کے ساتھ اس کو پکا کر استعمال کیا جائے تو بدن کو عمدہ غذائیت بخشتا ہے۔

ا؎ امام بخاری نے صحیح بخاری ۹ / ۴۸۸ میں کتاب الاطعمۃ کے باب المرق کے تحت اور امام مسلم نے صحیح مسلم ۲۰۴۱ میں کتاب الاشربۃ کے باب جواز اکل المرق واستحباب اکل الیقطین کے ذیل میں اس کو نقل کیا ہے۔

کدو لطیف آبی ہوتا ہے۔ مرطوب بلغمی غذا فراہم کرتا ہے۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے نافع ہے۔ یہ سرد مزاج لوگوں کے لئے راس نہیں آتا۔ اسی طرح بلغمی مزاج لوگوں کے لئے موزوں نہیں۔ اس کا پانی تشنگی کو دور کرتا ہے اور اگر اس کو پیا جائے یا اس سے سر کو دھلا جائے۔ تو گرم سر درد کو ختم کرتا ہے۔ پاخانہ نرم کرتا ہے۔ خواہ جس طرح بھی اس کو استعمال کریں۔ بخار زدہ لوگوں کے لئے اس جیسی یا اس سے زیادہ زود اثر کوئی دوسری دوا نہیں ہے۔ اگر گوندھے ہوئے آٹے کو اس پر لگا دیں اور چولھے یا تنور میں اس کو بھون کر اس کے پانی کو لطیف مشروب کے ساتھ استعمال کیا جائے تو بخار کی تیز قسم کی حرارت کو ختم کرتا ہے۔ تشنگی دور کرتا ہے اور عمدہ تغذیہ کرتا ہے اور اگر اس کو ترنجبین اور بہی مربہ کے ساتھ استعمال کریں تو خالص صفراء کا اسہال کرتا ہے۔

اگر کدو کو پکا کر اس کا پانی تھوڑی شہد اور سہاگا کے ساتھ پیا جائے تو صفراء اور بلغم دونوں کو ایک ساتھ خارج کرتا ہے۔ اگر اس کو پیس کر چندیا پر اس کا ضماد کریں تو دماغ کے اورام حارہ کے لئے مفید ہوتا ہے۔

اور اگر اس کے ا؎ چھلکے کو نچوڑ کر استعمال کا پانی روغن گل کے ساتھ آمیز کریں اور اس کو کان میں ٹپکائیں تو کان اور ورام حارہ کے لئے نافع ہے۔ اس کا چھلکا آنکھ کے گرم ورم کے لئے بھی مفید ہوتا ہے اور گرم نقرس کو بھی ختم

کرتا ہے۔ گرم مزاج اور بخار زدہ لوگوں کے لئے یہ غیر معمولی طور پر نفع بخش ہے۔ اگر معدہ میں اس کا مقابلہ کسی ردی خلط سے ہوجائے تو یہ بھی اسی خلط ردی میں تبدیل ہوجاتا ہے اور بدن میں خلط ردی پیدا کردے گا۔ اس کی مضرت سرکہ اور مری سے دور کی جاسکتی ہے۔ ۲؎

حاصل کلام یہ کہ کدو لطیف ترین اور زود اثر دواؤں میں سے ہے۔ حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کثرت سے کدو کا استعمال فرماتے تھے۔

ظظظ

ا؎ یہاں مصنف کی مراد کدو کا چھلکا ہے۔ جرادۃ کدو یا کسی بھی لکڑے کے چھلکے کو کہتے ہیں۔

۲؎ مری:۔ ایک قسم کا سالن ہے، جیسے چٹنی ہوتی ہے۔

(۱۱۸) فصل

پرہیز واحتیاط (مچھلی انڈا)

میں اس کتاب کو پرہیز کے بارے میں چند سودمند، منفعت بخش فصلوں اور پورے طور پر نفع بخش وصیتوں پر ختم کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ جس سے کہ اس کتاب کی منفعت کو چار چاند لگ جائے۔

ابن ماسویہ کی کتاب میں پرہیز واحتیاط کی بحث میں ایک فصل میری نظر سے گذری جس کو میں بلا کم وکاست ان ہی کے الفاظ میں نقل کررہا ہوں۔

ابن ماسویہ بیان کرتے ہیں۔ کہ جو چالیس روز تک پیاز کھائے اور اسے جھائیں ہوجائے تو وہ خود کو ملامت کرے اور جس نے فصد کیا پھر نمک کھالیا جس کے سبب سے اس کو برص یا خارش لاحق ہوئی تو وہ خود کو ملامت کرے۔

جس نے مچھلی انڈا ایک ساتھ استعمال کیا اور وہ لقوہ یا فالج کا شکار ہوجائے تو خود کو قابل ملامت تصور کرے اور جو شکم سیر ہو کر حمام میں داخل ہوا اور اس پر فالج کا حملہ ہوجائے تو خود پر لعن طعن کرے۔

اسی طرح جس نے دودھ اور مچھلی ایک ساتھ کھائی اور اسے جذام، برص یا نقرس کی بیماری ہوگئی تو وہ اپنے آپ کو قصوروار سمجھے۔

جس نے نیند کے ہمراہ دودھ پی لیا جس کی وجہ سے وہ برص یا نقرس کی بیماری میں مبتلا ہوجائے تو تعجب کی بات نہیں۔

جس کو احتلام ہوا اس نے غسل کئے بغیر اسی حالت میں اپنی بیوی سے مباشرت کی جس سے مجنون اور پاگل لڑکا پیدا ہوا۔ تو کوئی بعید بات نہیں۔

جو شخص ابالا ہوا ٹھنڈا انڈا استعمال کرے جس سے امتلاء ہوگیا تو اس کو دمہ کی بیماری ہونا متعین ہے۔

جس نے اپنی بیوی سے مباشرت کی اور پوری طرح اخراج منی نہیں کیا تو اس کو پتھری کی بیماری ہونی ممکن ہے۔

جورات میں آئینہ دیکھے اور اسے لقوہ ہو جائے یا کوئی اور بیماری میں مبتلا ہو جائے تو کچھ عجب نہیں۔

فصل (۱۱۹)

پرہیز واحتیاط (صحت کا راز)

ابن بخت یشوع کا مقولہ ہے کہ انڈا اور مچھلی ایک کھانے سے پرہیز کرو اس لئے کہ ان دونوں کو استعمال کرنے سے قولنج بواسیر اور داڑھ کے درد ہوتے ہیں۔

انڈے کا دائمی استعمال چہرے پر سیاہی زردی مائل جھائیں پیدا کرتا ہے۔ نمک سود مچھلی۔ نمکین اور حمام کے بعد فصد کرنے سے خارش اور برص کی بیماری پیدا ہوتی ہے۔

بکری کے گردے کا دائمی استعمال بانجھ پن پیدا کرتا ہے اور تروتازہ مچھلی کھانے کے بعد ٹھنڈے پانی سے غسل کرنے سے فالج پیدا ہوتی ہے۔

حائضہ عورت سے مباشرت کرنا جذام کے لئے پیش خیمہ ہے اور جماع کے بعد بغیر غسل کئے دوبارہ جماع کرنے سے پتھری پیدا ہوتی ہے۔ عورت کی شرم گاہ میں زیادہ دیر تک عضو مخصوص کو ڈالے رہنا شکم میں بیماری پیدا کرتا ہے۔

بقراط کا قول ہے کہ مضر چیزوں کی قلت کا نفع بخش چیزوں کی کثرت سے بہتر ہے اور صحت کی دائمی حفاظت سے پیدا ہونے والی سستی سے بچنے اور بھرپور کھانے پینے سے پرہیز کرنے سے ممکن ہے۔

بعض اطباء کا کہنا ہے کہ جو اپنی صحت برقرار رکھنا چاہے اسے عمدہ غذا استعمال کرنی چاہیے۔ پوری طرح پیٹ خالی ہونے ے بعد کھانا چاہیے اور غیر معمولی تشنگی کے وقت پانی پینا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی پانی کم مقدار میں پینا چاہیے۔ دوپہر کے کھانے کے بعد آرام اور شام کے کھانے کے بعد چہل قدمی کرنی چاہیے اور پیشاب و پاخانہ سے فراغت کے بعد سونا چاہیے۔ شکم سیری کی حالت میں حمام داخل ہونے سے بچنا چاہیے۔ موسم گرما میں ایک مرتبہ حمام کرنا موسم سرما کے دس مرتبہ حمام سے بہتر ہے اور خشک باسی گوشت رات میں کھانا موت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ سن رسیدہ عورتوں سے مباشرت جوانوں کو بوڑھا بنا دیتی ہے اور صحت مند کو مریض بنا دیتی ہے۔ اس روایت کی نسبت حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی طرف کی گئی ہے۔ مگر یہ صحیح نہیں ہے۔ بلکہ یہ عرب کے مشہور طبیب حارث بن کلدہ ثقفی کا کلام ہے۔ یا اس کے علاوہ کسی دوسرے کا کلام ہے۔

حارث کا قول ہے کہ جو زندہ رہنے میں خوش ہو حالانکہ زندگی کو دوام نہیں تو اسے دوپہر کا کھانا علی الصباح کھا

لینا چاہیے اور رات کا کھانا جلد ہی کھانا چاہیے۔ ہلکی چادر استعمال کرنی چاہیے اور عورتوں سے جماع کم کرنا۔

جب حارث کے موت کا وقت آیا تو لوگ اس کے پاس آئے اور کہا کہ ہم کو کوئی آخری نصیحت کیجئے کہ ہم اس پر عمل کرتے رہیں۔ انہوں نے یہ نصیحت کی۔

صرف جوان عورتوں سے شادی کرو۔ پھل درخت پر پکا ہوا استعمال کرو اور اسی موسم میں کھاؤ۔ جب تک جسم میں قوت برداشت ہو دوا سے پرہیز کرتے رہو۔ ہر مہینہ معدہ کو صاف کر لیا کرو۔ اس سے بلغم صاف ہو جائے گا اور صفراء ختم ہو جائے گا اور گوشت پیدا ہوگا اور جب کوئی دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد چالیس قدم چلنا ضروری ہے۔

بعض سلاطین نے اپنے معالج سے کہا۔ کہ آپ کی زندگی کا کوئی اعتبار نہیں اس لئے مجھے کوئی ایسا نسخہ لکھ دو کہ میں اس پر عمل کر سکوں۔ اس پر معالج نے کہا کہ دیکھو صرف جوان عورت سے شادی کرنا۔ صرف جوان جانوروں کا گوشت استعمال کرنا اور بغیر کسی بیماری کے کوئی دوا نہ پینا اور پختہ پھل استعمال کرنا اور اسے خوب چبا چبا کر کھانا۔ اگر دن میں کھانا کر آرام کر لو تو کوئی مضائقہ نہیں اور رات میں کھانا کھانے کے بعد چہل قدمی کر لیا کرو پھر سو جاؤ۔ خواہ۔ قدم ہی چل لیا کرو۔ کھانے کے کی خواہش کے بغیر کھانا نہ کھاؤ۔ عورت کو جماع کی خواہش نہ ہو تو زبردستی اس سے جماع نہ کرو۔ پیشاب نہ روک رکھنا۔ حمام اس وقت کر جب کہ اس سے تم کو نفع پہنچے اس وقت حمام نہ کرو۔ جس سے تمہارے بدن کا کوئی حصہ فنا ہو جائے۔ کھانا معدہ میں موجود ہونے کی صورت میں ہرگز نہ کھانا ایسی چیز کھانے سے بچنا جس کو دانت چبانے کی استطاعت نہ رکھیں۔ کیونکہ معدہ کو اس کے ہضم کرنے میں دشواری سے دو چار ہونا پڑے گا۔ ہر ہفتہ معدہ کو صاف کرنا ضروری سمجھو اور خون بدن کا بیش بہا خزانہ ہوتا ہے۔ اس لئے اسے بلا ضرورت ضائع نہ کرنا اور حمام کیا کرو۔ کیونکہ یہ بدن کے اندرونی حصوں سے ان فضلات کو نکال باہر کرتا ہے۔ جن کو دوائیں خارج نہیں کر پاتیں۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ چار چیزیں جسم کو قوی بناتی ہیں۔

گوشت خوری۔ خوشبو سونگھنا، جماع کے لئے بکثرت غسل کرنا۔ کتان کا تیار کردہ پہناس زیب تن کرنا۔

اور چار چیزیں بدن کو کمزور کرتی ہیں۔ بکثرت جماع کرنا۔ ہمہ وقت رنج و غم کرنا۔ نہار منہ کافی مقدار میں پانی پینا اور ترش چیزوں کا زیادہ استعمال۔

چار چیزوں سے نگاہ کو تقویت ملتی ہے۔ کعبہ کے سامنے بیٹھنا۔ سونے کے وقت سرمہ استعمال کرنا۔ سرسبز وشاداب چیزوں کی طرف دیکھنا اور نشست گاہ کو صاف ستھرا رکھنا۔

چار چیزیں نگاہ کو کمزور کرتی ہیں۔ گندگی کو دیکھنا۔ سوئی دیئے ہوئے شخص کی طرف دیکھنا۔ عورت کی شرم گاہ کو دیکھنا اور قبلہ کی طرف اپنی پشت کر کے بیٹھنا۔

چار چیزوں سے قوت جماع بڑھتی ہے۔ گورے کا گوشت کھانا۔ اطریفل کا استعمال پستہ اور کسر گا ورو حانی کا کھانا۔

چار چیزوں سے عقل بڑھتی ہے۔ غیر ضروری باتوں سے بچنا۔ مسواک کرنا۔ بزرگوں کی صحبت اختیار کرنا۔

WWW.NAFSEISLAM.COM

علماء کی مجلس میں حاضر ہونا۔ ا۔

ا۔ ملاحظہ کیجئے "آداب الشافعی ص ۳۲۳۔ال آداب الشرعیۃ" ۲/ ۳۹۰ اور شرح القاموس ۷/ ۳۱۶۔

افلاطون کا قول ہے۔ پانچ چیزوں سے بدن کی کاہش ہوتی ہے۔ بلکہ بعض اوقات موت سے بھی ہمکنار کر دیتی ہے۔

صنعت کار کا بیکار رہنا۔ دوستوں کی جدائی، غیظ وغضب کو پی جانا۔ نصیحت کو ٹھکرانا۔ جاہلوں کا عقل مندوں سے تمسخر واستہزائی۔

مامون کے معالج کا قول ہے کہ ایسے شخص کی عادتوں کو اختیار کرو۔ جوان کی بخوبی رعایت کرتا ہو تو توقع ہے موت کے علاوہ کسی بیماری میں مبتلا نہ ہوگے البتہ موت تو بہر حال لا علاج ہے۔ معدہ میں کھانا موجود رہنے کی حالت میں مزید کھانا کبھی نہ کھانا۔ ایسی غذا کبھی نہ استعمال کرنا جس کے چبانے سے منہ تھک جائے کیونکہ ایسے کھانے کو معدہ ہرگز ہضم نہ کر پائے گا۔ بکثرت جماع کرنے سے پرہیز کرنا۔ اس لئے کہ یہ زندگی کے جلتے ہوئے دیپ کو بجھا دیتی ہے۔ سن رسیدہ عورتوں سے جماع نہ کرنا کہ اس سے اچانک موت کا اندیشہ ہوتا ہے۔ بلا ضرورت فصد نہ کرانا۔ موسم گرما میں قے ضرور کرنا چاہیے۔

بقراط کے جامع کلام میں سے ہے کہ حرکثیر طبیعت کی دشمن ہے۔

حکیم جالینوس سے دریافت کیا گیا کہ تمہارے بیمار نہ ہونے کا کیا راز ہے؟ اس نے جواب دیا کہ میں دوردی غذا یکجا نہیں کرتا۔ کبھی کھانے پر کھانا نہیں کھاتا اور نہ میں کسی ایسی غذا کو معدہ میں جگہ دیتا ہوں جو اس کے لئے تکلیف دہ ہو۔

ظظظ

فصل (۱۲۰)

پرہیز واحتیاط (کثرت جماع)

بدن کو چار چیزیں بیماری کرتی ہیں۔ کثرت گفتار، زیادہ سونا، زیادہ کھانا اور بکثرت جماع کرنا۔

کثرت گفتار سے دماغ کا مغز کم ہوتا ہے اور کمزور ہوجاتا ہے اور بڑھاپا جلد آجاتا ہے۔

زیادہ سونے سے چہرے پر زردی آجاتی ہے۔ دل اندھا ہوجاتا ہے اور آنکھ میں ہیجان برپا ہوجاتا ہے اور کام کرنے میں سستی چھائی رہتی ہے اور جسم میں رطوبات زیادہ ہوتی ہے۔

اور زیادہ کھانا معدہ کے منہ کو فاسد کرتا ہے جسم کو کمزور لاغر بناتا ہے۔ ریاح غلیظہ اور مشکل بیماریوں سے دو چار کرتا ہے۔

بکثرت جماع کرنے سے بدن لاغر ہوجاتا ہے۔قوی کمزور ہوجاتے ہیں اور بدن کے رطوبات خشک ہوجاتے ہیں یہ اعصاب کو ڈھیلا کرتا ہے۔ سدے پیدا کرتا ہے اور اس کے ضرر کا اثر سارے بدن کو پہنچتا ہے۔ بالخصوص دماغ کو تو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ اس لئے کہ روح نفسانی غیر معمولی طور پر تحلیل ہوجاتی ہے اور منی کے زیادہ اخراج کی وجہ سے اس میں اکثر کمزوری پیدا ہوتی ہے اور کثرت جماع سے جوہر روح کا اکثر حصہ اس سے نکل جاتا ہے۔

جماع کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ جماع اس وقت کیا جائے۔ جب کہ خواہش غیر معمولی طور پر ابھرے اور ایسی لڑکی سے جماع کرنا مقصود ہو جو انتہائی جمیل وشکیل نوخیز ہو اور اسی کے ساتھ حلال بھی ہو اور جماع کرنے والے کے مزاج میں حرارت اور رطوبت پورے طور پر ہو اور یہ اسی انداز پر عرصے سے چلا آرہا ہو اور دل اعراض نفسانی سے بالکل خالی ہو نہ افراط جماع ہو اور نہ امتلاء مفرط ہو جس کی وجہ سے ترک جماع مناسب ہو۔ نہ خالی پیٹ ہو اور نہ کسی استفراغ سے دوچار ہو اور نہ کوئی سخت محنت کی ہو اور نہ بہت زیادہ حرارت ہو اور نہ بہت زیادہ برودت ہو۔ جب کوئی شخص جماع کے وقت ان دس باتوں کو ملحوظ رکھے گا۔ تو اس سے بہت نفع حاصل ہوگا اور اگر ان میں سے کوئی ایک بات مفقود ہوگی تو ضرر بھی اسی حساب سے کم وبیش ہوگا۔ اگر اکثر یا تمام باتیں مفقود ہوں تو پھر ایسے جماع سے تباہی مقدر ہے۔

ظظظ

فصل (۱۲۱)

چند مفید احتیاطی تدابیر

بہت زیادہ پرہیز جس سے تخلیط مرض ہو۔ صحت کے لئے سودمند نہیں۔ بلکہ اعتدال کے ساتھ پرہیز مفید ہوتا ہے۔ حکیم جالینوس نے اپنے ہم نشینوں کو ہدایت کی کہ تین چیزوں سے بچتے رہو اور چار چیزوں کو اختیار کرلو۔ پھر تم کو کسی معالج کی ضرورت نہ پیش آئے گی۔ گرد وغبار۔ دھواں اور بدبودار گندی چیزوں سے خود کو دور رکھو۔ چکنائی، خوشبو شیرینی اور حمام کا استعمال کرو اور شکم سیری کی حالت میں کھانا کھاؤ اور باذروج ا۔ اور ریحان کو ساتھ استعمال نہ کرو اور شام کے وقت اخروٹ نہ کھانا اور جو زکام میں مبتلا ہو وہ چت نہ سوئے اور رنجیدہ شخص ترش چیز نہ کھائے اور فصد کرانے والا شخص تیز روی نہ اختیار کرے اس لئے کہ یہ موت کا پیش خیمہ ہے اور جس کے آنکھ میں تکلیف ہے وہ قے نہ کرے۔ موسم گرما میں زیادہ گوشت کا استعمال نہ کرو۔ سردی کی وجہ سے بخار کا مریض دھوپ نہ سوئے اور پرانے بیج دار بیگن کے قریب بھی نہ جاؤ۔ جو موسم سرما میں روزانہ ایک پیالہ گرم پی لے تو وہ بہت سی بیماریوں سے [illegible]ظ ہوگیا اور

جس نے حمام کرتے وقت انار کے چھلکے سے اپنے جسم کو ملا وہ داد وخارش سے نجات پا گیا۔جس نے سوسن کے پانچ دانے تھوڑی سی مصطگی رومی۔ عود خام اور مشک کے ہمراہ استعمال کرلیا زندگی بھر اس کا معدہ نہ کمزور ہوگا اور نہ فاسد ہوگا اور جس نے تخم تربوز شکر کے ساتھ استعمال کیا۔اس کا معدہ پتھری سے خالی ہوگا اور سوزش پیشاب سے اسے نجات مل جائے گی۔

ظظظ

ا۔ ایک مشہور سبزی کا نام ہے۔ جو دل کو بہت مضبوط بناتی ہے اور قبض پیدا کرتی ہے۔ مگر فضلات کے ساتھ مل کر اسہال پیدا کرتی ہے۔ ''قاموس''

فصل (۱۲۲)

چار مفید و مضر چیزوں کا بیان

چار چیزوں سے جسم تباہ ہوجاتا ہے۔
رنج،غم،فاقہ کشی اور شب بیداری۔

چار چیزوں سے فرحت حاصل ہوتی ہے۔ سبز وشاداب چیزوں کی طرف دیکھنا ''آب رواں کا نظارہ کرنا۔ محبوب کا دیدار اور پھلوں کا نظارہ کرنا''

چار چیزوں سے آنکھ میں دھندلا پن پیدا ہوتا ہے۔ ننگے پاؤں چلنا، صبح وشام نفرت انگیز گراں چیز یا دشمن کو دیکھنا۔زیادہ آہ وبکا کرنا۔باریک خطوط کا زیادہ غور سے دیکھنا۔

چار چیزوں سے بدن کو تقویت ملتی ہے۔نرم وملائم ملبوسات زیب تن کرنا۔ اعتدال کے ساتھ حمام کرنا۔ مرغن اور شیریں غذا استعمال کرنا اور عمدہ خوشبو لگانا۔

چار چیزوں سے چہرہ خشک ہوجاتا ہے اس کی شگفتگی،شادابی اور رونق ختم ہوجاتی ہے۔ دروغ گوئی، بے حیائی۔ جاہلانہ طرز کے سوالات کی کثرت اور فسق وفجور کی زیادتی۔

چار چیزوں سے چہرے پر رونق اور شگفتگی آتی ہے۔ مروت، وفاداری، جود وسخاوت اور پرہیزگاری۔

چار چیزوں باہم نفرت وعداوت کا سبب بنتی ہیں۔تکبر وگھمنڈ، حسد، دروغ گوئی اور چغل خوری۔

چار چیزوں سے روزی بڑھتی ہے۔ نماز تہجد کی ادائیگی۔ صبح سویرے کی بکثرت اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی طلب۔ صدقہ کا باہم معاہدہ کرنا اور دن کے شروع اور آخر وقت میں خدا کا ذکر واذکار۔

چار چیزوں سے روزی روک دی جاتی ہے۔صبح کے وقت سونا، نماز سے غفلت سستی اور خیانت۔

چار چیزیں فہم وادراک کے لئے ضرر رساں ہیں۔ ترش چیزوں اور پھلوں کا دائمی استعمال، چت سونا اور رنج وغم۔

چار چیزوں سے فہم وادراک کی قوت میں اضافہ ہوتا ہے۔

فارغ البالی، کم خوری وکم آشامی، غذاؤں کا شیریں اور مرغن چیزوں سے عمدہ بنانے کا اہتمام اور ان فضلات کا بدن سے خارج کرنا جو بدن کے لئے گراں ہوں۔

عقل کے لئے متعدد چیزیں ضرر رساں ہیں۔ ہمیشہ پیاز کھانا، لوبیا، روغن زیتون اور بیگن کا دائمی استعمال جماع کی کثرت، خلوت نشینی، بے ضرورت افکار وخیالات مے نوشی، بہت زیادہ ہنسنا اور رنج وغم کرنا۔ یہ تمام چیزیں عقل کو نقصان پہنچاتی ہیں۔

بعض دانشوروں کا مقولہ ہے کہ مجھے بحث ومناظرہ کی تین مجلسوں میں شکست اٹھانی پڑی۔ جس کا کوئی خاص سبب میری سمجھ میں نہ آسکا البتہ پہلی مجلس مناظرہ میں شکست کا یہ سبب معلوم ہوا کہ میں نے ان دونوں بکثرت بیگن کا استعمال کیا تھا اور دوسری مجلس میں شکست کا یہ سبب تھا کہ روغن زیتون کا بہت زیادہ استعمال کیا تھا اور تیسری مجلس میں شکست کا یہ راز معلوم ہوا کہ میں نے لوبیا کی ترکاری بہت کثرت سے کھائی تھی۔

ظظظ

فصل (۱۲۳)

طب نبوی کی اہمیت وافادیت

ہم نے اس کتاب میں فن طب کے علمی وعملی اجزاء پر سیر حال بحث کی ہے۔ غالباً قارئین کی علمی تشنگی اس کتاب کے مطالعہ سے ہی دور ہوجائے گی اور ہم نے طب نبوی اور شریعت اسلامی کے قریبی تعلق کو بھی وضاحت کے ساتھ آپ کے سامنے پیش کر دیا ہے اور یہ بات متحقق ہوکر سامنے آگئی ہے کہ طب نبوی موجودہ طب کے مقابل اسی حیثیت کی حامل ہے۔ جو حیثیت موجودہ مدون فن طب کو فسوں کاروں اور کاہن گروں کے طب کے مقابل حاصل ہے۔

بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ طب نبوی کا مقام اس سے کہیں بلند وبالا اور بڑھ چڑھ کر ہے جس کو ہم نے اس کتاب میں بیان کیا ہے۔ تو جاننا ہوگا ہم نے تو بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ لیکن یہ مسئلہ اپنی اہمیت کے اعتبار سے تفصیل طلب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تفصیلی بحث کرنے کی توفیق نہیں عطا فرمائی اس کو کم از کم یہ بات تو ذہن نشین کر لینی چاہیے کہ وہ قوت جس کی تائید خدا کی طرف سے براہ راست وحی کے ذریعہ کی گئی ہے اور وہ علوم جن سے اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام کو نوازا ہے اور وہ دانائی، زیرکی اور فہم وفراست جسے خدا نے ان کو عطا کیا ہے۔ ان کا دوسرے لوگوں کسے

علوم اور فہم وفراست سے کیا مقابلہ ہوسکتا ہے۔

ممکن ہے کوئی یہ کہنے کی جسارت کرے کہ یہاں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کی حیثیت ہے اور اس باب میں ان کا کیا تعلق، دواؤں کی قوت وتاثیرات، قوانین علاج اور حفظان صحت کی تدبیروں میں پیغمبر خدا کے فرمودات کیا حیثیت رکھتے ہیں؟

مگر یہ ساری باتیں کم عقلی کی بنیاد پر ہیں کہ قائل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیش کردہ طریقے آپ کی رشد وہدایت اور بتائی ہوئی چیزوں کے سمجھنے سے قاصر رہا۔ اس لئے کہ پیغمبر خدا علیہ السلام کے فرمودات وہدایات کو سمجھنا ان جیسے ہزاروں کی سمجھ۔ عقل وخرد سے کہیں بالاتر ہے۔ آپ کی رشد وہدایت۔ رہنمائی کو بخوبی سمجھ لینا یہ تو خاص باری تعالیٰ کا ایک عظیم عطیہ ہے۔ جو ہر ایک کو حاصل نہیں یہ خدا کی دین ہے۔ وہ جس کو چاہے عطا کرے۔

ہم نے فن طب کے اصول ثلاثہ کا ذکر قرآن سے پیش کر دیا ہے۔ پھر آپ کیسے اس کا انکار کر سکتے ہیں کہ شریعت جو دنیا وآخرت کی بھلائی کے لئے دونیا میں آئی ہے۔ وہ اصلاح قلوب کے ساتھ بدن کی اصلاح بھی کرتی ہے اور صحت جسمانی کی نگہباں ہے اور کلی طور پر تمام جسمانی آفات کا دفاع کرتی ہے اس شریعت کی تفصیل عقل صحیح اور فطرت سلیمہ کے سپرد کر دی گئی ہے کہ وہ قیاس۔ تنبیہ اور ارشدات سے کام لے کر حفظان صحت کا نظم برقرار رکھے جس طرح کہ اس عقل سلیم کے حاملین نے بہت سے فقہ کے فروعی مسائل پر قابو پانے کا حکم دیا ہے۔ اس طرح کا اعتراض اور انکار حقیقت کر کے آپ بھی ان لوگوں میں شامل نہ ہوں جو کسی چیز کی حقیقت سے ناواقفیت کی بنیاد پر اس پر اعتراض کرنے کے خوگر ہوتے ہیں۔

اگر کسی بندے کو قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے علوم کا وافر حصہ مل جائے اور نصوص ولوازم نصوص کی فہم کامل نصیب ہوجائے تو وہ دیگر تمام علوم سے مستغنی ہوجائے گا اور ان ہی علوم سے وہ تمام علوم صحیحہ کا استنباط کرے گا۔ لہٰذا یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ تمام علوم کے عرفان کا دار مدار معرفت الٰہی۔ امر باری اور خلق خداوندی پر ہے اور یہ تینوں چیزیں انبیاء ورسل کو ہی صرف حاصل ہونا سب کے نزدیک مسلم ہے۔ کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی سب سے بڑے عارف باللہ، عارف امر خداوندی عارف حلق الٰہی اور امر وخلق الٰہی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کے شناسا ہوتے ہیں۔ اس لئے ان انبیاء کرام کے پیروکاروں کا طریقہ علاج دوسرے تمام طریقہ علاج سے زیادہ صحیح، مفید اور زود اثر ہوتا ہے اور خاتم الانبیاء سید الرسل اور امام المرسلین حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروکاروں کا طریقہ علاج ان انبیاء میں سب سے کامل سب سے بہتر اور نفع بخش ہے اور اس حقیقت سے وہی آشنا ہوسکتا ہے۔ جس کو ان طریقہائے علاج اور انبیاء کے طریقہ علاج کی معرفت حاصل ہو اور جو ان دونوں کے درمیان موازنہ کرنے کی پوری صلاحت رکھتا ہو۔ چنانچہ موازنہ کرنے کے بعد ان دونوں کے درمیان جو ظاہری فرق ہے واضح ہوجائے گا کہ انبیاء کرام علیہم السلام ہی امت میں عقل وفطرت اور علم کے اعتبار سے سب سے صحیح تر اور بڑھے ہوئے ہیں اور ان ہی لوگوں کو قرب الٰہی بھی پورے طور پر حاصل ہے۔ اس لئے کہ انبیاء کرام علیہم السلام اللہ کے برگزیدہ لوگ ہیں۔ جیسا کہ ان کا رسول بھی تمام

انبیاء کرام میں سب سے برگزیدہ ہے اور انبیاء کرام کو جو علوم، حکم وحکمت کا وافر حصہ عطا کیا گیا ہے۔ اس کا مقابلہ کسی دوسرے سے کیسے کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ نے اپنی مسند میں بھز بن حکیم سے روایت نقل کی ہے جس کو بھز نے اپنے والد حکیم سے اور ان کے والد ان کے دادا سے روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اَنْتُمْ تُوْفُوْنَ سَبْعِيْنَ اُمَّةً اَنْتُمْ خَيْرُهَا وَ اَكْرَمُهَا عَلَى اللّٰهِ۔ ا؎

تم لوگ ستر امتوں کے خاتمہ پر وجود میں آئے ہو تم لوگ اللہ کے نزدیک ان امتوں میں سب سے برگزیدہ اور افضل ہو۔

چنانچہ اس امت کی فضیلت وبزرگی کے اثرات ان کے علوم اور عقول کے ذریعہ دنیا کے سامنے نمایاں کر دیا اور یہ وہی لوگ ہیں۔ جن پر اللہ تعالیٰ نے امم سابقہ کے علوم وعقول، اعمال ودرجات ظاہر کر دیئے جن کو دیکھ کر یہ لوگ علم وعقل اور حلم وتدبیر سبھی چیزوں میں امم سابقہ سے سبقت لے گئے یہ محض خدا کی عنایت اور باران رحمت الٰہی کا نتیجہ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امت محمدیہ کے دانشوروں کا مزاج دموی ہے اور یہود کا مزاج صفراوی ہے اور نصاریٰ کا مزاج بلغمی ہے۔ اسی وجہ سے نصاریٰ پر کند ذہنی، کم عقل اور نادانی کا غلبہ رہا اور یہود رنج وغم حزن وملال اور احساس کمتری کے ہمیشہ شکار رہے اور مسلمانوں کو عقل وشجاعت، زیرکی دانائی، مسرت وشادمانی عطا کی گئی۔

یہ اسرار ورموز اور مسلمہ حقائق ہیں۔ جن کو صرف وہی شخص سمجھ سکتا ہے جو بہتر فہم وفراست والا، روشن ذہن اور راسخ علم کا حامل ہوگا اور اس بات سے بھی واقف ہوگا کہ دنیا کے پاس اصل سرمایہ کیا چیز ہے؟ اللہ ہی توفیق دینے والا ہے۔

وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ رَسُوْلِهٖ وَ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ تَسْلِيْمًا كَثِيْرًا

ظظظ

WWW.NAFSEISLAM.COM

ا؎ اس حدیث کو امام احمد نے ۵ / ۵ میں ترمذی نے ۳۰۰۱ میں اور ابن ماجہ نے ۴۲۸۸ میں بیان کیا ہے۔ اس کی سند حسن ہے۔